اسلام کا انتظامی قانون

تالیف: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

www.KitaboSunnat.com

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری
لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا انتظامی قانون

23409

﴿ تالیف ﴾

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

Institute of Islamic Studies
LIBRARY
Punjab University, Lhr.

DATA ENTERED

شعبہ مطبوعات

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

25 - نسبت روڈ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری محفوظ

نام کتاب : اسلام کا انتظامی قانون
نام مؤلف : ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
ناشر : ثناء اللہ ڈائریکٹر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور
باہتمام : حافظ محمد سعد اللہ انچارج شعبہ مطبوعات
دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور
طابع : آصف عمر حسن پرنٹرز ریلوے روڈ لاہور
اشاعت اول : 1100 (ستمبر 2001ء)
قیمت : =/300روپے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

23409

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے شفیق استاد محترم
پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک سابق وائس چانسلر
پنجاب یونیورسٹی لاہور کے نام منسوب کرتا ہوں
جن کی حوصلہ افزائی میرے لئے باعث رہنمائی
بنی!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

اسلام کا انتظامی قانون

عنوان	صفحہ نمبر
تقدیم	۱۱
پیش لفظ ازمؤلف	۱۲
تاثرات جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی و جناب جسٹس تنویر احمد خان	۱۴
باب نمبر ۱: باب نمبر ۱: اسلام کا انتظامی قانون: اجمالی تعارف	۱۷
نبی اکرم ﷺ کے دور میں انتظام وانصرام	۴۴
نبی اکرم ﷺ کا انتظام سلطنت اور پاکستانی معاشرے کیلئے رہنمائی	۴۶
نبی اکرم ﷺ کے انتظام وانصرام پر مستشرقین اور علماء کا تبصرہ	۴۹
خلافت راشدہ میں انتظام وانصرام	۶۱
خلافت راشدہ کا انتظام سلطنت اور پاکستانی معاشرے کیلئے رہنمائی	۶۵
خلافت راشدہ پر مستشرقین اور علماء کا تبصرہ	۶۷
باب نمبر ۲: مختلف انتظامی ادارے: خلافت اور نظام احتساب وغیرہ	۷۳
خلافت	۷۳
عدالت مظالم کی اہمیت	۷۵
کوتوال کا محکمہ	۷۸
عامل السوق	۷۹
اسلام میں احتساب کا تصور	۷۹
i۔ احتساب۔ عرفی	۸۱
ii۔ احتساب۔ شرعی	۸۱
محتسب کا ادارہ تاریخ کے آئینے میں	۸۴
سربراہ مملکت اور احتساب	۸۵
احتساب کا عمل پاکستان میں	۹۱
باب نمبر ۳: اسلامی دستور کے خدوخال	۱۱۴
اسلامی ریاست کا آئین	۱۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۸	
۱۱۹	
۱۲۰	سربراہ مملکت کی جوابدہی
۱۲۱	خلیفہ کا انتخاب
۱۲۵	عہد نبوی ﷺ کی خصوصیات اور اجتہادات
۱۲۹	عورت بطور سربراہ مملکت
۱۳۰	حدیث کا مفہوم
۱۳۲	**باب نمبر ۴: عدلیہ (نظام قضاء)**
۱۳۲	عدل کی اہمیت
۱۳۸	علماء کا بورڈ
۱۴۰	ایک علاقہ میں متعدد قاضیوں کا تقرر
۱۴۱	اسلامی عدل گستری (مراسلہ حضرت عمرؓ)
۱۴۴	حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام حضرت عمرؓ کے خطوط
۱۴۷	حضرت معاویہؓ کے نام حضرت عمرؓ کا خط
۱۴۹	حضرت ابوعبیدہؓ کے نام حضرت عمرؓ کا خط
۱۵۰	قاضی شریحؒ کے نام حضرت عمرؓ کا خط
۱۵۰	قاضی کا تقرر
۱۵۱	قاضی کی صفات
۱۵۲	قاضی کے اوصاف
۱۵۲	خاتون بطور قاضی
۱۵۲	قاضی کی معزولی
۱۵۳	مشیران عدالت
۱۵۴	عدالت میں علماء کی موجودگی
۱۵۴	دوران سماعت قاضی کیلئے ہدایات
۱۶۰	مفتی
۱۶۳	مخاصمانہ عدالتی کاروائی
۱۶۴	حکم کا ادارہ
۱۶۸	انسانی حریت کا تصور
۱۷۰	**باب نمبر ۵: اسلام میں انتظامیہ (بیوروکریسی) کا کردار**
۱۷۰	بیوروکریسی کیا ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولی الامر کون ہیں؟	۱۷۰
حضور اکرم ﷺ کے دور میں انتظامیہ	۱۷۴
سرکاری افسران کی صفات	۱۸۳
سرکاری ملازمین کیلئے نبی اکرم ﷺ کے فرامین کا مجموعہ: کتاب الصدقۃ	۱۸۴
کیا ہتھیار ڈالے جاسکتے ہیں (اسلامی نقطہ نظر؟)	۱۸۶
غیر قانونی حکم میں اطاعت نہیں	۱۸۹
حضرت ابوبکرؓ کے دور مبارکہ میں حکام کی نگرانی	۱۹۲
حضرت عمرؓ اور احتساب	۱۹۳
حضرت علیؓ کے دور مبارکہ میں احتساب	۲۰۰
حضرت عثمانؓ کے دور مبارکہ میں حکام کی نگرانی	۲۰۱
پاکستان میں بیوروکریسی (ڈپٹی کمشنر کا ادارہ۔ایک تجزیہ)	۲۰۳
باب نمبر۶: اسلام کا بلدیاتی نظام	۲۱۶
اسلام میں بلدیاتی نظام کا تصور	۲۱۷
بلدیاتی مالیات	۲۱۸
مختلف محکمہ جات	۲۱۹
میئر کا عہدہ	۲۲۰
دیوان الشوریٰ	۲۲۱
اسلامی نظام بلدیات میں فرائض کا خلاصہ	۲۲۲
آئین اکبری میں کوتوال کے فرائض	۲۲۳
صاحب الشرطہ	۲۲۴
بلدیاتی ملازمین کے حقوق وفرائض: اسلامی ضابطہ اخلاق	۲۲۴
پاکستان کے بلدیاتی نظام کی اصلاح: چند تجاویز	۲۲۶
باب نمبر۷: اسلام میں فوج کا ادارہ	۲۲۹
جہاد کا نظریہ	۲۲۹
داخلی جہاد	۲۳۰
فکری جہاد	۲۳۱
مسلح جہاد	۲۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقدامی جہاد و فاعی جہاد	۲۳۲
غزوات نبوی ﷺ جنگ بدر کا تقابلی مطالعہ	۲۳۴
فتح مکہ کی اہمیت	۲۳۷
غزوہ خندق کی اہمیت	۲۴۰
غزوہ احد کی اہمیت	۲۴۳
جہاد کی اہمیت احادیث کی روشنی میں	۲۴۶
جہاد کے سنہری اصول	۲۴۹
باب نمبر ۸: اسلام کا نظامِ پولیس	۲۵۱
پولیس تاریخ کے آئینے میں	۲۵۱
پولیس کے فرائض	۲۵۲
شرطہ کا ادارہ	۲۵۲
دور رسالت ﷺ میں پولیس	۲۵۳
دور خلفائے راشدینؓ میں پولیس	۲۵۵
عہد اموی اور عباسی میں پولیس	۲۵۶
اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز	۲۵۶
پاکستان میں پولیس کی اصلاح: چند تجاویز	۲۶۰
باب نمبر ۹: مرکزی مذہبی ادارے	۲۶۷
مسجد	۲۶۷
وقف	۲۷۵
خانقاہ	۲۸۰
باب نمبر ۱۰: نظام تبلیغ	۲۸۲
تبلیغ کی اہمیت	۲۸۲
تبلیغ کے اصول	۲۸۳
حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ کا عملی ارتقاء	۲۸۷
حضور اکرم ﷺ کے تبلیغی خطوط و رسائل	۲۸۷
خواتین میں تبلیغ بذریعہ ازواج مطہراتؓ	۲۸۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم ترین محسن انسانیت ﷺ کی تبلیغ بزور شمشیر نہیں تھی	۲۹۲
رحمۃ للعالمینؐ کے بالمقابل دیگر داعیان تہذیب کی رزم آرائیاں	۲۹۲
برنارڈ شیوز کے تاثرات	۲۹۲
دورحاضرہ میں تبلیغ کی اہمیت اور چند تجاویز	۲۹۵
برصغیر پاک وہند میں اشاعت و تبلیغ اسلام	۲۹۸
باب نمبر ۱۱: اسلام کا نظام تعلیم	۳۰۵
تعلیم کی اہمیت	۳۰۵
مخلوط تعلیم	۳۱۰
نبی اکرم ﷺ کے بعد کے ادوار	۳۱۱
پاکستان میں دینی مدارس اور ان کی اصلاح	۳۱۲
مغربی نظام تعلیم	۳۱۶
برصغیر میں تعلیم	۳۱۸
اسلامی تعلیم کے مقاصد اور پاکستان	۳۱۸
تعلیم کی منصوبہ بندی اور اصلاح: تجاویز اور مشورے	۳۲۰
باب ۱۲: نظامِ شوریٰ	۳۲۴
شوریٰ کی اہمیت	۳۲۴
اسلام کے نظام شوریٰ کے اہم نکات	۳۲۷
برطانوی طرز پارلیمان	۳۲۷
اجتہاد اور پارلیمنٹ	۳۲۹
باب نمبر ۱۳: اسلامی صحافت	۳۳۴
اسلامی نظریہ ابلاغ	۳۳۶
دیگر ذرائع ابلاغ	۳۳۸
پرنٹنگ پریس	۳۳۸
فلم اور تھیٹر	۳۳۹
ٹیلی پرنٹر	۳۴۰
کمپیوٹر اور وی سی آر	۳۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الیکٹرانک میڈیا (میکانکی ابلاغ)	۳۴۱
ٹیلی ویژن	۳۴۲
اخبارات	۳۴۲
تھیٹر	۳۴۴
قومی تعمیر میں مساجد کا کردار	۳۴۵
صحافت تاریخ کے آئینے میں	۳۴۶
بین الاقوامی ضابطہ اخلاق	۳۴۹
قرآن حکیم اور صحافت کے اصول	۳۵۲
سماجی برائیوں کے خاتمے کیلئے صحافت کا کردار	۳۶۹
باب نمبر ۱۴: اسلام کا مالیاتی نظام	۳۷۶
اسلام کا اقتصادی نظریہ	۳۷۶
تاریخی پس منظر	۳۸۰
اے سی پیگو کا نظریہ فلاح عامہ	۳۹۵
اسلام کے معاشی نظام کی خصوصیات	۳۹۶
سرمایہ داری کا نظریہ	۴۰۱
مضاربت	۴۰۶
سودی نظام کی ممانعت	۴۱۰
مغربی معاشی نظریات اور اسلام کا نظریہ اقتصاد۔ تقابلی مطالعہ	۴۲۵
انفاق فی سبیل اللہ	۴۲۷
کسب حلال	۴۲۸
حلال و حرام کا تصور	۴۲۹
اسلامی ریاست کے محاصل	۴۳۰
لقطہ کا قانون	۴۳۲
زکوٰۃ	۴۳۳
بیت المال	۴۳۴
عشر	۴۳۹
اموال فاضلہ	۴۳۹
معادن	۴۴۰
رفنے (رکاز)	۴۴۰
عشور (Customs Duty)	۴۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرائب یا ہنگامی ٹیکس	۴۴۱
صدقات	۴۴۱
خراج	۴۴۲
جزیہ	۴۴۲
خمس	۴۴۳
فئی	۴۴۳
اجارے	۴۴۳
اوقاف و بیمہ	۴۴۴
باب نمبر ۱۵ اسلام میں متفرق انتظامی قوانین	۴۴۹
i۔ وزراء کی حیثیت	۴۴۹
ii۔ تحقیقات	۴۵۰
iii۔ ٹریبونل	۴۵۴
iv۔ ذمی	۴۵۵
v۔ قومیانہ	۴۵۵
vi۔ ماشل لاء	۴۵۶
vii۔ لائسنس	۴۵۷
viii۔ ضوابط	۴۵۷
ix۔ ہڑتالیں	۴۵۷
x۔ معاہدات	۴۵۸
xi۔ تفویض	۴۵۹
xii۔ ضمنی قواعد	۴۵۹
xiii۔ معاوضہ جات رقبوں کے حصول کے بارے میں	۴۵۹
xiv۔ کارپوریشن	۴۶۰
xv۔ آڈٹ کا محکمہ	۴۶۰
xvi۔ شاہرات	۴۶۰
xvii۔ پراسیکیوشن کا شعبہ	۴۶۰
xviii۔ وکالت کا شعبہ	۴۶۱
xix۔ جیل خانہ جات	۴۶۴
xx۔ [illegible] جات	۴۶۸
فہرست مراجع	۴۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

23409

تقدیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔اما بعد:

کسی بھی ملک کی معیشت' معاشرت' تجارت' سیاست' حکومت' تعلیم' داخلہ وخارجہ پالیسی اور دفاع جیسے امور میں مثالی استحکام توازن عدل وانصاف اور امن امان وغیرہ کی خوبیوں کا پیدا ہونا زیادہ تر اس ملک کے انتظامی قوانین اور انتظامیہ کے رویہ پر منحصر ہوتا ہے۔ انتظامی قانون' دستور اور آئین کی تشکیل اگر ذاتی' وقتی اور جماعتی اغراض ومقاصد سے بلند تر ہو کر محض انصاف ومساوات کے اصول کو مدنظر رکھ کر کی جائے اور انتظامیہ امانتدار' دیانتدار' باصلاحیت' فرض شناس' اور ملک وقوم کے ساتھ مخلص' خیر خواہ اور خدمت کے جذبے سے معمور ہو نیز اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے تو شاید ہی ملک میں کسی قسم کی خرابی اور بحران پیدا ہو۔

دنیا کے تمام غیر آسمانی مذاہب اور انسانوں کے خود ساختہ قوانین ونظام میں دین رحمت' شریعت اسلامیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے پیش نظر کسی خاندان اور حکومتی پارٹی یا انتظامیہ کو نوازنے کی بجائے بغیر کسی امتیاز وتفریق کے عام انسانیت کی دائمی آفاقی اور ہمہ جہتی فلاح ہے۔ وہ صدر' وزیر اعظم اور پارلیمنٹ سمیت حکومت کے تمام چھوٹے بڑے کارکنان اداروں کو عام رعایا کے مقابلے میں وی آئی پی اور "آسمانی مخلوق" کا درجہ نہیں بلکہ خادم کا درجہ دیتا ہے۔

زیر نظر کتاب کا موضوع اسی درج بالا "اجمال" کی تفصیل ہے۔ حسن اتفاق سے مؤلف نہ صرف علوم قدیم وجدید اور قوانین کے شناسا ہیں بلکہ حکومت پاکستان کے "مینجمنٹ گروپ" سے تعلق رکھنے کی بنا پر وسیع انتظامی تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے "اسلام کا انتظامی قانون" کے منفرد موضوع پر قلم اٹھایا اور تقریباً تمام حکومتی وانتظامی اداروں اور انتظامیہ کیلئے اسلام کی اصولی ہدایات پر روشنی ڈالی اور عہد نبوی ﷺ' عہد خلفاء راشدین اور بعد کے اسلامی ادوار سے ان ہدایات پر عملدرآمد اور ان کے برکات کی نظیریں پیش کیں اور یوں آئندہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کیلئے ایک بنیاد رکھ دی ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک اس اچھوتے موضوع پر اردو میں تاحال کوئی مستقل کتاب منظر عام پر نہیں آئی اور انتظامی اعتبار سے وطن عزیز کے افسوسناک حالات میں اس کی سخت ضرورت تھی۔

یہاں میں پنجاب لائبریری فاؤنڈیشن اور اس کے روح رواں ڈائریکٹر جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر کا شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جن کی ذاتی دلچسپی علم دوستی اور مالی تعاون سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ جناب ثناء اللہ ڈائریکٹر دیال سنگھ لائبریری اور جناب نعیم احمد ملک اکاؤنٹنٹ بھی ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے طباعت کیلئے ضروری مراحل میں ہر جگہ تعاون کیا۔

کتاب کو بہتر سے بہتر انداز میں طبع کرنے میں ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے تاہم بتقاضائے بشریت کسی بھی قسم کی غلطی کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ کسی محترم قاری اور اہل علم کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعتوں میں اصلاح کی جاسکے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ہماری اس علمی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

(حافظ محمد سعد اللہ) انچارج شعبہ مطبوعات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

مقنن اعظم حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو پہلی دفعہ ایک مکمل اور جامع انتظامی قانون عطا فرمایا۔ انتظامی قانون یا قانون ادارت (ADMINISTRATIVE LAW) کی بہت اہمیت ہے۔ اس سے عوام الناس کے حقوق کی بطرز احسن پاسبانی ہوتی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور انگلینڈ میں انیسویں صدی میں پہلی دفعہ قانون ادارت کا تصور ملتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں شروع ہی سے انتظامی قوانین وضع کئے گئے۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے انتظامی قوانین وضع فرمائے جس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ خلفائے راشدینؓ نے ان انتظامی قوانین کو رائج فرمایا۔ اس طرح ایک عدیم المثال اسلامی فلاحی ریاست معرض وجود میں آئی جس کی بنیاد حضور اکرم ﷺ نے رکھی تھی۔

اس کتاب کے شروع میں اسلامی قانون کا خاکہ دیا گیا ہے۔ اسلامی دستور کے خدوخال اور نظام شوریٰ پر بھی باب نمبر۲ میں بحث کی گئی ہے۔ اسلامی انتظامی قانون کے مطابق عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی۔ اس اہم موضوع پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مختلف انتظامی اداروں مثلاً خلافت اور نظام احتساب پر گفتگو کی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ولایت مظالم جیسے ادارے کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس لحاظ سے حضور اکرمؐ دنیا کے پہلے محتسب ہیں۔ لہٰذا اہل مغرب کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ احتساب کا نظام سویڈن میں ۱۸۰۹ء میں پہلی دفعہ قائم کیا گیا۔

جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے یہ شرف حضرت عمر فاروقؓ کو حاصل ہے کہ آپ نے دنیا میں پہلی دفعہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا۔ اہل مغرب نے اس تصور کو فرانسیسی مفکر مونتیسکو کی طرف منسوب کردیا ہے جو سراسر غلط ہے۔

نبی اکرمؐ نے ایک عمدہ انتظامیہ کا تصور دیا۔ آپؐ نے حکمرانوں کا احتساب فرمایا اور انہیں صحیح معنوں میں عوام کا خادم قرار دیا۔ آپؐ نے پولیس کا نظام بھی قائم فرمایا۔ اسلام میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوج کے ادارے، مسجد، وقف اور نظام تبلیغ، مالیاتی نظام، نظام تعلیم، بلدیاتی نظام، اسلامی صحافت اور متفرق اسلامی انتظامی قوانین پر بھی اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔

"اسلام کا انتظامی قانون" اردو زبان میں غالباً اپنے موضوع پر پہلی کاوش ہے۔ اس کتاب کے مرتب کرنے میں مجھے کئی سکالرز سے رہنمائی حاصل کرنا پڑی۔ اس ضمن میں میں جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔ جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب انچارج شعبہ مطبوعات دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور کا بھی شکر گزار ہوں جن کی کاوشوں سے یہ کتاب منصہ شہود پر آئی۔ پروف ریڈنگ کے لئے حافظ عبدالقدیر اور قاضی محمد عزیزالرحمٰن عاصم امیر انتظامی مقتدرہ قومی زبان لاہور کا شکر گزار ہوں۔

اللہ کرے میری یہ عاجزانہ کاوش اللہ کے ہاں قبول ہو اور میری مغفرت کا باعث بنے۔ آمین!

لیاقت علی خان نیازی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

جناب ڈاکٹر محمد احمد غازی، ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر اتنا زیادہ لکھا گیا کہ انسانی تاریخ کے کسی دوسرے مذہب پر نہیں لکھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حرف آخر نہیں ہے اور غور وفکر کی ہر انسانی کاوش میں مزید بہتری کی ہر وقت گنجائش رہتی ہے تو یہ بیان بھی درست ہوگا۔

دین فطرت ہونے کی وجہ سے اسلام اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ زندگی کے معاملات پر بھرپور راہنمائی کرے۔ وقت، حالات اور ماحول کی تبدیلی سے اس الہامی راہنمائی کی تعبیر و تشریح میں تبدیلی لازم آتی ہے۔ جو بات برصغیر پاک وہند کے بود وباش سے مطابقت رکھتی ہے اس کیلئے اسلام کا نقطہ نظر اس نقطہ نظر سے یکسر مختلف ہوسکتا ہے جو ممالک ماوراء النہر کیلئے خود اسلام ہی کا اختیار کردہ ہو۔ جس بات کو اسلام نے تیسری صدی ہجری میں امت مسلمہ کیلئے اختیار کیا ہو، ممکن ہے وہ آج کے تبدیل شدہ حالات میں قابل عمل نہ ہو۔ اگر کسی معاملے میں کسی صاحب رائے، محقق، عالم یا فقیہ کے ایک رائے اختیار کرنے سے وہ رائے حرف آخر قرار پاتی تو آج اکیسویں صدی عیسوی کی دہلیز پر قدم رکھتے وقت لازم ہوتا کہ اسلام کے انتظامی ومالی قانون پر امام ابو یوسف کی کتاب الخراج ہی حرف آخر قرار پاتی، کسی نئی علمی کوشش کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا حرکی نظام اس امر کی اجازت نہیں دیتا۔ وجہ عام فہم ہے۔ جب انسان کی خارجی زندگی میں تغیر وتبدل کا ایک لامتناہی سلسلہ ہر دم نظر آتا ہے تو لازم ہے کہ اس سلسلے کی لہریں انسان کے شعور، اس کی عقل اور اس کی دانش وبینش پر بھی اثرات مرتب کریں۔ جب انسان کے باہر خارجی دنیا ہر لحہ ایک نئی دنیا کے روپ میں جلوہ گر ہوتی رہتی ہے تو عین بتقاضائے فطرت یہ عقل وشعور کے مظاہر پر اثرانداز ہو کر اسے تعلیم و تعلم، اور تحقیق و تفتیش اور ایجادات کی طرف مائل کرتی رہتی ہے۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی زیر نظر کتاب اس بیان کا ایک حقیقی اور عملی نمونہ ہے۔ عہد حاضر کے مسائل اس قدر تنوع اختیار کر چکے ہیں کہ اب یہ تخصص کا تقاضا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا نام ملک کے انتظامی حلقوں کیلئے نیا نہیں ہے۔ انہوں نے متعدد ایسے موضوعات کو گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔ جن پر غور وفکر نہ صرف وقت کی اہم ضرورت ہے بلکہ وہ موضوعات ڈاکٹر نیازی صاحب کے اپنے کیریر سے بھی گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ سے تعلق کی بنا پر آپ وطن عزیز کے انتظامی مسائل سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ ملکی انتظامیہ کے ارکان اور وطن عزیز کے ارباب حل وعقد اس کتاب کو عہد حاضر کے انتظامی مسائل سے عہدہ برآ ہونے میں مفید اور معاون پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو جہاں اسلام کی نشر واشاعت کا ایک ذریعہ بنائے۔ وہاں اسلامی شریعت کی جامعیت کا نقش قارئین کے ذہنوں پر مرتسم کرنے کا سبب بھی بنائے۔

دستخط (ڈاکٹر محمود احمد غازی) مورخہ ۱۹۔ نومبر ۱۹۹۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

جناب جسٹس تنویر احمد خان، لاہور ہائی کورٹ، لاہور

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ خداوند کریم نے اسے زمین پر اپنا نائب مقرر فرمایا ہے۔ نیابت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی کیلئے اسلام نے جو راہ عمل متعین کی ہے۔ اس پر کاربند رہا جائے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے تمام قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں۔ کیونکہ اس کے بغیر ایسا معاشرہ وجود میں لایا ہی نہیں جاسکتا جو اسلام کا مقصود ہو۔ قوانین وضوابط اسی لئے وضع کئے جاتے ہیں کہ معاشرے کے اعمال وافعال کو مخصوص خطوط پر استوار کیا جاسکے۔ چنانچہ یہ عمل لازمی ہے کہ کسی ملک کا نظام اس ملک کے اساسی نظریات ومعتقدات کی اساس ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو عوام اپنی منزل مقصود کے حصول میں ناکام رہتے ہیں۔ بنیادی نظریات سے ناواقفیت اور ان سے متصادم زندگی گزارنے کا منطقی نتیجہ ملک وقوم کی تباہی اور ہلاکت ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے اصول ابدی ہیں۔ قرآن کریم اور اسوہ حسنہ ہماری متاع دین ودنیا ہے۔ اس کے باوجود مغرب کی تقلید نے ہمارے نظام واخلاق کو جس طرح مجروح کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس لئے وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ہم دین وآئین معاشرت واخلاق اور روایات ونظام پر عمل کرنا سیکھیں۔ اور اپنی قومی زندگی سے دو عملی کو یکسر خارج کردیں۔ جہاں تک جدید دور کے تقاضوں اور معاشرتی تبدیلیوں کا تعلق ہے۔ تو کوئی بھی قوم یا ملک اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جو نظام وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے لوگ اس سے رفتہ رفتہ بیزار ہوجاتے ہیں۔ دین اسلام کا طرہ امتیاز یہی ہے کہ اس کا عطا کردہ نظام حیات کسی دور میں کبھی بھی فرسودہ نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے ہر مرحلے پر اجتہاد کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جس سے فقہ کا دامن وسیع اور اسلام کی وسعت ہمہ گیر ہوگئی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل قرآن وسنت میں مضمر ہے۔ یہ وہ بنیادی ماخذ ہیں جن سے ہر امر میں راہنمائی لی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی پیش نظر کتاب اسلام کے انتظامی قوانین کے بارے میں ہے۔ اس سے قبل بھی موصوف کی بعض کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ لیکن ان کی یہ تالیف اس لحاظ سے زیادہ قابل قدر ہے کہ اس موضوع پر اس سے پہلے بہت کم کام ہوا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ مختلف کتابوں میں اس کے بارے میں بعض ابواب موجود ہیں مگر اس موضوع پر مستقل کتاب اور براہ راست قانون انتظام کے خالص احکام پر مفصل تصانیف شاذ ہیں۔ اس اہم اور بنیادی ضرورت کی طرف ڈاکٹر لیاقت نیازی صاحب نے توجہ فرمائی اور بڑی محنت اور کثیر مطالعہ کے بعد یہ کتاب تالیف کی۔

اس کتاب میں بیان کئے گئے اصول قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ اسلامی تاریخ کا کوئی بھی قابل ذکر پہلو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس میں مستند کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ امہات الکتب سے بھی خوشہ چینی کی گئی ہے۔ تاریخ کی مشہور کتابوں کے حوالے بھی ہیں۔ علمائے سلف و معاصرین کے اقوال کے علاوہ مؤلف نے مستشرقین کی آراء نقل کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اس طرح انہوں نے اسلام کی لامتناہی ثروت بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں مغربی میراث کے عناصر و مبادی بھی شامل کردیئے ہیں۔ ملکی نظم و نسق سے متعلقہ اداروں مثلاً خلافت، احتساب، اوقاف ومالیاتی نظام پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ نیز پاکستان میں موجود ان اداروں کی اہمیت اور کارکردگی کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مؤلف نے اپنی طرف سے تجاویز بھی دی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ان کی کارکردگی مزید بہتر بنائی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا اسلوب بیان نہائیت سادہ اور دلنشین ہے۔ مواد کی فراہمی میں بساط بھر تحقیق و تفتیش سے کام لے کر ایک مبسوط کتاب مرتب کی ہے۔ جس کا ثبوت اس کے مضامین کا تنوع ہے۔ کہیں کہیں حسب حال موضوع کو اشعار سے بھی مزین کیا گیا ہے۔ جس سے اس کی معنویت مزید نکھر کر سامنے آئی ہے۔ تحریر میں اس قدر جاذبیت اور مواد میں علمیت کا وہ خزانہ ہے کہ ایک دفعہ شروع کرکے ختم ہونے تک اسے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ انسانی زندگی کے بیشتر پہلو ایسے ہیں جن پر ڈاکٹر لیاقت نیازی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جدید حوالہ جات پر تنقیدی نظر سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ کتاب کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مناسب ہوگا کہ وطن عزیز کے علمی، ادبی حلقے اسے اپنی اپنی لائبریریوں کی زینت بنائیں۔ اور اس سے بھرپور استفادہ حاصل کرنے کیلئے تعلیمی اداروں میں اس کے کچھ ابواب بطور نصاب پڑھائے جانے چاہییں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

دستخط

(تنویر احمد خان)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱

اسلام کا انتظامی قانون: مختصر تعارف

قرآن حکیم میں انتظامی امور کے لئے تدبیر کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جیسے سورت الرعد کی آیت نمبر ۲ میں "یدبر الامر" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ سورت یونس کی آیت نمبر ۱۰ اور سورت السجدہ کی آیت نمبر ۵ میں بھی تدبیر کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

انتظامی اداروں کے اختیارات کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے انتظامی قانون یا قانون ادارت (Administrative Law) کی بڑی اہمیت ہے۔ اس طرح عوام الناس کے حقوق کی بھی بطرز احسن پاسبانی ہو جاتی ہے۔ امریکہ اور انگلینڈ میں ۱۹ ویں صدی کے اواخر تک نظام ادارت یا قانون ادارت کا تصور مکمل طور پر نہیں تھا۔ اس کے مقابلے میں اسلام میں شروع ہی سے انتظامی قوانین واضح کر دیے گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے انتظامی قوانین مقرر فرمائے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی: اسلام میں نہ صرف آئینی قوانین موجود ہیں بلکہ شریعت نے انتظامی قوانین کے بنیادی اصول بھی وضع فرما دیئے۔ علاوہ ازیں نبی اکرمؐ کی احادیث اور سنت نیز خلفائے راشدینؓ نے اسلامی انتظامی قانون کی توضیح فرمائی۔

اسلام کے نظام ادارت کی اہمیت کے پیش نظر اس کی تدوین وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آئندہ صفحات پر اسلامی دستور کے خدوخال' نظام شوریٰ' خلافت' نظام احتساب' عدلیہ' انتظامیہ' پولیس' فوج' نظام مساجد' اوقاف' نظام خانقاہ' نظام تبلیغ' مالیاتی نظام' نظام تعلیم' بلدیاتی نظام اور اسلامی تصور صحافت پر بحث کی جائے گی کیونکہ یہ موضوعات اسلام کے انتظامی قانون کے زمرے میں اہمیت کے حامل ہیں۔ مقنن اعظم حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو پہلی دفعہ ایک مکمل اور جامع انتظامی قانون عطا فرمایا۔ اب اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اسلامی دستور کے خدوخال

نبی اکرم ﷺ کے عہد بابرکات کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپؐ نے تاریخ میں پہلی دفعہ عرب کی طوائف الملوکی اور انتشار کو ختم کیا۔ قبائلی زندگی کی بجائے ایسے دور کا آغاز ہوا جس میں سارے قبائل ایک قوم بن کر ابھرے۔ اس طرح اسلامی اخوت کی بنیادوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نیا معاشرہ معرض وجود میں آیا۔ اقتدار اعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کا تھا لیکن آپ کی حیثیت دنیا میں ایک نائب باری تعالیٰ کی تھی۔ آپؐ حاکم بھی تھے' مقنن بھی' قاضی بھی' سپہ سالار اعظم بھی۔ آپؐ پورے نظام کے سربراہ تھے۔ آپ ہمیشہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے اور اکثریت کی رائے پر عمل فرماتے۔

جدید دور کے پارلیمانی نظام کے حامیوں نے دور جدید کے مسلمانوں کے ذہن پراگندہ کر دیئے ہیں۔ مغرب کے فلسفی' یہود و ہنود سب متفقہ طور پر یہ بے بنیاد پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو معاشرتی و سیاسی نظام قائم کیا گیا تھا وہ دور جدید کے لئے مفید نہیں ہے اور نہ ہی نافذ العمل ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اسلامی معاشرتی اور سیاسی نظام آج کے دور میں اتنا ہی مفید اور کارگر ہے جتنا چودہ سو سال قبل تھا۔ اسلامی حکومت کے دستور اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لئے قوانین و ضوابط قرآن حکیم میں بیان ہوئے۔ آج کے دور میں مملکت کو جو دستوری مسائل پیش آتے ہیں اجتہاد کے ذریعے ان کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم اقتدار اعلیٰ' پارلیمان' عدلیہ اور انتظامیہ سب کے بارے میں تفصیلی احکام موجود ہیں۔ حضور اکرمؐ نے ان احکام کو نافذ العمل کرکے دکھایا اور اسلامی ریاست کی مدینہ میں بنیاد رکھی۔

اسلامی دستور میں سربراہ مملکت جواب دہ ہے۔ اہل مغرب کا یہ نظریہ غلط ہے کہ صدر مملکت یا سربراہ مملکت کے خلاف دعویٰ نہیں ہوسکتا اور اس کا احتساب بھی ممکن نہیں۔ اسی طرح اسلامی نظام شوریٰ میں مشاورت کا حق ہے۔ حضورؐ خود بھی صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرماتے تھے اور امور سلطنت کا انتظام چلاتے تھے۔ شورائی نظام اسلامی دستور کا ایک اہم پہلو ہے۔

مختلف انتظامی ادارے: خلافت اور نظام احتساب وغیرہ

ایک اسلامی معاشرے میں اور سلطنت میں سربراہ مملکت اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے۔ وہ خود بھی احتساب اور قانون سے بالا تر نہیں ہوتا۔ عام شہریوں کی طرح اس پر بھی قانون لاگو ہوتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے ایک صحابی کے کہنے پر اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کر دیا تھا۔ اس سے بڑی احتساب اور قانون کے احترام کی اور کیا مثال ہوسکتی ہے۔ اگر سربراہ مملکت فرعون بن جائے اور خود ہی قانون کی دھجیاں بکھیرنا شروع کردے تو بھلا وہ شریعت کی رو سے قانون کی گرفت سے کیسے بچ سکتا ہے؟

اسلام کے انتظامی اداروں میں یہ ادارے بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) خلافت کا ادارہ

(۲) احتساب کا ادارہ

خلافت کے معنی جانشینی' نیابت وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ خاص معنوں میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت مراد ہے۔ حضور اکرمؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے حکومت کا نظام بطرز احسن چلایا۔ اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ خلیفہ حقیقی معنوں میں اللہ کے نظام کو رائج کرنے والا ہوتا تھا۔

اسلام کا نظام احتساب ایک فقید المثال نظام ہے۔ حضور اکرمؐ ظلم اور استبداد کے خلاف چٹان بن کر دنیائے عالم میں تشریف لائے۔ آپؐ نے ظلم اور زیادتی کی زنجیروں کو توڑا۔ آنحضرتؐ نے مظالم روکنے کے لئے عدالت مظالم قائم فرمائی۔ اس کا نام ولایت المظالم رکھا گیا۔ قاضی اور محتسب بھی مظالم عدالتوں کے روبرو جواب دہ ہوتے تھے۔ عدلیہ کا شعبہ بھی احتساب کے نظام کے تحت تھا۔ حضورؐ اور خلفاء راشدینؓ عامل السوق کے ادارے کے ذریعے خود بازاروں کی نگرانی فرماتے۔ حضرت عمرؓ خود بازاروں میں تشریف لے جاتے اور بد دیانت تاجروں کو کوڑے مارتے۔ اہل مغرب نے سویڈن میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ء میں محتسب کا ادارہ قائم کیا جبکہ حضور اکرمؐ نے اپنے دور مبارک میں یہ ادارہ قائم فرمایا اور اس کے قوانین وضع فرمائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام اسی ادارے سے لیا جاتا تھا۔

اللہ کے فضل و کرم سے محتسب کا بابرکت ادارہ پاکستان میں قائم ہے۔ وفاقی محتسب کا ادارہ تو پہلے ہی قائم ہے۔ اب پاکستان میں احتساب کے عمل کو تیز تر کرنے کے لئے حسب ذیل اقدام اٹھائے گئے ہیں:

۱۔ مرکز کی سطح پر چیف احتساب کمشنر کے ادارے کا قیام۔

۲۔ پنجاب میں صوبائی سطح پر صوبائی محتسب کے ادارے کا قیام۔

۳۔ احتساب آرڈیننس کے ذریعے احتساب کا عمل۔

۴۔ محکمہ جات میں احتساب سیل کا قیام۔

۵۔ سیاست دانوں' سینئر بیوروکریٹس اور معاشرے کے دیگر طبقوں کا احتساب وغیرہ۔

احتساب کے عمل کو مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ یہ عمل مؤثر اور فوری ہو۔ اس عمل میں انصاف اور مساوات کے عنصر کو سامنے رکھا جائے۔ معاشرے کے غلط عناصر کے خلاف لوگوں کو متنفر کیا جائے۔ معاشرے میں ناجائز دولت رکھنے والے اور کمانے والے اور غنڈہ عناصر کے خلاف نفرت کا اظہار کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس امر کی ضرورت ہے کہ ملک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی فلاحی ریاست بنے جو اسلامی نظام کے بغیر ممکن نہیں۔ چین میں کمیون میں کام کرنے والے ارکان اگر کچھ وقت ضائع کرتے ہیں تو شام کے وقت گھر جاتے وقت کمیون کے باہر کھڑے ہو کر یہ جملے دہراتے ہیں:

"ہم قوم کے غدار ہیں' آج ہم نے اتنے منٹ ضائع کیے اور اپنا کام نہ کیا۔"

ہمیں اس قسم کی خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ ہماری بیورو کریسی کو چاہئے کہ وہ انتظامیہ ہو' پولیس ہو یا حکومت کے دیگر محکمہ جات یا فوج کی بیورو کریسی کو عوام کا خادم بننا ہوگا اور ان کے مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ یہ کرسیاں یہ عہدے اور یہ پرافتخار مناصب صرف وطن عزیز کے صدقے ہیں۔ الغرض معاشرے میں ہر طبقے کے احتساب کی ضرورت ہے۔ معاشی نظام' سیاسی نظام اور معاشرتی نظام میں نمایاں تبدیلیوں کے بغیر احتساب کماحقہ ممکن نہیں۔

عدلیہ (نظام قضاء)

قرآن حکیم اور حدیث میں نظام عدل کے بارے میں بے شمار ارشادات اور قوانین موجود ہیں۔ نظام عدل کا قیام اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ایسی عدلیہ کا قیام جو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرے' حکومت کا اولین فرض ہے۔ اسلامی نظام عدل کی اہم ترین امتیازی خصوصیت اس کا عطا کردہ تصور مساوات ہے۔ اسلامی قانون کے سامنے امیر' غریب' بادشاہ' فقیر' حکمران' عوام الغرض سب برابر ہیں۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے یا اپنے اہل خاندان کے لئے بھی کسی قسم کا استثناء گوارا نہ فرمایا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر جب آپ کی چھڑی حضرت سوید رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں لگ گئی اور انہوں نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سید الکونین اور سپہ سالار اعظم حضرت محمد ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹایا تاکہ قصاص لیا جاسکے۔ آپؐ نے چھڑی حضرت سوید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دی اور انہیں اجازت دی کہ وہ بدلہ لے لیں۔ قانون کی کروڑوں کتابیں جدید دنیا نے شائع کی ہیں لیکن ان کتابوں کے مطابق بادشاہ ایک عام شہری کی طرح عدالت میں طلب نہیں ہوسکتا لیکن اسلام نے ایسے تصور کو مسترد کر دیا۔ اسلامی نظام عدل میں معاشرے کی تربیت خوف خدا اور تصور آخرت سے ہے۔ اس نظام میں جرم ثابت ہونے پر عبرت ناک سزائیں ملتی ہیں۔ اس نظام میں شہادت کا معیار بہت بلند ہے۔ انصاف مفت اور فوری طور پر ملتا ہے۔ عدالتی نظام میں مندرجہ ذیل آفیسر بھی اہمیت کے حامل ہیں:

(۱) مفتی یا مشیر: جو اجتہاد بھی کرتے ہیں اور عدالت کی رہنمائی بھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) حکم یا ثالث: (عدالت کے باہر حکم یا پنچ معاملات کو حل کرتے ہیں)۔

اسلام میں انتظامیہ (بیورو کریسی) کا کردار

یوں تو بیورو کریسی کا تصور جرمن سکالر میکس ویبر نے دیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق سرکاری ملازمین یا افسران کی جماعت ایک مشین کی طرح ہونی چاہئے جس کے احساسات نہ ہوں بلکہ وہ گورنمنٹ کے احکامات کی تکمیل اسی طرح کرے۔ بیورو کریسی کے لئے قرآن حکیم نے "اولی الامر" کی اصطلاح بیان فرمائی ہے۔ سورت النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں "اولی الامر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد صاحب اختیار لوگ ہیں یعنی انتظام و انصرام سے متعلقہ لوگ یا جماعت۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر شخص اپنے مرتبہ کے لحاظ سے پاسبان ہے اور جواب دہ ہے۔ امام اور خلیفہ بھی راعی ہے۔ اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" اس بناپر سرکاری ملازمین عوام الناس کے حقوق کے نگہبان ہیں۔ قرآن نے میرٹ کو سرکاری عہدہ کے لئے ضروری قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں۔ اسلام نے رشوت کے لئے کڑی سزائیں مقرر فرمائیں۔ حضرت عمرؓ تو اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا' باریک کپڑا نہ پہنے گا' چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا' دروازہ پر دربان نہ رکھے گا اور اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ ایک عامل نے ۱۰۰ کوڑے ایک بے قصور شخص کو مارے۔ حضرت عمرؓ نے مظلوم کو حکم دیا کہ وہ عامل کو لوگوں کے مجمع میں ۱۰۰ کوڑے لگائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کروایا جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ اس سے اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگی' محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ جاکر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ خاموشی سے دیکھتے رہے۔ حضرت علیؓ نے جب مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو جو ہدایات جاری فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی "مظلوم اور نادار افراد کو وقتاً فوقتاً خدا کو حاضر ناظر جان کر ملنا اور ان سے دل کھول کر بات چیت کرنا۔ اس وقت اپنے مسلح حفاظتی دستوں' سول افسروں' پولیس یا خفیہ کارندوں کو اپنے قریب نہ رہنے دینا تاکہ غرباء اور ناداروں کے نمائندے تم سے آزادی و بے باکی سے اپنی شکایت کرسکیں۔"

الغرض اسلامی قانون ادارت میں ایک خادم بیورو کریسی کا تصور ہے جو عوام کے مسائل کو حل کرے اور ان کی خدمت کماحقہ کرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا نظام پولیس

پولیس ریاست کے نظم و نسق کے لئے ناگزیر ہے۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے معاشرے میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ قانونی نظم و نسق کی بحالی کے لئے اور قانون کے موثر نفاذ کے لئے پولیس کی اشد ضرورت ہے۔

تاجدار انبیاءﷺ انسانیت کے مصلح، مربی اور معلم اخلاق بن کر تشریف لائے۔ آپؐ خود بازار کا گشت فرماتے اور یہ امر ملاحظہ فرماتے کہ آیا دھوکہ اور فریب کے ساتھ کوئی شے تو نہیں فروخت ہو رہی۔ دور رسالت مآبؐ میں کوئی جرم کا ارتکاب کرتا تو صحابہ کرامؓ پکڑ کر لاتے۔ حکم ہوتا کہ اس کے ہاتھ پکڑ لو۔ سرکار دو عالمؐ نے قرض کی عدم ادائیگی اور اس میں ٹال مٹول پر بھی قید کا حکم صادر فرمایا۔ بعض جرائم پر خود ہی قید کی سزا دی۔ ثبوت کے بغیر مار پیٹ کی اجازت نہیں اور نہ ہی سزا کی۔ خرید و فروخت کے معاملات میں موقع پر سزا دی جاتی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں "الشرطہ" یعنی پولیس باقاعدہ طور پر وجود میں آئی۔ پولیس نے حضرت علیؓ کے دور خلافت میں زیادہ ترقی پائی۔ رات کے وقت گشت کا نظام حضرت عمرؓ کے دور میں قائم ہوا تھا۔

پاکستان میں پولیس کے نظام میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ "اسلامی نظام عدل" کے مطابق پولیس پر محتسب اعلیٰ کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ محتسب کے دفتر کا قیام اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حکومت موجودہ انتظامی مشینری میں موجود مختلف خرابیوں کو دور کرنے کی حقیقی طور پر خواہاں ہے۔ لیکن انتظامی ڈھانچہ کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے مؤثر اور بامقصد تجاویز میں پولیس سے متعلقہ اصلاحات کو شامل کرنا ہوگا۔ اس لئے محتسب اعلیٰ کو پولیس کی کارروائیوں کی جانچ پڑتال کی مکمل آزادی ہونی چاہئے۔ پولیس کا عوام کے ساتھ رویہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ پولیس کے رویے میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں بہتر سہولتیں، بہتر تنخواہیں اور بہتر ماحول دیا جائے تاکہ جرائم اور دہشت گردی پر قابو پایا جاسکے۔

اسلام میں فوج کا ادارہ

آپؐ سپہ سالار اعظم بھی تھے۔ یہ شعبہ آپ کے ماتحت تھا۔ آپ نے خود جہاد میں حصہ لیا۔ آپ نے اطاعت امیر پر بہت زور دیا۔ مجاہدین کی تنخواہوں کا بندوبست نہیں تھا انہیں مال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنیمت کا ۴/۵ حصہ دیا جاتا تھا۔ آپ نے نئے نئے طریقہ ہائے جنگ ایجاد فرمائے جیسے خندق کا کھودنا' تیزہ برداروں کو پہلی صف میں کھڑا کرنا۔ حضور اکرمؐ نے فوج کو ہمیشہ مضبوط رکھا۔ اعلیٰ تربیت بھی فوجیوں کو یمن میں دلائی۔

اسلام کے انتظامی ڈھانچے میں فوج کا کردار بڑا اہم ہے۔ حضور اکرمؐ نے جہاد پر بہت زور دیا اور اس کی فضیلت بیان فرمائی۔ جہاد کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً:

(۱) جہاد بالمال
(۲) جہاد بالنفس
(۳) جہاد بالعلم
(۴) داخلی جہاد
(۵) فکری جہاد
(۶) مسلح جہاد
(۷) دفاعی جہاد
(۸) اقدامی جہاد

اقدامی جہاد سے یہ مراد ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف خود پیش قدمی کرکے فتنہ کی جڑ کاٹ دی جائے۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ ہے۔ اسلام نے ایک مکمل عسکری ضابطہ اخلاق دیا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ مثلاً:

(i) جو ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
(ii) جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔
(iii) زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔
(iv) قیدیوں' عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور راہبوں کو قتل نہ کیا جائے' وغیرہ وغیرہ۔

حضور اکرمؐ نے فوج کے ذریعے جو قیام امن فرمایا اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

مرکزی مذہبی ادارے

اسلام کے نظام ادارت میں مندرجہ ذیل مذہبی ادارے اہمیت کے حامل ہیں:

(۱) مسجد
(۲) وقف
(۳) خانقاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد اسلامی معاشرے میں تمدنی مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی اکرمؐ کے دور سے لے کر آج تک مسجد بطور ادارے کے بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس کی حیثیت کے کئی گوشے ہیں۔ مثلاً:

(i) بطور مرکز عبادت
(ii) بطور سیاسی مرکز
(iii) بطور انتظامی مرکز
(iv) عدلیہ کا مرکز
(v) تعلیمی مرکز

مذہبی لحاظ سے مسجد کی سب سے بڑی خصوصیت نظام صلوٰۃ کا قیام ہے۔ نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ مسجد ہی سے عساکر روانہ فرماتے اور یہیں جنگی مجالس ہوتیں۔ اسی طرح بیت المال کی تنظیم اور شکایات کا فیصلہ بھی مسجد ہی میں ہوتا۔ قانونی فیصلے بھی یہاں ہوتے اور تعلیم و تربیت کا سلسلہ بھی یہاں ہوتا۔ الغرض مسجد ایک انتہائی اہم ادارہ ہے۔ موجودہ دور میں اس ادارے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

اوقاف کا ادارہ زندہ قوموں کے حساس قومی اور ملی جذبوں کا ایک عکاس ادارہ ہے جس سے معاشرے کے کمزور اور مفلوک الحال لوگوں کو آب حیات ملتا ہے۔ یہ ادارہ اسلامی تاریخ میں اہم کردار ادا کرتا رہے اور اب بھی اس کا کردار قابل فخر ہے۔ بہبود عامہ کے کاموں میں اس ادارے کا کام فقید المثال ہیں۔ حضور اکرمؐ نے اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ مسجد نبوی کا قیام اسلام کا پہلا وقف تھا۔ وقف کے ادارے کو فعال بنانے کی ضرورت ہے تاکہ دور جدید میں مسلم امت حضورؐ کے اس قائم کردہ ادارے کی فیوض و برکات سے فائدہ اٹھائے۔

خانقاہ بھی ایک اسلامی ادارہ ہے جس میں مذہب کی تعلیم اور روحانی تربیت کا اہتمام ہوتا ہے۔ اکثر محکمہ اوقاف نے درگاہوں' مزارات اور خانقاہوں کو بہتر انتظام کے لئے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اسلام کی تبلیغ میں صوفیائے کرام نے اس ادارے کی مدد سے اہم کردار ادا کیا ہے۔

نظام تبلیغ

اسلام چونکہ ایک تبلیغی مذہب ہے اس لئے نظام تبلیغ وضع کیا گیا تاکہ لوگوں کو دعوت اسلام دی جاسکے۔ تبلیغ کسی فرد اور قوم کے لئے زندگی کی علامت ہے۔ قرآن حکیم نے تبلیغ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح اہمیت اور اس کے اصول اور ضوابط پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ مبلغ اعظم و مصلح اعظم حضرت محمد ﷺ کے ذمے دو قسم کی تبلیغیں تھیں۔ ایک اہل کفر کو اسلام کی تبلیغ اور دوسرے اسلام لانے والوں کو سنبھالے رکھنے کے لئے ہر ممکن تبلیغ۔ حضور اکرمؐ کی پوری زندگی تبلیغ ہی تبلیغ تھی۔ آپؐ نے تبلیغ کے ذریعے قریش و غیر قریش' حجاز و یمن' عرب و عجم اور ہند و روم کے انسانوں کو ایک تسبیح میں پرو دیا۔ حضور اکرمؐ نے تبلیغ کے عملی مراحل بتلائے اور تبلیغی عمل کے لئے تین اصول مسلمانوں کو سکھائے:

۱۔ عقل و حکمت (یعنی دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنی استعداد اور حالات کے مطابق تبلیغ کی جائے)۔

۲۔ موعظہ حسنہ (یعنی عمدہ نصیحت کی جائے تاکہ مخاطب کے جذبات متاثر نہ ہوں۔)

۳۔ مناظرہ یا جدال (یعنی ایسا مثبت استدلال ہو جو فریق ثانی کو قبول حق پر آمادہ کردے۔)

یہی وہ تبلیغی کردار کے اعلیٰ نمونے تھے جنہوں نے حضورؐ کو دنیا کا کامیاب ترین مبلغ بنا دیا۔ آج انسانیت کی تاریخ میں جو انقلاب آیا وہ آپ کی حکمت' سیاست اور انتظامی صلاحیتوں کا مرہون منت ہے۔ خواتین میں تبلیغ امہات المومنینؓ کی وجہ سے ہوئی۔ اسلام کے قانون ادارت میں تبلیغ کی بڑی اہمیت ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر نقشہ عالم پر ابھرا تھا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ بین الاقوامی سطح پر تبلیغ کی اشد ضرورت ہے۔ مبلغین کا رول اس ضمن میں بڑا اہم ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی امت مسلمہ کا مقصد وجود ہے۔

اسلام کا مالیاتی نظام

اسلام میں ایک جامع مالیاتی نظام موجود ہے۔ یہ نظام نافذالعمل بھی ہے اور وقت کا اہم تقاضا بھی۔ اسلام کے اقتصادی نظریے کی بنیاد اخلاقیات پر ہے۔ اسلامی مالیاتی نظام کا مقصد فقر یا غربت کا خاتمہ ہے۔ اسلامی مالیاتی نظام کا مقصد معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ اس کی بنیاد طیب اور حلال رزق پر ہے۔ ناجائز منافع خوری منع ہے۔ اسراف بھی ممنوع ہے۔ اس کی بنیاد منصفانہ تقسیم دولت پر ہے۔ دولت جمع کرنے کی ممانعت ہے۔ منصفانہ تقسیم دولت زکوٰۃ' صدقات' صدقات واجبہ' فطرانہ وغیر' انفاق فی سبیل اللہ' مفاد عامہ کی خاطر ضرائب یا زائد ٹیکسوں کے نفاذ کے ذریعے ہوتی ہے۔ نبی اکرمؐ نے اس مالیاتی نظام کو اپنایا اور اس کی توضیح فرمائی جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات مہینے گزر جاتے ہم دو چیزوں پر اکتفا کرتے یعنی کھجور اور پانی۔ ہمارے گھر مہینوں چولہا نہیں جلتا تھا۔ آج بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اکرمؐ کا گھرانہ اور خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی اقتداء ہماری فلاح کا راستہ ہے۔ زکوٰۃ کا ادارہ اور اس قسم کے ادارے اسلامی مالیاتی نظام کو مضبوط تر کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھی زکوٰۃ دی۔ اسلام کا مالیاتی نظام ایک فلاحی ریاست قائم کرتا ہے۔ اس نظام میں سودی کاروبار حرام ہے۔ اسلامی ریاست میں مرکزی بیت المال کے محاصل حسب ذیل ہیں:

(i) زکوٰۃ (ii) عشر (iii) ریاست کی سرکاری زمینوں کا کرایہ یا لگان (iv) لاوارث ترکے وغیرہ (v) معادن (معدنیات وغیرہ پر زکوٰۃ (vi) دفینے (vii) عشور (چنگی) (viii) ضرائب یا ہنگامی ٹیکس (ix) صدقات (x) خراج (xi) جزیہ (xii) خمس (xiii) فے (xiv) باج (xv) اجارے (xvi) اوقاف و ہبہ۔

اسلام کے مالیاتی نظام میں سود کا مکمل متبادل نظام مضاربت' شراکت' قرضہ حسنہ' بیت المال' مرابحہ وغیرہ کی صورت میں موجود ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے ہم اسلام کی فیوض و برکات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اسلام کا نظام تعلیم

تعلیم صرف تدریس کا ہی نام نہیں بلکہ علم ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے اور یہ عمل قوم کے افراد کے احساس و شعور کو نکھارتا ہے۔ اسلام میں علم کی اہمیت بتانے کے ساتھ ساتھ اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جنگ بدر میں بہت سے کافر قید ہوئے۔ ان قیدیوں میں سے جنہیں لکھنا پڑھنا آتا تھا حضور اکرمؐ نے ان سے مالی فدیہ لینے کی بجائے انہیں حکم دیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ تعلیم کے انتظامات کے ضمن میں یہ واقعہ ولولہ انگیز ہے۔ جب یمن کے گورنر حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور اکرمؐ نے وہاں بھیجا تو آپ نے انہیں یہ فریضہ سونپا کہ وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع اور ایک کمشنری سے دوسری کمشنری میں جائیں اور وہاں تعلیم کا بندوبست کریں۔ اس طرح گورنر کے فرائض میں یہ شامل تھا کہ وہ اپنے دائرۂ عمل کے اندر رہنے والے لوگوں کو تعلیم دے۔ حضور اکرمؐ نے تعلیم نسواں کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ حضور اکرمؐ نے مسجد نبوی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اصحاب صفہؓ حضورؐ سے براہ راست فیض یاب ہوتے۔ صفہ دراصل اسلام کی پہلی اقامتی جامعہ ہے۔ یہ حضور کی ترغیب تھی کہ مساجد تعلیم کا مرکز بن گئیں۔ ہر جگہ حلقہ ہائے درس و حدیث قائم ہوئے۔ جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ متمول تھے وہ اپنی کفالت خود کرتے جو ضرورت مند تھے ان کی کفالت بیت المال کرتا۔ پہلی چار صدیوں میں تعلیم کا یہی نظام رائج تھا۔ اصطلاحی مدارس نہ ہونے کے باوجود یہ نظام اتنا مستحکم اور ہمہ گیر تھا کہ گھر گھر تعلیم پھیل رہی تھی اور ایک قسم کی ہمہ رس اور ہمہ گیر تعلیم موجود تھی۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں اس دور کے پانچ لاکھ علماء کے مفصل حالات ملتے ہیں۔ اوقاف کے ادارے نے بھی نظام تعلیم میں اہم کردار ادا کیا اور گرانٹیں مہیا کیں۔

اسلام کا بلدیاتی نظام

اسلام ایک سیاسی طاقت بن کر ابھرا اور جلد ہی ایک شہری اور مدنی تحریک کی حیثیت اختیار کرلی۔ نئے صاف ستھرے شہر آباد ہوئے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع کی اور مدنی اور شہری زندگی کے بارے میں جامع ہدایات فرمائیں۔ اسلامی عروج کا تعلق قرون وسطیٰ سے ہے۔ جب یورپ میں علم و تہذیب اور اخلاقی نظام کا کوئی تاثر نہ تھا۔ بڑے بڑے یورپی شہروں مثلاً لندن' برلن اور پیرس میں رات کو کوئی روشنی کا انتظام نہ تھا۔ جگہ جگہ گندگی پڑی ہوتی اور نہانا ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا۔ ۱۲۵۰-۱۲۱۲ کے دوران جب پاپائے روم نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوم پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح نہاتا ہے۔

اسلام میں بلدیاتی نظام کا آغاز حفظان صحت کے اصولوں سے ہوتا ہے۔ اسلام میں صفائی کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا۔ اسلام میں بلدیاتی نظام سے متعلقہ قوانین اور اصول وضع ہوئے۔ اسلامی حکومت میں محتسب وہی ڈیوٹی دیتا تھا جو آج کل ہماری میونسپلٹیاں اور بلدیاتی ادارے کررہے ہیں۔ محتسب کا یہ کام بھی تھا کہ وہ راستے سے ہر تکلیف دہ چیز کو ہٹائے جس سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بلدیاتی قوانین میں تکلیف دہ امور کا انسداد اور ناجائز تجاوزات اہم موضوعات ہیں۔ نبی اکرمؐ کی زیرنگرانی وجود میں آنے والے مالی نظام میں بلدیاتی مالیات کی آمدن کے ذرائع' زکوٰۃ' مال غنیمت' جزیہ' خراج اور فے تھے۔ خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں ایک نیا ٹیکس رائج ہوا جسے عشور کہا جاتا تھا۔ یہ تاجروں سے ان کے سامان تجارت پر وصول کیا جاتا۔ آج کل کے بلدیاتی اداروں کی طرح اسمبلیاں یا ایوان دیوان الشوریٰ کے مترادف ہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے رائے عامہ کو شوریٰ کے ذریعے تحفظ دیا۔ اسلام کا بلدیاتی نظام ایک اعلیٰ ترین نظام اخلاق کا تصور پیش کرتا ہے۔ نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح سفارش اور اقربا پرستی کی بیخ کنی کی گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی صحافت

صحیفہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب کتاب یا رسالہ ہے۔ صحیفہ سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے جو مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ صحیفہ استعمال ہوا ہے۔ سورت البینہ کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کا رسول جو کہ پاک صحیفے تلاوت کرتا تھا۔"

اسلامی صحافت کا مقصد یہ ہے کہ تعمیر ملت ہو نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کام لیا جائے۔ صحافی ہوا کے رخ کے مطابق نہ چلیں بلکہ قوم کو صحیح اطلاعات سے آگاہ کریں۔ فکر کی حریت اور فرد کی حریت اور انسانیت کی تعظیم اور انسانیت کی قدر اور اس کا فروغ اسلامی صحافت کا ایک نمایاں اصول ہے۔ یہ صحافت انسانی قدروں کی حفاظت کرتی ہے اور اس میں زرد صحافت کا قطعی طور پر کوئی تصور نہیں۔ یہ صحافت بے حیائی سے روکتی ہے اور شائستگی کی تلقین کرتی ہے۔ اسلامی صحافت کا خدوخال تبلیغ ہے۔ اس نظام میں مسجد کے ادارے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی ادارے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام لیا جاتا ہے۔ اسلامی پریس کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اتحاد بین المسلمین کا جذبہ امت میں ابھارے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا بنیادی مشن یہ تھا کہ حق کا فروغ ہو اور برائی سے روکا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ارشاد گرامی ہے کہ بہترین جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ اسلامی صحافت کا ایک اور نمایاں خدوخال یہ ہے کہ اس میں خدا کے حضور جواب دہی کا تصور ہے۔ اسلامی صحافت ایک مکمل ضابطہ اخلاق مہیا کرتی ہے۔

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اور اس میں اہل قلم قافلہ کو اسلامی صحافت کے نمایاں خدوخال کی پیروی کرنا ہوگی تاکہ ملک کی صحیح طور پر خدمت کی جاسکے۔

اسلام میں متفرق انتظامی قوانین

نبی اکرمؐ کے دور مبارک میں وزراء نہیں تھے اور نہ ہی خلفائے راشدینؓ کے دور میں ان کا وجود تھا۔ وزراء عباسی دور میں بنے۔ وزیر اپنے محکمے کا جواب دہ ہوتا ہے۔ اس کے خلاف دیوانی دعویٰ دائر کیا جاسکتا ہے۔ اسلام میں تحقیقات کا طریقہ کار موجود ہے۔ حضور اکرمؐ ولایت المظالم کے ذریعے تحقیقات اور چھان بین کرواتے۔ محتسب کے ذریعے بھی معاملات کی تحقیقات کروائی جاسکتی ہے۔ حضرت عمرؓ حج کے موقع پر عمال کے خلاف شکایات سنتے۔ حضرت محمد بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمہ انصاریؓ کے پاس خاص محکمہ تھا جو شکایات کی تحقیق کے لئے مختص تھا۔ وہ اکثر موقع پر تحقیقات فرماتے اور حکام کو سزا دیتے۔ اسی طرح گواہوں کے چال چلن کا پتہ لگانے کے لئے تزکیۃ الشھود کا طریقہ ہے۔ قسامت کا طریقہ کار بھی قتل کے مقدمات میں سراغ رسانی کا اہم ذریعہ ہے۔ ٹریبونل بھی عدالت کی طرح ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک خصوصی ٹریبونل تشکیل فرمایا جسے عدالت فوق العادۃ کہا جاتا ہے۔ اسلام میں ذمیوں یعنی اقلیتوں کے حقوق کی بھی پاس داری کی جاتی ہے۔ ان کی جان اور مال کی حفاظت حکومت کے ذمے ہے۔ علاوہ ازیں اسلام میں قومی ملکیت میں لئے جانے کا تصور بھی موجود ہے۔ حضرت عمرؓ نے شام اور فلسطین کی زمینیں قومی ملکیت میں لے لی تھیں وگرنہ بدترین جاگیرداری نظام رائج ہوجاتا۔ جب سول انتظامیہ ایمرجنسی میں حالات پر قابو نہ پاسکے تو پھر فوج معاملات کو سنبھال سکتی ہے۔ حضور اکرمؐ بھی تو کمانڈر انچیف تھے۔ آپؐ نے مثالی انداز میں نظام حکومت چلایا۔ جہاں تک ہڑتالوں کا تعلق ہے تو یہ جائز ہیں اگر فساد فی الارض کے زمرے میں نہ آتی ہوں۔ بھوک ہڑتال حرام ہے البتہ جائز طریقوں سے حق حاصل کرنے کے لئے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی جاسکتی ہے۔ دیگر حکومتوں کے ساتھ معاہدات کو نبھانا بھی قرآنی حکم ہے۔ اسلامی قانون ادارت میں تفویض کی بھی اجازت ہے۔ نبی اکرم نے نائبین مقرر فرمائے۔ حتیٰ کہ عدالتی معاملات میں نائب مقرر کیے جاتے۔ معاوضہ جات دے کر مفاد عامہ کے لئے اسلامی ریاست رقبوں کے حصول کا بھی حکم جاری کرسکتی ہے۔ مثلاً مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت دو یتیم بھائیوں سہل و سہیلؓ نے زمین دی تو آپؐ نے انہیں معاوضہ دینا پسند فرمایا اور مفت حاصل نہ کی۔

دیگر ممالک میں رائج قوانین کی طرح فقہ اسلامی میں کارپوریشن کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ اگر کوئی کارپوریشن کسی کا جان یا مالی نقصان کرے تو کارپوریشن کے خلاف ہرجانے یا معاوضے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔ آڈٹ کا محکمہ بھی اسلام کے نظام احتساب کا ایک حصہ ہے۔ آڈیٹر صاحبان مختلف محکمہ جات کے معاملات کی جانچ پڑتال کرسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں شاہرات یا سڑکوں پر رکاوٹ کھڑی کر دینا بھی ممنوع ہے۔ اگر اس صورت میں کوئی حادثہ ہوجائے تو شاہرات کا محکمہ یا حکومت مضروب کو معاوضہ ادا کرے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "راستوں پر لوگ نہ بیٹھیں۔" (بخاری شریف)۔

انگلینڈ میں سائل خود یا پولیس یا پراسیکیوشن کے ڈائریکٹر کی معرفت فوجداری مقدمہ دائر کرسکتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کی رپورٹ "نظام عدل" کے صفحات ۱۰۶-۱۰۷ پر لکھا ہے کہ پراسیکیوشن کا شعبہ پولیس کے ماتحت نہیں ہونا چاہئے تاکہ ان چالانوں کی صحیح چھان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بین ہوسکے جو پولیس بھجواتی ہے۔ اس طرح پولیس پر کنٹرول رہے گا۔ یہ تجویز انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

وکالت کا شعبہ بھی اہم ہے۔ اسلام کے قانون کے مطابق وکیل بالخصومت بھی مقرر کیا جاسکتا ہے کیونکہ ہر شخص مقدمہ بازی کے معاملات کو نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت علیؓ نے اپنے متعدد مقدمات میں حضرت عقیلؓ کو ان کے زیادہ معمر ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو وکیل مقرر فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے جیل خانہ جات بنوائے تھے۔ پاکستان میں قید خانوں کے مخرب اخلاق ماحول میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ "اسلامی نظام عدل" میں بھی قید خانوں کی اصلاح کے لئے بے شمار تجاویز پیش کی ہیں۔

تجاویز

حضور پر انوار ﷺ کی سیرت مبارکہ اور آپؐ کے وضع کردہ قوانین ہر دور' ہر وقت اور دنیا کے ہر ملک کے شہریوں کے لئے باعث تقلید اور بہترین نمونہ ہیں۔ نہ صرف اس دور پر آشوب میں بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر حضور اکرمؐ کی سیرت مبارکہ ہمارے لئے باعث رہنمائی ہے۔ اگر ہم حضور اکرمؐ کے دور مبارکہ کو سامنے رکھیں اور آپ کی انتظامی تعلیمات اور انتظامی قوانین پر عمل کریں تو ہمارا معاشرہ سدھر سکتا ہے۔ حضور اکرمؐ کے انتظام و انصرام کے مختلف زاویوں کو ہم سامنے رکھیں تو ہمیں ایک سدا بہار رہنمائی ملتی ہے۔ اسلام کے قانون ادارت کی تدوین کے بعد حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ پاکستان کے دستور کو اسلامی دستور کے مطابق ڈھالا جائے۔ شورائی نظام کو رائج کیا جائے اور قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دیا جائے۔

۲۔ اسلام کے نظام احتساب کو رائج کیا جائے۔ کوئی شخص بھی حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی احتساب اور قانون سے بالاتر نہ ہو۔

۳۔ اسلام کے نظام عدل کو لاگو کیا جائے۔ مفت اور فی الفور انصاف مہیا ہو۔ انصاف کے حصول کا طریقہ کار آسان بنایا جائے۔

۴۔ انتظامیہ میں میرٹ اور اہلیت کو بنیاد بنایا جائے۔ انتظامیہ صحیح معنوں میں عوام الناس کی خادم بنے۔

۵۔ پولیس کے نظام میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رپورٹ "اسلامی نظام عدل" کی روشنی میں اصلاحات کی جائیں۔

۶۔ فوج کے ادارے کو اسلامی خطوط پر مضبوط کیا جائے۔

۷۔ مسجد' اوقاف اور خانقاہوں جیسے اداروں کو فعال بنایا جائے۔

۸۔ امت مسلمہ کا مقصد وجود امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ تبلیغ کے نظام کو فعال بنایا جائے۔

۹۔ اسلام کے مالیاتی نظام کو سود سے پاک کرکے اسلامی فلاحی ریاست قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ نظام زکوٰۃ و عشر و صدقات کو بہتر بنایا جائے۔ بیرونی قرضہ جات سے جان چھڑائی جائے۔ خود انحصاری پر عمل کیا جائے۔

۱۰۔ ہمارا نظام تعلیم دور غلامی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ یہ نظام تعلیم ہماری قومی امنگوں کا عکاس نہیں۔ اسے اسلامی خطوط پر ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ اسلام کا بلدیاتی نظام ایک اعلیٰ ترین اخلاق کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کی روح کے مطابق عمل ہو۔ سفارش' اقربا پرستی اور رشوت کی بیخ کنی ہو۔

۱۲۔ ہماری صحافت اپنا فریضہ کماحقہ سرانجام نہیں دے رہی۔ اسلام کے اصول صحافت اپنائے جائیں تاکہ معاشرے میں حق گوئی' شائستگی اور انسانی قدروں کے فروغ کا سلسلہ جاری و ساری ہو۔

الغرض اسلام کا انتظامی قانون رائج کرنے کی ضرورت ہے تاکہ پاکستان صحیح خطوط پر چل سکے۔ نبی اکرمؐ نے جو انتظامیہ کا تصور دیا اس پر تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس نظام کے فیوض و برکات سے استفادہ کرسکیں۔ آمین!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظامی قانون کی تعریف

قرآن حکیم میں انتظامی امور کے لئے تدبیر کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ سورت الرعد (آیت نمبر۲) میں تدبیر کا لفظ آیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ○

"اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش استوار فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ تک چلتا ہے۔ اللہ کام کی تدبیر فرماتا اور مفصل نشانیاں بتاتا ہے کہیں تم اپنے رب کا ملنا یقین کرو۔"

سورت یونس (آیت نمبر۳۱) میں بھی تدبیر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے:

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○

"تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔"

سورۃ السجدہ کی (آیت نمبر5) ملاحظہ ہو:

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ○

"کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمانوں سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔"

ڈاکٹر ایس ایم حیدر اپنی کتاب Public Administration and Public Administrative Law (۱۹۷۳ء) ایڈیشن کے صفحہ 33 پر قانون ادارت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"Administrative law is concerned with the operation and control of the

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

powers of administrative authorities, with emphasis on function rather than on structure. For the citizen it is vital that all administrative power should be used in a way conformable to his ideas of liberty, fair dealing and good administration. This is a matter of great significance because administrative law seeks to strike a balance between administrative power and public liberties."

انتظامی اداروں کے اختیارات کو کنٹرول میں رکھنے کیلئے انتظامی قانون یا قانون ادارت (Administratve Law) کی بڑی اہمیت ہے۔ اس طرح عوام الناس کے حقوق کی بھی پاسبانی ہو جاتی ہے۔

S.A.de Smith اپنی تصنیف (Penguine Pubication England) Constitutional and Administratve Law ۱۹۷۵ء ایڈیشن کے صفحہ ۲۵۷ پر رقم طراز ہیں۔

"Some people still think of administrative law as meaning delegated legislation plus administrative adjudication, because these were the most contentious issues not so long ago. But it is more convenient to define administrative law in broader terms. We can take it to mean the law relating to public administration. In other words, it is the law relating to the organization, composition, functions and procedures of public authorities and special statutory tribunals, their impact on the citizen, and the legal restraints to which they are subject. It includes the whole of the law about local authorities and the services they provide, the law relating to nationalized industries, social security, and so on. Whether one includes tax law, and the law and custom of the civil service, are matters of choice. For the purposes of exposition, boundries have to be drawn somewhere. Still, any comprehensive work on the law of public administration (or administrative law) would be of colossal dimensions."

یعنی ان کے نزدیک قانون ادارت سے مراد ایسا قانون ہے جو انتظامی امور سے متعلقہ ہو۔ اس میں ٹریبونل بھی شامل ہیں اور دیگر ادارے بھی جو عام الناس سے متعلقہ ہوں۔

H.W.R.Wade نے (Administratve Law (Clarendon Press, Oxford)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۶۷ء ایڈیشن کے صفحات نمبر ۲-۱ پر قانون ادارت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:-

"Administrative law deals with one aspect of the problem of power. During the last hundred years the conception of the true sphere of governmental activity has been transformed. Instead of confining itself to defence, public order, the criminal law, and a few other general matters, the modern state also provides elaborate social services and undertakes the regulation of much of the daily business of mankind. The state has seized the initiative, and has put upon itself all kinds of new duties. Hand in hand with these new duties must go new powers. In order to carry out so many schemes of social service and control, powerful engines of authority have to be set in motion. To prevent them running amok there must be constant control, both political and legal. Ultimately the political control rests with Parliament and the electorate, though in reality much power is in the hands of ministers and officials. The legal control is the task of the courts of law. This legal control, together with a few special features of the political control, provides the principal subject_matter of administrative law. The problem throughout is how to keep a powerful government within legal bounds, and how at the same time to help it work efficiently.

A more useful approximation is to say that administrative law is concerned with the operation and control of the powers of administrative authorities, with emphasis on function rather than on structure."

ویڈ کے نزدیک قانون ادارت سے مراد ایسا قانون ہے جو انتظامی اداروں کی تشکیل' کنٹرول اور دائرہ اختیار کے بارے میں ہو۔ اس کا زیادہ تر مدعا یہ ہوتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ بھلا ایک انتظامی ادارہ کس طرح کام کرتا ہے۔

(Constitutional اپنی کتاب E.C.S.Wade & G.Godfrey phillips Law And Administratve Law,1977) کے صفحات ۴۸-۵۴۷ پر قانون ادارت کے بارے میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Administrative law is a branch of public law which is concerned with the position, powers, duties, rights and liabilities of the various organs of government which are engaged in administration. Or, more concisely, the law relating to public administration. On this broad definition, administrative law includes not only the law relating to the structure of central and local government but also the law dealing with the social services, the public utilities (for example, water, gas, postal services, transport) and the control and regulation of private activities, whether for social, economic or environmental reasons (for example, immigration control, licensing and town planning). Clearly it would be impossible within a short space to give a coherent summary of the law relating to all the activities of government. Indeed, several of these areas of law (for example, town planning, social security) are established areas of study in their own right. In Part III of this book, emphasis is placed on general aspects of administrative law which are important in all the specialised areas of government. They include delegated legislation; the judical control of public authorities and the liability of public authorities, notably the Crown, to be used in contract or tort for damages. There will also be considered the nature and use of specialised tribunals, public inquiries and the Parliamentary Commissioner for Administration, all of which enable citizens to express their grievances and obtain remedies against official decision without recourse to the ordinary courts.

If the nature of administrative law is to be understood, it must be realised that one function of the law is to enable the tasks of government to be performed. Administrative agencies are created by law and equipped with powers to carry out public policies, drawn up within government and approved by Parliament. A second function of the law is to govern the

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

relations between various administrative agencies, for example, between a minister and a local authority. The third function of the law is to control the relations between an administrative agency and those individuals or private bodies over whose affairs the agency is entrusted with power. Thus the law serves as a control upon administration, since individuals may challenge the acts of an agency which adversely affect them, as being contrary to law, for example, by being beyond the powers of the agency. Very often, however, the lawyer's attention focuses on the last of these three functions, regarding the purpose of administrative law solely as being to provide a remedy for his client's grievance. Such an approach leads to frustration and disappointment, when the individual is not able to obtain the remedy he wants without interfering with a public policy which is being pursued under the direct or indirect authority of Parliament. To give a simple illustration, can the law relating to public education give a parent the right to send his or her child to a particular school, regardless of whether or not that school is already full? Nor can the landowner whose land is required for an important public purpose have an absolute right to prevent the purchase of his land by a public authority."

ویڈ اور گاڈفرے فلپس کے نزدیک قانون ادارت یا انتظامی قانون سے مراد ایسا قانون ہے جو گورنمنٹ کے مختلف شعبوں کا مطالعہ کرتا ہے کہ کس طرح ان کی تشکیل ہوتی ہے نیز ان کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔

Constitutional Law, اپنی کتاب E.C.S.Wade & A.W.Bradley
Longman,London 1970 کے صفحات ۸۴۔۵۸۳ پر رقم طراز ہیں:

"Administrative law is a branch of public law which is concerned with the composition, powers, duties, rights and liabilities of the various organs of government which are engaged on administration. The emphasis should be on the exercise of power as well as on its control. Nor is the cont rol

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

entrusted solely or indeed mainly to the courts; it is rather by higher administrative authority, itself directly responsible to Parliament through Ministers, that the actions of the Executive are reviewed."

ویڈ اور اے ڈبلیو براڈلے نے فرانس کے انتظامی قانون کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ قانون "Contentieux Administratif" کہلاتا ہے۔ اس نظام کے تحت سرکاری ملازموں کے لئے علیحدہ انتظامی ٹریبونل ہوتے ہیں جہاں انتظامی نوعیت کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

Donald D. Barry & Howard R. Whitcomb نے قانون ادارت کی ترویج کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔ وہ اپنی تصنیف (The Legal Foundation of Public Administration, West Publishing Co., Minnesota, U.S.A.) کے صفحات ۲۰-۲۱ پر لکھتے ہیں۔

"As Parliament created new administrative bodies to meet the needs of a rapidly changing society, an entirely new body of public law began to develop. However, administrative law was not generally recognized in England until very recent times. The officialization of powers in the hands of the justices of the peace and a great number of other administrative officials were ignored by the legalists, scholars, and public authorities. When writers did begin to preceive the nature of administrative law, they were concerned primarily with attempting to condemn its growth and, in many instances, to prove that a true body of administrative law did not exist. As a result, a few enlightened scholars who saw the need for an exploration of the actual working of administrative law devoted valuable time to researches intended to justify the system.

John Austin was the first English writer to acknowledge that administrative law did in fact exist. Austin divided public law into two parts: administrative law and constitutional law. He characterized constitutional law as dealing with the law which determined the constitution of the sovereign government, while administrative law comprised the law which related "to the exercise of the sovereign powers,

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

either by the sovereign or by political subordinates". Austin further stated that "administrative powers are powers of administering or carrying into operation laws or other commands already established or issued.

Writing in 1880, Thomas Holland turned his attention to a more exhaustive analysis of administrative law. He divided public into six major categories and placed administrative law in the second division. Holland stated that constitutional law was concerned with the various organs of the sovereign power at rest while administrative law was described as the "ways in which the different categories of the governing body are set in motion.

According to Holland, administrative law was concerned with the promotion of the material welfare of all individuals. Essentially, Holland conceived of constitutional law as dealing with structure while administrative law was concerned with the functions of government.

The writings of Professor Dicey, who was the foremost scholar of English constitutional law during the latter part of the nineteenth century, probably exerted the greatest influence in regarding the growth of administrative law in both England and the United States. Dicey maintained that the system of administrative law on the European Continent was based on ideas which were completely foreign to the foundamental concepts of the English common law. He could find no equivalent for the term "administrative law" in England and, therefore, proceeded to advance the thesis that it did not exist. In England, and in contries which, like the United States, derive their civilization from English sources, the system of administrative law and the very principles on which it rests are in truth unknown."

ڈونلڈ بیری اور وٹ کومب کے مطابق پروفیسر ڈائسی کی تحریروں کا انگلینڈ میں 19 ویں صدی کے اواخر میں کافی اثر ہوا۔ اس کے مطابق امریکہ اور انگلینڈ میں شروع میں کوئی نظام ادارت یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون ادارت کا تصور نہیں تھا۔

Muhammad Al-Buraey کی رائے :

Muhammad Al-Buraey کی تصنیف : Administrative Develpment An Islamic perspective, Routledge and kegan paul Inc.,Bostan/ Mass, U.S.A/K.P.I., London, 1985 اسلامی قانون ادارت کے بارے میں کافی حد تک مواد مہیا کرتی ہے۔ فاضل مصنف اپنی شہرہ آفاق تصنیف کے صفحات ۵۹۔۵۸ پر لکھتا ہے :

"Still another unique characteristic of the Islamic administrative model is in the realm of administrative law. The fusion or combination of temporal and sacred law stands in contrast to the prevailing separation in almost all Western administrative models. The Shari ah provides the umbrella under which administrative law in Islam, as well as other sub-systems, can find relative laws and regulations which are divinely prescribed and humanly interpreted and administered.

The existence of an "administrative system" does not necessarily lead to the existence of an "administrative system". In fact, the latter term is meaningless unless there is a clear distinction between special treatment of administrative relationships and other ordinary relationships thus leading to the existence of a "private law" in addition to the 'common law'. This is what is meant by 'dual systems': administrative law and public or common law. Normally, the former is applied to administrative relationships, cases, and problems while the latter is applied to very other area-for example civil and commercial relations as well as behaviour in the criminal sphere. This dualism in law also leads to dualism in the judicial system, where in this kind of system there is an ordinary or common judicial system with civil, commercial, and criminal and other courts, as well as an administrative judicial system specializing in administrative disputes.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

In Islamic administration canon, law or shari'ah affects every aspect of administration such as recruitment, budgeting, supervision, efficiency, evaluation, and policy analysis. Every aspect of Islamic administration, just as very aspect of a Muslim's life, is affected one way or another by the Islamic shari'ah and not by an alien or exogenous administrative law."

ان کے نزدیک دیگر نظام ہائے ادارت کا اسلام پر کوئی اثر نہیں البتہ شریعت میں اسلامی انتظامی قوانین موجود ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تاثرات :

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلام کے نظام ادارت کے بارے میں اپنی تصنیف (The Islamic Law and Constitution (Islamic Publication, Lahore,1960) کے صفحات ۵۹۔۵۸ پر رقم طراز ہیں : (۴۰)

"Besides laying down the fundamentals of Constitutional law, the Shari'ah has also enunciated the basic principles of Administrative Law. Besides that, there are precedents in administrative practice established by the Holy Prophet himself (peace be on him) and the first four rightly-guided Caliphs of Islam. For instance, the Shari'ah enumerates the sources of income permissible for an Islamic State and those which are prohibited. It also prescribes the avenues of expenditure. It lays down rules of conduct for the Police, the Judiciary and the Administrative machinery. It defines the responsibilities of the rulers regarding the moral and material well-being of the citizens, laying particular emphasis on their obligations as regards the suppression of vice and the establishment of virtue. It also specifically states as to what extent the State can interfere with the affairs of the citizens. In this connection, we find not only directive principles but also many categorical injunctions. The Shari'ah has given us the broad framework of Administrative Law-- exactly in the same way as it has

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

given the fundamentals of Constitutional Law-- and has left it to the discretion of the Muslims to build up the details in accordance with the demands of the age or the country in which they live--subject, of course, to the limits prescribed by the Shari'ah."

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک اسلام میں نہ صرف آئینی قوانین موجود ہیں بلکہ شریعت نے انتظامی قوانین کے بنیادی اصول بھی وضع کردیئے ہیں۔ علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت نیز خلفائے راشدین نے اسلامی قانون ادارت کی توضیح فرمائی۔ اسلامی ریاست میں مالیاتی نظام کے قوانین موجود ہیں۔ ذرائع آمدن کو خرچ کرنے کے طریقے بھی موجود ہیں۔ پولیس عدلیہ اور انتظامیہ کی مشینری کو چلانے کے ضوابط بھی موجود ہیں۔ اسلام کے نظام ادارت میں حکام کے بارے میں قوانین موجود ہیں کہ وہ کس طرح عوام الناس کی معاشی اور روحانی فلاح کے لئے کام کریں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر حکام کے بنیادی فرائض میں سے ہیں۔ جس طرح شریعت نے آئینی قوانین وضع کئے ہیں اسی طرح انتظامی قوانین کا ڈھانچہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اس ڈھانچے کے مطابق مسلمان حکومتیں اور ریاستیں خود اپنے لئے اپنی ضرورت کے مطابق قوانین تشکیل دے سکتی ہیں۔

K. C. Davis نے اپنی تصنیف "Administrative Law, Cases-Text-Problems" (West Publishing Co., Minnesota U.S.A., 1960) کے صفحہ ۱ پر قانون ادارت کے بارے میں لکھا ہے:

"Administrative law is the law concerning the powers and procedures of administrative agencies, including especially the law governing judicial review of administrative action. An administrative agency is a governmental authority, other than a court and other than a legislative body, which affects the rights of private parties through either adjudication or rule making. An administrative agency may be called a commission, board, authority, bureau, office, officer, administrator, department, corporation, administration, division or agency. Nothing of substance hinges on the choice of name, and usually the choices have been entirely haphazard. When the President, or a governor, or a municipal

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

governing body exercises powers of adjudication or rule making, he or it is to that extent an administrative agency.

The administrative process is the complex of methods by which agencies carry out their tasks of adjudication, rule making, and related functions. The administrative process is often compared or contrasted with the judicial process, the executive process, and the legislative process.

Administrative law, as the term is used in this book, is limited to law concerning powers, procedures, and judicial review. It does not include the enormous mass of substantive law produced by the agencies, much of which is beyond the understanding of lawyers as such."

نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ یونیورسٹی آف شیکاگو' امریکہ' ۱۹۸۹ء جلد ۲۶ کے صفحات ۳۴۱-۴۵ پر فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے:

"Administrative law is the legal framework within which public administration is carried out. It derives from the need to create and develop a system of public administration under law, a concept that may be compared with the much older notion of justice under law. Since administration involves the exercise of power by the executive arm of government, administrative law is of constitutional and political, as well as juridical, importance.

There is no universally accepted definition of administrative law, but rationally it may be held to cover the organization, powers, duties, and functions of public authorities of all kinds engaged in administration; their relations with one another and with citizens and non-governmental bodies; legal methods of controlling public administration and the rights and liabilities of officials. Administrative law is to a large extent complemented by constitutional law, and the line between them is hard to draw. The organization of a national legislature, the structure of the courts,

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

the characteristics of a cabinet, and the role of the head of state are generally regarded as matters of constitutional law, whereas the substantive and procedural provisions relating to central and local governments and judicial review of administration are reckoned matters of administrative law. But some matters, such as the responsibility of ministers, cannot be exclusively assigned to either administrative or constitutional law. Some French and American jurists regard administrative law as including parts of constitutional law.

The law relating to public health, education, housing, and other public services could logically be regarded as part of the corpus of administrative law: but because of its sheer bulk it is usually considered ancillary.

A. V. Dicey اپنی شہرہ آفاق تصنیف "Introduction to the Study of the Law of Constitution" (Macmillan: Co. Ltd., London, 1962) کے صفحات ۴۹۴۔۴۹۳ پر لکھتے ہیں:۔

"The Board of Education v. Rice(1911) A.C. 179, 80, L.J.K.B. 796, and Local Government Board v. Arlidge (1915) A.C.120, 84 L.J.K.B. 72, ought to be read together. They each deserve the most careful attention of all students interested in the development of the English system of government or in the growth of the legislative opinion which in effect governs parliamentary legislation. Each case finally lays down, as far as the courts of England are concerned, a clear and distinct principle by which any departmet of the Government, such for example as the Board of Education, must be guarded in the exercise of powers conferred upon it by statute. The Board of Education v. Rice establishes, or rather illustrates, in its application to particular circumstances, the principle that any power conferred upon a Government department by a statute must be exercised in strict conformity with the terms of the statute, and that any action by

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

such department which is not so exercised should be treated by a court of law as invalid. This is all that the judgment of the House of Lords in reality decides."

نبی اکرم کے دور میں انتظام و انصرام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تاریخ میں پہلی دفعہ عرب کی طوائف الملوکی اور انتشار کو ختم کیا۔ قبائلی زندگی کی بجائے ایسے دور کا آغاز ہوا جس میں سارے قبائل ایک قوم بن کر ابھرے۔ اس طرح اسلامی اخوت کی بنیادوں پر ایک نیا معاشرہ معرض وجود میں آیا۔

انتظامیہ:

اقتدار اعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کا تھا لیکن آپؐ کی حیثیت دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب کی تھی۔ آپؐ حاکم بھی تھے، مقنن بھی، قاضی بھی، سپہ سالار اعظم بھی۔ آپؐ پورے نظام کے سربراہ تھے۔ آپؐ ہمیشہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے اور اکثریت کی رائے پر عمل فرماتے۔

مسجد نبوی میں کتابت وحی کا کام ہوتا۔ دین کی تعلیم بھی دی جاتی۔ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت امیر معاویہؓ، حضرت علیؓ، ابی بن کعبؓ اور حضرت عثمانؓ کتابت وحی کے فرائض سرانجام دیتے۔ رسل و رسائل کا بھی ایک شعبہ تھا۔ یہاں سے حکام، مبلغین، سلاطین و عمائدین عرب کو خط لکھے جاتے۔ زید بن ثابتؓ اور امیر معاویہؓ یہ فرائض سرانجام دیتے۔ رسائل اور خطوط پر مہر نبوی ثبت کی جاتی۔ یہ کام حضرت حنظلہ بن ربیع کے ذمے تھا۔ ریکارڈ آفس کا بھی نظام تھا۔ بعض صحابہؓ مختلف شعبہ جات کا ریکارڈ اپنے پاس رکھتے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ زکوٰۃ اور صدقات کا حساب رکھتے۔ حذیفہؓ بن یمان کھجوروں کے محصل کا تخمینہ، معنقب بن ابی فاطمہؓ مال غنیمت کا حساب اور مغیرہؓ بن شعبہ لوگوں کے درمیان لین دین کے معاملات اور حسنؓ بن نمیر لوگوں کا حساب کتاب اپنے پاس رکھتے۔

صوبائی نظام:

مدینہ منورہ سلطنت اسلامیہ کا صدر مقام تھا۔ مدینہ منورہ اور اس کا نواحی علاقہ مرکزی صوبہ تھا جو براہ راست حضور اکرمؐ کے ماتحت تھا۔ اس کے علاوہ مکہ، نجران، عین، حضرالموت،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمان اور بحرین وغیرہ صوبے تھے۔ ان کا حاکم والی کہلاتا تھا۔ والی امن و امان' تبلیغ کے شعبے اور صوبائی فوج کا انچارج ہوتا تھا۔ ۹ھ میں صوبوں کے لئے الگ الگ کلکٹر (محصل) مقرر ہوئے۔ یہ زکوٰۃ اور صدقات وصول کرتے۔ صوبوں میں قاضی بھی ہوتے جو شریعت کے ماہر ہوتے اور تبلیغ کا کام بھی سرانجام دیتے۔

عدلیہ کا شعبہ:

شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ قرآن حکیم تھا۔ آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ حدیث اور سنت بھی شریعت کے سرچشمے ٹھہرے۔ عدلیہ کو ان حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

(i) لوگوں کو مفت قانونی مشورہ دیا جاتا۔ آپؐ بھی مشورہ دیتے اور صحابہ کرامؓ بھی۔

(ii) مدینہ شریف میں آپؐ خود لوگوں کا فیصلہ فرماتے۔ صوبوں کے لئے الگ قاضی ہوتے۔ جیسے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ یمن کے قاضی بنائے گئے۔

(iii) پولیس: یہ شعبہ اپنی ابتدائی شکل میں معرض وجود میں آیا۔ حضرت سعد بن قیسؓ کو پولیس کے فرائض سپرد کئے گئے۔

(iv) احتساب: حضور اکرم خود بازار تشریف لے جاتے۔ ناپ تول کے پیمانوں اور اشیائے فروخت کا معائنہ فرماتے۔ صوبائی حکام کا بھی احتساب ہوتا۔

فوج کا شعبہ:

آپؐ سپہ سالار اعظم بھی تھے۔ یہ شعبہ آپؐ کے ماتحت تھا۔ آپ نے خود جہاد میں حصہ لیا۔ آپ نے اطاعت امیر پر بہت زور دیا۔ مجاہدین کی تنخواہ کا بندوبست نہیں تھا بلکہ انہیں مال غنیمت کا ۴/۵ حصہ دیا جاتا تھا۔ آپ نے نئے نئے طریقہ ہائے جنگ ایجاد فرمائے جیسے خندق کا کھودنا۔ نیزہ برداروں کو پہلی صف میں کھڑا کرنا۔ محاصرہ طائف میں قلعہ شکن ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا جیسے دبابہ اور منجنیق' صحابہ کرامؓ کو قلعہ شکن اسلحہ کے استعمال کی تربیت کے لئے یمن بھیجا۔

ذرائع آمدنی:

عہد رسالت میں اسلامی سلطنت کے ذرائع آمدن حسب ذیل تھے:

(i) مال غنیمت: پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصہ مال غنیمت ملتی۔

(ii) زکوٰۃ: زکوٰۃ مستحقین کی تنخواہوں' فقیروں' مسکینوں' مقروضوں' مسافروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نومسلموں کی امداد پر خرچ کی جاتی تھی۔

(iii) عشر: یہ مالیہ کی قسم تھی۔ اس کی شرح ۱/۱۰ حصہ قدرتی پیداوار تھی۔ آبپاشی والی زمینوں پر ۱/۵ حصہ پیداوار وصول کیا جاتا۔

(iv) صدقات: صدقات بیت المال میں جمع کئے جاتے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر اسی قسم کے اموال سے لشکر اسلام کی تیاری کا سامان مہیا کیا گیا۔

(v) جزیہ: یہ ٹیکس غیرمسلموں پر عائد کیا جاتا۔ اس کے بدلے حکومت ان کے مال' جان اور مذہب کی حفاظت کرتی۔ عہد رسالت میں جزیہ ایک دینار فی کس وصول کیا جاتا۔ بوڑھے' بچے' مفلس' اپاہج لوگ اور راہب اس سے مستثنیٰ تھے۔ بحرین اور ایلہ سے کافی رقم جمع ہوجاتی۔ ایسا ٹیکس رومیوں اور ایرانی حکومت نے بھی لاگو کر رکھا تھا لہٰذا یہ کوئی نیا ٹیکس نہیں تھا۔

(vi) خراج: غیر مسلم رعایا سے جو مالیہ زمین وصول کیا جاتا اسے خراج کا نام دیا گیا۔ یہ نظام فتح خیبر سے رائج ہوا۔ حضور نے خیبر کی زمینیں یہودیوں کو واپس کردیں اور ان پر خراج عائد کردیا۔ خراج کی شرح کل پیداوار کا ۱/۲ حصہ تھا۔

نبی اکرمؐ کا انتظام سلطنت اور پاکستانی معاشرے کے لئے رہنمائی

حضور پر انوار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہر دور ہر وقت اور ہر آن میں دنیا کے ہر ملک کے شہریوں کے لئے باعث تقلید ہے۔ نہ صرف اس پر آشوب دور میں بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر حضور اکرمؐ کی سیرت مبارکہ ہمارے لئے باعث رہنمائی ہے۔ اگر ہم حضور اکرمؐ کے دور مبارک کو سامنے رکھیں اور آپ کی انتظامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو ہمارا پاکستانی معاشرہ سدھر سکتا ہے بشرطیکہ ہم آپؐ کی سیرت کے ہر پہلو پر غور کرکے اس پر عمل پیرا ہوں۔ حضور اکرمؐ کے انتظام و انصرام کے مختلف زاویوں کو ہم سامنے رکھیں تو ہمیں ایک سدا بہار رہنمائی ملتی ہے۔

(1) سربراہ مملکت کی حیثیت:

ایک اسلامی معاشرے اور سلطنت میں سربراہ مملکت اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے۔ وہ خود بھی احتساب اور قانون سے بالا نہیں۔ عام شہری کی طرح اس پر بھی قانون لاگو ہوتا ہے۔ حضور اکرم نے ایک صحابی کے کہنے پر اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کردیا تھا اس سے بڑی احتساب اور قانون کے احترام کی اور کیا مثال ہوسکتی ہے۔ اگر سربراہ مملکت ہی قانون کی دھجیاں بکھیرنا شروع کردے تو بھلا شریعت کی رو سے وہ قانون سے کیسے بچ سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(2) تبلیغ و ترویج دین:

حضور اکرم نے رسل و رسائل کا شعبہ قائم فرمایا تھا کہ اسلام کی تبلیغ ہو سکے۔ لہٰذا پاکستان میں بھی ہم تبلیغ دین اور اس کی ترویج کا شعبہ قائم کر سکتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا محکمہ سعودی عرب میں بھی قائم ہے۔

(3) مرکز کی مضبوطی:

حضور اکرمؐ نے مدینہ شریف کی مرکزی حکومت کو مضبوط تر رکھا۔ اس میں بھی ہمارے لئے سبق ہے کہ ہم اپنے مرکز کو مضبوط رکھیں۔ صوبائی خودمختاری اپنی جگہ مسلم لیکن مضبوط مرکزی حکومت سلطنت کے بقا کے لئے ضروری ہے تاکہ صوبائی تعصب ختم ہو۔ صوبوں کو بھی حقوق دیئے جائیں۔

(4) فلاحی ریاست:

حضور اکرمؐ نے مال غنیمت' زکوٰۃ' عشر' صدقات' جزیہ اور خراج جیسے ذرائع آمدنی سے ریاست کو مضبوط کیا۔ بیرونی مالی امداد نہیں لی۔ مالی حالت اتنی اچھی تھی کہ اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست بن گئی۔ ہم اسی طرز پر اپنی معیشت کو مضبوط کر سکتے ہیں۔

سودی نظام سے کنارہ کشی کرکے ہم اپنے آپ کو زیادہ مستحکم بنا سکتے ہیں۔ سعودی عرب' جاپان' ناروے' ڈینمارک اور سویڈن کی طرح ہم پاکستان کو بھی فلاحی ریاست بنا سکتے ہیں۔ جہاں بیوگان' اپاہج' بچے' بوڑھے سب مالی لحاظ سے مستحکم ہوں اور حکومت ان کی معاشی کفیل ہو۔

(5) مفت اور سستا انصاف:

حضور اکرمؐ نے عدیم المثال عدل و انصاف کا نظام قائم فرمایا۔ آپؐ نے ولایۃ المظالم جیسی عدالتیں بنائیں جہاں حضورؐ خود جلوہ افروز ہوتے اور لوگوں کی عام شکایات سنتے۔ احتساب کا ایک مکمل نظام قائم تھا۔ حضورؐ خود بازار تشریف لے جاتے۔ فروخت کی چیزوں کا معائنہ فرماتے اور تجارتی بے ضابطگیوں کا محاسبہ فرماتے۔ افتاء کا ادارہ لوگوں کو مفت قانونی مشورہ دیتا اور رہنمائی کرتا۔ پاکستان میں جب تک ہم فقہ اسلامی کا نفاذ نہیں کریں گے' لوگوں کو سستا' مفت اور فوری انصاف مہیا نہیں کریں گے انصاف لاگو کرنے والی ایجنسیاں' پولیس' انتظامیہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدلیہ کو مضبوط تر نہیں کریں گے معاشرتی بدحالی ختم نہیں ہوگی۔

(6) مضبوط فوج:

حضور اکرم نے فوج کو ہمیشہ مضبوط رکھا۔ ان کی مالی ضروریات کو مال غنیمت اور دیگر ذرائع سے پورا کیا۔ خود بطور سپہ سالار اعظم فوج کی قیادت کی۔ اعلیٰ تربیت بھی فوجیوں کو یمن میں دلائی۔ پاکستان میں بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ فوج مضبوط ہو تاکہ سرحدوں کا بخوبی دفاع ہوسکے۔ پاکستان میں فوج نہ صرف جغرافیائی سرحدوں بلکہ نظریاتی سرحدوں کی بھی حفاظت کرے۔

(7) اخوت:

حضور اکرمؐ نے مؤاخات کا نظام قائم فرمایا جو عدیم المثال قربانی لایا۔ حضورؐ نے اخوت کی تعلیم دی۔ آج ہم نبی اکرم کے دیئے ہوئے نظریہ اخوت کو اجاگر کریں تو سندھ' بلوچستان' صوبہ سرحد اور پنجاب میں لسانی عصبیتیں' صوبائی عصبیتیں اور ناراضگیاں دور ہوسکتی ہیں۔

(8) حکومت کے عہدے امانت ہیں:

حضور نے ہمیں یہ درس دیا کہ حکومت کے عہدے امانت ہیں۔ ان میں خیانت حکومت کی جڑوں کو کھوکھلا کرتی ہے۔ آپ نے میرٹ کا نظام ہمیں دیا۔ کنبہ پروری' رشوت اور نا اہل لوگوں کو عہدے دینے سے منع فرمایا۔ زندگی کے ہر شعبے میں میرٹ کا تصور دیا۔ آج رشوت' کنبہ پروری اور سفارش جیسی لعنتوں سے ملک پاکستان کو پاک کرنا ہوگا وگرنہ اس کا انجام برا ہوگا۔ حضرت ابوسعید ساعدیؓ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ ازد کے ایک آدمی کو ایک دفعہ حضور پاک نے چندہ جمع کرنے پر مامور فرمایا۔ جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا کہ یہ میرا مال ہے اور یہ سرکاری مال ہے۔ میرا مال مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا کہ میں بعض لوگوں کو سرکاری کاموں پر متعین کرتا ہوں اور ان میں سے کچھ آکر یوں کہتے ہیں کہ یہ مال مجھے بطور تحفہ ملا ہے۔ یہ شخص اپنی ماں یا باپ کے گھر پر بیٹھ کر دیکھے کہ اسے کون تحفہ دیتا ہے۔ پھر غضب ناک لہجے میں فرمایا "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے سرکاری مال سے جو شخص بھی کھائے گا قیامت کے دن اپنی گردن پر لائے گا۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(9) قانون کی حکمرانی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سزاؤں کے نفاذ میں غرباء اور امراء کو ایک ہی سطح پر رکھا۔ قریش کے ایک بہت معزز قبیلے بنی مخزوم کی ایک با اثر عورت فاطمہ بنت اسود ایک مرتبہ چوری کے جرم میں پکڑی گئی۔ اس کی قوم کے لوگوں نے حضور اکرم کے پاس آکر سفارش کی اور کہا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اس کے بدلے چالیس اوقیہ سونا ادا کریں گے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا:

"اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں۔ تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ اگر ان کا کوئی معزز شخص جرم کا ارتکاب کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے لیکن غریب سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا تو اسے پوری سزا دیتے تھے۔"

پاکستانی معاشرہ بھی اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوسکتا جب تک اس میں شریعت کی حکمرانی نہ ہوگی اور قانون کی گرفت سے کوئی بچ نہ سکے گا۔

نبی اکرمؐ کے انتظام و انصرام پر مستشرقین اور علما کا تبصرہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک پر مختلف مستشرقین اور علماء نے اپنے اپنے انداز میں تبصرے کئے ہیں۔ ان میں وہ مغربی علما اور مستشرقین بھی شامل ہیں۔ جو اسلام دشمن بھی واقع ہوئے۔ تاہم سرولیم میور جیسے اسلام دشمن عناصر نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک اور انتظام و انصرام کی تعریف کی۔ چند واقعات پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

(i) ہجرت مدینہ

(ii) مؤاخاۃ

(iii) میثاق مدینہ

(iv) صلح حدیبیہ

اس تبصرے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی، پالیسی اور انتظامی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجرت مدینہ

ہجرت مدینہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نزدیک:

مولانا ندوی اپنی تصنیف نبی رحمتؐ حصہ اول میں رقم طراز ہیں: "جب اسلام مدینہ منتقل ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو امن و استحکام کا موقع ملا' اسلام کو فروغ ہونے لگا اور اسلامی معاشرہ اپنے سارے شرائط و لوازمات کے ساتھ وجود میں آگیا"۔ (صفحات ۱۹۹۔۲۰۰)

ابن ہشام کی رائے:

ابن ہشام (سیرت النبویہ مصر ۱۹۳۶) میں فرماتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کی وجہ سے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کا معاہدہ ہوا۔ انصار کا کام ایثار تھا۔ مہاجرین کا استغناء اور خود داری۔ "اس کے ساتھ ساتھ منافقین کے دلوں میں سخت کینہ اور حسد پیدا ہوا۔ منافقین بادل نخواستہ داخل اسلام ہوئے اور ایسے لوگ اسلام دشمنی پر اتر آئے۔" (جلد اول)

ایثار و قربانی:

غار ثور میں حضرت ابوبکرؓ کی قربانی فقید المثال ہے۔ اور ہمارے لئے باعث تقلید اور سبق ہے۔ ابن حجر عسقلانی اپنی تصنیف فتح الباری (۱۹۵۹ء مصر) جلد اول میں فرماتے ہیں کہ:

"غار میں داخل ہونے سے قبل حضرت ابوبکرؓ نے اپنے کپڑوں کے ٹکڑوں سے غار کے سوراخ بند کئے اور انہی کپڑوں سے جگہ صاف کرکے آپؐ کو بٹھایا۔ صفحہ ۵۸۱۔ دشمن آن پہنچے تو آپؐ نے ابوبکر صدیقؓ کو تسلی دی اور بقول ابن القیم فرمایا: لا تحزن ان اللہ معنا (زاد المعاد) جلد دوم' صفحہ ۱۳۸)

William Muir کی رائے:

ہجرت مدینہ کے بارے میں وہ اپنی تصنیف "The Life of Muhammad, (London 1894)" میں لکھتا ہے:

"What a change had those thirteen years now produced; Muhammad was

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

the Minister of life to them the source under God of their new-born hopes and to them they yielded an implicit submission. And now again a still larger number, with the Prophet himself, were emigrating from their fondly loved city with its sacred temple to them, the holiest spot on earth and fleeting to Medina." (pp.155–6)

عبدالحمید صدیقی کے نزدیک ہجرت مدینہ:

آپ اپنی تصنیف (The Life of Muhammad) میں فرماتے ہیں:

"Islam no doubt achieved tremendous success in Medina but the achievements at mecca were not insignificant."

آپؐ مدینہ ۸ر ربیع الاول (۲۰ر ستمبر ۶۲۲ء) کو پہنچے۔ اب بقول عبدالحمید صدیقی آپؐ کا ایک نیا سیاسی دور شروع ہوا۔ William Muir نے آپ کی آمد کی تاریخ (Life of Muhammad) میں ۲۸ر جون ۶۱۲ء بتائی جبکہ Phillip K. Hitti نے اپنی تصنیف History of the Arabs میں ۲۴ر ستمبر ۶۲۲ء تحریر کی ہے۔ ۸ر ربیع الاول صحیح تاریخ ہے۔

The Cambridge History of Islam کی رائے:

The Cambridge History of Islam کے صفحہ ۱۴' جلد اول میں Montgomery Watt تحریر کرتے ہیں:

"They reached the outskirts of the oasis of Medina on 24 September 622. This is the Hijra which is the basis of Islamic Ideology, but reckoning commences with the first date of Arab year in which the emigration took place, viz. 16 July 622."

محمد حسین ہیکل کی رائے:

وہ اپنی تصنیف (حیات محمدؐ) میں لکھتے ہیں:

"حضرت محمدؐ نے ہجرت مدینہ کے بعد اپنی تعلیم پوری آزادی سے دی اور انہیں یہ موقع ملا۔ آپؐ نے اپنے کردار سے گفتار سے یہ تعلیم دی اور اسے آپؐ تمدن اسلام کی اساس قرار دینا چاہتے تھے۔ اسلامی تمدن کی بنیاد آپؐ نے مساوات پر رکھی۔ یہاں رہ کر مسلمانوں کی عسکری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت بڑھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی رائے:

ڈاکٹر حمید اللہ اپنی کتاب "سیاسی وثیقہ جات از عہد نبویؐ تا بہ خلافت راشدہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

جب آپؐ نے ہجرت مدینہ فرمائی تو وہاں کے یہود قبائل کی شراکت سے وفاقی حکومت (Federal Government) کی بنیاد رکھی جس کے صدر اعلیٰ محمدؐ تھے۔

قریش مکہ پر ہجرت کا اثر: اس عنوان کے تحت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ از غزوہ بدر و خندق و حدیبیہ تا بہ فتح مکہ۔

علامہ شبلی نعمانی کے نزدیک ہجرت مدینہ:

مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب "سیرت النبی" حصہ اول میں مؤاخاۃ کے بارے میں لکھتے ہیں "یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا' اگر کوئی انصاری مرتا تھا تو اس کی جائیداد اور مال مہاجر کو ملتا تھا اور بھائی بند محروم رہتے۔" "مدینہ میں اسلام کو پناہ حاصل ہوئی تو آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کرجائیں۔ سورت نساء میں ہجرت کا ذکر ہے۔"

Brockelman کے تاثرات:

وہ اپنی کتاب (History of the Islamic Peoples) میں لکھتے ہیں:

"This Hijra of the Prophet--that is, not a flight but a migration which constituted a break with an untenable past and the beginning of a new life with justice seemed so important to the Muslims that under the rule of the Second Caliph, their new calendar opened with it."(p.20)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے:

مولانا مودودی اپنی کتاب "سیرت سرور عالم" میں لکھتے ہیں: "مدینہ میں آپ کا استقبال جس جوش و خروش سے ہوا عرب میں نہ اس سے پہلے کبھی کسی کا ایسا استقبال ہوا نہ اس کے بعد ہوا۔ ہجرت کے بعد آپؐ کے مکی دور کا اختتام ہوا۔ اب تاریخ اسلام مدنی دور میں داخل ہوئی۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Arnold Hottinger کا نظریہ:

Hottinger اپنی کتاب (The Arabs) میں غلط طور پر کہتا ہے کہ مدینہ والوں نے آنحضرتؐ کو صرف اس لئے ہجرت کی دعوت دی تھی کہ وہ بطور جج ان کے معاملات کا فیصلہ کریں تاکہ امن قائم ہو:

"Watt suggests that it was the necessity of appointing an impartial judge over their internal quarrels which moved the people of Medina to invite the Prophet and his community to settle among them." (p.29)

Montgomery Watt اور Hottinger نے انتہائی جاہلانہ بات کی ہے۔

مواخات

مؤاخات کی اہمیت مولانا سید ابوالحسن ندوی کی نظر میں:

مولانا ندوی اپنی تصنیف "نبی رحمتؐ" حصہ اول میں رقم طراز ہیں:

"یہ مہاجرین و انصار میں بھائی چارے کا معاہدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں ایک دوسرے کی غم خواری اور ہمدردی و اعانت کی بنیاد پر بھائی چارہ اور مؤاخات کا ایک معاہدہ بھی کرایا۔ انصار مہاجرین کے ساتھ بھائی چارہ کے لئے اس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے کہ قرعہ اندازی کی نوبت آجاتی تھی۔ وہ مہاجرین کو اپنے مکانات' گھر کے اثاثہ' مال و دولت' زمین جائیداد ہر چیز میں اختیار و تصرف دے دیتے تھے اور ان کو اپنے پر مقدم رکھتے تھے۔" (صفحہ:۱۹۸)

صحیح بخاری کی نظر میں مواخات:

صحیح بخاری باب "اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین و الانصار" میں تفصیل سے مؤاخات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک انصاری اپنے مہاجر بھائی سے کہتا' دیکھو میرا نصف مال جتنا ہوتا ہو تم لے لو۔ میرے پاس دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے جو تم کو پسند ہو بتاؤ تو میں اس کو طلاق دے کر تمہارے حوالے کردوں۔ مہاجر جواب دیتا اللہ تعالیٰ تمہارے گھر والوں اور مال و اسباب میں برکت عطا کرے۔ تم مجھے بس بازار کا راستہ بتادو۔ صحیح بخاری کے الفاظ میں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انصار کا کام ایثار تھا۔ مہاجرین کا استغفار اور خود داری"۔
بلا شبہ ایسا ایثار اور قربانی کم ہی تاریخ عالم میں ملتی ہے۔

William Muir کی رائے:

William Muir اپنی کتاب "Life of Muhammad" میں رقم طراز ہے:

"Acceptance of the faith required that as Muslims they should acknowledge not only the spiritual but temporal authority of Muhammad and holding subordinate every distinction of race and kindred, regard each other as brethren." (p.174)

عبدالحمید صدیقی کے نزدیک مواخات:

عبدالحمید صدیقی اپنی کتاب "The Life of Muhammad" میں تحریر فرماتے ہیں:

"This brotherhood was unique in the history of the World. The fellow-feeling and love on which this new relationship was established found a wonderful expression. So strong and cordial was this relation that it surpassed even the relationship of blood. The atmosphere of brotherhood and fellow-feeling created by the Holy Prophet produced very healthy results. The pages of history bear testimony to the fact that it was a marvellous and spectacular reform." (p.140)

Denison کا نظریہ:

ڈینیسن اپنی کتاب "Evolution as the Basis of Civilisation" میں مؤاخات کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

"It was not designated to give prestige to a social group but to create a universal brotherhood composed of all men of every race who would accept this God and promise loyality to his Holy Prophet."(P.174)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤاخات سورت آل عمران کی روشنی میں:

سورت آل عمران آیت نمبر ۱۰۳ میں مؤاخات کا ذکر بہت عمدہ الفاظ میں کیا گیا:

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

بقول عبدالحمید صدیقی سورت آل عمران نے مؤاخات کو "A Great Boon" قرار دیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن جلد اول) میں اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

"بے نظیر ایثار و محبت کا برتاؤ' جو ایک خاندان کے لوگ بھی نہیں کرتے۔" (صفحہ: ۲۷۷)

عبداللہ یوسف علی نے تفسیر القرآن "The Holy Quran, Text, Translation and Commentary, Qatar (1946)" میں مؤاخات کو "An Unmatched Brotherhood" کہا ہے۔ (صفحہ نمبر ۱۴۹)

مؤاخات کی اہمیت محمد حسین ہیکل مصری کی نظر میں:

وہ اپنی کتاب "حیات محمد" میں لکھتے ہیں:

"حضورؐ نے تمام کے تمام مسلمانوں کو بلا تفریق وطن و قبیلہ ایک رشتہ میں پرو دیا تاکہ ان کی سابقہ عداوت ختم ہوجائے۔" مواخات سے مسلمانوں کی "وحدت مربوط" ہوگئی۔ مواخات میں حضورؐ کی فراست نظر ہے۔ مواخات کی حکمت و سیاست کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

میثاق مدینہ

میثاق مدینہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر میں:

مولانا ندوی اپنی کتاب "نبی رحمت" حصہ اول میں رقم طراز ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے لئے ایک تحریر تیار فرمائی' جس میں یہود سے امن و امان کا معاہدہ تھا اور ان کے دین و مذہب پر رہنے اور مال و جائیداد کی حفاظت و بقاء کا ذمہ لیا گیا تھا۔" (صفحہ: ۱۹۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Majid Khadduri کی رائے:

"A careful examination of the text shows, however that it was more than a treaty of alliance. It is in fact a convention for fusing all the rival attempts of the Arab tribes in Medina to constitute one Nation in distinction from to rest of the people. It is in other words, a Constitution for the Islamic State in its embroynic stage rather than a loose alliance of tribes." (The Law of War and Peace in Islam) London. 1940. p.87)

منٹگمری واٹ کا نظریہ:

Montgomery Watt اپنی تصنیف (Muhammad: Prophet and Statsman) Oxford. 1961. میں تحریر کرتے ہیں:

"It seems likely that it was contemplated in the original agreement between Muhammad and the Medinites that he would be able to act as an arbitrator between rival factions and thus help to maintain peace in the oasis." (pp.95-6)

محمد حسین ہیکل کی رائے:

ہیکل اپنی کتاب "حیات محمد" میں لکھتے ہیں:

"This treaty guarantees mankind thirteen hundred and fifty years ago, fredom of thought and freedom of worship. Protection of life and that of the property was recognized and the crime in all its forms was banned." (p.227)

عبدالحمید صدیقی کی رائے:

عبدالحمید صدیقی اپنی کتاب 'The Life of Muhammad' میں رقم طراز ہیں:

"This was the first political agreement between the Muslims and the non-Muslims. Its provisions, clearly give an idea of the rights of

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

non-Muslims in an Islamic State. This treaty sheds a good deal of light on the position of the Prophet as the controller of the affairs in Medina. The Constitution states that whenever there is any dispute, it is to be referred to God and to Muhammad (peace be upon him). This treaty, which owed itself to the efforts of the Holy Prophet for establishing peace, is a landmark in human history."

الغرض اس معاہدہ میں بقول ابن ہشام (سیرت النبویہ) یہودیوں کے دین مذہب جان و مال اور ان کے حقوق اور ذمہ داریاں دونوں واضح کردی گئیں۔

The Cambridge History of Islam کی رائے:

جلد اول میں Montgomery Watt تحریر کرتے ہیں:

"A document, sometimes called the Constitution of Medina, has been preserved in the earliest life of Muhammad. In essentials the constitution establishes a kind of alliance or federation between nine different groups eight clans from Medina and the clan of Emigrants (Muhajirin) from the Quraysh of Mecca. The Prophet was thus far from being ruler of the new polity set up at Medina." (p.41)

میثاق مدینہ محمد حسین ہیکل مصری کی نظر میں:

"اس تحریری معاہدہ کی رو سے معاہدین کی یہ بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لئے امن کا گہوارہ بن گئی۔ (حیات محمدؐ)

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر میں:

مولانا ندوی اپنی تصنیف "نبی رحمت" جلد اول میں رقم طراز ہیں:

"صلح حدیبیہ سے دراصل اسلام کے اقبال و ظفر مندی کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ی وجہ سے اسلام کو جزیرۃ العرب میں اس قدر تیزی کے ساتھ فروغ ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس نے فتح مکہ کا بھی دروازہ کھولا۔ اور اسی کے نتیجے میں قیصر و کسریٰ، مقوقس، نجاشی اور امرائے عرب کو دعوت اسلام دی گئی۔ (صفحہ: ۲۹۰)

ابن ہشام کی رائے:

ابن ہشام سیرت النبویہ (مصر ۱۹۳۶ء) میں فرماتے ہیں کہ تنہا ان دو برسوں میں اتنے آدمی داخل اسلام ہوئے جتنے اب تک ہوئے تھے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ۔" ابن ہشام امام ابن شہاب زہری سے اتفاق کرتے ہیں جنہوں نے فرمایا تھا کہ "اسلام کو اس سے پہلے اتنی بڑی کوئی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ جب قریش اور مسلمانوں میں صلح ہوئی۔ جنگ بندی کا اعلان ہوا اور لوگ بلاخوف و خطر ایک دوسرے سے ملنے لگے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بقول ابن ہشام اور امام زہری آپؐ کے ساتھ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی تھے اس کے دو برس بعد فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ کی جمعیت تھی۔"

ابن قیم کے نزدیک صلح حدیبیہ

ابن قیم اپنی تصنیف "زاد المعاد" میں فرماتے ہیں کہ اس جنگ بندی اور صلح نامہ سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔ ابو جندل کے ہاتھ پر قریش کے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مکہ اسلام کی دعوت اور شان و شوکت کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔

R.V.C. Bodley کے نزدیک صلح حدیبیہ:

وہ اپنی کتاب The Messenger, London, 1954 میں رقم طراز ہیں:

"What was important was to have free access to Mecca. Muhammad (peace be upon him) knew that the day he and his men could set foot in the Holy City would not be long before they would be there permanently. (p.219)

William Muir کی رائے:

ولیم میور اپنی کتاب The Life of Muhammad میں رقم طراز ہے:

"Above all, it was a great and manifest success that free permission was

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

conceded to the believers to visit Mecca in the following year, and to stay in the city for three days undistrubed." (p.348)

Majid Khadduri کے نزدیک صلح حدیبیہ:

وہ اپنی تصنیف "War and Peace in the Law of Islam" میں لکھتے ہیں:

"The treaty of Hudaybiyah, was looked upon as a model for drawing up the draft of the arbitration treaty." (p.235)

عبدالحمید صدیقی کی رائے:

عبدالحمید صدیقی اپنی کتاب "The Life of Muhammad" میں تحریر کرتے ہیں:

"In fact, every clause of this treaty was a master piece of practical statesmanship. It was a triumph beyond doubt. The treaty of Hudaybiya is an important phase of the people's all round struggle for the propagation of Islam." (pp.215,222)

الغرض صلح حدیبیہ دلوں کی فتح ثابت ہوئی۔ خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص جیسے جرنیلوں نے صلح حدیبیہ کے بعد ہی مدینہ حاضری دی اور بقول ابن ہشام اسلام سے سرفراز ہوئے۔

The Cambridge History of Islam کی رائے:

Montgomery Watt "The Cambridge History of Islam" میں جلد اول کے صفحات ۵۱-۵۰ پر لکھتا ہے:

"The mere signing of a treaty as an equal was a triumph for Muhammad. The treaty though superficially more favourable to the Meccans, allowed the attraction of the Islamic religion and the material inducements of the Jihad to build up the strength of Muhammad's State."

محمد حسین ہیکل کی رائے:

وہ اپنی کتاب "حیات محمدؐ" میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صلح حدیبیہ بلاشبہ فتح مبین ہے۔ وقت نے ثابت کردیا کہ اس صلح میں سیاسی حکمت اور دور اندیشی اسلام اور عرب کے مستقبل میں اثرانداز ہوکر رہیں گی۔ اہل مکہ نے ایک لحاظ سے حدیبیہ میں اسلام کو "دولت نوزائیدہ" کی حیثیت سے تسلیم کرلیا۔ اس کے دو مہینے بعد اسلام کو مالی تقویت ہوئی کہ حضورؐ نے گردو نواح میں بادشاہوں اور نوابوں کی طرف دعوتی خطوط بھیجے اور سفیر بھی بعد ازاں بھیجے۔"

علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ:

وہ "سیرت النبی" جلد اول میں فرماتے ہیں:

صلح حدیبیہ کے تین دن تک آپؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ پھر روانہ ہوئے تو سورت فتح اتری:

انا فتحنا لک فتحا مبینا

تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھتے تھے خدا نے اسے فتح کہا۔ صلح کی وجہ سے مسلمان اور کفار میں آمد و رفت شروع ہوئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفارہ مدینہ میں آتے اور اسلامی مسائل کا تذکرہ ہوتا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے۔ حدیبیہ کی صلح کے بعد قیصر روم کو اور دیگر رؤسائے عرب کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال کئے گئے جن کی تفصیل طبری اور ابن ہشام میں موجود ہے۔

(1) قیصر روم
(2) خسرو پرویز
(3) عزیز مصر
(4) نجاشی
(5) رئیس حدود شام وغیرہ وغیرہ

Montgomery Watt کی رائے:

وہ اپنی کتاب "Muhammad at Medina" میں لکھتا ہے:

"The compromise eventually agreed on saved their face and their prestige, while Muhammad obtained all that he really wanted. Instead of vigorously prosecuting the struggle with Mecca, the Prophet was struggling for the

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

conversion of Quraysh to Islam. He was aiming at winning the Meccans for Islam and the Islamic State. The treaty was thus favourable to Muhammad's long-term strategy." (pp.47,49)

Brockelmann کا نظریہ:

وہ اپنی کتاب "History of the Islamic Peoples" میں لکھتا ہے:۔

"On the basis of the treaty Muhammad was then able to make his entry into Mecca during the next pilgrimage festival. This pilgrimage made so strong an impression even on his adversaries. (like Khalid bin Walid and Amr bin Al-A's who accepted Islam in 629)." (p.28)

Arnold Hottinger کے تاثرات:

وہ اپنی تصنیف "The Arabs" میں لکھتا ہے:

"He knows how to win friends among the nomadic tribes. However, he concludes a treaty by which it is agreed that he may return for a second pilgrimage after one year."

بقول اس کے صلح حدیبیہ ۶۲۸ میں واقع ہوئی۔

مولانا ابو الکلام آزاد:

وہ اپنی کتاب "رسول رحمت" میں لکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ ہی کی وجہ سے تبلیغ ہوئی۔ "یہی دور ہے جس میں تاریخ اسلام کے نامور جرنیلوں خالدؓ اور عمروؓ بن العاص نے اسلام قبول کیا جن کی جنگی مہموں کو Phillip Hitti نے نپولین' اسکندر اور ہنی بال کی جنگی مہموں سے بھی برتر قرار دیا ہے۔

خلافت راشدہ میں انتظام و انصرام

خلفائے راشدین کے دور میں ہر معاملہ میں عوام دخیل تھے۔ بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق نئے شعبے معرض وجود میں آئے۔ اس نظام میں مرکزی شخصیت خلیفہ کی تھی جسے امیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المومنین کہا جاتا تھا۔ امیرالمومنین کا انتخاب کثرت رائے سے ہوتا تھا۔ جس کا اظہار بیعت سے کیا جاتا۔ خلیفہ تمام دنیاوی اور دینی امور کا انچارج ہوتا۔ فوج' عدلیہ اور انتظامیہ بھی اس کے ماتحت ہوتی۔ اس کے باوجود خلیفہ مطلق العنان آمر ہرگز نہ ہوتا بلکہ رسول اکرمؐ کا نائب ہوتا اور ہر معاملہ کتاب و سنت کی روشنی میں اٹھاتا۔ مجلس شوریٰ مہاجرین اور انصار پر قائم تھی۔ مجلس شوریٰ ملی امور میں مشورہ دیتی۔ حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ' عبدالرحمٰن بن عوفؓ' طلحہؓ' زبیرؓ اور زید بن ثابتؓ وغیرہ اس کے ممبر تھے۔ فیصلے کثرت رائے سے کئے جاتے۔ بعض دفعہ بعض امور اجلاس میں لوگوں کے سامنے پیش کئے جاتے۔ جیسے عراق و شام کی زمینوں کا مسئلہ' فوج کی تنخواہ' غیر اقوام کی تجارت پر محصول وغیرہ۔ صحابہ کرامؓ کی ایک مختصر سی مستقل مجلس بھی ہر روز مسجد نبویؐ میں موجود ہوتی اور روزمرہ کے ملکی معاملات کو نپٹاتی۔ حضرت عمرؓ وفود کو مختلف صوبوں سے بلاکر ان سے رائے لیتے۔ مختصراً یہ مرکزی نظام تھا جو اس دور میں رائج تھا۔

صوبائی نظام:

مکہ' مدینہ' شام' جزیرہ' بصرہ' کوفہ اور فلسطین مصر مختلف صوبے تھے۔ خراسان' آذربائیجان اور فارس بھی اہم صوبے تھے۔ ان صوبوں کو اضلاع اور پرگنوں پر تقسیم کیا گیا تاکہ بہتر نظام و انصرام ہوسکے۔

والی (گورنر)' کاتب (چیف سیکرٹری)' کاتب دیوان' صاحب الخراج' صاحب الاحداث' صاحب بیت المال اور قاضی ہر صوبے میں مقرر ہوتے۔ ہر صوبے میں ایک فوجی افسر بھی ہوتا۔ حضرت عمرؓ عہدیداروں کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے۔ تمام عہدہ داروں کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی۔ تقرری کے وقت انہیں جو فرمان ملتا اس میں ان کے اختیارات اور فرائض درج ہوتے۔ اس فرمان کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنادیا جاتا۔ ہرعامل سے مندرجہ ذیل عہد لیا جاتا:

(۱) وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا۔

(۲) باریک کپڑے نہ پہنے گا۔

(۳) دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔

(۴) اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔

تقرری کے وقت اس کے تمام اموال اور جائیداد کی مکمل فہرست تیار ہوتی اور محفوظ کرلی جاتی۔ اگر اس کی معمولی حالت بھی بدلتی تو اس سے باز پرس ہوتی۔ حج کے موقع پر سارے عمال جمع ہوتے اور حضرت عمرؓ ان کے خلاف شکایات سنتے۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس ایک خاص عہدہ تھا جو شکایات کی تحقیق کے لئے مختص تھا۔ وہ اکثر موقع پر ہی تحقیقات فرماتے اور حکام کو سزا سناتے۔

ذرائع آمدنی:

اس دور میں ذرائع آمدنی حسب ذیل تھے:

(i) خراج کا نظام نبی اکرمؐ کے دور سے شروع ہوا تھا۔ یہ نظام بحال رہا۔ حضرت عمرؓ نے بندوبست مالگزاری کی۔ عراق کی زمینوں کی پیائش کی گئی اور ہر فصل پر فی جریب کے حساب سے شرح لگان مقرر کیا گیا۔ چنانچہ زراعت کے میدان میں خوب ترقی ہوئی۔

(ii) فئے: شاہی خاندانوں کی جاگیریں' آتش کدوں کے اوقاف' وقف زمینیں اور جنگلات کی آمدن فئے یا خالصہ کہلاتی اور بیت المال میں جمع کردی جاتی۔

(iii) عشر کا نظام بھی نبی اکرمؐ کے دور سے شروع ہوا تھا۔ یہ نظام بحال رہا۔

(iv) جزیہ: اس عہد میں غیر مسلم امراء سے چار دینار' متوسط طبقہ سے دو دینار اور غربا سے ایک دینار فی کس وصول کیا جاتا۔

(v) زکوٰۃ: اس سے پہلے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان پر بھی زکوٰۃ مقرر فرمائی۔

(vi) خمس: مال غنیمت کا خمس (۱/۵ حصہ) بیت المال میں جمع کیا جاتا۔ بے شمار فتوحات کی وجہ سے مسجد نبویؐ کا صحن جواہرات اور سونے چاندی کے ڈھیروں سے بھر جاتا۔

(vii) عشور: غیر ملکی تاجروں سے محصول (عشور) وصول کیا جاتا۔ یہ محصول ابوموسیٰ اشعری حاکم بصرہ کے کہنے پر حضرت عمرؓ نے لاگو کیا کیونکہ غیر ملکی لوگ مسلمانوں کے سامان تجارت پر بھی محصول لیتے تھے۔

بیت المال:

حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ کی رائے سے بیت المال کی بنیاد رکھی۔ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ اس کے انچارج تھے۔ صوبوں میں بھی بیت المال بنائے گئے۔ بیت المال کے لئے مضبوط عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ صوبوں سے جو سالانہ رقم بچتی وہ مرکزی بیت المال میں جمع کردی جاتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالتی نظام:

حضرت عمرؓ کے دور میں آپؓ کے حکم سے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کردیا گیا۔ تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔ قاضیوں کی رہنمائی کے یہ اصول بنائے گئے:

(۱) قاضی عدالتی معاملات میں لوگوں سے یکساں سلوک کریں۔
(۲) قاضی صلح کروا سکتا ہے لیکن خلاف قانون امر میں نہیں۔
(۳) دونوں پارٹیوں کو سن کر منصفانہ فیصلہ کیا جائے۔
(۴) قاضی اپنے فیصلے پر نظرثانی کرسکتا ہے۔
(۵) مقدمہ کی پیشی ایک مقررہ تاریخ پر ہو۔
(۶) مدعا علیہ کے نہ آنے پر قاضی یکطرفہ فیصلہ کرسکتا ہے۔ وغیرہ

قاضیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ نیز اجماع اور ذاتی اجتہاد کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ عالم، فاضل، بارعب، معزز اور دیانت دار لوگوں کو قاضی کے عہدے دیئے جاتے تھے۔ تنخواہیں معقول تھیں تاکہ رشوت کی طرف رجحان نہ ہو۔ لوگوں کو افتاء کے ادارے کی شکل میں مفت قانونی مشورہ دیا جاتا۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، معاذبن جبلؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زید بن ثابتؓ، ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اس کام پر مامور تھے۔

پولیس کا شعبہ

پولیس کا محکمہ:

پولیس کا محکمہ قائم کیا گیا اور اس کا نام احداث رکھا گیا۔ پولیس آفیسر کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا۔ جیل خانہ جات بھی حضرت عمرؓ نے تعمیر کروائے۔ تمام اضلاع میں جیل خانہ جات بنوائے گئے جہاں ملزمان کو سزا دی جاتی تھی۔

فوج کا شعبہ:

حضرت عمرؓ کے دور میں (۱۵ھ) فوج کا منظم محکمہ بنایا گیا۔ پوری امت مسلمہ کو فوج کے لئے وقف کیا گیا۔ آپؓ نے اس مقصد کے لئے ایک دفتر کھولا جسے دیوان کہا جاتا تھا۔ اس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام لوگوں کے حسب نسب درج کئے گئے۔ بدری صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے گئے اور ہر آدمی کو ۵ ہزار درہم سالانہ ملتے تھے۔ صحابہ احد' شرکائے بیت رضوان کو بھی وظائف ملتے تھے۔ مجاہدین کے بیوی بچوں کو بھی وظائف ملتے تھے۔ یہ واقعی ایک فقید المثال کارنامہ تھا۔ عام سپاہی کی تنخواہ کم سے کم دو سو درہم تھی۔ افسروں کی تنخواہ دس ہزار سالانہ تک تھی۔ قبائل کے سردار (عریف) تنخواہیں تقسیم کرنے پر مامور تھے۔ شروع میں کچا راشن سپاہیوں کو دیا جاتا۔ بعدازاں پکا پکایا کھانا ملتا۔ فوج کو وردی ملتی۔ کوچ کی حالت میں جمعہ فارغ ملتا۔ فوجوں کو سال میں دو دفعہ رخصت ملتی۔ باقاعدہ فوج بھی تھی اور رضاکار فوج بھی جسے مطوعہ کہا جاتا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد اموی دور میں بادشاہت نے جگہ لے لی۔ خلافت راشدہ میں منصب خلافت کسی ایک خاندان کی میراث نہیں تھا اب موروثی نظام قائم ہوا۔ صرف دور راشدہ کی جھلکیاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں ملتی ہیں۔

خلافت راشدہ کا انتظام سلطنت اور پاکستانی معاشرے کے لئے رہنمائی:

حضور اکرمؐ کے مشن کو جاری و ساری رکھا اور ایک مضبوط حکومت قائم کی جہاں انصاف کا دور دورہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی سادگی و متانت' حضرت علیؓ کا وسیع علم اور انتظامی امور میں تجربہ' حضرت عثمانؓ کی شرافت اور دیانت اور حضرت عمرؓ کا اعلیٰ انتظام و انصرام خلافت راشدہ کو ایک ممتاز اور اعلیٰ مقام دے گیا۔ ان کے اصول اور مقرر کردہ ضابطے دنیا کے لئے نئے تھے۔ ان کا اتنا رعب تھا کہ عرب و عجم ان کے نام سے لرزتے تھے اور جس طرف رخ کرتے زمین دہل جاتی۔ خلفائے راشدینؓ کے انتظام سلطنت کا مطالعہ' ان کے انتظام و انصرام کا عمیق مطالعہ اور ریسرچ ہمارے پاکستانی معاشرے میں انقلاب بپا کرسکتا ہے۔

سرکاری عہدہ داران کا انتخاب:

خلفائے راشدین عمال کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ دیانت داری' علم' شرافت اور پرہیزگاری کی بنیاد پر ان کا انتخاب کیا جاتا۔ پاکستان کی بیوروکریسی کا انتخاب بھی میرٹ پر کیا جائے اور تقویٰ اور شرافت اس کی بنیاد ہو وگرنہ کرپٹ بیوروکریسی ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دے گی۔

بیوروکریسی کی اصلاح کی تجاویز:

خلفائے راشدینؓ نے عمال کی تنخواہیں معقول رکھی تھیں۔ احتساب بھی سخت تھا۔ تعیناتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وقت ان کی جائیدادوں کی فہرست بنالی جاتی۔ ناجائز کمائی پر باز پرس ہوتی اور موقع پر تحقیقات ہوتی تھیں۔ انتخاب عمال میرٹ کی بنیاد پر تھا۔ پاکستان میں بھی بیورو کریسی اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوسکتی جب تک گورنمنٹ کے اہل کاروں اور افسران کی تنخواہیں معقول نہیں ہوتیں۔ احتساب بھی تب مناسب لگتا ہے جب ان کی ضروریات زندگی کو پورا کیا جائے۔

سادگی:

خلفائے راشدینؓ کے انتظام و انصرام میں سادگی تھی۔ دربان نہ تھے' اہل حاجت کے لئے دروازہ ہروقت کھلا رکھا جاتا تھا۔ پاکستان میں بھی بیورو کریسی' سرکاری تقریبات اور زندگی کے ہر شعبے میں سادگی کی ضرورت ہے۔

فلاحی ریاست:

خلفائے راشدینؓ کے دور میں اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست تھی جہاں بیوگان' اپاہج اور معذور لوگوں' بچوں اور بوڑھوں کی مکمل معاشی کفالت ہوتی تھی۔ پاکستان میں بھی اس سمت میں کوشش وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کو نافذ کرنے سے پاکستان ایک فلاحی ریاست بن سکتی ہے۔

عدالتی نظام:

حضرت عمرؓ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا۔ پاکستان میں بھی اس امر کی اشد ضرورت ہے تاکہ عدلیہ آزاد ہو اور لوگوں کو سہل' مفت اور فوری انصاف ملے۔ یہ فقہ اسلامی کے نفاذ کے بعد ہی ممکن ہے۔ پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت اور دیگر عدالتوں کو کسی ضابطے کے تحت پابند نہ کیا جائے۔ ان کے اختیارات وسیع تر ہوں جیسے قاضی کے منصب کے اختیارات وسیع ہوتے ہیں۔ وہ کسی ضابطے یا (Code) کا محتاج یا پابند نہیں ہوتا اور فقط قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے قحط کے سال میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپؓ کے لباس میں سولہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ خلافت کے زمانے میں میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی قمیض میں دونوں کندھوں کے درمیان تین پیوند اوپر تلے لگے ہوئے ہیں۔ قحط کے دنوں میں حضرت عمرؓ کھانے پینے کا سامان خود اپنی پیٹھ پر رکھ کر غریبوں کے گھروں تک لے جاتے تھے اور انہیں تقسیم کرتے تھے۔ حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیؓ نے جب مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو جو ہدایات جاری فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ مظلوم اور نادار افراد کو وقتاً فوقتاً خدا کو حاظر ناظر جان کر ملنا اور ان سے دل کھول کر بات چیت کرنا۔ اس وقت اپنے مسلح حفاظتی دستوں' سول افسروں' پولیس یا خفیہ کارندوں کو اپنے قریب نہ رہنے دینا تاکہ غرباء اور ناداروں کے نمائندے تم سے آزادی و بیباکی سے اپنی شکایات کرسکیں۔ کیونکہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے کہ کوئی شخص یا معاشرہ اعلیٰ مقام حاصل نہیں کرسکتا جس کے طاقت ور لوگ کمزوروں کے فرائض ادا نہیں کرتے۔

الغرض خلفائے راشدینؓ کے دور میں مؤثر فوج' پولیس' عدلیہ اور انتظامیہ کا شعبہ تھا۔ ہم خلفائے راشدینؓ کی مبارک زندگیوں کا مطالعہ کرکے اور ان کے اعلیٰ نظام سلطنت کے خدوخال کا مطالعہ کرکے پاکستان میں انقلاب لاسکتے ہیں بشرطیکہ نیت صاف ہو۔

خلافت راشدہؓ پر مستشرقین اور علماء کا تبصرہ

خلافت راشدینؓ میں انتظام و انصرام بہت اعلیٰ تھا۔ اس کا اعتراف نہ صرف علماء نے کیا بلکہ ولیم میور جیسے نقاد اور اسلام دشمن مستشرق اور دیگر مستشرقین نے بھی یہی کہا ہے۔ اب حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے نظام حکومت اور طرز حکومت پر تبصرہ ملاحظہ ہو۔ جہاں جہاں سرولیم میور یا دیگر مستشرقین نے تعصبانہ انداز اختیار کیا ہے اس کی نشان دہی کردی گئی ہے۔ سرولیم میور جیسے مستشرقین اور مؤرخین کی آراء اس لئے درج کی ہیں تاکہ ان کی اسلام دشمنی کا اندازہ لگایا جاسکے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ پر تبصرہ

(۱) حضرت ابوبکرؓ ولیم میور کی نظر میں:

Sir William Muir اپنی تصنیف (The Caliphate: Its Rise, Decline, And Fall, Edinburgh) ۱۹۲۴ء ایڈیشن میں آنحضرتؐ کے ساتھی ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق لکھتا ہے:

"He was not only sagacious and wise but throughout his life simple consistent and sincere." (p.81)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) J. Wellhausen کی رائے:

وہ اپنی کتاب "The Arab Kindgom and Its Fall" بیروت ۱۹۶۳ء ایڈیشن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں:

"Muhammad's most trusted friend." (p.34)

(۳) ابوبکرؓ "The Cambridge History of Islam" کی نظر میں:

مندرجہ بالا کتاب کی جلد اول میں L. V. Vaglieri رقم طراز ہیں۔

"The Movement, which the Muslims called 'the apostasy' (al-Ridda) was in reality mainly political. Much of their success was due to a brilliant commander, and famous strategist Khalid Bin Walid."

اس کے بعد ابوبکرؓ کی تعریف کی گئی کہ کیسے انہوں نے فتنہ ارتداد کو جنگوں کے ذریعے روکا۔ ابوبکرؓ بطور آنحضرتؐ کے ساتھی کے ان الفاظ میں یاد کئے گئے:

"Muhammad's intimate friend and collaborator. (p.5)"

(۴) R. A. Nicholson کی رائے:

Nicholson اپنی کتاب "A Literary History of the Arabs" میں ابوبکر صدیقؓ کو ان الفاظ میں یاد کرتا ہے:

"A man of simple tastes and unassuming demenour."

"Naturally gentle and merciful, he stood firm when the cause of Islam was at stake, and crushed with iron hand the revolt which on the news of Muhammad's death spread like Wildfire throughtout Arabia." (P.183)

Arnold اپنی تصنیف "The Preaching of Islam" اور Noldeke اپنی کتاب Sketches from Eastern History میں لکھتے ہیں کہ ایران اور شام کی فتوحات ابوبکرؓ کے دور میں بہت ضروری تھیں۔ اب اسلام کو وسعت کی ضرورت تھی اور یہ فتوحات واقعی عظیم فتوحات ہیں۔ اب اسلام اور زیادہ پھیلا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر فاروقؓ پر تبصرہ

(۱) حضرت عمرؓ علامہ شبلی نعمانی کی نظر میں:

علامہ شبلی نعمانی اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفاروق" میں رقم طراز ہیں:

"جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروق اعظمؓ کے برابر فاتح اور کشورستاں نہیں گزرا۔ حضرت عمرؓ نے ایک طرف تو فتوحات کو وسعت دی کہ قیصر و کسریٰ کی وسیع سلطنتیں ٹوٹ کر عرب میں مل گئیں۔ دوسری طرف حکومت و سلطنت کا نظام قائم کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۱۰ مربع میل تھا۔ ہر سال (صفحہ:۲۴۹) ۳۰ ہزار نئی فوج تیار ہوتی تھی۔ اب حضرت عمرؓ کے حالات اور ان کی مختلف حیثیتوں پر نظر ڈالو۔ صاف نظر آئے گا کہ وہ سکندر بھی تھے اور ارسطو بھی۔ مسیح بھی تھے اور سلیمان بھی۔ تیمور بھی تھے اور نوشیرواں بھی۔ امام ابوحنیفہؒ بھی تھے اور ابراہیم ادہم بھی۔"

"ان حالات کے ساتھ ایک وسیع مملکت قائم کرنی اور ہر قسم کے ملکی انتظامات مثلاً تقسیم صوبہ جات و اضلاع، انتظام محاصل، صیغہ عدالت، فوجداری اور پولیس، پبلک ورکس، تعلیمات، صیغہ فوج کو اس قدر ترقی دینی اور ان کے اصول اور ضابطے مقرر کرنے حضرت عمرؓ کے سوا اور کس کا کام ہو سکتا تھا؟ آپ کا یہ رعب داب تھا کہ عرب و عجم ان کے نام سے لرزتے تھے اور جس طرف رخ کرتے تھے زمین دہل جاتی تھی۔

(۲) Sir William Muir کی رائے:

ولیم میور اپنی تصنیف "The Caliphate, Its Rise, Decline, and Fall" Edinburgh ایڈیشن ۱۹۲۴ء میں لکھتا ہے:

"He had reigned for the span of ten years and a half. So died, Omar, next to the Prophet the greatest in the Kingdom of Islam; for it was all within these ten years that, by his wisdom, patience, and vigour, the dominion was achieved of Syria, Egypt, and Persia."

(۳) Wellhausen کے خیالات:

J. Wellhausen اپنی کتاب The Arab Kingdom and its Fall', Beirut, 1963 میں حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Most of the conquests were made in the time of the Khalifa Umar, and he is considered their organiser. He was strong in fight and is always represented with the whip in his hand..... he was sincerely God-fearing and never indiscreet."

(۴) The Cambridge History of Islam کی رائے:

کتاب بالا کی جلد اول میں L. V. Vaglieri رقم طراز ہیں:

"Umar was the Organiser of the Empire. As a result of the conquests begun under Abu Bakr and continued under Umar, the Empire increased enormously in extent. The chief credit for these things must be attributed to the political gifts of Umar." (p.64)

آپؓ کے انتظام سلطنت کے بارے میں یہ الفاظ کہے گئے:

"Umar endeavoured to set up efficient administration."

"He was fond of walking about the streets of Medina with a hide whip in his hand, which he did not hesitate to apply to the shoulders of those who infringed the law."

(۵) اوّلیات حضرت عمرؓ

آپؓ نے ہر صیغہ میں نئی باتیں ایجاد کیں۔ ان کو مورخین نے یکجا لکھا ہے۔ ان کو اولیات عمر کہتے ہیں۔ کنزل العمال' طبقات ابن سعد' قاضی ابویوسف کی کتاب الخراج اور بلاذری کی فتوح البلدان میں اولیات عمرؓ کی تفصیلات ملتی ہیں۔ تاریخ طبری میں مندرجہ ذیل اولیات کا ذکر ہے:

۱ بیت المال کا قیام
۲ عدالتوں کا قیام
۳ تاریخ اور سنہ قائم کیا
۴ مردم شماری اور پیمائش
۵ جیلوں کا نظام
۶ شرطہ (Police) کا نظام
۷ مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کیے
۸ راہ پر پڑے بچوں کی پرورش اور روزینے وغیرہ وغیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹ نہریں کھدوائیں اور دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا۔

حضرت عثمانؓ پر تبصرہ

(۱) حضرت عثمانؓ ولیم میور کی نظر میں:

Sir William Muir اپنی کتاب The Caliphate, Its Rise, Decline and Fall میں رقم طراز ہے:

"Thus, at the age of eighty-two, died Othman, after a reign of twelve years."

(۲) The Cambridge History of Islam کے تاثرات:

Vaglieri کے خیال کے مطابق معاشی بحران بھی آپؓ کی سلطنت کی تباہی کا سبب بنا۔

(۳) J. Wellhausen کی رائے:

Wellhausen اپنی کتاب The Arab Kingdom and Its Fall میں رقم طراز ہے:

"The murder of Uthman was more epoch-making than almost any other event of Islamic history." (p.50-1)

Wellhausen کے الفاظ میں شہادت عثمانؓ دراصل مسلمانوں کی سیاسی خودکشی تھی۔ انہوں نے اس کے لئے "Political Suicide" کے الفاظ استعمال کئے ہیں:(p.54)

(۴) Nicholson کا تبصرہ:

R. A. Nicholson اپنی کتاب A Literary History of the Arabs میں لکھتے ہیں:

"This event marks an epoch in the history of the Arabs. The ensuring civil wars upset the unity of Islam from top to bottom, and the wound has never healed." (p.190)

یعنی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دور رس نتائج ہیں۔ مسلمان کبھی متحد نہ ہوسکے اور یہ زخم کبھی مندمل نہ ہوسکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ پر تبصرہ

Nicholson کی رائے:

R. A. Nicholson اپنی کتاب A Literary History of the Arabs میں کہتے ہیں:

"He was a gallant warrior, a wise counsellor."

خلافت راشدہ کی خصوصیات پر تبصرہ

ولیم میور:

سر ولیم میور Sir William Muir اپنی کتاب The Caliphate; Its Rise, Decline and Fall" حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"His sense of justice was strong."

حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"At court, Abu Bakr maintained the same simple and frugal life as Muhammad."

الماوردی: (الاحکام السلطانیہ) ۱۹۶۶ء قاہرہ ایڈیشن:

انصاف کا یہ عالم تھا کہ قاضی اور محتسب بھی ولایت المظالم (دادرسی کا محکمہ) کے سامنے جواب دہ تھے۔ خلفاء خود اس محکمہ کی نگرانی کرتے تھے۔

"Islam, Essays in Na- نے اپنی تصنیف G.E.Grunebaum

ture & Growth of a Cultural Tradition" میں ذکر کیا ہے کہ ولایت المظالم کی وجہ سے گورنر یا عمال بھی جواب دہ ہوتے تھے۔ (۷۲)

The Cambridge History of Islam کی رائے:

The Cambridge History of Islam کی جلد اول میں L.V.Vaglieri رقم طراز ہے:۔

"Umar endeavoured to set up efficient administration."

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر۲

مختلف انتظامی ادارے: خلافت اور نظام احتساب وغیرہ

اسلام کے انتظامی ڈھانچے میں ہمیں خلافت' عدالت' مظالم' کوتوال' عامل السوق اور محتسب جیسے ادارے ملتے ہیں۔ اب ان کی تفصیل دی جاتی ہے۔

خلافت

خلافت کا نظریہ دائرہ معارف اسلامیہ (مقالہ خلافت) کے مقالہ نگار کے الفاظ میں یوں ہے:

"بمعنی جانشینی' نیابت' خاص معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت۔ امام راغب کے نزدیک یہ نیابت کسی کی غیر حاضری کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ موت کے سبب بھی ہوسکتی ہے اور عجز و معذوری کے سبب بھی' محض نائب کو شرف بخشنے کی غرض سے بھی ہوسکتی ہے (مفردات) لفظ خلیفہ نائب اور جانشین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ میں بعض ادوار میں بطور تنزل اس لفظ کا عام اور قدرے کم رتبہ لوگوں کے لئے بھی استعمال میں رہا ہے۔ مثلاً یہ ذاتی نام کے طورپر بھی مستعمل تھا (دیکھئے الطبری بمد اشاریہ وغیرہ)۔ مذہبی جماعتوں میں خاص طورپر قادریہ مسلک میں خلیفہ' شیخ طریقہ کا نمائندہ ہوتا ہے اور اسے شیخ کے بہت سے اختیارات ودیعت کر دیئے جاتے ہیں۔ جو مقامات اصل زاویئے سے فاصلے پر ہوتے ہیں۔ وہاں وہ شیخ کی نمائندگی کرتا ہے۔ تیجانیہ طریقے میں بانی طریقہ کی روحانی قوت یا برکت کا وارث خلیفہ کہلاتا ہے۔ شیخ کا لقب بانی طریقہ کے لئے مخصوص ہے۔

مہدوی تحریک میں مہدی کا جانشین خلیفہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ میرداور' سید محمد مہدی (م۹۱۰ھ) کے خلیفہ تھے جو مہدیوں (رک باں) کی جماعت کے بانی ہوئے ہیں۔ محمد احمد جو سوڈان کے مہدی ہوئے ہیں۔ ان کے خلیفہ کا نام عبداللہ تھا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

بطور تنزل کم درجے کے لوگوں کو بھی یہ خطاب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً شہنشاہ بابر کے محل میں خلیفہ وہ عورت کہلاتی تھی جو دوسری خادماؤں کی نگرانی رکھتی تھی۔ (گلبدن بیگم: ہمایوں نامہ'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترجمہ: A.S. Beveridge، ص ۱۳۶) اگرچہ اس کا تعلق اصل موضوع سے نہیں ہے لیکن مروج و مستعمل ہونے کے باعث ذکر کیا جاتا ہے کہ بیسویں صدی کے ربع اول میں خلیفہ کا لفظ ترکی میں عام طور پر سے کسی بھی سرکاری دفتر کے نچلے درجے کے منشی یا کلرک کے لئے استعمال ہوتا تھا۔" (صفحہ:۹۸۷)

امامت کا تصور شیعی فقیہوں کے مطابق:

شیعی فقیہوں نے امامت کے اصول کو اپنے عقیدے کا ایک بنیادی اصول قرار دیا۔ انہوں نے نص پر زور دیا اور خلیفہ کے عہدے کو نہ صرف قریش کے خاندان بلکہ صرف حضرت علیؓ کے خاندان تک محدود کردیا (بلکہ فاطمیت پر زور دیا ہے)۔ زیدیوں کے سوا سب شیعہ فرقوں نے انتخاب کے اصول کو رد کردیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت علیؓ کو رسول اللہؐ نے براہ راست اپنا جانشین نامزد کیا تھا اور حضرت علیؓ کی صفات کو ان کی اولاد نے وراثۃ پایا اور یہ لوگ ابتدائے آفرینش ہی سے اس اعلیٰ عہدے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو کچھ پراسرار علوم سکھائے تھے جو حضرت علیؓ نے بعد میں اپنے فرزندوں کو بتائے اور اس طرح سے وہ نسلاً بعد نسل ایک دوسرے کو منتقل ہوتے رہے۔ شیعہ کے نزدیک ائمہ کی انسان سے برتر کچھ (روحانی) خصوصیات ہوتی ہیں جو انہیں بنی نوع انسان کی عام سطح سے بلند کردیتی ہیں اور وہ معصوم عقل کے ذریعے مومنوں کی رہبری کرتے ہیں اور ان کے فیصلے قطعی اور آخری ہوتے ہیں۔ بعض کے قول کے مطابق حضرت علیؓ کو یہ برتری اس وجہ سے حاصل تھی کہ ان کا جوہر یا مادہ دوسری نوعیت کا تھا کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے برابر ایک نورالٰہی ہر نسل میں ایک منتخب جانشین کے جوہریا مادے میں حلول کرتا رہا اور یہ حضرت علیؓ میں موجود تھا اور ہر ایک ایسے امام میں بھی جو ان کے جانشین ہوئے۔ (نیز رک بہ اثنا عشریہ: اسماعیلیہ وغیرہ' نیز دیکھئے الشہرستانی: کتاب الملل والنحل' ص ۱۰۸ ببعد: ابن خلدون مقدمہ' ۱: ۴۰۰ ببعد)۔

شیعہ اصول سے متضاد عقیدہ خوارج (رک بہ خارجی) کا تھا جنہوں نے خلیفہ یا امام کے عہدے کو کسی ایک قبیلے یا خاندان کے اندر محدود کرنے کی بجائے یہ عقیدہ پیش کیا کہ کوئی بھی مومن اس کا اہل ہوسکتا تھا خواہ وہ غیر عرب یا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ مزید برآں انہوں نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے اس رائے کی بناپر الگ کرلیا کہ امام کی موجودگی کوئی مذہبی فرض نہیں ہے اور کسی بھی خاص وقت پر پوری جماعت خود وہ سب فرائض انجام دے سکتی ہے جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کی رو سے ان پر عائد ہوتے ہیں اور وہ تمام شہری معاملات کے لئے ایک قانونی جماعت کی شکل اختیار کرسکتی ہے اور کسی امام کی موجودگی اس کے لئے قطعی ضروری نہیں ہے اور جب کہیں بھی کسی خاص حالت کے ماتحت یہ آسان ہو تو اس وقت اس کا انتخاب ہوسکتا ہے اور اگر کسی وجہ سے یہ معلوم ہو کہ امام قابل اطمینان نہیں ہے تو اسے برطرف یا قتل بھی کیا جاسکتا ہے (الشہرستانی' کتاب مذکور' ۸۰۶ ببعد)۔

مذکورہ بالا مختلف صورتیں سیاسی نظریئے کی روشنی میں سیاسی نظام مین کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہوئیں' مگر ساتھ ہی ساتھ خلافت کے اصول کے بارے میں ایسے بیانات بھی دیئے گئے جو صرف تخیل کی حد تک محدود رہے۔ خاص طورپر وہ نظریئے جن کی تشکیل معتزلہ فرقے کے مفکرین نے کی' مثلاً امام کے عہدے پر خانہ جنگی کے دوران میں کسی کا تقرر نہیں کرنا چاہئے بلکہ صرف امن و امان کے زمانے میں ایسا کرنا چاہئے۔ کوئی شخص اس وقت تک امام نہیں بنایا جاسکتا جب تک کہ متحدہ طورپر تمام مسلم جماعت کو اس کے بارے میں اتفاق رائے نہ ہو۔ (صفحات:۱۰۰۴-۱۰۰۵' مقالہ خلافت)

عدالت مظالم کی اہمیت:

عدالت مظالم کو مشہور مستشرق (G. E. Grunebaum) نے (Courts of Tort) کے نام سے پکارا ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظلم اور استبداد کے خلاف چٹان بن کر دنیائے عالم میں تشریف لائے۔ آپ نے ظلم کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ ارشاد ہوا:

الظلم ظلمات یوم القیامہ ترجمہ: ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ طورپر ایک محکمہ قائم فرمایا تھا جس کا نام ولایت مظالم رکھا گیا۔ ولایت مظالم سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو جبراً عدالت میں پیش کرکے انصاف کرایا جائے۔ آں حضرتؐ نے ایک مرتبہ خود اس قسم کے مقدمے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت زبیر بن العوام اور ایک انصاری میں زمین کے سیراب کرنے کے متعلق جھگڑے کو نبٹایا۔ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ مظالم عدالتیں سستا اور جلد انصاف لوگوں کو مہیا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ قاضی اور محتسب بھی مظالم عدالتوں کے روبرو جوابدہ ہوتے تھے۔ خلفائے راشدین کے دور میں مظالم عدالتیں بڑے مؤثر طریقے سے کام کرتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانے کے مشہور قاضی ابو ادریس الخوارزمی کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی قاضی کو اس عدالت کا سربراہ بنایا۔ حضرت عمرؓ نے قاضی القضاۃ ابوموسیٰ اشعری کو ان عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا۔ اموی دور میں خلیفہ عبدالملک نے قاضیوں کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتوں کا قیام کیا' ان کا انچارج صاحب المظالم ہوتا تھا۔ سب سے بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم ہوتی تھی۔ خلیفہ اس کی صدارت کرتا تھا اور لوگوں کی شکایات سنتا تھا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ناظر المظالم کا عہدہ قائم کیا۔ اس میں ملٹری گورنر' وزیر اور قاضی اور فقہاء بیٹھ کر لوگوں کی شکایت کا ازالہ کرتے تھے۔ خلیفہ مامون بھی ان عدالتوں میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ انڈیا میں ۱۱۹۳ء سے لے کر ۱۵۲۶ تک اور بعد ازاں ۱۵۵۳ء تک ان عدالتوں کی جھلکیاں ہمیں ملتی ہیں۔ بادشاہ خود ان کی سربراہی کرتا تھا۔

ساجد الرحمٰن کاندھلوی اپنی کتاب "اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام" میں لکھتے ہیں کہ بقول شیخ محمد ابوزہرہ: (نظام الحکم فی الاسلام):

ولایت مظالم اسی طرح ہے جیسے ولایت قضاء' ولایت حرب اور ولایت حبہ' یہ ولایت بھی امر عظیم (سربراہ حکومت کا منصب) کا ایک حصہ ہے اور وہ اس معاملہ میں ایسا شخص اپنا نائب مقرر کرے گا جو باصلاحیت اور باہمت ہو۔ امر مظالم کے متولی کو قاضی نہیں کہا جاتا بلکہ "ناظر" کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا اختیار قضاء کے اختیار کی طرح ہے اور اس کے اکثر اقدامات بھی قضاء جیسے ہوتے ہیں مگر پھر بھی اس کا عمل خالص قضائی (عدالتی) نہیں ہے بلکہ اس کا عمل قضاء اور تنفیذ سے ملا ہوا ہے۔ وہ بیشتر واضح امور کو نافذ کرتا یا مصالحت یا رفاہی عمل کے ذریعہ صاحب حق کو اس کا حق دلواتا ہے جو کبھی قضائی (عدالتی) معاملہ ہوتا ہے اور کبھی انتظامی۔ (صفحہ:۶۸)

پروفیسر سلیمان محمد طحاوی ولایت مظالم کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

یہ ادارہ تدریجاً وجود میں آیا ہے۔ اس میں قضاء اور تنفیذ کی ملی جلی خصوصیات موجود ہیں چنانچہ والی مظالم بسا اوقات ان منازعات کا بھی سدباب کرتا ہے جن پر غور سے قضاء عاجز ہوتی ہے اور بعض اوقات ان فیصلوں کی بھی جانچ پڑتال کرتا ہے جن میں انصاف کی تعمیل سے فریق نزاع مطمئن نہ ہوں۔ اس نظام کی تشکیل کا اصل مقصود ایسے بڑے بڑے حکمرانوں اور حکومت کے عہدے داروں تک کو قانون کی بالادستی کے تحت لے آنا ہے جن کو تابع قانون کرنے سے قضاء عاجز ہو۔ (اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام' صفحات ۶۹-۶۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظالم عدالتیں خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں:

ساجد الرحمٰن کاندھلوی رقم طراز ہے (بحوالہ اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام' صفحات ۱۰۵-۱۰۲)

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں رفع مظالم کے بعض واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً والی مصر حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک شخص کو کوڑے مارے تو اس نے حج کے زمانے میں آکر حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا قصاص لینے کا حکم جاری کیا اور بعد میں اس شخص کو دو دینار کے عوض قصاص معاف کردینے پر راضی کیا گیا۔

ایک اور عامل نے جب کسی شخص کو مارا تو آپؓ نے اسے قصاص دلوایا۔ جس خلیفہ نے سب سے پہلے اپنے آپ کو رفع مظالم اور دادرسی کے لئے پیش کیا وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز عشاء کی نماز کے لئے تشریف لے جارہے تھے کہ ایک شخص نے فریاد کی' آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھ پر کیا زیادتی ہوئی ہے اس نے بیان کیا کہ ولید بن عبدالملک نے میری زمین دبالی ہے۔ آپ نے مراجم (پٹواری) سے کہا کہ میرے پاس صوافی زمنی ملکیت کا دفتر لے کر آؤ' اس میں آپ نے یہ تحریر دیکھی کہ "میں ولید بن عبدالملک کو فلاں کی زمین دیتا ہوں۔" یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ "اسے کاٹ دو اور اس سے اس کی زمین کے واپس کرنے کا حکم دے دو اور یہ حکم بھی دے دو کہ اس کے مصارف کا دوگنا ادا کرے۔ بعد میں خلفائے بنوامیہ نے بطور خاص ستم رسیدہ افراد کی داد رسی کی اور ان کے معاملات کی جانچ پڑتال شروع کی۔ سب سے پہلے یہ کام عبدالملک بن مروان نے کیا اور اس ضمن میں جہاں اسے کوئی دشواری پیش آتی تھی وہ اپنے قاضی ابن ادریس الازدی کی جانب رجوع کرتا تھا۔

مظالم کا محکمہ براہ راست خلیفہ' والی یا اس کے نائب کے تحت ہوا کرتا تھا اور "صاحب مظالم" ایک دن متعین کرکے اس میں اجلاس کرتا اور مظلومین کی داد رسی کیا کرتا تھا۔ اور اگر کوئی خاص طور پر نظر مظالم کے لئے متعین ہوتا تو وہ ہفتہ کے تمام ایام میں داد رسی کرتا تھا۔

عباسی دور حکومت میں خلیفہ خود نظر مظالم کے لئے بیٹھتے اور دادرسی کرتے' اور ان کے وزیر مختلف علاقوں میں صاحب مظالم مقرر کرتے تھے۔ مامون الرشید ہر ہفتہ کے روز دادرسی اور رفع مظالم کے لئے مجلس منعقد کرتا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے اس کے پاس اس کے بیٹے عباس کی شکایت کی۔ مامون نے فوراً اس کی دادرسی کی اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔ خلیفہ عباسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہتدی (۲۵۵-۲۵۶ھ) نے ایک چار دروازوں والا قبہ بنوایا تھا جسے "قبۃ المظالم" کہا جاتا تھا۔ مہتدی متقی اور پرہیز گار انسان تھا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دیتا تھا۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں خطبہ دیتا اور نماز کی امامت کرتا تھا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ صالح بن ہاشمی نے ذکر کیا کہ میں ایک روز مہتدی کے مظالم کے دربار میں موجود تھا۔ اس کے پاس درخواستیں اور شکایتیں پہنچائی گئیں اور اس نے فوراً احکام جاری کئے جن کی رو سے جن جن علاقوں میں ظلم ہوا وہ رفع کردیا گیا۔ میں نے اس کے اس طریقہ کار کو بہت پسند کیا۔

"نظر مظالم" کا طریقہ ترقی پاتا رہا۔ وزراء اس کام کے لئے اجلاس منعقد کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض عورتیں بھی اس سلسلے میں خصوصیت حاصل کر گئی تھیں۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ کو بڑا اثر و رسوخ حاصل ہوگیا تھا اور اس کا اقتدار اس قدر وسیع ہوگیا تھا کہ اس نے ۳۰۶ھ میں عورتوں کو "صاحبہ المظالم" اور "قہرمانہ" بنا کر متعین کیا تھا۔ وہ خود الرصافہ میں اپنی بیٹی "السیدہ" کے گھر ہر جمعہ کو اجلاس کرتی' لوگوں کی درخواستیں وصول کرتی اور ان پر فرامین اور احکام صادر کرتی اور اس وقت اس کی مجلس میں اعیان حکومت اور قاضی بھی موجود تھے۔

مصر میں ابن طولون نے اس باب میں دلچسپی لی۔ وہ ۲۵۷ھ میں تخت نشین ہونے کے بعد ہفتہ میں دوروز نظر مظالم کے لئے اجلاس کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد خلفاء اس کی پیروی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فاطمیین کا دور آگیا۔ انہوں نے قاہرہ کی تعمیر کی اور وہاں رفع مظالم اور دادرسی کا سلسلہ قائم کیا۔ سب سے پہلے فاتح مصر جوہر نے یہ مجلس منعقد کی۔ وہ ستم رسیدگان کی درخواستوں پر اپنے ہاتھ سے فرمان لکھا کرتا تھا۔ پھر جب فاطمیین کے اقتدار میں ضعف پیدا ہوگیا تو نظر مظالم کا کام وزراء کے سپرد ہوگیا اور ان میں افضل بن شہنشاہ زیادہ مشہور ہوا۔ جو خود مظالم کے لئے اجلاس کرتا تھا۔ پھر بعد والوں نے اس کا طریقہ جاری رکھا۔ طریقہ یہ تھا کہ دیوان مظالم کے دروازے پر آواز پڑتی تھی کہ اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ مجلس میں آکر بیان کرے۔

کوتوال کا محکمہ

بقول مولانا محمد متین ہاشمی:

"آگے چل کر مغل حکمرانوں نے احتساب کا محکمہ کوتوال کی تحویل میں دے دیا۔ حالانکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوتوال ایک قسم کا دنیاوی منصب تھا جبکہ محتسب صرف ان امور سے سروکار رکھتا تھا جو شرعی قوانین کے ذیل میں آتے تھے۔ یہ انتظام مسلمانان ہند کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کے لئے تباہ کن اور آخر میں حکومت کے لئے مہلک ثابت ہوا۔"

مشتاق احمد چودھری رقم طراز ہیں:

"یہ بھی ایک اہم بلدیاتی عہدہ تھا جو کہ مسلمانوں کے عہد میں وجود میں آیا۔ کوتوال محکمہ پولیس کے ماتحت ہوتا تھا اور اس کے ذمہ شہری زندگی کے مختلف فرائض ہوتے تھے۔ یہ عہدہ مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کے علاوہ اسلامی ہند میں بھی تھا..... کوتوال کا عہدہ بلدیاتی نظم و نسق میں ایک کلیدی عہدہ ہوتا تھا۔ آئین اکبری میں کوتوال کے شرائط عہدہ اور فرائض کی تفصیل ملتی ہے۔"

یہ عہدہ اہم ضرور تھا مگر مولانا ہاشمی صاحب کی رائے کے ساتھ مجھے اتفاق ہے کہ اس ادارے میں وہ روح نہیں تھی جو محتسب کے ادارے میں تھی۔

عامل السوق

C.Cohen محتسب کے ادارے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسے شروع میں "Head of the Suq" یعنی صاحب السوق یا عامل السوق کہا جاتا تھا۔ فاضل مصنف اس ادارے کی تعریف بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نہ صرف نیکی اور اخلاق کے معاملات' تجارتی معاملات بلکہ غیر مسلم عوام اور بالخصوص غیر مسلم خواتین کے ساتھ محتسب کا رویہ بہت اچھا تھا۔ یہ ادارہ عوام الناس کی عزت و ناموس مال اور جان کا صحیح محافظ تھا۔

اس ادارے کی خوش نصیبی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ خود بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے اور بددیانت اور ناتجربہ کار تاجروں کو کوڑے مارتے تھے۔ اس طرح ایک سربراہ مملکت خود اس کی نگرانی فرماتے جس کا آج کل تصور کرنا محال ہے۔

اسلام میں احتساب کا تصور

احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے' حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اللہ سریع الحساب

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں۔

امام غزالیؒ نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"احتساب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں کسی ناپسندیدہ کام کے ارتکاب سے روکا جائے تاکہ جس کو روکا جارہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے باز رہے"۔

بطرس بستانی نے کتاب دائرہ المعارف میں احتساب کے مندرجہ ذیل معنی لکھے ہیں:

الاحتساب والحسبة فی الشرع هما الامر بالمعروف اذا ظهر ترکه والنهی عن المنکر اذا ظهر فعله

احتساب اور حسبہ شرع میں امر بالمعروف کو کہتے ہیں جبکہ معروف کو لوگ متروک کر دیں اور نہی عن المنکر اس کو کہتے ہیں جب لوگ اس کا ارتکاب کریں یا ارتکاب کرنا شروع کردیں۔

شافعی فقیہ قاضی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی نے احتساب کی تعریف یوں کی ہے:

احتساب سے مراد "اچھائی کا حکم دینا" جبکہ اس کو چھوڑ دینا عام ہوجائے اور کھلم کھلا اس کو چھوڑا جانے لگے اور "برائی سے روکنا" جبکہ اس کو کھلم کھلا کیا جانے لگے۔ تاج العروسی بنتہی الارب اور خواجہ احمد محمود کے مخطوطے (دستور الاحتساب) میں مندرجہ بالا معانی درج ہیں۔

مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اپنے مقالہ "اسلام کا نظام احتساب" میں احتساب کی تعریف احمد محمود خواجہ کے مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری لاہور کے حوالے سے یوں کی ہے۔ "شرع میں احتساب کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب لوگ نیکی پر عمل کرنا چھوڑ دیں مثلاً نماز پڑھنا' روزہ رکھنا اور زکوٰۃ دینا تو ان کو نیکی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جائے دوسرے یہ کہ جب لوگ منہیات کا ارتکاب کرنے لگیں مثلاً فسق و فجور میں مبتلا ہوجائیں تو انہیں منع کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتساب کی اقسام

احتساب کی دو اقسام ہیں:

(i) احتساب عرفی

(ii) احتساب شرعی

احتساب عرفی:

مولانا سید محمد متین ہاشمی رقم طراز ہیں:

"صدر اول میں تو خلفاء اور حکام بنفس نفیس اس فریضے کو انجام دیتے تھے اور اس معاملے میں کسی کی مداخلت کو ایک لمحے کے لئے بھی گوارا نہیں کرتے تھے لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہوگیا اور خلفاء کے لئے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ دور دراز علاقوں کے بسنے والوں کے حالات کی کڑی نگرانی کرسکیں تو باقاعدہ محکمہ احتساب کی ضرورت پیش آئی۔ ابتداء میں نہ تو لفظ احتساب استعمال ہوتا تھا اور نہ ہی محتسب بلکہ بازار کے امور کی نگرانی کے لئے ایک شخص کو حکومت کی طرف سے مقرر کردیا جاتا تھا جسے صاحب السوق یا عامل السوق کہتے تھے۔ خلیفہ مامون کے زمانے میں جبکہ اسلامی حکومت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہوچکا تھا باقاعدہ محکمہ احتساب کا قیام عمل میں آیا۔" بحوالہ (ابن الاخوۃ: معالم القربہ صفحات:۱۹:۱۳)

احتساب شرعی:

بقول مولانا سید محمد متین ہاشمی:

"احتساب شرعی میں عمومیت پائی جاتی ہے یعنی مطلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برائی کو روکنے اور نیکی کا حکم کرنے کو بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا:

"تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اپنی قوت بازو سے اسے روک دے لیکن اسے اس بات کی طاقت نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو پھر اپنے دل سے اس برائی کو برا جانے لیکن یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" (صحیح مسلم شریف)

اسی طرح مشکوۃ شریف میں ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اگر برائی سے نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روکو گے تو تم پر ایسا عذاب آئے گا کہ تمہاری دعا نہیں سنی جائے گی۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں حضرت ابوالدرداء کا ایک اثر نقل کیا ہے:

"حضرت ابوالدرداءؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے بڑوں کی نہ عزت کرے گا اور نہ چھوٹوں پر رحم کرے گا۔ تمہارے نیک لوگ اس کے لئے بددعائیں کریں گے لیکن ان کی بددعائیں قبول نہیں کی جائیں گی' تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہوگی۔

احتساب (Accountability) کا تصور نہ صرف مذہبی لحاظ سے بلکہ دنیاوی امور میں بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن کی ہر ہر آیت اور سورت میں احتساب کا تصور دہرایا گیا ہے۔ سورت آل عمران میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا۔ یعنی نیکی کی تلقین کی جائے اور برائی سے منع کیا جائے۔ اسی طرح سورت النساء میں حکم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (سورۃ النساء: آیت ۵۸)	تحقیق اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے صاحبوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ (سورت بنی اسرائیل: ۳۶)	اور مت پیچھے چل اس چیز کے کہ جس کا تجھے علم نہیں' بے شک کان اور آنکھ دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احتساب کا تصور انتہائی خوب صورت انداز میں فرمایا: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ احتساب کا یہ تصور زندگی کے ہر شعبے کو گھیرے ہوئے ہے۔ چاہے کوئی حاکم ہے چاہے کوئی تاجر ہے چاہے کوئی والد ہے چاہے کوئی کسی بھی منصب پر فائز ہے' وہ احتساب کے عمل سے باہر نہیں۔ حاکم رعایا کے حقوق کے بارے میں جواب دہ ہے تاجر اپنے ہر عمل کا ذمہ دار ہے۔ والد اپنے کنبے کا سربراہ ہے لہٰذا وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اولاد اور بیوی کے بارے میں جوابدہ ہے۔ اولاد کی نیک تربیت اس کا فرض اولین ہے۔ حکمران حقوق العباد کے پاسبان ہیں۔ ظلم کی ضرور پوچھ ہوگی۔ حدیث مبارکہ میں ظلم کو اندھیروں سے تشبیہ دی گئی ہے:

الظلم ظلمات یوم القیامة ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر آئے گا۔

مولانا سید محمد متین ہاشمی (اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب' مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری' لاہور ۱۹۸۸ء) میں رقم طراز ہیں:

محکمہ احتساب کے قیام کے بعد مشرق میں عامل السوق یا صاحب السوق کا عہدہ ختم کردیا گیا اور محتسب ہی کے ذریعے عام معاشرتی و اخلاقی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ بازاروں کے امور کی نگرانی بھی کردی گئی۔ خواجہ احمد محمود نے اپنی کتاب "دستور الاحتساب" میں بالتفصیل محتسب عرفی کی ذمہ داریاں گنوائی ہیں۔ مثلاً شراب کے مٹکوں کو توڑ دینا' مزامیر کو توڑنا' شارع عام نالوں اور نالیوں کی صفائی کی نگرانی' خوردہ فروشوں کو مجبور کرنا کہ وہ شارع عام پر نہ بیٹھیں' آوارہ مویشیوں کو عام طورپر سڑکوں پر پھرنے سے روکنا' شہریوں کو ہدایت کرنا کہ وہ اپنے مویشیوں کو باندھ کر رکھیں۔ عام راستوں پر عمارات کی تعمیریا تجاوازت کو روکنا۔ ہمسایہ کے گھر میں جھانکنے سے منع کرنا' ہمسایہ کے راستے یا روشنی کو بند کرنے سے روکنا' تول کے باٹوں کی پڑتال' ترازوؤں کی پڑتال' ہوٹلوں یا قہوہ خانوں کی صفائی کی نگرانی'عورتوں کو مردانہ وضع اور مردوں کو زنانہ وضع اختیار کرنے سے روکنا' برسرعام گانے بجانے یا نوحہ کرنے سے منع کرنا' عیدگاہ میں اگر کوئی شخص ساز لے جائے تو ان سازوں کو جلا دینا' کبوتر بازی' چوسر' شطرنج بازی سے منع کرنا' عورتوں کو بے حیائی اور نامحرموں کے ساتھ اختلاط سے باز رکھنا اور ان کے والدین اور شوہروں کو تنبیہ کرنا' مردہ نہلانے والوں کو تاکید کرناکہ وہ شریعت کے احکام کے مطابق مردوں کو غسل دیا کریں' گورکنی یا میت کو قبرستان تک لے جانے کی بھاری اجرت وصول کرنے سے روکنا' مساجد اور عید گاہوں کی دیکھ بھال اور خصوصیت کے ساتھ یہ دیکھنا کہ جمعہ یاعیدین کے موقعہ پر لوگ مساجد کو تجارت کی جگہ نہ بنالیں' یا لوگ مسجدوں میں بھیک مانگنا نہ شروع کردیں۔ لوگوں کو گردنوں کے پھلانگنے اور مسجدوں میں قصہ گوئی کرنے سے روکنا' پاگلوں کو مسجدوں میں داخل ہونے سے روکنا' موذی جانوروں اور پاگل کتوں کو شہر کے گلی کوچوں میں نہ پھرنے دینا' کم تولنے والوں کو سزا دینا' آمیزش کرنے والوں کو سزا دینا' تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا' مثلاً برسرعام اجنبی مردوں کا اجنبی عورتوں سے گفتگو کرنا' بت سازی سے روکنا' سازبنانے سے منع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا' شراب فروشی سے روکنا' ہوٹل اور تنور کے مالکوں کو رمضان کے مہینے میں دن کی ابتدائی ساعتوں میں کھانے پکانے سے منع کرنا' عوام کو مجبور کرنا کہ وہ رمضان المبارک کے تقدس کو برقرار رکھیں اور اگر وہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ دار نہ ہوں تو بھی رمضان المبارک کا احترام کریں اور برسرعام کھانے پینے سے احتراز کریں۔ محتسب کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ وہ بزرگان دین کے مقابر پر ہونے والے نامشروع امور سے روکے' مثلاً ان پر میلہ لگانا' عورتوں کا بے پردہ زیارت کے لئے آنا' بزرگان دین کے مقابر کو تفریح گاہ بنانا' یا قبرستان میں کسی شخص کا اپنی مرضی سے تصرف کرنا' محتسب کو چاہئے کہ وہ جادو گروں کو شعبدہ بازی سے روکے اور عوام کو جادو گروں' کاہنوں' نجومیوں' دست شناسوں کے پاس جانے سے روکے' اسی طرح حمام میں ننگے ہوکر نہانے سے روکے' عورتوں اور مردوں کو اکٹھا غسل کرنے سے روکے' ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کرے لیکن انہیں مسلمانوں کی بستی میں صالح مسلمانوں کا لباس پہننے' عبادت خانوں کی تعمیر اور شارع عام پر کفار کی رسوم کو بجا لانے سے منع کرے' شب برات کی بدعتوں کو روکنا' کفر کے شعار کو مسلمانوں کے ملک میں فروغ دینے سے روکنا' اسقاط حمل اور مسلمانوں کو خصی بنانے سے روکنا بھی محتسب کے فرائض میں داخل ہے۔ لوگوں کو مسجد میں ٹھہرنے سے روکنا' کسی سے غیب کی باتوں کا دریافت کرنا اور پھر اس پر عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے' لہٰذا محتسب کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو اس کام سے منع کرے' اجرت لے کر مسجد میں قرآن پڑھانے سے منع کرنا چاہئے۔ اسی طرح استادوں کو نوروز یا مہرجان کے کام پر بچوں سے عیدی لینے سے بھی روکنا چاہئے۔ (صفحات:۸۴-۸۵)

محتسب کا ادارہ تاریخ کے آئینے میں

اسلام میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ باقاعدہ طور پر شروع ہی سے محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور نبوت میں ولایت مظالم قائم کیا۔ یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ۔ حضرت زبیر ابن العوامؓ اور ایک انصاری کے درمیان زمین کے سیراب ہونے کا جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک محتسب کی حیثیت سے نمٹایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں قاضی ہی محتسب کے فرائض سر انجام دیتا رہا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی القضاۃ ابو موسیٰ اشعریؓ نے محتسب کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ابو اوریس الخوارزی مظالم عدالتوں کے سربراہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ ادارہ قائم رہا۔ بقول الماوردی: محتسب تجارتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امور میں بھی بڑا اہم کردار ادا کرتا تھا۔ قیمتیں مقرر کرتا تھا۔ مارکیٹ میں ناپ تول کی چیکنگ اور سڑکوں کی دیکھ بھال بھی اس کے ذمے تھی۔ حتیٰ کہ حکیموں اور طبیبوں اور اساتذہ کا بھی احتساب محتسب کے ذمہ تھا۔ تفصیل کے لئے امام الماوردی کی کتاب "الاحکام السلطانیہ" ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد اموی دور میں خلیفہ عبدالمالک نے محتسب کے ادارے کو قائم رکھا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتیں قائم کیں۔ ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا۔ ایک بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم بھی قائم ہوئی۔ خلیفہ خود اس عدالت کی صدارت کرتا اور احتساب کا کام جاری رکھتا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ایک ادارہ ناظر المظالم قائم کیا۔ ملٹری گورنر، وزیر، قاضی اور فقہاء اس ادارے کو چلاتے تھے اور فیصلے صادر کرتے تھے۔ سقوط بغداد اور ہلاکو کی تباہی عالم اسلام کی بدنصیبی تھی۔ اسلام کے ہر ادارے کو زبردست نقصان پہنچا۔ اور یہی عالم محتسب کے ادارے کا بھی تھا۔ خلیفہ مامون نے اس ادارے میں خاصی دلچسپی لی۔ بعدازاں ہم ہندوستان میں بھی محتسب کے ادارے کی جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ ہندوستان میں ۱۱۹۳ء سے لے کر ۱۵۲۶ء تک اور چند سالوں کے وقفے کے بعد ۱۵۵۳ء تک ایسی عدالتوں کی ہمیں جھلکیاں ملتی ہیں۔ بادشاہ دیوان عام کا سربراہ ہوتا تھا۔ انتظامیہ عدلیہ اور دیگر حکام کی نا انصافیوں اور دھاندلیوں کے خلاف عوام کی شکایت سنتا تھا اور ازالہ کردیتا تھا۔

سربراہ مملکت اور احتساب:

اہل مغرب کا نظریہ تو یہ ہے کہ صدر مملکت یا سربراہ مملکت کے خلاف دعویٰ نہیں ہوسکتا اس کا احتساب بھی ممکن نہیں۔ ہڈ فلپس لکھتا ہے:

"The maxim the king can do no wrong: meant not only that the king could not be made liable by action, but also that wrong could not be imputed to the king, and therefore, he could not be said to have authorised another to commit a wrong."

یعنی یہ مقولہ کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی اپنے اندر اس مطلب کو سموئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں ہوسکتی۔ کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسروں کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا۔

الغرض مغربی ممالک میں بلکہ ساری دنیا میں ماسوائے اسلامی ممالک کے جہاں اسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون رائج ہے یہ تصور کارفرما ہے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ذاتی حیثیت میں تو دعویٰ ہوسکتا ہے لیکن سرکاری نوعیت کے دعوے نہیں ہوسکتے۔ ہر ملک میں سربراہ مملکت قانون سے بالاتر ہے۔

ابن خلدون کا نظریہ:

ایک مسلم مملکت میں سربراہ مملکت عوام کی جان و مال اور عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی کا روزگار ختم کردے اور تجارت پر اپنی اجارہ داری شروع کردے تو یہ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

عبدالقادر عودہ کا نظریہ:

عبدالقادر عودہ شہید کے نزدیک اگر اسلامی ملک کا سربراہ مملکت عوام الناس کے حقوق پامال کرے تو اس کے خلاف دعویٰ ہوسکتا ہے۔ وہ احتساب سے نہیں بچ سکتا ہے۔ ان کی دلیل کی بنیاد سورت کہف کی آیت نمبر۱۱۰ ہے:

انما انا بشر مثلکم یوحی الی — کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں جس کی طرف وحی نازل ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ

اسلامی ملک میں سربراہ مملکت قتل کے مقدمات' جنایات برجائیداد یعنی کسی کی جائیداد پر غاصب بن بیٹھنا یا تلف کردینا اور اس قسم کے مقدمات میں احتساب کے دائرہ سے باہر نہیں۔ بحرالرائق' الزیلعی اور شرح فتح القدیر میں بھی اسی نظریئے کی تائید کی گئی ہے۔ سربراہ وقت سے تاوان بھی لیا جاسکتا ہے۔

امام مالکؒ' امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نظریات:

ان سب فقہاء کے نزدیک اسلامی ریاست کا سربراہ احتساب کے دائرہ سے باہر نہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے خلاف قانونی کارروائی ہوسکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ امتناع اور المہذب میں بھی یہی نظریہ درج ہے۔ امام ماوردیؒ کے نزدیک اگر اسلامی ریاست کا سربراہ بدعنوان ہے تو اسے ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔ محمد اسد کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابویوسفؒ بھی اسی نظریئے کے حامی ہیں۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی گورنر حقوق العباد کی خلاف ورزی کرے تو کیا اس کے خلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائی ہوسکتی ہے تو اس پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات گرامی کو قصاص کے لئے پیش فرما دیا کرتے تھے۔

بقول ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ بھی عدالتوں میں عام شہریوں کی حیثیت سے پیش ہوتے تھے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی رائے:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسلامی سربراہ مملکت اگر امور سلطنت کے بارے میں کوئی کام سرانجام دے جو سرکاری نوعیت کا ہو تو تب اس کے خلاف دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ البتہ کوئی ایسا فعل جو ذاتی نوعیت کا ہو تو دعویٰ ہوسکتا ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اپنے خلاف مقدمات میں باقاعدہ طور پر قاضی کی عدالت میں تشریف لے جاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب کی رائے میرے خیال کے مطابق گو بہت ہی مدلل ہے اور دور حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق ہے لیکن فقہ اسلامی کے برعکس ہے۔

احتساب کے ضوابط کی تشکیل

سلطنت عثمانیہ میں احتساب کے بارے میں باقاعدہ طور پر ضوابط تشکیل دیئے گئے۔ محتسب کا ادارہ سلطان بایزید کے دور حکومت (۹۱۶-۸۸۶ء) میں قائم رہا۔ بعدازاں سلطان سلیم اول، دوم، سوم، چہارم کے دور میں بھی یہ ادارہ بطرز احسن کام کرتا رہا۔ یہ ادارہ ۱۸۵۴ء تک قائم رہا۔ عباسی دور کے بعد ایران میں ایک بڑا اہم ادارہ قابل ذکر ہے۔ اس کا نام محتسب الممالک (محتسب اعلیٰ) تھا۔ حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ رضا شاہ پہلوی نے محتسب کے ادارے کو آخر کار ختم کردیا۔ تاہم اگر ہم تاریخ کے آئینے میں محتسب کے ادارے کو دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ یہ ادارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں قائم ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار کا میں نے ذکر کردیا ہے۔ ہندوستان میں یہ ادارہ بالخصوص ان بادشاہوں کے دور میں مقبول رہا۔

۱ غیاث الدین بلبن (۶۴۶ سے لے کر ۶۸۶ھ تک)

۲ فیروز الدین تغلق (۷۵۲ سے ۷۹۰ھ تک)

۳ سکندر لودھی (۹۹۱-۹۹۶ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ اور اس کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں بھی

محمود غزنوی نے بھی اس ادارے میں بڑی دلچسپی لی۔ غیاث الدین بلبن کے دور میں ہر دیہات جس کی آبادی ۲۰۰ سے ۴۰۰ تک تھی وہاں ایک محتسب مقرر کیا جاتا تھا۔ بعدازاں مغل حکمرانوں نے احتساب کے محکمے کو محکمہ کوتوال میں بدل دیا۔ تاہم محتسب کا محکمہ اس لحاظ سے مقبول رہا کہ شراب نوشی' افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کو بھی سزائیں دی جاتی تھیں۔

تفصیل کے لئے امام ابن تیمیہ کی کتاب "رسالہ الحسبۃ فی الاسلام" ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاست کا واحد مقصد یہی ہے کہ شریعت کا نفاذ ہو اور جس نظام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین نے جہاد کرکے قائم کیا تھا وہ قائم ہو۔ لہٰذا کافی حد تک یہ ادارہ اس ضمن میں اپنی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محتسب کی اقسام

محتسب کے ادارے کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو ہمیں محتسب کی مندرجہ ذیل دو اقسام ملتی ہیں۔

۱ محتسب متولی

۲ محتسب متطوع

محتسب متولی اس کو کہا جاتا ہے جو حکومت مقرر کرے۔ جبکہ محتسب متطوع وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اس میں حکومت کا عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔

محتسب کے لئے شرائط

امام غزالی نے محتسب کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کو ضروری قرار دیا:

۱ عاقل ہو

۲ مومن ہو، غیر مسلم محتسب نہیں بن سکتا

۳ عادل ہو اور رذائل سے پاک ہو

۴ حکومت کی طرف سے ماذون ہو

۵ احکام احتساب کو نافذ کرنے میں وہ قدرت رکھتا ہو

نہج البلاغہ میں احتساب کا تصور

امیر المومنین حضرت علیؓ نے گورنر مصر مالک اشتر کے نام جو نامہ گرامی ارسال فرمایا وہ نہایت ہی قیمتی قانونی اور سیاسی دستاویز ہے۔ آپؓ نے کمال تدبر سے اختصار و بلاغت اور حکیمانہ انداز میں احتساب کا تصور اس وقت دیا جب علم سیاست مدون ہی نہیں ہوا تھا۔ فرماتے ہیں:

تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو۔ کھلے دل سے انہیں معاوضہ دو تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے۔ اس بارے میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین پر دنیا کمایا کرتے تھے۔

عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی۔ جسے مقرر کرنا امتحاناً مقرر کرنا۔ رو رعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابق میں اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور با حیا لوگوں کو ہی منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔

عہدہ داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے۔ جو ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی۔ مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا۔ نیک لوگوں کو مخبر بنا کے ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب انہیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا' جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔

مغرب میں محتسب کے ادارے کی تاریخ

مغرب میں محتسب کے ادارے کا نام (Ombudsman) ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ ادارہ پہلے سویڈن میں اٹھارویں صدی میں بنا۔ (Brain Chapman) اپنے مضمون (The Ombudsman) میں رقم طراز ہے:

"The Swedish Ombudsman for Civil Affairs dates back to the eighteen century."

سویڈن میں امبڈسمین کا ادارہ اٹھارویں صدی میں قائم ہوا۔ اس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کی طرف سے سرکاری محکموں کا احتساب کیا جائے۔ چیمپ مین کا کہنا ہے کہ سویڈن کی پارلیمنٹ نے ۱۷۱۳ء میں ایک ادارہ (Hogste Ombudsmannen) کے نام کا شروع کیا۔ اس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ آئین کی حفاظت کی جائے نیز یہ دیکھا جائے کہ سرکاری ملازمین اپنے فرائض تندہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۷۱۹ء میں اس کے نام میں تبدیلی ہوئی یعنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Justiek Asler)۔ بعد میں لوکل پولیس محتسب بھی بنا۔ جس کو (Fisk Alerna) کا نام دیا گیا۔ تاہم موجودہ (Ombudsman) ۱۸۰۹ء کے آئین کے تحت سویڈن میں بنا۔

اہل مغرب کا غلط دعویٰ

اہل مغرب کا غلط دعویٰ

پروفیسر ویڈ (Wade) اور پروفیسر ہڈ فلپس (Hood philips) نیز انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق سویڈن میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ء میں محتسب کا ادارہ قائم ہوا۔ جسے (Parliamentary Agent for Justice) کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل نام (Rikadagens Justitieombudsman) ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کے ساٹھ ممالک میں محتسب کا ادارہ قائم ہے۔ برطانیہ میں پہلی دفعہ محتسب کا ادارہ ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا۔ اسے (Parliamentary Commissioner for Administration) کہا جاتا ہے۔ نیوزی لینڈ میں محتسب کو گورنر جنرل مقرر کرتا ہے۔ انڈیا، ماریشس، تنزانیہ جمیکا اور سیلون (سری لنکا) جیسے ممالک میں بھی یہ ادارہ قائم ہے۔ اسرائیل میں پہلی دفعہ تل ابیب میں ۱۹۶۶ء میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ بشمول امریکہ، ڈین مارک، فن لینڈ اور ناروے میں یہ ادارہ کافی موثر ہے۔ مغربی ممالک میں پولیس کا محتسب Police Ombudsman عدلیہ کا محتسب Judicial Ombudsman اور اخبارات کا محتسب Newspapers Ombudsman جیسے ادارے بھی ملتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ہم (S. M. Haider) کے مضامین دیکھ سکتے ہیں۔

اگر ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو اہل مغرب کا یہ نظریہ قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ثابت ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ء میں سویڈن میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ یہ ادارہ پہلی دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمایا جیساکہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ آپؐ نے ولایت مظالم قائم فرمایا۔ ایسی عدالتوں کو عدالت مظالم بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی عدالتیں جہاں ظلم کے خلاف فریاد سنی جاتی اور ظلم کو دور کیا جاتا۔ شہرہ آفاق مستشرق G.E. Grunebaum نے اپنی تصنیف Islam in Nature and Growth of A Cultural Tradition میں ان عدالتوں کو Court of Torts کہا ہے۔ یعنی ایسی عدالتیں جہاں ہر حاکم اور ہر شخص کا احتساب کیا جاتا تھا۔

احتساب کا عمل پاکستان میں

اب ہم اپنے ملک میں ان اداروں کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذمے احتساب کا کام ہے۔ اخروی احتساب کے بارے میں کافی گفتگو ہو چکی ہے۔ پاکستان میں احتساب کا عمل مندرجہ ذیل اداروں اور تنظیموں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ (موجودہ سیاسی صورت حال میں بعض ادارے کام نہیں کر رہے)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وفاقی محتسب کا ادارہ:

یہ ادارہ ۱۹۸۳ء میں بنا۔ تین سال کے عرصے میں 1,23,565 درخواستیں وصول ہوئیں۔ عدالتی معاملات میں یہ ادارہ مداخلت نہیں کرتا ہے۔ دیگر انتظامی زیادتیوں میں مؤثر ہے۔ جون ۱۹۸۷ء میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہر صوبے میں جوڈیشل محتسب بھی مقرر کیا جائے۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنا کر اب صوبائی محتسب کا ادارہ پنجاب میں قائم کر دیا گیا ہے۔ پہلے صوبائی محتسب جسٹس منیر صاحب کو شہید بھی کیا جا چکا ہے۔

۲۔ وزیر اعظم کی معائنہ ٹیم

یہ معائنہ ٹیم بھی ظلم اور انتظامی زیادتیوں کو روکنے اور سکینڈل اگر ہوں تو تحقیقات کرتی رہتی ہے۔

۳۔ فیڈرل انٹی کرپشن کمیٹی:

اس ادارے کو اور زیادہ مؤثر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ بڑی بڑی کارپوریشنوں اور دھاندلیوں کا احتساب ہو سکے۔ ماضی میں اس ادارے نے اچھا کام کیا ہے۔

۴۔ عدالتیں:

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ (رٹ) کی شکل میں عوام کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرتی ہیں۔ نیز ہر غیر قانونی کام میں گرفت کرتی ہیں۔ سیشن عدالتیں' سول عدالتیں' فوجداری عدالتیں' بینکنگ کورٹس اور سنگین جرائم کی روک تھام میں حالیہ خصوصی عدالتیں دراصل احتساب کا ہی عمل سرانجام دے رہی ہیں۔

۵۔ اسمبلیاں:

مرکزی اور صوبائی سطح پر اسمبلیاں جمہوریت کی شمع ہیں۔ ان میں ہر ظلم اور زیادتی کے خلاف آواز اٹھائی جا سکتی ہے۔

۶۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹیاں:

یہ کمیٹیاں منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور محکموں کا مالی احتساب کرتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷- آڈیٹر جنرل اور آڈٹ کا ادارہ:

یہ ادارے بھی مالی احتساب کرتے ہیں۔ جس سے سرکاری ادارے لگام میں رہتے ہیں وگرنہ آڈٹ کے بغیر دھاندلیوں کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

۸- وزیراعلیٰ معائنہ ٹیم:

پہلے اسے گورنر انسپکشن ٹیم کہا جاتا تھا۔ آج کل اس کا نام بدل گیا ہے۔ مختلف محکموں کا احتساب اس کے ذمے ہے۔

۹- سپریم جوڈیشل کونسل:

سپریم جوڈیشل ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے خلاف دھاندلی کی صورت میں کارروائی کرتی ہے۔ ہائی کورٹ کی سطح پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے عہدے کا ایک آفیسر جسے ممبر انسپکشن ٹیم کہا جاتا ہے ضلعی عدلیہ کے خلاف کارروائی کرسکتا ہے۔

(۱۰) سرکاری ملازمین سے متعلقہ انتظامی قوانین اور محکمانہ تحقیقات:

سرکاری ملازمین کو قابو میں رکھنے کیلئے قوانین موجود ہیں۔ مثلاً Civil Servants Act اور Efficiency and Discipline Rules 1973۔ حال ہی میں پنجاب سول سرونٹس ایکٹ کے دفعہ (۲)۱۲ میں ترمیم کی گئی۔ ۸۔ نومبر ۱۹۸۷ء کی ترمیم کے مطابق اب غلط عناصر کو ۱۰ سال کی ملازمت کرنے کے بعد نوکری سے فارغ کیا جاسکتا ہے۔

۱۱- سالانہ خفیہ رپورٹیں:

یہ بھی سرکاری ملازمین کو قابو میں رکھنے کا ایک بہت بڑا مؤثر ذریعہ ہیں۔ لیکن وہ افسران جو اپنے ماتحتوں پر زیادتی اور ظلم کرتے ہیں۔ ماتحت افسروں کو بھی اپنے افسران بالا کے بارے میں خفیہ رپورٹ لکھنی چاہئے۔ لیکن شاید ایسا ہو نہ سکے؟

۱۲- سیکرٹریٹ میں شکایات کا ازالہ:

لوگوں کی شکایات کا ازالہ کرنے کے لئے SGA and ID میں Implementation and Co-ordination Cell کھولا گیا ہے۔ کافی حد تک مؤثر ہے۔ بالخصوص ملازمین کے بارے میں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ انسداد رشوت ستانی کے قوانین: Anti Corruption Establishment

اس ادارے کے ملازمین اگر خدا خوفی کا جذبہ رکھتے ہوں اور انہیں مناسب سہولیات بھی مہیا ہوں تو غلط کار بیوروکریسی کو اچھی طرح اپنی گرفت میں لے سکتے ہیں۔

۱۴۔ اجلاس عام اور کھلی کچہریاں:

حکومت' وزراء اور افسران بالا مثلاً کمشنر وغیرہ کے دورے' اجلاس عام اور کھلی کچہریاں بھی احتساب کا ایک حصہ ہیں۔

۱۵۔ ڈپٹی کمشنر کا دفتر:

یہاں بھی عوام الناس کی شکایات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔ ضلع کونسل کے معرض وجود میں آنے سے ڈپٹی کمشنر کا ادارہ قدرے کم اہم رہ گیا ہے۔ لیکن یہ پرانے دور کی ایک یادگار ہے۔ فرسودہ بھی ہے اور اہم بھی۔ اس ادارے میں بھی اصلاحات کی ضرورت ہے۔

۱۶۔ سروسز ٹریبونل:

صوبائی اور مرکزی سطح پر سروسز ٹریبونل کافی اہم ادارے ہیں۔ جہاں ملازمین کو انصاف بھی ملتا ہے اور ان کے خلاف مقدمات بھی سنے جاتے ہیں۔

۱۷۔ یونین کا کردار اور وکلاء کا طبقہ:

یونین کے اراکین اگر نیک خصلت ہوں تو احتساب بطرز احسن ہوسکتا ہے۔ اگر یونین خود غلط راہ پر چل پڑے تو بدانتظامی پھیلاتی ہے۔ وکلاء کا طبقہ بھی ہمیشہ قانون کی بالادستی کی خاطر عمل پیرا رہا ہے۔

۱۸۔ نجی شعبے میں احتساب:

سرمایہ دار' کارخانہ دار اور پبلک سیکٹر میں کام کرنے والا ہر تاجر قانون کی گرفت میں تو آتا ہے لیکن تاجر اگر من مانی قیمتیں مقرر کرلیں تو یہ ظلم اور زیادتی کا عمل ہے اور معاشرے کے لئے بدنصیبی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ تحصیل اور ضلعی سطح پر احتساب کا عمل

تحصیل اور ضلعی سطح پر بھلا کیا احتساب ہو سکتا ہے جبکہ پٹواری اور تھانے دار ابھی تک ٹھیک نہیں ہو سکا۔ بشمول دیگر محکموں کے یہ محکمے تو برائی کی جڑ ہیں۔ پٹواری یا پولیس کا اہل کار ہر حال میں مزے میں ہے چاہے جہانگیر بادشاہ بھی تزک جہانگیری میں بیان کردہ دہلی کے پٹواری کو جمنا کے کنارے لہریں گننے پر لگا دے تاہم ملاحوں کی طرف سے جہانگیر کی زنجیر عدل ضروری کھینچی جائے گی۔ خواہ اس پٹواری کو بادشاہ جہانگیر بعد میں قتل ہی کرادے۔ خدا کرے ضلعی سطح پر مقررہ انٹی کرپشن کمیٹیاں اور پرائس کنٹرول کمیٹیاں اور زیادہ موثر ہوں۔

۲۰۔ پولیس احتساب:

پولیس نہ ہو تو شہری کی زندگی اجیرن بن جائے۔ خدا کرے یہ محافظ صحیح محافظ بنیں اور حقوق العباد کی پاسبانی کریں۔ انہیں زیادہ تنخواہیں اور سہولتیں دی جائیں تاکہ غلط کاریاں بند ہوں۔ زیادہ تعلیم یافتہ طبقہ اس مین بھرتی کیا جائے۔

۲۱۔ فوج پر نگرانی:

ملٹری پولیس، انٹیلی جنس، ایف آئی یو اور ملٹری ایکٹ کے تحت کورٹ مارشل جیسی کارروائیاں فوج پر یقیناً کڑی نگرانی ہیں۔

۲۲۔ ایف آئی اے:

یہ ادارہ بھی کافی موثر ہے۔ بالخصوص مرکزی محکمہ جات اور اداروں کے لئے اس کو اور زیادہ مؤثر بنایا جائے اور ملازمین کو زیادہ سہولتیں دی جائیں۔

چند تجاویز

پاکستان میں احتساب کے عمل کو تیز تر کرنے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں تاکہ معاشرہ مثالی بن سکے اور مسائل حل ہوں۔ اس ضمن میں یہ گزارش ضرور ہے کہ معاشی مسائل کا حل ہی دراصل دیگر مسائل کو حل کرنے میں بہت مد ثابت ہوتا ہے۔ جہاں تک محتسب کے ادارے کا تعلق ہے میری نظر سے حال میں ہی صفدر جاوید سید کا مقالہ (Hisba and Mutasib) گزرا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئی ہیں:

۱۔ پولیس کے نظام میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ موجودہ حالات میں معاشرہ کی ضروریات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو یہ محکمہ پورا نہیں کر رہا۔

۲۔ پاکستانی معاشرے کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے محتسب کو ایسا قانونی اختیار دیا جائے جس سے وہ عوام کے اخلاق کو سدھار سکے۔

۳۔ منشیات کی روک تھام کا کام محتسب کو دیا جائے۔ اس طرح صوبائی محکمہ ایکسائز کے سٹاف میں کمی کی جاسکتی ہے۔

۴۔ رشوت کی روک تھام اور عوام الناس کے حقوق کی پامالی کی صورت میں محتسب کے پاس مکمل ضابطہ موجود ہو جس کے تحت وہ ان لوگوں کی گرفت کر سکیں۔ جو پکڑے جائیں اور زیادتیوں کے مرتکب ہوں۔

۵۔ خوراک میں ملاوٹ کے مقدمات صرف اور صرف محتسب کے دائرہ کار میں ہوں۔

۶۔ ڈویژنل اور ضلعی سطح پر بھی محتسب ہونے چاہئیں۔

یہ تجاویز کافی حد تک قابل عمل اور مفید ہیں۔ ہر سطح پر چاہے وہ صوبائی ہے یا ضلعی یا ڈویژنل' محتسب کا ہونا وقت کی ضرورت ہے۔ ڈپٹی کمشنر کا ادارہ کافی کمزور ہوگیا ہے۔ اس میں اتنی سکت نہیں کہ پولیس کا محاسبہ کرسکے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ضلع میں محتسب کو انتہائی با اختیار بنایا جائے۔ اسی طرح تحصیل کی سطح اور تھانے کی سطح تک محتسب ہونے چاہئیں۔ حکومت فضول اور بے کار محکموں کو یا تو ختم کردے یا ان کے سٹاف میں کمی کردے تاکہ قومی سرمایہ بچے اور محتسب جیسے ادارے پھلیں اور پھولیں۔ محمود احمد غازی صاحب اپنے مضمون اسلامی ریاست میں ادارہ محتسب میں رقم طراز ہیں:

"ہمارے کلاسیکی ادوار میں جو معاملات ادارہ احتساب کے زیر نگرانی تھے ان میں سے بہت سے دوسرے اداروں کو سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ احتساب کے نام سے کوئی باقاعدہ ادارہ ہماری معلومات کی حد تک کسی اسلامی ملک میں موجود نہیں۔ سعودی عرب میں ھیئۃ الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کے نام سے ایک موثر ادارہ سعودی دور حکومت کے آغاز میں قائم کیا گیا تھا لیکن اس کا دائرہ کار بہت محدود تھا اور صرف دینی فرائض کی پابندی کرانے کا ذمہ دار تھا۔"

ان کے خیال کے مطابق محتسب اعلیٰ کے ادارے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اس ادارے کو اسلام کے ایوان مظالم یا ادارہ مظالم سے ہم آہنگ کردیا جائے تاکہ ہم ایک متروکہ اسلامی روایات کو زندہ کرنے کے قابل ہوسکیں۔

مندرجہ بالا تجاویز بہت ہی مفید ہیں۔ اب چند اور تجاویز پیش کرتا ہوں تاکہ احتساب کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل تیز تر ہو اور پاکستانی معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگا جاسکے۔

۱۔فقہ اسلامی کا نفاذ:

گزشتہ ماہ ایک اخبار میں یہ خبر پڑھ کر دل دہل گیا کہ ایک درندہ صفت انسان نے ایک شیرخوار بچی جس کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور بعد میں قتل کردیا۔ ایسی خبریں ہمارے لئے باعث شرم و عار ہیں۔ جب تک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ نہیں ہوگا۔ حالات سدھر نہیں سکیں گے۔ اہل مغرب اور بعض مغرب زدہ ذہن اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ اسلامی قوانین میں درندگی ہے۔ مثلاً حدود سرقہ میں ہاتھ کاٹ دینا۔ اس ضمن میں ایک تقابل مطالعہ پیش کرتا ہوں۔ آپ خود انصاف کرلیں کہ کیا اسلامی قوانین میں درندگی اور بربریت ہے یا بقول محمد اسد دیگر اقوام جدید دور جہالت سے گزر رہے ہیں۔

ملاحظہ ہو کہ محمد اسد نے "Road to Makka" میں اس دور کو "جدید جاہلیہ" کہا ہے۔ اور یہ خیال بالکل درست ہے۔

بقول شیخ الازہر علامہ عبدالحکیم محمد' سعودی عرب میں ۱۸ سال کے عرصے میں صرف ۱۰ آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ (بحوالہ اسلامی حدود از مولانا سید محمد متین ہاشمی)

جبکہ ۲۹ اگست ۱۹۷۲ء (Daily News) کراچی کے شمارے کے مطابق جس میں امریکہ کے FIB کے ادارے کی رپورٹ پیش ہے' امریکہ میں ۱۹۷۱ء میں مندرجہ ذیل جرائم کا ارتکاب کیا گیا:

افراد کا قتل:	۱۷۲۳۰
زنا بالجبر:	۴۲ ہزار
ڈاکے:	تین لاکھ پچاسی ہزار نو سو دس
ناجائز اسقاط حمل:	۲ لاکھ سے ۱۲ لاکھ

بحوالہ رسالہ (Panorama) ۲۴' ol/۱ نمبر ۹ کالم ۱۳ صفحہ نمبر ۲' میں ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۶ء کے اعداد و شمار دیکھے جاسکتے ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے دودھ پیتی بچی کے قتل کا واقعہ ہمارے لئے باعث عبرت ہے: میں من و عن اس دردناک واقعہ کو نقل کرتا ہوں:

"دودھ پیتی بچی کو زیادتی کے بعد قتل کردیا گیا"

کراچی (نمائندہ خصوصی) بریگیڈ پولیس نے ایک نوجوان جاوید کو ڈیڑھ سالہ شیرخوار ملنگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بی بی سے زیادتی اور قتل کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔ پولیس کے مطابق ڈیڑھ ماہ قبل ملزم لائنز ایریا کی ایک جھونپڑی سے اپنی ماں کی آغوش میں سوئی ہوئی شیرخوار ملنگ بی بی کو اغوا کرکے کچھ دور لے جاکر مجرمانہ حملہ کیا اور پھر ملنگ بی بی کو تشویش ناک حالت میں چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ بعدازاں بچی جاں بحق ہوگئی۔ روزنامہ جنگ

یہ خبرپڑھ کر سورت التکویر کی آیات نمبر۸ اور ۹ یاد آگئیں۔

وَاِذَا الْمَوْئٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝

اور جب زندہ درگور بچی سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کردیا گیا؟

جب تک نظام مصطفیٰ مکمل طورپر پاکستان میں رائج نہیں ہوتا' ایسی ہزارہا روحیں چیخ چیخ کر ہم سے قصاص کا مطالبہ کرتی رہیں گی۔

سابقہ صفحہ پر میں نے سعودی عرب میں نظام عدل کے بارے میں عرض کیا تھا کہ اس کو نشانہ ہدف بنانے والے محض غلط فہمی کا شکار ہیں۔ جرائم کو صرف اس صورت میں قابو کیا جاسکتا ہے جبکہ فقہ اسلامی صحیح معنوں میں نافذ ہو۔ اب ۱۴۰۳ھ میں سعودی عرب میں جرائم کی یہ صورت تھی:

توزیع القضایا الملاحظه من هیئه التمییز بالمنطقه الغربیه خلال عام ۱۴۰۳ھ حسب المناطق

قضایا

م	المنطقه	حقوقیه	جنائیه	اضافیه	المجموع النسبیه	
۱	الجوف	۴۳	۱۲	۱	۵۶	٪۲۴۳
۲	تبوک	۲۳	۱۴	۴۰	۵۱	٪۲۱۳
۳	المدینه	۲۲۶	۹۲	۲۳	۳۳۱	٪۱۸٬۳۳
۴	مکه المکرمه	۶۰۳	۲۹۰	۶۱	۹۵۳	٪۳۹٬۸۷
۵	القنفذة	۱۵	۳	۶	۲۴	٪۱٬۰۰
۶	الباحه	۵۲	۲۱	۱	۷۳	٪۳٬۰۹
۷	عسیر	۲۵۶	۳۳	۲۱	۳۲۱	٪۱۷٬۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸	جازان	۱۹۳	۹۰	۳۶	۳۱۹	٪۱۳٫۳۳
۹	نجران	۲۹	۱۶	۸	۵۳	٪۳٫۲۲
الاجمالی ۱۶۵۰		۵۸۲	۱۶۱	۲۳۹۳	٪۱۰۰	

سعودی عرب کے متعلق ۱۴۰۳ھ یعنی ۱۹۸۳ء میں منطقہ غربی (مغربی خطہ) میں جرائم کی یہ صورت حال تھی:

کل مقدمات جو دائر ہوئے ۲۳۹۳

محض فوجداری مقدمات ۵۸۲

صرف تین مقدمات جو فوجداری نوعیت کے تھے ان میں سزا ہوئی۔

اب سعودی عرب کی وزارت العدل کی رپورٹ منطقہ غربیہ کے بارے میں ملاحظہ ہو۔

توزيع القضايا الجنائية المنفوضة النمييز

بالمنطقة الغربية خلال عام ۱۴۰۳ھ على مستوى المناطق

م	المنطقة	صدم	ضرب	حبس حر	سرقہ	قتل	فاحشہ	اخری	الاجمال	النسبہ
				وتوقف						
۱	الجوف	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۲	تبوک	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۳	المدینہ منورہ	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۴	مکہ المکرمہ	---	۱	۱ ---	---	---	---	---	۲	٪۶۶٫۶۷
۵	القنفذہ	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۶	الباحہ	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۷	عسیر	---	۱	--- ---	---	---	---	---	۱	٪۳۳٫۳۳
۸	جازان	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۹	نجران	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
	الاجمال	---	۲	۱ ---	---	---	---	---	۳	٪۱۰۰

مندرجہ بالا نقشہ برائے مقدمات جنائیہ یعنی (فوجداری مقدمات) جو منطقہ غربیہ کے بارے میں ہے۔ مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے:

ضرب ۲ مقدمات

شراب نوشی ۱ مقدمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل مقدمات

اب نقشہ برائے فوجداری مقدمات علاقہ جات کی ترتیب کے ساتھ دیکھیں۔

توزيع القضايا الجنائيه المنفوضه التمييز بالمنطقه الغربيه خلال عام ۱۴۰۳ھ على المناطق

م	المنطقه	صدم	ضرب	سب ستر وقذف	سرقه	قتل	فاحشه	اخرى	الاجمال	النسبه
۱	الوسطى	---	۲	۱---	۱	۱	---	۱	۹	٪۶۱٫۳۹
۲	الدوادى	---	---	--- ---	۱	---	---	---	۱	٪۷٫۱۳
۳	النصهم	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۴	حائل	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۵	الحدود الفسلها	۱		--- ---	۱	---	---	---	۳	٪۳۱٫۱۳
۶	الاحساء	---	---	--- ---	---	---	---	---	---	---
۷	الشرقيه	---	---	--- ---	---	---	۱	---	۱	٪۷٫۱۳
	المجموع	۱	۲	۲---	۲	۲	۲	۱	۱۴	٪۱۰۰

اب نقشہ برائے مقدمات جنائیہ یعنی (فوجداری مقدمات) ملاحظہ ہو۔ ریاض میں ۱۴۰۳ھ میں علاقہ جات کی ترتیب کے ساتھ مقدمات کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

دکھ اور اذیت کے مقدمات	۱
ضرب	۲
قذف	کوئی نہیں
شراب نوشی	۲
سرقہ (چوری)	۲
قتل	۲
فاحشہ (بے حیائی کے مقدمات)	۲
متفرقات	۱
کل مقدمات	۱۴

جرائم کی کمی کا اندازہ بخوبی ان نقشوں سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ اسلامی کے نفاذ کی وجہ سے سعودی عرب شریف میں جرائم میں کتنی کمی واقع ہوئی ہے۔ تقابلی مطالعہ کے طور پر امریکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جرائم کی صورتحال یہ ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U.S.A.) کے ۱۹۸۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مندرجہ ذیل جرائم کا ارتکاب ہوا۔ چند جرائم ملاحظہ ہوں:

۳ کروڑ ۴۶ لاکھ ۱۰ ہزار	(حملہ) Assault
۶ کروڑ ۱۷ لاکھ	Violent Crimes
۴۸ لاکھ ۴۶ کروڑ ۶۰ لاکھ	جائیداد کے بارے میں جرائم (Property Crimes)
۸ لاکھ ۶۰ ہزار	قتل
۲ کروڑ ۲۵ لاکھ ۱۰ ہزار	رہزنی (Robbery)
۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار	زنا بالجبر
۱۳ کروڑ ۴۴ لاکھ ۶۰ ہزار	نقب زنی
۳ کروڑ ۱۰ لاکھ ۳۰ ہزار	چوری (Larcency)
۵ کروڑ ۷ لاکھ ۸۰ ہزار	کاروں وغیرہ کی چوری (Motor Vehicle Theft)

مقدمات قتل میں مندرجہ بالا رپورٹ کے مطابق صرف ۱۸ اشخاص کو سزائے موت (Execution) ہوئی۔

۱۹۸۷ء میں پاکستان میں جرائم کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔(۶۸)

سنگین وارداتیں	۵۷ ہزار
قتل کی واردات	۶۴۰۴
ڈکیتی	۳۰۷
چوری	۱۱۸۶
رہزنی	۸۱۹۰
فسادات	۲۴۷۰
اغوا کے مقدمات	۵۱۲۴

مندرجہ بالا جرائم کی صورت حال خاصی تشویش ناک ہے۔ پولیس اکثر و بیشتر مقدمات درج ہی نہیں کرتی۔ کئی دفعہ با اثر افراد یا پارٹیوں کی وجہ سے معاملات تھانوں تک پہنچتے ہی نہیں اور صلح کرلی جاتی ہے۔ مثلاً چوری کے مقدمات' کسی حد تک مندرجہ بالا اعداد و شمار کو اگر ہم امریکہ میں ارتکاب کئے گئے جرائم کے مقابلے میں دیکھیں تو خاصی تسلی ہوتی ہے۔ وہاں تو ان کی رپورٹ کے مطابق کروڑوں کی تعداد میں جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ پاکستان میں معاشی حالت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سدھارنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ حالات بہتر ہوں اور جرائم کم ہوں۔ اسلام تدریج کا سبق دیتا ہے۔ معاشی فلاح کے بعد سخت گیر انتظامیہ اور بے داغ عدلیہ جرائم کو روکنے میں انشاء اللہ کامیاب ہوگی۔ جیسے کہ سعودی عرب میں نظام رائج ہے۔ لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد صحیح معنوں میں عدل و انصاف رائج ہو سکتا ہے۔

معاشی ترقی اور جرائم

بعض لوگوں کا یہ خیال کہ غربت جرائم کو جنم دیتی ہے درست ہے۔ اسی طبقے کا خیال ہے کہ سعودی عرب میں جرائم اس لئے کم ہیں کہ وہاں غربت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ جان پیکسٹن John Paxton نے مختلف ممالک کے Per Capita Income کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

ڈینمارک	= امریکن ڈالر ۱۳۱۲۰
انڈیا	= امریکن ڈالر ۲۶۰
ناروے	= ۱۲۹۲۳
سعودی عرب	= ۱۲۶۰۰
انگلینڈ اور شمالی آئرلینڈ	= ۹۱۱۰
ریاست ہائے متحدہ	= ۱۳۸۲۰

یہ اعداد و شمار ۱۹۸۱ء کے ہیں۔ GNP PER CAPITA

یعنی ہر سال قوم جو کماتی ہے اگر اس کمائی کو ہر فرد پر بکھیر دیا جائے تو مندرجہ بالا امریکن ڈالر اس کی آمدن بنتی ہے۔ ڈنمارک' ناروے' انگلینڈ و شمالی آئرلینڈ اور ریاست ہائے متحدہ میں اس کے باوجود جرائم بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً

ڈینمارک میں ناجائز بچوں کی پیدائش: Illegitimate Births

۱۹۸۰ء	= ۳۳ء۲ فیصد
۱۹۸۱ء	= ۳۵ء۸ فیصد
۱۹۸۲ء	= ۳۸ء۳ فیصد
۱۹۸۳ء	= ۴۰ء۶ فیصد

ڈین مارک میں روزانہ اوسط جرائم کی صورت حال یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجداری مقدمات میں ملوث مرد حضرات = ۳۱۳۱

فوجداری مقدمات میں ملوث عورتیں = ۱۲۵

اس سے آپ اس نام نہاد ترقی یافتہ ملک کی اخلاقی گراوٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ثابت یہ ہوا کہ معاشی ترقی اور معاشی خوشحالی جرائم کی روک تھام میں ناکام رہ جاتی ہے۔

پاکستان میں جرائم اور پولیس اصلاحات

پاکستان میں بڑھتے ہوئے جرائم کے حوالے سے ایک ضروری بات یہ ہے کہ پولیس کا احتساب ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ پولیس اصلاحات بھی کی جائیں۔ پاکستان میں پولیس ایکٹ ۱۸۶۱ء کے تحت پولیس کا نظام چلایا گیا۔ یہ فرسودہ نظام ابھی تک چل رہا ہے۔ صدیاں بیت گئیں لیکن پولیس کا وہی نظام چل رہا ہے۔ پاکستان کی پولیس کے بارے میں سابقہ انسپکٹر جنرل پولیس حافظ ایس۔ ڈی جامی نے اپنے مقالہ Police Administration میں تحریر کیا ہے کہ پولیس کی وردی دھشت اور خوف کی علامت ہے۔ عوام پولیس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

انڈین پولیس کے ایک سابق چیف (Mr. Rebeiro) اپنی آبیتی Bullets for Bullets) میں لکھتا ہے کہ اس کے تجربے کے مطابق دو چیزیں سامنے آئی ہیں۔

1۔ آج کل کی پولیس سیاسی دباؤ کے تحت کام کر رہی ہے۔

2۔ عدلیہ کا ادارہ بھی تنزل کا شکار ہے۔

پاکستان کے حوالے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنی پولیس کو سیاست سے الگ رکھنا ہوگا تاکہ قانون کی بالادستی ہو۔ اس طرح جرائم کی بیخ کنی ہوگی۔

پاکستان میں بڑھتے ہوئے جرائم اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ ہمیں اپنی پولیس کی تنظیم کرنا ہوگی اور جرائم کے معاشرتی و معاشی اسباب کو روکنا ہوگا۔

پاکستان میں یکم جنوری سے ۳۱ مارچ تک جرائم ملاحظہ ہوں:

قتل : ۲۲۳۸

زنا بالجبر : ۲۷۲

(یہ اعداد و شمار اس دور کے وفاقی وزیر پارلیمانی امور نے دیئے تھے۔)

بیری ٹرنر (Barry Turner) نے (1998-99ء) میں شائع ہونے والی کتاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(The Statesmans, Yearbook) کے صفحہ نمبر ۱۰۹۵ پر پاکستان میں جرائم کی صورت حال پر یوں روشنی ڈالی ہے :

کل جرائم : ۱۹۹۳ء ۲۹۰۲۵۵

کل جرائم : ۱۹۹۴ء ۳۲۰۸۰۷

سید اظہر حسن ندیم نے اپنی کتاب (The Punjab police in a comparative perspective) میں پولیس کے نظام میں اصلاحات کیلئے مفید تجاویز دی ہیں۔ ان کے خیالات کے مطابق پولیس کے نظام میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ سید اظہر حسن ندیم نے اپنی ایک اور کتاب "اپنی پولیس" میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پولیس کی بنیادی ضرورتوں کو بھی پورا کرنا حکومت کا فرض ہے تاکہ یہ فورس بطرز احسن کام کر سکے۔

جرائم کی بیخ کنی میں پولیس کا کردار، پولیس کا احتساب اور پولیس اصلاحات سے متعلقہ ایک وسیع لٹریچر مغرب میں شائع ہوا ہے۔ مزید مطالعہ کیلئے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(1) R.S.Bunyard (Police Organization and Command)

(2) Don Campbell (police - The Exercise of power)

(3) Bradley, Walker and Wilkie (Managing the police)

(4) Pope and weiner (Modern policing)

(5) D.W.P. Varwell (Police and the public)

(6) D.O . Schultz (Modern police Administration)

(7) Richard Quinney (Criminology)

(8) Col. M.J. Fitzgerald (Hand book of Criminal Investigation)

(9) Cuncliffe and Piazza (Criminalistics and scientific Investigation)

(10) Thomas Johnson, Misner and Brown (The police and Society)

پاکستان کے علاوہ اب میں برطانیہ کے جرائم کے بارے میں اظہار کروں گا کہ وہاں بھی جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں تو صورت حال پھر بھی بہتر ہے۔ پیکٹسن نے برطانیہ میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کی عکاسی اپنی تحریروں میں کئی مقامات پر کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیکسٹن Paxton نے اعداد و شمار مندرجہ ذیل ذرائع سے حاصل کئے ہیں:

(1) Criminal Statistics, England and Wales, 1984.

(2) Prison Statistics, England and Wales, 1983, H.M.S.O. 1984.

(3) Paterson, A.,The Law Lords, London, 1982.

مختصراً یہ عرض کرتا ہوں کہ برطانیہ میں دیوانی مقدمات کی صورتحال یہ ہے:

برطانیہ میں دیوانی مقدمات:	۱۹۸۱	۱۹۸۲	۱۹۸۳
ہائی کورٹ آف جسٹس:			
چانسری ڈویژن	۱۵۶۵۰	۱۷۱۱۹	۱۸۳۴۰
کوئینز بنچ ڈویژن	۱۸۳۵۷۴	۱۶۵۴۹۱	۱۸۰۱۷۸
فیملی ڈویژن	۱۰۸۱	۱۴۲۶	۱۳۳۸
کاؤنٹی کورٹس	۱۸۸۸۱۲۵	۲۱۲۰۲۰۷	۲۱۷۷۴۲۷

برطانیہ کی ہائی کورٹ کی زبوں حالی اور نام نہاد سستے انصاف کا حال آپ نے اوپر دیکھا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں مقدمات دائر ہوتے ہیں۔ نچلی سطح پر کاؤنٹی کورٹس جیسے ہماری (سول عدالتیں ہوتی ہیں) میں لاکھوں کی تعداد میں مقدمات دائر ہوتے ہیں۔ زیادہ تر ان میں عائلی قوانین کے تحت دعوے دائر ہوتے ہیں۔ خوشحالی و ترقی کے باوجود وہاں کے معاشرے کا سکون لٹ چکا ہے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار انگلینڈ اور ویلز کے ہیں۔ سکاٹ لینڈ اس میں شامل نہیں ہے اور نہ ہی شمالی آئرلینڈ وغیرہ۔

برطانیہ میں فوجداری مقدمات اور جرائم

پیکسٹن کی مندرجہ بالا رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں فوجداری مقدمات اور جرائم کی صورتحال حسب ذیل ہے۔

بچوں کے جرائم:

دس سال اور اس سے اوپر والے بچوں کے جرائم ملاحظہ ہوں:

مجسٹریٹ کی عدالتیں:	۱۹۸۲ء	۱۹۸۳ء
	۲۳۰۲۸۱۱	۲۲۲۳۲۶
کراؤن کورٹس:	۶۷۴۴۳	۷۲۸۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں دیگر چھوٹے چھوٹے مقدمات شامل نہیں جن میں وارننگ وغیرہ دی گئی ہو۔ وہ تفصیل کے لئے سابقہ صفحات پر درج ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں انگلینڈ اور ویلز میں جیلوں' بورسٹل جیسے اداروں اور دیگر اس قسم کے اداروں اور ہوسٹلوں میں جہاں مجرموں کو رکھا جاتا ہے کل تعداد ۴۳۴۶۲ تھی ان میں سے ۳۷۱۳۶ کو سزا ہوئی۔

آٹھ سے پندرہ سال کے بچوں میں بھی جرائم ہیں۔ اور اس کی وجہ واضح ہے۔ سکولوں میں جنسی میل جول اور Sex کے بارے میں تعلیم ان بچوں کے اخلاق کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ حتیٰ کہ بچوں میں بھی شراب نوشی ہے۔ اگر انگلینڈ اور ویلز کے علاوہ سکاٹ لینڈ میں بھی جرائم کا ملاحظہ کیا جائے تو پیکسٹن کی مندرجہ بالا رپورٹ تفصیل کے لئے دیکھی جاسکتی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہم ابھی تک برطانوی قانون کے پجاری ہیں اسے اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں اور فقہ اسلامی کو وحشی قانون (معاذاللہ) کہہ کر غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ کے آئین میں آٹھویں اور چودھویں ترامیم

Paxton تحریر کرتا ہے:

"The U.S. Supreme Court had held the death penalty as applied in general statutes to contravene the eighth and fourteenth amendments of the U.S. Constitution as a cruel and unusual punishment when used so irregularly and rarely as to destroy its deterrent value."

بقول Paxton قریباً ۱۹۸۲ء سے سزائے موت بے فائدہ اور فضول سزا سمجھی جاتی ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ کے مطابق فوجداری مقدمات میں سزائے موت امریکہ کے آئین کی آٹھویں اور چودھویں ترامیم کی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ سزائے موت ایک ظالمانہ سزا اور غیر ضروری بھی ہے۔ امریکہ میں قتل کے مقدمات میں سزائے موت کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

۱۹۶۷ء	۲ افراد (کو سزائے موت دی گئی)
۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۶ تک	کوئی سزائے موت نہیں دی گئی
۱۹۷۷ء	ایک ملزم نے جس کا جرم ثابت ہوگیا تھا خود عدالت کو درخواست دی کہ مجھے سزائے موت دی جائے۔
۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۲ء تک	۲ افراد (کو سزائے موت سنائی گئی)
۱۹۸۳ء	۱۰۵۰ (افراد کو سزائے موت سنائی گئی)

Paxton نے تحریر کیا کہ امریکہ میں کل سزائے موت جو دی گئی وہ ملاحظہ ہو۔

۱۹۳۰ء سے ۱۹۸۲ء تک	۳۸۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفتری	۳۸ روپے
ڈرائیور	۶۰

یہ وہ تنخواہیں تھیں جو ملازمت شروع کرتے وقت ملتی تھیں یا متعلقہ اسامی پر کام کرنے کی صورت میں حاصل کی جاسکتی تھیں۔ چند سال قبل مثلاً ۱۹۶۷ء میں حکومت پنجاب کے سیکشن آفیسر کی ۴۵۰ روپے سے شروع ہوتی تھی جبکہ سونے کا بھاؤ قریباً ۱۰۰ یا ۱۲۵ روپے فی تولہ تھا۔ اس لحاظ سے رقم یا تنخواہ کم از کم موجودہ ریٹ کے مطابق ۱۲ ہزار روپیہ بنتی ہے۔ سونے کا بھاؤ اگر ۲۵ یا ۳۰ روپیہ تولہ ۱۹۴۷ء کے لگ بھگ ہو تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ افسران بالا کی تنخواہیں ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ بنتی ہیں۔ گورنمنٹ کا طبقہ حقیقت میں بڑی بری طرح پسا ہے۔ مہنگائی کے لحاظ سے تنخواہیں نہیں بڑھ سکیں۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے توکل' صبر اور شکر ہمارے لئے بڑی دولت ہے میں نے اپنی آنکھوں سے بعض راشی اہلکاروں اور افسروں کی اولادوں کو برباد ہوتے دیکھا ہے۔ وہ راشی افسر جو لاکھوں اور کروڑوں روپے کماتے ہیں اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ انہیں یا ان کے بیوی بچوں کو ایسے مہلک امراض لاحق ہوتے ہیں کہ ان کا علاج انگلینڈ اور امریکہ سے قریب تر ملک میں تو نہیں ہوتا ہے۔ میں نے زندگی میں بغور دیکھا ہے کہ دیانت دار اشخاص چاہے وہ ملازمین کا طبقہ ہو یا دیگر معاشرے کے افراد ہوں ان کو روحانی سکون ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی ضروریات کو پورا کر دیتے ہیں۔ اولاد نیک اور لائق نکل آتی ہے یا کہیں سے کوئی فائدہ مل جاتا ہے۔ کاروبار میں نفع ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے معاشرے کی زبوں حالی کا تو یہ عالم ہے کہ دیانتدار کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں۔ معاشرے میں ان افراد کی قدر ہوتی ہے جو دولت سے کھیل رہے ہوں۔ میرے ایک سابق کمشنر صاحب بتانے لگے کہ ایک پٹواری کے خلاف رشوت کی شکایات تھیں چنانچہ تحقیقات کرائی گئیں تو پتہ چلا کہ پٹواری صاحب نہ صرف اپنے گھر کے ایئرکنڈیشنڈ کمروں میں رہتے ہیں بلکہ ان کا ایک صاحبزادہ ماسکو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کررہا ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ایسے ناسوروں اور بدقماش عناصر سے نفرت کی جائے۔ یہ حوصلہ شکنی کم از کم اگر رشوت کو روک نہیں سکتی تو دولت کمانے کے رجحان کو کم تو کرسکتی ہے۔ ایسے لوگوں کا محاسبہ حکومت کا فرض ہے۔ افسران بالا کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ نہ خدا خوفی نہ ہی وطن کا احساس۔

معاشرے کا ہر طبقہ چاہے وہ سرکاری ملازم ہے' تاجر ہے یا زمین دار خود احتسابی کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے سنہری اصولوں پر عمل کرے۔ مومن کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت یہ ہوا کہ اہل مغرب کے نزدیک اگر اوروں کی جانیں تلف کی جائیں اور لاکھوں افراد قتل کئے جائیں تو یہ بربریت نہیں اور نہ ہی کوئی وحشیانہ فعل بلکہ اصل بربریت تو یہ ہے کہ اصل قاتلوں کو قتل کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت دی جائے۔ عجیب منطق ہے؟

مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سعودی عرب کا ماڈل ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔ پاکستان میں جو جرائم کے اعداد و شمار دیکھے ہیں وہ یورپی ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ فقہ اسلامی کے نفاذ کے بعد قوی امید ہے کہ جرائم کم ہوں گے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا نفاذ ہی صحیح معنوں میں جرائم کو ختم کرسکتا ہے۔ اور اس کے نفاذ سے بربریت نہیں پھیلے گی بلکہ معاشرے میں امن اور سکون ہوگا۔

معاشی مسائل کا حل

سرکاری ملازمین کی طرف سے رشوت کا ایک جواز یہ ہے کہ تنخواہیں کم ہیں۔ میں ان سے متفق ہوں کہ تنخواہیں کم ہیں لیکن بدعنوانی کو کسی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر تنخواہیں کم ہیں تو لوگ سرکاری ملازمتیں نہ کریں اور کاروبار کرلیں۔ تاہم مطالعے کی خاطر میں ماضی کی تنخواہوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ضمن میں حکومت پاکستان کی 1962-1952 Commission (Report of The Pay and Services حکومت پاکستان کے پے کمیشن نے تنخواہوں کے اس ڈھانچے کی تجویز ۱۹۴۹ء-۱۹۴۸ء) میں پیش کی تھی۔

مرکزی سیکرٹری	۲۵۰۰ روپے
جائنٹ سیکرٹری	۲۰۰۰ روپے
ڈپٹی سیکرٹری	۱۵۰۰ کم از کم مع سپیشل پے ۳۰۰ روپے

سینئر سکیل سی ایس پی اور پاکستان

فارن سروس کے افسران	۷۰۰ روپے (بغیر سپیشل پے)
انڈر سیکرٹری	۱۲۰۰ روپے کم از کم
دفاتر سپرنٹنڈنٹ	۲۰۰ روپے
سٹینو گرافر	۱۶۰ روپے
اسسٹنٹ	۱۰۰
میٹرک کلرک	۶۰ روپے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی واقعی ایک مسافر کی سی ہے جو تھوڑی دیر کے لئے ایک شجر سایہ دار کے نیچے ستا لیتا ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ہر انسان یہی سوچے کہ اسے موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اور ہمیں اسی رات اپنے خداوند کریم کے ہاں جواب دینا ہوگا۔ عذاب قبر' عذاب حشر اور عذاب جہنم کیا کم ہیں؟ وہاں صرف اپنے اچھے اعمال ہی کام آئیں گے۔ میانوالی میں چند سال قبل ہمارے پڑوس میں رہنے والے ایک گورکن نے ایک قبر تیار کرتے وقت غلطی سے ساتھ والی قبر قدرے کھود ڈالی تو بچھوؤں سے بھری پڑی تھی۔ گورکن زبردست خوف زدہ ہوا اور اس نے قبر کو بند کردیا معلوم ہوا کہ یہ ایک گناہ گار شخص کی قبر تھی۔ میری والدہ ماجدہ بتلاتی ہیں کہ انہوں نے راولپنڈی میں ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ ایک قبرستان سے گزرتے ہوئے ایک تھانیدار کی قبر دیکھی جو بارش کی وجہ سے قدرے مخدوش تھی اور اس میں بچھو خاصی مقدار میں جمع تھے۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں آپ نے بھی سنی ہوں گی اور پڑھی ہوں گی۔

خود احتسابی کا عمل: قناعت اور توکل کا جذبہ

اسراف اور خودنمائی معاشرے میں بدقسمتی سے رچ چکی ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم رہنمائے کاروان انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کریں۔ جو کئی کئی دن فاقہ فرمایا کرتے تھے' گھر مبارک میں کئی کئی دن چولھا تک نہیں جلتا تھا۔ آپ نے اپنی پیاری بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں آٹے کی ایک چکی دی تھی۔ آپ نے رحلت فرماتے وقت کتنی جائیداد چھوڑی تھی؟ کتنا سرمایہ جمع کیا تھا؟ تاریخ آپ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کئے ہوئے ہے۔ سورۃ آل عمران زندگی کے تصور کو بڑی خوبی سے بیان فرماتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ

لوگوں کے لئے مرغوبات نفس عورتیں' اولاد' سونے چاندی کے ڈھیر' چیدہ گھوڑے' مویشی اور زرعی زمینیں' بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔

(سورۃ آل عمران:۱۴)

آیئے! توبہ کرکے ہم ایک نئی روحانی زندگی کا آغاز کریں اور زندگی کے ہر لمحے کا احتساب کریں مالک کائنات جس کی عدالت میں ہمیں ایک دن ضرور حساب کتاب دینا ہے وہ غفور بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور رحیم بھی ہے' کریم بھی ہے اور غفار بھی ہے۔۔۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

اگر ہم دنیاوی قوانین کی گرفت سے بچ بھی نکلیں تو اخروی گرفت اور جواب دہی سے ہم نہیں بچ سکتے۔ یہ ہے اسلام میں احتساب کا تصور جو اسے دیگر نظام ہائے زندگی سے ممتاز کرتا ہے۔

چند پاکستانی خواتین ناراض کیوں ہیں؟

جیسا کہ مندرجہ بالا صفحات میں ذکر کیا ہے ڈین مارک میں ۱۹۸۳ء میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے ۴۰٫۶ فیصد ولدالزنا تھا۔ اگر ہم ان ممالک کو ہی اپنا آئیڈیل سمجھیں تو یہ ہماری بدنصیبی ہے۔ فقہ اسلامی ایک اسلامی معاشرے میں خواتین کو عزت وناموس اور عفت و حیا عطا کرتا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو ماں کے روپ میں' بیوی کے روپ میں' بہن کے روپ میں اور بیٹی کے روپ میں جو مقام عطا فرمایا وہ عدیم المثال ہے۔ مغربی ممالک میں جس قدر توہین عورت کی کی جارہی ہے وہ انتہائی مذموم اور شرمناک ہے۔ اسلام ایک زنا کارانہ معاشرے کو ہرگز برداشت نہیں کرتا جس میں عورتوں اور مردوں کا میل جول ہو اور اخلاقی فساد برپا ہو۔ مغربی ممالک میں عورت فیکٹریوں میں مزدوری کرتی ہے۔ دفتروں میں کلرکی کرتی ہے اور کچھ نہ سہی تو ایک طائفہ ضرور ہے۔ ڈین مارک جیسے ملک میں جو مہذب کہلاتا ہے خاندانوں میں جو بے سکونی ہے اس کا مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

۱۹۷۹ء (میں شادیاں ہوئیں)	۲۷۸۴۲ شادیاں	۱۳۰۴۴ طلاق
۱۹۸۰ء	۲۶۴۴۸	۱۳۵۹۳
۱۹۸۱ء	۲۵۴۱۱	۱۴۴۲۵
۱۹۸۲ء	۲۴۳۳۰	۱۴۶۲۱
۱۹۸۳ء	۲۷۰۹۶	۱۴۷۶۳

مغرب میں فیشن کے طور پر عورتیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی ہیں تو قدرت ان سے ان ننھے منے بچوں کی حق تلفی کا انتقام سینے کے کینسر Breast Cancer سے لیتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواتین خود احتسابی کریں

قرآن حکیم میں حکم ربانی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (سورۃ النور: ۳۱)

اور آپ مومن خواتین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔

بقول عبدالماجد دریا آبادی: اس آیت مبارکہ میں عورت کے لئے حجاب کے خصوصی احکام ہیں۔ زنا کاری کے اور دیگر ناجائز شہوت رانی کے طریقے حرام ہیں۔ آیت مبارکہ میں جو لفظ زینت کا استعمال ہوا ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مرد کے لئے باعث شوق و رغبت ہوسکے۔ خواہ خلقی ہو مثلاً اعضاء' حسن صورت' خوش خرامی وغیرہ خواہ کیسی ہو مثلاً لباس' خوشبو' زیور' پوڈر' غازہ وغیرہ۔ حنفی فقہاء کے نزدیک چہرہ اور کف دست اور پیروں کے دیکھنے کی اجازت ملتی ہے۔ عموماً و عادتاً جسم کے وہ حصے مستثنیٰ ہیں جو اگرچہ زینت کے موقع ہیں لیکن ان کے چھپائے رکھنے میں عموماً سخت حرج و زحمت ہے مثلاً چہرہ کی ٹکیا اور ہتھیلیاں اور پیر۔ متاخرین فقہاء نے خوف فتنہ سے چہرہ کا کھلا رکھنا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ سینے کے بارے میں مولانا دریا آبادی فرماتے ہیں کہ نفسیات بشری کی محقق' رازداں اور بدکاری کے مبادی و مقدمات کی بیخ کنی کرنے والی شریعت نے ٹھیک اس کے برعکس یہ فیشن چلایا کہ سینہ کا کوئی حصہ عریاں رہ جانا کیا معنی وہ تو خاص طور پر ڈھکا رہے۔

بے پردہ عورتوں کے لئے احادیث مبارکہ میں جو تفصیلات عذاب اخروی سے متعلقہ ملتی ہیں وہ ہمارے لئے مقام عبرت ہیں۔ خواتین ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام انہیں کتنا علی وارفع مقام دیتی ہے۔ عورت اپنے شوہر کے لئے تو شہزادی ہے مگر اوروں کے لئے اس پر قطعی طور پر اپنا حسن ظاہر کرنا حرام ہے اور یہی ایک پاکیزہ معاشرہ کی بنیاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جدائی سے قبل خطبہ الوداع میں آخری دفعہ پھر خواتین کے حقوق کی حفاظت کی تلقین فرمائی:

"سو! خواتین کے معاملے میں خدا سے ڈرو۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید العرب و العجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مقدس اور خطبہ' دعوتی اور تربیتی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ خطبہ ایک چلتا پھرتا مدرسہ' ایک متحرک مسجد اور ایک گشتی چھاؤنی تھی۔ یہ رہنمائی کا ابر تھا۔

پاکستانی خواتین قطعی طور پر نفاذ شریعت سے نہ گھبرائیں' شریعت ان کی عزت و ناموس اور حقوق کی نگراں ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے تو انہیں خوش ہونا چاہئے کہ پاکستان میں نفاذ شریعت کا عمل جاری و ساری ہے۔ انہیں تو یہ دعا کرنی چاہئے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

نجات کی راہ: نبی اکرم ﷺ کی اتباع

دنیا کے سٹیجوں پر بڑے بڑے لوگ جلوہ گر ہوئے' سقراط بھی آیا' افلاطون بھی آیا' بقراط بھی آیا' نمرود' فرعون' ابوجہل' ابولہب' سکندر اعظم' نپولین' دارا' قارون' ماؤزرے تنگ اور لینن وغیرہ وغیرہ بھی۔ سب راکھ کی طرح بجھ گئے۔ سردار الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مقام ملا وہ آج تک کسی انسان کو نہیں مل سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد' مبشر' نذیر اور حق کے داعی بن کر منصہ نبوت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ خود ہمہ تن نور اور چراغ تھے۔ آپ کی تعلیمات تاریخیت' کاملیت' جامعیت اور عملیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔ سیرت محمدیہ دنیا کا آئین خانہ ہے جس میں آداب و رسوم' ظاہر و باطن' جسم و روح' قول و عمل' زبان و دل اور طور و اطوار کی اصلاح موجود ہے۔ سید المرسلین' خاتم النبیین' رحمتہ للعالمین' شمس العارفین اور محب المساکین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر نہ صرف میں بلکہ تمام مسلمانان عالم قربان جائیں جنہوں نے خود احتسابی کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ احتساب کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے جنگ بدر میں صفیں درست کرتے وقت جس صحابی کو چھڑی ماری تھی خود کو اس صحابی کے سامنے بدلہ کے لئے پیش کر دیا۔ کیا تاریخ انسانی کے کسی ورق پر احتساب کی ایسی مثال ملتی ہے؟ ہرگز نہیں' ہرگز نہیں۔ قانونی مساوات اور احتساب کی کوئی اور مثال کسی قوم اور کسی ملک کے سربراہ کے بارے میں نہیں مل سکتی کہ جس نے اپنی بیٹی کے بارے میں بھی کہہ دیا ہو کہ "اگر میری بیٹی فاطمہؓ (خاتون جنت) بھی چوری کریں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دوں"۔ اس سے بڑا اعزاز سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کیا ہو سکتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دنیا عرب و عجم میں ہر دن میں پانچ دفعہ آپ کا اسم گرامی انتہائی ادب و احترام سے پکارا جاتا ہے۔

ورفعنالک ذکرک اور ہم نے تیرا ذکر بلند کردیا۔

Time میگزین میں ایک مضمون Americans Facing Towards Mecca کے مطابق امریکہ کی ۱۴٪ آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ۸۰۰ ملین ہے۔ نور ہدایت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظریہ احتساب پر عمل ہی ہماری دنیاوی اور اخروی نجات کا ذریعہ اور حل ہے۔ بقول محمد ممتاز اقبال ملک:

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ضابطہ حیات ہر رنگ، ہر نسل اور ہر مذہب اور ہر خطے کے انسانوں کے لئے ذریعہ نجات ہے۔

ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان و حوض کوثر، یہیں وہ عالی مقام ہو گا
ہوئی جو مجرم کو بازیابی، تو خوف و عصیاں سے دھج یہ ہوگی
خمیدہ سر آبدیدہ آنکھیں، لرزتا ان کا غلام ہوگا
"انا لہا" کہہ کے عاصیوں کو، وہ لیں گے آغوش رحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو، انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا
حضور روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر مرے درود سلام ہوگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر۳

اسلامی دستور کے خدوخال اور نظام شوریٰ

جدید دور کے پارلیمانی نظام کے حامیوں نے اس دور کے مسلمانوں کے ذہن بھی پراگندہ کردیئے ہیں اور آج کا نوجوان مسلمان ذہنی انتشار کاشکار ہوگیا ہے۔ مغرب کے فلسفی' یہود و ہنود سب متفقہ طورپر بے بنیاد پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو معاشرتی و سیاسی نظام قائم کیا گیا وہ آج کے دور کے لئے مفید نہیں ہے حالانکہ ان کا پروپیگنڈہ غلط ہے۔ اسلامی معاشرتی اور سیاسی نظام آج کے دور میں بھی اتنا ہی مفید ہے اور کارگر ہے جتنا آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ اسلامی حکومت کے دستور اور مختلف شعبہ ہائے حیات کے لئے قوانین و ضوابط قرآن پاک میں بیان ہوئے ہیں۔ آج کے دور میں مملکت کو جو دستوری مسائل درپیش ہیں ان کا حل قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ قرآن پاک میں اقتدار اعلیٰ Sovereignty پارلیمان' عدلیہ' انتظامیہ سب کے بارے میں احکامات موجود ہیں۔ اگر صاف نیت رکھی جائے تو نظام مصطفیٰ کو پوری طرح نافذ کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی دستور کے خدوخال

۱۔ دستور:

دستوری لحاظ سے سب سے پہلے اقتدار اعلیٰ کا مسئلہ پیش آتا ہے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ پراس مسئلہ کو سلجھایا گیا ہے اور یہ واضح کردیا گیا ہے کہ مسلمان ریاست میں صرف اللہ تعالیٰ مطلق العنان ہے۔ اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) صرف اسے ہی زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں ہے۔ نہ یہ اقتدار اعلیٰ کسی کو منتقل کیا جاسکتا ہے نہ اس میں تبدیلی و ترمیم ہوسکتی ہے۔ سربراہ مملکت صرف خدا کا نائب ہوتا ہے جسے خدا کے برگزیدہ بندے منتخب کرتے ہیں۔ جسے مجلس شوریٰ کہتے ہیں۔ اقتدار اعلیٰ اور مجلس شوریٰ کی وضاحت پہلے ہوچکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اسلامی دستور کے ماخذ:

اسلامی دستور کسی ایک جگہ مرتب شکل میں موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک کی بعض آیات اور احادیث میں اس کے خدوخال ابھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی دستور کے چار ماخذ ہیں۔ (۱) قرآن حکیم (۲) سنت و حدیث رسولؐ (۳) خلافت راشدہ کا عمل (۴) مجتہدین امت کے فیصلے۔

۳۔ اللہ کی حاکمیت:

دستور کا اہم ترین حصہ یہ ہے کہ اسلامی دستور کے تحت حاکمیت اعلیٰ کس کو حاصل ہے۔ اسلامی دستور کے تحت حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کو حاصل ہے۔ انسان تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل درآمد کرواتے اور اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

۴۔ ریاست:

اسلامی دستور کے تحت ریاست کا تصور بھی مغربی نظریہ سے مختلف ہے۔ مغربی نظریہ کے مطابق ایک وطن کے رہنے والے سب لوگ ایک قوم کی تعمیر کرتے ہیں جب کہ اسلامی دستور کے مطابق ریاست کی تخلیق مذہبی بنیادوں پر ہوتی ہے۔ ایک مذہب کو ماننے والے سب ایک ریاست قائم کرتے ہیں۔ ریاست کے اجزائے ترکیبی تو وہی ہیں یعنی آبادی' علاقہ' حکومت اور اقتدار اعلیٰ۔ لیکن اقتدار کا تصور مغربی تصور سے مختلف ہے۔ اس طرح امت مسلمہ کا ہر فرد ایک وسیع تر ریاست کا ذمہ دار رکن ہوتا ہے۔ اس ریاست میں اسے ہر قسم کے شہری حقوق حاصل ہیں۔ اور اسے متعدد فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ قرآن پاک میں اولی الامر کی متابعت کی تلقین اس شرط کے ساتھ کی گئی کہ اولی الامر اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے تابع ہوں اور ملک و قوم سے وفاداری اور وابستگی پر زور دیا گیا ہے۔

۵۔ اسلامی ریاست کا آئین: (Constitution of Islamic State)

اسلامی ریاست کے آئین کے بارے میں قرآن پاک کی متعدد آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ سے بھی اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث آخر میں درج کی جائیں گی۔ پاکستان اس وقت ایک فلاحی مملکت کی طرف گامزن ہے۔ ایران میں یہ انقلاب مکمل ہوچکا ہے جبکہ افغانستان اس انقلاب سے گزر رہا ہے۔ پاکستان اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اس لئے شروع ہی سے سیاسی' عمرانی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی لحاظ سے اس کا نظام اسلامی ہونا چاہئے تھا۔ پاکستان میں کچھ عرصہ اس سلسلہ میں بڑے زور و شور سے کام ہوا۔ پھر یہ عمل رک گیا۔ چنانچہ قرارداد مقاصد اور جنوری ۱۹۵۱ء میں مسلمانوں کے تین اکثریتی فرقوں اہلسنت (دیوبند و بریلوی) اہل حدیث اور شیعہ علما ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان کی تعداد ۳۱ تھی۔ انہوں نے اسلامی ریاست کے آئین کے لئے ۲۲ دفعات (Articles) پر مشتمل سفارشات بنیادی اصولوں کی صورت میں پیش کی تھیں۔ ان کا مطالعہ قانون کے طلبہ کے لئے کافی مفید ثابت ہوگا۔

۱۔ حاکم اعلیٰ (Sovereign) خدا کی ذات ہے۔

۲۔ ملک کا قانون کتاب و سنت کے مطابق ہوگا۔ اس کے منافی قانون سازی نہ ہوگی۔ کتاب و سنت کے منافی قوانین بتدریج تبدیل کئے جائیں گے۔

۳۔ مملکت میں اسلامی ضابطہ پر عمل ہوگا۔ نسلی لسانی یا صوبائی تعصب کی گنجائش نہ ہوگی۔

۴۔ اسلامی مملکت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم کیا جائے گا۔

۵۔ اسلامی مملکت میں ملی وحدت و اتحاد کی کوشش کی جائے گی۔ اوہام باطلہ کا قلع قمع کیا جائے گا۔

۶۔ اسلامی مملکت بلا امتیاز مذہب و ملت معذور افراد کی فلاح کی ضامن ہوگی۔

۷۔ شریعت اسلامیہ کے مطابق تمام باشندوں کو حقوق و فرائض حاصل ہوں گے۔

۸۔ شرعی جواز کے بغیر کسی شہری کا کوئی حق سلب نہ کیا جائے گا۔

۹۔ مسلمہ اسلامی فرقوں کو قانونی حدود میں رہ کر تبلیغ کا اختیار ہوگا۔

۱۰۔ غیر مسلم باشندوں کو قانونی حدود کے اندر رہ کر مذہبی عبادت و تبلیغ کی اجازت ہوگی۔ وہ اپنے رسوم و رواج اور مذہب کے مطابق زندگی بسر کر سکیں گے۔

۱۱۔ غیر مسلمان باشندگان سے کئے گئے حدود شرعیہ کے مطابق معاہدات کی پابندی ضروری ہوگی۔

۱۲۔ سربراہ مملکت لازماً مسلمان ہوگا۔

۱۳۔ سربراہ ریاست نظام ریاست کا ذمہ دار ہوگا۔ وہ اپنے اختیارات میں سے کوئی حصہ کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

۱۴۔ سربراہ مملکت شورائی نظام کا پابند ہوگا اور ارکان حکومت کے مشورے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرائض سرانجام دے گا۔

۱۵۔ سربراہ مملکت اگر ضروری سمجھے تو دستور کو جزوا یا کلا معطل کرکے شوریٰ کے بغیر حکومت کرسکتا ہے۔

۱۶۔ جو شوریٰ یا ارکان کی جماعت سربراہ مملکت کو منتخب کرے گی وہ اسے معطل یا معزول کرسکے گا۔

۱۷۔ سربراہ مملکت کو وہی شہری حقوق حاصل ہوں گے جو عام شہری کو حاصل ہوتے ہیں۔

۱۸۔ ارکان و عمال حکومت اور عام شہریوں کے لئے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا اور سب بلا امتیاز ایک قانون کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

۱۹۔ عدلیہ انتظامیہ سے علیحدہ ہوگی۔

۲۰۔ اسلامی اصولوں کی اساس کے خلاف نظریات کی تبلیغ ممنوع ہوگی۔

۲۱۔ ملک کے مختلف اضلاع انتظامی حصے متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی' لسانی یا قبائلی نہ ہوگی۔ یہ انتظامی لحاظ سے الگ ہوں گے۔ مگر مرکز سے وابستہ رہیں گے۔ انہیں کسی صورت بھی مرکز سے علیحدگی کی اجازت نہ ہوگی۔

۲۲۔ دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

اہم قرآنی آیات جو دستور کے خدوخال واضح کرتی ہیں۔

تصور کائنات اور اقتدار اعلیٰ

۱۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (الانعام:۷۳)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا۔

۲۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرۃ:۲۹)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں۔

۳۔ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (الروم:۲۶)

ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ سب اس کے مطیع فرمان ہیں۔

۴۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرۃ:۱۰۷)

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (القرآن:۲)

ترجمہ:اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

مقتدر اعلیٰ (Sovereign) کی صفات ملاحظہ ہوں۔

۶۔ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (الحشر۲۳)

ترجمہ:(وہ) بادشاہ عیب و نقص سے پاک' غلطی سے مبرا' امن دینے والا' نگہبان' غالب' بزور حکم نافذ کرنے والا' کبریائی کا مالک۔

۷۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (الکہف:۲۶)

ترجمہ: کمال درجہ کا دیکھنے والا اور سننے والا' اس کے سوا بندوں کا کوئی ولی و سرپرست نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

کیا مغرب کے سیاسی' مفکر و رہنماء ایسا کامل بے خطا مقتدر اعلیٰ پیدا کر سکتے ہیں۔ مغرب کے سیاسی فلسفیوں اور مفکرین نے جو سیاسی نظام عطا کیا ہے۔ وہ پارلیمانی جمہوریت کا نظام ہے۔ اس کے تحت بادشاہ سربراہ مملکت ہوگا اس کی مدد کے لئے اور قانون سازی کے لئے ایک پارلیمان منتخب کی جائے گی جس کے دو دیوان ہوں گے ایک ایوان عامہ (House of Commons) اور دوسرا ایوان خاص (House of Lords) ایوان عامہ کا انتخاب مخصوص مدت کے لئے عمل میں لایا جائے گا۔ اس کے بعد نئی پارلیمان وجود میں آئے گی۔ جبکہ ایوان خاص کے ارکان صرف معززین ہی ہوں گے۔ جس میں لارڈ اور امرا ہی رکن ہوں گے۔ اس طرح یہ جمہوری نظام اپنی بنیاد ہی غلط نظریہ پر رکھتا ہے۔ برطانوی پارلیمان میں شامل ہونے کے لئے کسی اعلیٰ انسانی اخلاقی صفت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جس کے پاس دولت زیادہ ہو وہ پارلیمان میں آسکتا ہے۔ انتخاب کے دوران دھونس دھاندلی لالچ اور ہر حربے کو روا رکھا جاتا ہے۔ اس طرح جو ارکان منتخب ہوتے ہیں وہ پارلیمانی نظام کے لئے ناسور بن جاتے ہیں اور حکومتی اختیارات پر قابض ہوکر ہر طرح کے مفادات حاصل کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ وہ جن لوگوں کے ووٹوں سے منتخب ہوتے ہیں انہی کے خلاف پالیسیاں وضع کرتے اور انہیں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اس طرح پارلیمان کی برائیاں خود حکومت کی برائیاں بن جاتی ہیں۔

اس نظام کے اہم نکات یہ ہیں۔

۱۔ پارلیمانی نظام دانشور اور اہم دماغوں پر مشتمل نہیں ہوتا۔ اکثر علاقائی سازشوں کو جنم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا رہتا ہے۔

۲۔ پارلیمان ہر طرح کی قانون سازی پر اختیار رکھتی ہے۔ جبکہ اسلامی مشوراتی نظام میں مجلس شوریٰ یا خلیفہ اللہ اور رسولؐ کے احکامات کے خلاف قانون سازی نہیں کرسکتے۔

۳۔ پارلیمان ایک مستقل ادارہ ہوتا ہے اور سربراہ مملکت کی آزاد مرضی میں مزاحم ہوتا ہے۔

۴۔ پارلیمانی نظام میں اقتدار اعلیٰ پارلیمان کے پاس ہوتا ہے جب کہ شورائی نظام میں اقتدار اعلیٰ خدا کے پاس ہوتا ہے جسے اس کے نائب استعمال کرتے ہیں۔

۵۔ پارلیمان جماعتی بنیادوں پر منتخب ہوتی ہے۔ ہر رکن اپنی جماعت کی پالیسی کا پابند ہوتا ہے۔

۶۔ پارلیمان کو صرف محدود جغرافیائی حدود میں قانونی دائرہ عمل استعمال کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

۷۔ پارلیمانی نظام میں ایک خرابی یہ ہے کہ پارلیمان اکثریت کے بل بوتے پر من مانی کرتی ہے خواہ اکثریت کی رائے غلط ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ پارلیمانی نظام میں عوام کے مفادات کی نسبت پارٹی مفادات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔

۹۔ برطانوی پارلیمانی نظام میں یہ خرابی ہے کہ ایک مقولہ بن چکا ہے کہ بادشاہ غلطی سے مبرا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے اقدام کی توثیق پارلیمان کرتی ہے۔ اگر بادشاہ کے کسی اقدام میں غلطی ہوگی تو وہ پارلیمان کی غلطی متصور ہوگی۔

۱۰۔ "بادشاہ کبھی نہیں مرتا"۔ یہ ایک گمراہ کن مقولہ ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ شورائی نظام میں خاندانی حکومت نہیں چلتی۔ جب کہ برطانیہ کے پارلیمانی نظام میں خاندان کی حکومت چلتی ہے۔

۱۱۔ اسلام کے شورائی نظام میں عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی۔ جب کہ برطانوی پارلیمان میں عورتیں حکمران ہوسکتی ہیں۔

مدینہ منورہ میں جب پہلی اسلامی حکومت و سلطنت کے آثار ابھرے اور حضور اکرمؐ جب اس مسلمان ریاست کے سربراہ بنے تو انہوں نے سربراہ سلطنت کے لئے اور پوری اسلامی ریاست کے لئے جو سیاسی نظام ترتیب دیا اس میں شوریٰ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آنحضورؐ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ہونے کی حیثیت سے واجب التعظیم تھے۔ لیکن جب کبھی ضرورت پڑتی تھی تو امت کے بہترین دماغوں سے آپؐ مشورہ بھی حاصل کرتے تھے۔ اگر مشورہ صائب ہوتا تو اس کے مطابق حکمت عملی ترتیب دیتے تھے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تھے تو آپ اس رائے کے خلاف نہ جاتے تھے۔

آنحضورؐ کے عہد میں چار موقع ایسے ملتے ہیں جب آنحضورؐ نے امت میں سے بہترین سوچ رکھنے والوں سے باقاعدہ مشورہ کیا۔ پہلی مرتبہ غزوہ احد کے موقع پر آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا اور کوہ احد پر باقاعدہ پہرہ کھڑا کیا اور مشورے سے دوسری جنگی تدابیر اختیار فرمائیں۔ دوسرا موقع غزوہ احزاب یا غزوہ خندق ہے۔ جب آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا اور حضرت سلیمان فارسیؓ کی تجویز پر مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھود کر قلعہ بند ہو کر لڑنا پسند فرمایا۔ تیسرا موقع صلح حدیبیہ کا ہے جہاں آنحضور نے معاہدہ حدیبیہ باقاعدہ صحابہ کرامؓ کے مشورے سے تحریر کیا اور صحابہ کرامؓ کے مشورے سے اس سال حج کے بغیر واپسی کا فیصلہ کیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ ان تینوں غزوات کے بہترین نتائج برآمد ہوئے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضور کی مشورہ لینے کی عادت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ: "میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہتر کوئی نہیں دیکھا جس نے صحابہ کرامؓ سے مشورے کئے ہوں"۔

قرآن مجید میں امت مسلمہ کے سربراہوں (خلفاء) کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ تمام امور مملکت میں مشورہ کیا کریں۔ سورت شوریٰ کے نام سے قرآن پاک میں ایک سورت نازل کی گئی ہے۔ اسلامی حکومت کے پہلے سربراہ آنحضورؐ سے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ) "اور ان کے امور آپس کے مشوروں سے طے ہوتے ہیں۔"

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران) اور ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔

آنحضورؐ کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ باقاعدہ مجلس مشاورت خلیفہ کے انتخاب پر ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی۔ اس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ کو پہلا اسمبلی ہاؤس بننے کا شرف حاصل ہوا۔ خلافت راشدہ میں ملک کے تمام امور باہمی مشورے سے طے پاتے تھے اور قائم شدہ روایات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق اس میں وہی لوگ شامل کئے جاتے تھے جنہیں اپنی خدمات' عبادات اور تفقہ فی الدین کے باعث مسلمانوں میں ایک اہم مقام حاصل ہوتا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد جب نظام حکومت ملوکیت میں تبدیل ہوا تو نظام شوریٰ بھی باقی نہ رہا۔ اور مشاورت ایک رسمی سی بات بن کر رہ گئی جس کا تعلق خلیفہ اور اس کے عہدیداروں تک محدود رہا۔

اسلامی حکومت میں خلیفہ کے منصب پر فائز کرنے کے دو طریقے ہیں۔

(i) بذریعہ بیعت

(ii) بذریعہ انتخاب

بذریعہ بیعت:

خلیفہ کے تقرر کا یہ طریقہ سنت نبویؐ سے ثابت ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کی حدیث ہے کہ "جس شخص نے کسی امام کی بیعت کی پس اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس کا مخلص ہوگیا تو اس کو چاہئے کہ اس کی اطاعت کرے۔" اگر کوئی شخص اس سے (خلیفہ سے) جھگڑا کرے تو اسے چاہئے وہ اس دوسرے کی گردن مارے۔

بیعت دراصل ایک طرح کا معاہدہ ہے جو امیر اور رعایا کے درمیان ہے جس کی رو سے خلیفہ عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ کے احکام و قوانین کے عملی نفاذ کا کام کرے گا۔

سربراہ مملکت کی جواب دہی

اہل مغرب کا نظریہ تو یہ ہے کہ صدر مملکت یا سربراہ مملکت کے خلاف دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ اس کا احتساب بھی ممکن نہیں۔ ہڈ فلپس لکھتے ہیں:۔

"The maxim The King can do no wrong: meant not only that the King could not be made liable by action, but also that wrong could not be imputed to the King, and therefore he could not be said to have authorised another to commit wrong."

"یعنی یہ مقولہ کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی اپنے اندر اس مطلب کو سموئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کے خلاف چارہ جوئی نہیں ہوسکتی کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسروں کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا۔" الغرض مغربی ممالک میں بلکہ ساری دنیا میں ماسوائے اسلامی ممالک کے جہاں اسلامی قانون رائج ہے یہ تصور کارفرما ہے۔ کسی ایک ملک میں اس کے مخصوص مزاج کے مطابق تو یہ دعویٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتا ہے مگر ہر ملک میں دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ سربراہ مملکت قانون سے بالاتر ہے۔
سربراہ مملکت کے بارے میں مختلف مسلم مفکرین کی آراء یہ ہیں:

ابن خلدون کا نظریہ:

ایک اسلامی مملکت میں سربراہ مملکت عوام کی جان و مال اور عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی کا روزگار ختم کردے اور تجارت پر اپنی اجارہ داری شروع کردے تو یہ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

عبدالقادر عودہ کا نظریہ:

عبدالقادر عودہ شہید کا نظریہ یہ ہے کہ اگر اسلامی ملک کا سربراہ مملکت عوام الناس کے حقوق پامال کرے تو اس کے خلاف دعویٰ ہوسکتا ہے۔ اور احتساب سے بچ نہیں سکتا۔ ان کی دلیل کی بنیاد سورت کہف کی آیت نمبر ۱۱۰ ہے۔

انما انا بشر مثلکم یوحی الی — کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں جس کی طرف وحی نازل ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ:

اسلامی مملکت میں سربراہ مملکت قتل کے مقدمات' جنایات بر جائیداد یعنی کسی کی جائیداد پر غاصب بن بیٹھنا یا تلف کردینا اور اس قسم کے مقدمات میں احتساب کے دائرہ سے باہر نہیں۔ بحر الرائق' الزیعلی اور شرح فتح القدیر میں بھی اسی نظریئے کی تائید کی گئی ہے۔ سربراہ وقت سے تاوان بھی لیا جاسکتا ہے۔

امام مالکؒ' امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نظریات:

ان سب فقہاء کے نزدیک اسلامی ریاست کا سربراہ احتساب کے دائرہ کار سے باہر نہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے خلاف قانونی کارروائی ہوسکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اقناع اور المہذب میں بھی یہی نظریہ درج ہے۔ امام ماوردیؒ کے نزدیک اگر اسلامی ریاست کا سربراہ بدعنوان ہے تو اسے ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔ محمد اسد کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابویوسفؒ اسی نظریہ کے حامی ہیں۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی گورنر حقوق العباد کی خلاف ورزی کرے تو کیا اس کے خلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائی ہوسکتی ہے؟ تو اس پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات گرامی کو قصاص کے لئے پیش فرما دیا کرتے تھے تو پھر دوسروں کو احتساب سے مستثنیٰ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ بقول ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ آپ کے صحابہ کرامؓ بھی عدالتوں میں عام شہریوں کی حیثیت سے پیش ہوتے تھے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی رائے:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسلامی سربراہ مملکت اگر امور سلطنت کے بارے میں کوئی کام سرانجام دے جو سرکاری نوعیت کا ہو تو تب اس کے خلاف دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ البتہ کوئی ایسا فعل جو ذاتی نوعیت کا ہو تو دعویٰ ہوسکتا ہے۔ حضرت علیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اپنے خلاف مقدمات میں باقاعدہ طور پر قاضی کی عدالت میں تشریف لے جاتے تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی رائے میرے خیال کے مطابق گو بہت ہی مدلل ہے اور دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہے لیکن فقہ اسلامی کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ فقہ اسلامی کے مطابق سربراہ مملکت کے ہر غلط فعل پر چاہے وہ سرکاری نوعیت کا ہو یا ذاتی نوعیت کا' احتساب ہوسکتا ہے۔

میاں ناصر محمود آزاد کے بقول:

"فطرت کا ایک مشہور فلاسفر پی نوزا Spinoza اپنی مشہور کتاب (Politicals Tracts) میں لکھتا ہے۔ "خواتین کو امور خانہ داری چھڑوا کر باہر لے آیئے تو ان سے کوئی مفید کام نہیں لیا جاسکتا"۔ ایک اور جگہ پر عورتوں کی شہادت و حکومت کے بارے میں وہ لکھتا ہے "خواتین اپنی فطرت اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے شہادت و حکومت کے لئے مردوں کی نسبت موزوں نہیں ہیں۔ مغرب ہی کا ایک اور مشہور مفکر روسو (Rouseau) جو انتہائی آزاد خیال تھا۔ تعلیم پر اپنے مشہور مقالے (Emile) میں خواتین کے بارے میں لکھتا ہے "عورت کا مقام اس کا گھر ہی ہے۔ اسے خاوند کو اپنے آقا کے طور پر قبول کرنا چاہئے لیکن اپنے گھر میں اسے برتر ہونا چاہئے۔ ایسی خواتین کا پیدا کرنا تعلیم کا مقصد ہونا چاہئے۔ انہیں کھانا پکانا سے لے کر کڑھائی تک کے تمام گھریلو فنون سیکھنے چاہئیں۔ انہیں مذہب کے بارے میں بھی علم ہونا چاہئے تاکہ ان کے کردار میں پاک بازی' نیکی اور اطاعت شعاری کی صفات کندہ ہوسکیں۔ ایک بیٹی کو اپنے باپ اور ایک بیوی کو اپنے شوہر کا مذہب بغیر سوال کئے قبول کرنا چاہئے۔ ان کے دل و دماغ جان دار اور چاک و چوبند ہونے چاہئیں تاکہ وہ ایک سوچنے والے شوہر کے لئے اچھی بیوی ثابت ہوسکیں"۔ اب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے ذرا دیکھیں نپولین بونا پارٹ خواتین کے تمدنی مقام کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ "عورت کا بنیادی کام بچے پیدا کرنا ہے' اسے ایک اطاعت شعار اور وفادار خاتون کے لحاظ سے مکمل تحفظ دیا جانا چاہئے"۔ ولیم ولبر خواتین کے بارے میں لکھتا ہے "اسے (عورت) کو ایک تابع فرمان بیوی' اچھی ماں اور گھریلو منتظم ہونا چاہئے"۔ یہ تو تھے چند ایک اقتباسات جو ناچیز نے مغربی فکر سے لئے۔

ہم بولیں گے ان کے ساتھ ان کی بولی میں
کہ دل پر ان کے گراں گزرتے ہیں پرانے افسانے

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان کا مختصر ذکر تو ہم بعد میں کریں گے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ مغرب عورت کی عظمت کے بارے میں کیا سوچ رکھتا ہے؟ اس سلسلے میں بھی ہم ایک مغربی شاعر ملٹن کی شاعری سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ خیال ذہن میں رکھا جائے کہ کسی بھی معاشرے یا تہذیب کے شعراء اس معاشرے کے جذبات و احساسات اور ذہنی سطح کے ترجمان ہوتے ہیں۔ ملٹن خداتعالیٰ سے مخاطب ہوکر عورت کی تعریف و توصیف یوں کرتا ہے۔

"اے خدا تو نے یہ کیا کیا آخر کار کیا پیدا کیا؟ زمین پر یہ (عورت) عجوبہ جو کہ مکمل ناقص ہے۔ تو نے اس دنیا کو مردوں اور فرشتوں سے کیوں نہ بھر دیا یا انسانیت کو پیدا کرنے کے لئے کوئی اور راستہ تلاش کرلیتا۔" یہ تھے ایک شاعر کے خیالات جو عورت کے وجود ہی کی نفی کردیتا ہے۔ اسی طرح وہاں پر عورت کے تقدس و پاکیزگی اور عظمت کی عملی طور پر کیا درگت بن رہی ہے۔ اس کا ذکر کرنے سے تو قلم لرز جاتا ہے اور زبان پر آبلے پڑ جاتے ہیں۔ اب آیئے ذرا دین فطرت کی طرف رجوع کریں۔ اسلام عورت کی عزت و عظمت کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ ملٹن تو عورت کو ایک بے فائدہ چیز سمجھتا ہے لیکن عظیم پیغمبر اسلام عورت کو دنیا کی سب سے بڑی متاع اور فائدہ قرار دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے "دنیا متاع اور فائدہ سمیٹنے کی جگہ ہے لیکن دنیا کا سب سے بڑا فائدہ باکردار خاتون ہے۔" حجتہ الوداع کے ایمان افروز خطاب میں آپ نے فرمایا:

"عورتوں سے بہتر سلوک کرنا کیونکہ وہ تو تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لئے وہ کچھ نہیں کرسکتیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں خدا کا لحاظ رکھو کہ تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لئے حلال ہوئیں۔ لوگو میری بات سمجھ لو میں نے حق تبلیغ ادا کردیا۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد نبویؐ کی خصوصیات اور اجتہادات

اسلامی قانون کے ارتقائی ادوار کو مؤرخین تاریخ فقہ نے مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ سر عبدالرحیم نے اسے چار ادوار' ڈاکٹر صبحی نے پانچ ادوار اور ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقا نے سات ادوار اور مصری عالم اور مورخ محمد خضری نے چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور علامہ محمد خضری کی نظر میں:

علامہ محمد الحضری نے تاریخ التشریع الاسلامی میں فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قرآن حکیم آپ کی ولادت کے اکتالیسویں سال سے آپ پر بتدریج نازل ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا ۹ذی الحجہ سورت مائدہ کی اکمال دین اور اتمام نعمت والی آیت نازل ہوئی۔ اسی بناپر نزول قرآن کے ابتدا و انتہا کی کل مدت علامہ خضری کے الفاظ میں ۲۲ سال دو مہینے اور ۲۲ دن بنتی ہے۔ فقہ اسلام کا بنیادی ماخذ قرآن ہے۔ قرآن حکیم دراصل شریعت اسلامی میں دستور کی حیثیت رکھتا ہے اور قانون شرعی کا اصل سرچشمہ ہے۔ اس میں ہر حکم کو اجمالی طورپر بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے ان کی وضاحت فرمائی۔ آنحضرتؐ بطور حکم (جج) کے بھی فرائض سرانجام دیتے تھے اور مقدمات کا فیصلہ فرماتے تھے۔

قرآن مجید بطور ماخذ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیات احکام یعنی فقہی آیتیں اکثر ان واقعات کے جواب میں نازل ہوتی تھیں جو اسلامی معاشرے میں پیدا ہوجایا کرتے تھے۔ مثلاً لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں (آپ) کہہ دیں کہ خدا تم کو کلالہ کے بارہ میں فتویٰ دیتا ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی فقہی آیتیں ہیں جو سوال کے جواب میں نازل ہوئیں۔ نزول قرآن کے دو دور ہیں۔

(i) قبل از ہجرت (۶۲۲ سے قبل)

(ii) ہجرت کے بعد (۶۲۲ سے ۶۳۲ تک)

آیات مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔ مکی آیات میں عقائد' قیامت اور اخلاق کی باتیں ہیں جبکہ فقہی مسائل اور احکام کی تفصیل زیادہ تر مدنی آیتوں میں دی گئی ہے۔ قرآن مجید انسانی حالات کی اصلاح کے لئے نازل کیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن حکیم نے فقہی احکام میں تین چیزوں کو اپنا بنیادی اصول قرار دیا یعنی عدم حرج' قلت تکلیف اور تدریج' حدیث شریف میں آیا ہے۔ "میں سہل اور سیدھے مذہب کو لے کر مبعوث ہوا ہوں"۔ آنحضرتؐ کی ولادت سے قبل عرب معاشرے کی حالت بگڑی ہوئی تھی اور جنگلی قانون کا دور دورہ تھا۔ آپ نے قرآن حکیم کی روشنی میں بتدریج جرائم (مثلاً شراب اور جوئے) سے مکمل طور پر منع فرمادیا۔ جملہ احکام قرآنیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عبادات (نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج)

۲۔ بندوں کے باہمی معاملات' قوانین تحفظ دعوت اسلام یعنی جہاد' قوانین استقلال خاندان یعنی وہ احکام جو نکاح' طلاق' نسب اور وراثت سے متعلق ہیں۔ قوانین معاملات یعنی بیع اور اجارہ وغیرہ

۳۔ قوانین تعزیری یعنی حدود و قصاص

حدیث کا مقام:

حدیث سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال و افعال ہیں۔ اور دوسروں کے وہ اعمال جن کو آپ نے قائم و برقرار رکھا۔ آپ شارع کلام الٰہی ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے "اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دے"۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے کھول کر بیان کردیں۔ جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں۔"

آپ نے قرآن مجید کے مطالب کو قول و فعل سے بیان اور ادا فرمایا ہے۔ آپ نے نماز ادا فرمائی اور فرمایا "نماز ادا کرو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو"۔ آپ مشکل آیتوں کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ قرآن حکیم نے آپ کی پیروی کو واجب قرار دیا۔ آپ نے احادیث میں نماز اور زکوٰۃ کی تشریح فرمائی۔ آپ ان چیزوں میں جو دو کھلی ہوئی چیزوں کے درمیان واقع ہیں اجتہاد فرماتے ہیں اور چیزیں جو اصول و فروع کے درمیان دائر ہیں میں قیاس کرتے تھے۔ قرآن میں حلال و حرام چیزوں کا ذکر ہوا۔ آپ نے اجتہاداً ان کی توضیح کی۔

اجتہادات نبویؐ:

آپ نے ہر درندہ جانور اور پنجہ دار چڑیا کو حرام قرار دیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممانعت فرمائی۔ اللہ نے پینے کی غیر منشی چیزوں کو حلال کیا اور منشی چیزوں کو حرام قرار دیا۔ آپ نے ہر منشی چیز حرام قرار دی۔ فرمایا وکل مسکر حرام احرام حج میں شکار کی ممانعت ہے۔ حدیث میں وجوب کفارہ کے متعلق قصد و خطا دونوں کو برابر کردیا گیا۔ قرآن میں سود حرام ہے۔ آپ نے احادیث میں مختلف الاجناس چیزوں کی برابری میں خرید و فروخت کو بھی سود قرار دیا۔ اللہ نے ماں بیٹی اور دو بہنوں کے نکاح کو حرام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ سے ایک ساتھ قیاساً نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی۔ اجتہادات کی دیگر مثالیں درج ذیل ہیں:

احکام دیت:

خدا نے جان کی دیت تو بیان کردی لیکن اطراف یعنی اعضاء کی دیت بیان نہیں کی۔ اس لئے حدیث نے وضاحت کے ساتھ ان کی دیت کو بیان کردیا۔ تفصیل کتاب الام (جو امام شافعیؒ نے تحریر کی) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

عبادات:

اکثر عملی احادیث میں زکوٰۃ، نماز اور حج کے احکام کی تشریح فرمائی اور صحابہؓ نے آپ سے یہ تعلیمات بالمشافہ اخذ کیں۔ حدیث نے عملاً اور چند باتیں جو نقل کی ہیں مثلاً عیدین کی نماز، رمضان کے علاوہ سال میں اور جو روزے رکھے جاتے ہیں ان کو آپ نے مسنون قرار دیا۔ حج اور عمرہ میں تعلیمات کی توضیح فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے اپنے ارکان سیکھو، زکوٰۃ کے نظام کی تشریح فرمائی۔

دیگر معاملات میں جہاد کا ذکر سورت نساء، سورت انفال اور سورت حج و دیگر مقامات پر درج ہے۔ آپ نے جنگی اصولوں کی تشریح فرمائی۔ معاہدات باہمی کی توضیح فرمائی۔ ایران جنگ کا ذکر سورت انفال میں ہے آپ نے چند مخصوص اسباب کی بناپر بعض قیدیوں کے قتل کا حکم دیا مثلاً بدر میں عقبہ کے قتل کا حکم (جو مخالفین کی مدد کرتا تھا) آپ نے غزوات (مثلاً بدر، احد وغیرہ) میں اپنے قول و فعل سے احکام قرآنی کی تشریح فرمائی۔

نظام منزلی:

قرآن حکیم میں نظام منزلی (نکاح، رضاعت، طلاق وغیرہ) کا ذکر ہے۔ آپؐ نے حدیث میں بھی نکاح اور اضافہ تعداد امت کی خاص طورپر سخت ترغیب دی۔ رضاعت کی بناپر نکاح کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ آپ نے اس کی تشریح فرمائی۔ قرآن حکیم حقوق میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا قائل ہے تاہم گھر بار کا سربراہ ضروری ہے اور احادیث میں مردوں کو حسن معاشرت کا بکثرت حکم دیا گیا۔ طلاق کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر نے جو قرآن کی خلاف ورزی کی تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور حکم دیا کہ عدت کے پورے زمانے میں عورت سسرال قیام کرے۔ استیذان کے بارے میں سورت نور میں احکام موجود ہیں۔ آپ نے اس کی تفصیل بیان کی اور احکام جاری فرمائے۔ آداب حجاب کی تفصیل بیان فرمائی۔

نظام وراثت و معاملات:

آپ نے نظام وراثت اور معاملات میں احکام قرآنی کی تشریح بیان فرمائی۔

تعزیرات:

قرآن میں پانچ سزائیں قصاص ' حد زنا' حد قذف' حد سرقہ اور ڈاکہ کی سزا موجود ہے۔ آپ نے حدیث میں چھٹی سزا شراب نوش کو دی۔ آپ نے نظام دیت کی توضیح کی اور بعض دیتوں کا ذمہ دار عاقلہ یعنی اہل قبیلہ یا اہل محلہ کو قرار دیا۔ سورت نور میں ارشاد ہے زانی کی سزا سو کوڑے ہے۔ حدیث میں شادی شدہ زانی کی سزا رجم یعنی سنگسار مقرر فرمائی (صحیح مسلم ملاحظہ فرمائیں) حدیث میں مندرجہ بالا سزاؤں کو نافذ کرنے میں حاکم کو احتیاط کا حکم دیا گیا۔ بقول علامہ حضری "یہ وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل فرمائے تھے۔ اور آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں تک ان کو پہنچا دیں اور ان کی توضیح و تشریح آپ خود فرمائیں۔ آپ نے ان احکام کی تبلیغ عملی اور قولی حدیثوں سے ان کی تشریح فرمادی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "آپؐ کا خلق قرآن تھا"۔

آپؐ نے حجتہ الوداع میں نسل انسانی کے حقوق کا منشور پہلی دفعہ اقوام عالم کو دیا جو بقول رابرٹ بریفو کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ بقول بسیونی یہ سب کچھ اجتہاد نبویؐ کی وجہ سے تھے۔ الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور میں فقہ و اجتہاد کی بنیاد رکھی اور دوسروں کی اس پر حوصلہ افزائی فرمائی اور بعض مواقع پر زبانی توثیق و تائید سے اس کی ضرورت اور اہمیت سمجھائی۔ آج بھی فقہ اسلامی کے نفاذ کی پاکستان میں اشد ضرورت ہے۔ اجتہاد وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت بطور سربراہ مملکت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے:

"مرد ہلاک ہوجائے جب وہ عورت کی اطاعت کرنے لگے" (مستدرک حاکم جلد ۴' ص:۲۹۲)

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنی زمام اقتدار عورت کے حوالہ کردی"۔ (بخاری کتاب المغازی' باب کتاب النبی الیٰ کسریٰ و قیصر ابواب الفتن)۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت سربراہی اور حکومت کی اہل نہیں ہے اور کسی قوم کے لئے اس کو سربراہ مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ:

نماز تنظیم امت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ اسی لئے نماز کی امامت کو امامت صغریٰ کہا گیا ہے۔ شریعت میں عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی۔ اگر امامت صغریٰ عورت نہیں کرا سکتی تو بھلا ملک کی سربراہ کیوں کر بن سکتی ہے۔ لہٰذا عورت امامت کبریٰ کی بھی اہل نہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے ایک بھی عورت نہیں تھی۔ یہ حقیقت ثابت کرتی ہے کہ عورت بطور رہنما کے ناقص ہے۔ رضیہ سلطانہ اور چاند بی بی کی فرماں روائی موروثی بادشاہت تھی۔ اسلام میں اس کے سربراہ بننے کی گنجائش نہیں ہے تاہم وہ حکومت کی مشیر بن سکتی ہے اور سماجی و معاشرتی انجمنوں اور اداروں کی سربراہ بن سکتی ہے۔ وہ قاضی بھی بن سکتی ہے۔ مظہر علی ادیب اپنے مقالہ "کیا عورت اسلامی مملکت کی سربراہ بن سکتی ہے؟" (نوائے وقت لاہور ایڈیشن ۱۷ر جولائی ۱۹۸۸ء) کے صفحہ ۱۱ میں رقم طراز ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں عورت کیوں منصب امامت کی اہل نہیں ہے۔ اس لئے کہ عورت کی عقل اور اس کی جسمانی قوت ناقص ہے۔ (شرح مقاصد جلد ۲' ص:۲۰۳' شرح مواقف جلد ۸' ص:۳۴۹)

۱۹۶۳ء میں ہمارے پے کمیشن کے ممبران نے حکومت سے سفارش ن تھی کہ سی ایس پی اور دیگر اعلیٰ عہدوں پر عورت کو فائز نہ کیا جائے۔ طبی نقطہ نظر سے ہر عورت بلوغت سے لے کر زمانہ یاس تک ہر ماہ ایک ہفتہ سے زیادہ تکان' اعضاء شکنی' اعصابی کمزوری' اضمحلال' طبیعت میں چڑچڑا پن' سینے میں درد اور ٹیس اور ذہنی پراگندگی وغیرہ کا شکار رہتی ہے۔ ڈاکٹر امیل نووک' ڈاکٹر وائس کے سکائی' پروفیسر کروسکے سکائی اور پروفیسر لاپنسکی کتاب (دی ڈی ویلپ منٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آف پرسنیلٹی ان ویمن) زمانہ حمل میں عورت کے قویٰ کسی طرح بھی جسمانی و دماغی محنت کا بار نہیں اٹھا سکتے۔ جو حمل کے ماسوا دوسرے ایام میں اٹھا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ریپریف اور ڈاکٹر فشر کے مطابق ایک تندرست عورت بھی حمل کے زمانے میں سخت نفسی اضطراب میں مبتلا رہتی ہے۔ اس میں تلون پیدا ہوجاتا ہے۔ خیالات پریشان رہتے ہیں۔ شعور اور غور و فکر اور سمجھ بوجھ کی صلاحیت بہت کم ہوجاتی ہے ہولاک ایلس اور البرٹ مول اور دیگر ماہرین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ زمانہ حمل کا آخری ایک مہینہ تو ہرگز اس قابل نہیں ہوتا کہ اس میں عورت سے کوئی جسمانی یا دماغی محنت لی جائے۔ (پردہ از مولانا مودودی) بچے کی پیدائش کے بعد بھی کم از کم ایک ماہ تک عورت کو ان کیفیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی وہ حقائق ہیں کہ جس کی بناپر دنیا بھر میں عورت کو وضع حمل سے ۳ ماہ کے لئے زچگی کی رخصت دے دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اسلام میں عورت کے لئے شوہر کی وفات یا طلاق کی صورت میں سوا چار ماہ کی "عدت" کی پابندی ضروری ہے۔ اب ایک معمولی عقل کا انسان بھی اب بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص کہ جس کی زندگی میں ہر ماہ اور ہر سال عدم صلاحیت کارکردگی کے طویل دورے پڑتے ہوں اور کئی کئی مہینے وہ پابندخانہ رہنے پر مجبور ہو وہ ایک سلطنت کا سربراہ کیسے بن سکتا ہے؟ کیا فوج کی کمان اس کے حوالے کی جاسکتی ہے؟ کیا اس کی جسمانی و دماغی قابلیتوں پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟ عورت کی یہی وہ ڈس ایبی لیٹیز (کمزور پہلو) ہیں جن کی بناپر روسی حکومت نے ۴۶۰ سے زیادہ ملازمتوں یا شعبوں کے لئے خواتین کو ناموزوں قرار دے دیا ہے۔ چین کے عظیم رہنما ماؤزے تنگ نے اپنی کتاب "جدید چین" کے صفحہ نمبر ۷۳ پر لکھا ہے کہ تقسیم کار کے وقت اس امر کا خیال رکھا جائے کہ عورتوں کی خصوصی جسمانی مشکلات کیا ہیں۔

حدیث کا مفہوم:

دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق :(مضمون حدیث: صفحہ:۹۶۲) لفظ حدیث کے بنیادی معنی ہیں کوئی خبر یا کوئی بیان' (یا کوئی نئی بات) خواہ وہ مذہب کے متعلق ہو یا دنیاوی معاملات سے' (اسی سے حدوث' حادثہ' حادث جیسے الفاظ بنے ہیں) لیکن مسلمانوں میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپؐ کے صحابہؓ کے اقوال و افعال کے لئے مختص ہوگیا۔ علمائے حدیث نے حدیث کی تعریف یوں کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا تاکہ آپؐ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہوسکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لن یساله عن هذا الحدیث احد قبل ابی هریره لحرصه علی طلب الحدیث

(اس حدیث کے بارے میں ابوہریرہؓ سے پہلے کسی نے آپ سے دریافت نہیں کیا تھا' کیونکہ ابوہریرہؓ کو جستجوئے حدیث کا بے حد شوق ہے۔)

تدوین حدیث پر تبصرہ

گولڈ سیہر (Gold Ziher) کے خیالات:

گولڈ سیہر (Gold Ziher) (الرسالہ المستطرفہ' بستان المعدش) کے شروع میں لکھتا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام Encyclopaedia of Islam کے مطابق:

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حدیث کی کتابت عہد نبویؐ میں شروع ہو چکی تھی اور عہد صحابہ کرامؓ اور عہد تابعین اور تبع تابعین میں یہ سلسلہ جاری رہا۔

Snouck Hurgrunjar کی رائے:

اس مستشرق نے بھی یہ کہا ہے کہ چھ مجموعوں کو ہر زمانہ میں صحیح اور معتبر سمجھا جاتا رہا۔ دیگر مستشرقین کی بھی یہی رائے ہے۔ المختصر کتابت و تدوین حدیث کا انتہائی اہتمام' روایت حدیث کے لئے اتنی حوصلہ افزائی اور جھوٹ کی آمیزش سے حفاظت کی ایسی تدابیر یہ ثابت کرتی ہیں کہ آپ کے ارشادات مستند ہیں۔ اور بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی:

"تاریخ کو مسخ کردینے کی سزا جہنم بتائی گئی ہے۔"

اور بالخصوص حضور کی یہ حدیث: من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار"۔ (بخاری شریف)۔

prof. Coulson نے (Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence) میں حدیث کو ماخذ اسلامی کا دوسرا ذریعہ (Source) مانا اور اس کی صحت کی دلیل (History of Islam Law : Survey II) میں دی ہے۔ (131)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر۴

عدلیہ (نظام قضاء)

عدل کی اہمیت:

قرآن حکیم میں اسلام کے نظام عدل و قضا کے بارے میں بے شمار آیات موجود ہیں۔ اس سے اسلام کے سیاسی و قانونی نظام میں عدل گستری کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظام عدل کا قیام اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ایسی عدلیہ کا قیام جو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرے حکومت کا اولین فرض ہے۔ سورہ ص میں ارشاد ہے:

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (ص:۲۶)

اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ (نائب اور حاکم) بنایا ہے۔ پس لوگوں میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا۔ اور آئندہ بھی نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا اور (اور اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے رستہ سے تم کو بھٹکا دیں گی۔ جو لوگ خدا کے رستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ اس وجہ سے کہ روز حساب کو بھولے رہے۔

سورت النساء میں ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○ (النساء:۶۵)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ کو اپنا حکم (جج) بنائیں اور پھر آپ جو فیصلہ فرمائیں' اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان میں قضاء کا لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے (۲) فاذا قضیت الصلوٰۃ (جب نماز ادا کردی جائے) (سورۃ جمعہ:۱۰) اس کے معنی فارغ ہوجانے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں قضاء سے مراد کسی حاکم عدالت یا حکم کا وہ فیصلہ جو اس نے کسی ایسے معاملہ میں دیا ہو جو اس کے نزدیک ثابت ہوچکا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا: صرف دو چیزیں ایسی ہیں جن میں حسد کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہو اور حق کے راستہ میں اس کو خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانائی سے نوازا' وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دیتا ہو۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال' من جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين

(سنن ابی داؤد: ج ۲' ۷ ص ۱۴۷)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کے مابین قاضی بنا دیا گیا وہ گویا بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔

عن ابی بريره قال' قال رسول الله صلی الله عليه وسلم' من ولی القضاء (او جعل قاضيا) بين الناس فقد ذبح بغير سكين

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو لوگوں کے درمیان منصب قضا سپرد کیا گیا (ایک دوسری روایت میں ہے: قاضی بنایا گیا) وہ گویا بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔

سورۃ النور میں حکم ربانی ہے:۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (النور:۵۱)

مسلمانوں کا قول تو صرف یہی ہوسکتا ہے جب کہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ سمعنا واطعنا (ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سن لیا اور ہم نے مان لیا) اور ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پائیں گے۔

سورۃ المائدہ میں حکم ہے کہ فیصلے انصاف کے مطابق کئے جائیں۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (المائدۃ: ۴۲)

اگر تم فیصلہ کرو تو ان کے درمیان کامل عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

سورۃ النساء میں بھی یہی حکم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ○ (النساء: ۵۸)

بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔

سورۃ النحل میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (النحل: ۹۰)

بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں عدل کا، احسان کا، قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتے ہیں کھلی بے حیائی سے برائی سے اور ظلم و سرکشی سے اور تم کو نصیحت کرتے ہیں تاکہ تم کو یاد دہانی رہے۔

قرآن حکیم سچی گواہی کا حکم دیتا ہے:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (الانعام: ۱۵۳)

اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص (جس کے مقابلہ میں وہ بات کہہ رہے ہو) قرابت داری ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو، ان ب ہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو)۔

سورۃ البقرہ میں جھوٹے مقدمات دائر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ:۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور ان کے جھوٹے مقدمے کو حکام کے یہاں اس غرض سے مت دائر کرو کہ (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ گناہ کے طور پر (یعنی ظلم سے) کھا جاؤ اور تم کو (اپنے اس جھوٹ اور ظلم کا) علم ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے عادل و انصاف پسند قاضی کو بھی قیامت کے روز ایک ایسی گھڑی سے سابقہ پڑنا ہے جس میں وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس نے کبھی ایک کھجور کے معاملہ میں بھی دو آدمیوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب ایک وقت آئے گا کہ ایک شخص تمنا کرے گا کہ کاش وہ ثریا ستارے سے گر پڑتا۔ مگر اس نے لوگوں کے معاملات کی کوئی ذمہ داری اپنے سر نہ لی ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دس آدمیوں کا والی بنایا گیا اور ان کے مابین ان کی پسند اور ناپسند کا لحاظ رکھے بغیر وہ فیصلے کرتا رہا اس کو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے۔ اب اگر اس نے یہ سب فیصلے اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے مطابق کئے ہوں گے، نہ اپنے فیصلوں میں رشوت لی ہوگی نہ کسی کی پروا کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس دن اس کے یہ بند کھول دے گا۔ جس دن اس کے علاوہ کسی کا بند نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق فیصلے کئے ہوں گے اپنے فیصلوں میں رشوت لی ہوگی اور جانبداری سے کام لیا ہوگا تو اس کا دایاں ہاتھ اس کے بائیں ہاتھ سے باندھ دیا جائے گا اس کے بعد اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

مولانا سید محمد متین ہاشمی "اسلامی نظام عدل کا نفاذ، مشکلات ان کا حل" (مطبوعہ مرکز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری) کے صفحات ۷-۸ پر رقم طراز ہیں کہ اسلامی نظام عدل کی چند امتیازی خصوصیات ہیں جو اسے دیگر نظام ہائے عدل سے ممتاز کرتی ہیں:

i- اس نظام سے معاشرے میں تبدیلی آتی ہے۔

ii- یہ دائمی نظام عدل ہے۔

iii- اس کا امتیازی نشان مساوات ہے۔ بقول سید محمد متین ہاشمی' اسلامی نظام عدل کی اہم ترین امتیازی خصوصیت اس کا عطا کردہ تصور مساوات ہے۔ یعنی قانون اسلامی کے آگے امیر' غریب' بادشاہ' فقیر' محکوم' حکمران برابر ہیں۔ حتیٰ کہ نبی اکرمؐ نے اپنے یا اپنے اہل خاندان کے لئے بھی کسی قسم کا استثنا گوارا نہ فرمایا۔ اور غزوہ بدر کے موقع پر جب آپ کی چھڑی حضرت سویدؓ کے پیٹ میں لگ گئی اور انہوں نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سید الکونین امام المرسلین سپہ سالار بدر اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا کر کھڑے ہوگئے۔ چھڑی سویدؓ کے ہاتھ میں تھما دی اور انہیں بطیب خاطر اجازت دی کہ وہ بدلہ لے لیں۔ اسلام کے نظام عدل میں جب شارع اسلام اپنی ذات گرامی کو بدلہ کے لئے پیش کرسکتے ہیں تو پھر کون ایسا ہے جو خود کو قانون سے بالاتر سمجھے؟ آج تو دنیا بہت ترقی کرچکی ہے۔ قانون و شروح قانون کی لاکھوں کروڑوں کتابیں تیار ہوچکی ہیں۔ لیکن مغربی نظام عدل کی رو سے بادشاہ کو ایک عام شہری عدالت میں طلب نہیں کرسکتا۔ اور عام عدالتیں وزیراعظم پر مقدمہ نہیں چلا سکتیں۔ اس لئے کہ "بادشاہ سے تو غلطی کا صدور ہی ممکن نہیں" مگر قرآن کریم چودہ سو برس سے اعلان کر رہا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات: ۱۳)

اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے درمیان شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہی عزت والا ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب مخزومیہ عورت نے چوری کی اور قریش نے محسوس کیا کہ اگر اس کا ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹ دیا جائے گا تو قبیلہ قریش کی بے عزتی ہوگی اور انہوں نے اسامہ بن زیدؓ کو حضور کی خدمت میں سفارش کرنے کے لئے بھیجا تو جواب ملا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتشفع فی حد من حدود الله ثم قام فخطب فقال یا ایها الناس انما ضل من قبلکم انهم کانوا اذا سرق الشریف ترکوه واذا سرق الضعیف فیهم اقاموا علیهم الحدود وایم الله لو ان فاطمه بنت محمد سرقت لقطع محمد یدها

کیا تم اللہ کی حدود کے بارے میں مجھ سے سفارش کررہے ہو؟ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا لوگو، تم سے پہلے کی قومیں اس لئے گمراہ ہوگئیں کہ ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا تو اس پر حدیں جاری کرتے اور خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو محمد ضرور بالضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ (صفحات: ۱۰:۱۲)

کیا اس مساوات کی نظیر تاریخ عالم میں مل سکتی ہے۔

iv- اسلامی نظام عدل معاشرے کی تربیت خوف خدا اور تصور آخرت ہے۔

v- اسلامی نظام عدل میں جرم ثابت ہونے پر عبرت ناک سزائیں ملتی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محمد دہلوی حجۃ اللہ البالغہ (الطبع سلفیہ لاہور، ۱۹۷۵ء) کے صفحہ نمبر ۱۵۸ جلد دوم میں لکھتے ہیں "بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے۔ یہ وہ معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا، نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا اور مسلمان معاشرے کی طمانیت و سکون قلب رخصت ہوجاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہے کہ دو چار بار انکار ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے اور اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ساری زندگی معاشرے کے دیگر افراد کے لئے سامان عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کے ارتکاب کی جرات کریں۔

vi- اس نظام میں شہادت کا معیار بہت بلند ہے۔

vii- انصاف مفت اور فوری ہے۔

viii- اسلام میں اصلاح بذریعہ تبلیغ ہے۔ بعدازاں ترغیب کا حکم ہے۔ تیسرا مرحلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترھیب ہے جس کے ذریعے اسلامی حدود و عقوبات جاری کی جاتی ہیں۔ مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب نے مندرجہ ذیل تجاویز اس ضمن میں پیش کی ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں (مقالہ مندرجہ بالا صفحات:۳۷-۳۶)

علماء کا بورڈ:

تدوین جدید کے لئے ضروری ہے کہ حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کے زیراہتمام ایک علماء بورڈ تشکیل دے جس میں:

(الف) ہر مکتب فکر کے جید علمائے دین کو شامل کیا جائے۔

(ب) ہر مکتب فکر سے ایسے علمائے دین کو شامل کیا جائے جو اسلامی قوانین میں کسی علمی حیثیت کے مالک ہوں نیز علم و فضل کے ساتھ ساتھ ورع و تقویٰ اور خلوص و دیانت کے اعتبار سے مشہودلھم بالخیر ہوں۔

(ج) اس بورڈ میں جدید قوانین کے ایسے ماہرین کو بھی شامل کیا جائے جو اپنی دین پسندی میں معروف ہوں اور اس بات کے سچے دل سے خواہاں ہوں کہ جلد از جلد اسلامی نظام ملک میں نافذ ہو۔

(د) ضروری ہے کہ بورڈ ہر قسم کے سیاسی مفادات سے آزاد ہو۔

(ہ) بورڈ کے اراکین کو قیام و سکونت کی ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جائے اور ان سے کل وقتی کارکن کے طور پر کام لیا جائے۔

بورڈ کے ارکان کو اختیار ہوگا کہ وہ جدید دور کے مسائل پر غور کرتے وقت قیاس استحسان' استصحاب' مصالح مرسلہ کے دائرہ کا کا آج کل کے حالات کی روشنی میں تعین کریں اور تدوین جدید کے وقت حسب ضرورت ان سے استفادہ کریں۔

تطہیر:

گزشتہ صفحات میں اسلامی نظام عدل کے نفاذ کو آسان اور تیزتر بنانے کے لئے چند اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ کسی بھی نظام کو نافذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک ایسی ٹیم موجود رہے جو:

۱۔ اس نظام کی صداقت و افادیت پر یقین کامل رکھتی ہو۔

۲۔ جس نے اس نظام کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے رکھا ہو۔

۳۔ جو اس نظام کے نفاذ اور قیام و دوام کے لئے اپنا سب کچھ بیچ دینے اور قربان کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے تیار ہو ایسے لوگ جو بہ باطن اسلامی نظام کی صداقت و افادیت پر یقین نہ رکھتے ہوں یا اسلامی نظام کو ایک فرسودہ نظام تصور کرتے ہوں ان سے یہ امید کرنا کہ وہ اس نظام کو نافذ کردیں گے ایک سراب کی طرف دوڑنے کے مترادف ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ جس جماعت پر اسلامی نظام کے نفاذ کی ذمہ داری ڈالی جائے اس کی اچھی طرح تطہیر کرلی جائے ورنہ تدوین جدید کا کام شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ (خاکم بدہن)

عن ابی بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: القضاۃ ثلاثۃ واحد فی الجنۃ واثنان فی النار فاما الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق فقضی بہ ورجل عرف الحق فجار فی الحکم فھو فی النار ورجل قضی للناس علی جھل فھو فی النار (سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۱۴۷، طبع نولکشور، ۱۲۹۳ھ)

بریدہ اسلمی کے صاحبزادے اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم جنت میں اور دو قسم جہنم میں۔ جو قاضی جنت میں جائے گا وہ وہ ہوگا جس کو حق کی پوری معرفت بھی حاصل تھی اور اس نے اس کے مطابق فیصلے بھی کئے لیکن جس شخص نے حق کی معرفت ہونے کے باوجود فیصلے کرنے میں ظلم کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس طرح وہ شخص جس نے لوگوں کے مابین جہالت اور ناواقفی سے فیصلے کئے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

مسروق (تابعی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا رسول اللہ نے فرمایا کوئی حاکم عدالت ایسا نہیں جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہو جس کو قیامت کے روز اس حال میں حاضر نہ کیا جائے کہ ایک فرشتہ نے اس کے سر کی گدی پکڑ رکھی ہوگی۔ پھر اس کا سر آسمان کی سمت اٹھا (کر دیکھا) یا جائے گا۔ پھر اگر یہ حکم ہوا کہ اس کو پھینک دو تو اس کو ایک گڑھے میں چالیس سال کے لئے پھینک دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، طبع لکھنؤ، ص ۱۶۸، ۱۲۱۵ھ)

عبد اللہ بن موہب سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا: جاؤ (فلاں جگہ) لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کی ذمہ داری لے لو۔ انہوں نے جواب دیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیرالمومنین کیا آپ مجھے معاف نہیں فرمائیں گے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تمہیں قاضی کا منصب سنبھالنے میں کیا چیز ناپسند ہے جبکہ تمہارے والد بھی (دور صدیقی) میں قاضی تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: جو شخص قاضی ہو اور پورے عدل و انصاف سے فیصلے کرے تو مناسب تو یہی ہے کہ وہ برابر سرابر چھوٹ جائے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا:) اب اس کے بعد میں کیا امید رکھ سکتا ہوں۔ (جامع ترمذی ص:۲۷۴ تا ج ۲ مع شرح تحفہ الاحوذی طبع بیروت)

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اے عبدالرحمٰن بن سمرہؓ تم اپنے لئے مناصب طلب مت کرنا' اس لئے کہ اگر تمہاری طلب اور کوشش سے تمہیں مناصب دیئے گئے تو تم ان کے حوالے کردیئے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم کو بغیر طلب اور کوشش کے یہ منصب اور عہدے دیئے گئے تو ان کی انجام دہی میں تمہاری مدد کی جائے گی۔ اگر تم کسی بات کی قسم کھالو اور بعد میں محسوس کرو کہ کوئی اور راستہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے تو قسم کا کفارہ ادا کرو اور جو راستہ بہتر ہے اس کو اختیار کرلو۔ (بخاری' کتاب الاحکام)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے (قبیلہ) کے دو آدمی رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان دو ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ ہمیں کوئی عہدہ عطا فرمایئے۔ دوسرے نے بھی ایسی ہی درخواست کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں اس کام میں (یعنی عدالتی کام میں) کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتا جو خود اپنے لئے اس کا طالب ہو یا اس منصب کا لالچ رکھتا ہو۔ (بخاری: کتاب الاحکام' ص:۱۰۵۸)

عبدالمالک بن میسرہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں: میں نے کردوس بن قیس کو جو کوفہ میں عام لوگوں کے قاضی تھے یہ کہتے سنا: مجھے ایک بدری صحابی نے بتایا ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا: میں اس نشست پر بیٹھوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔ شعبہ (جو اس کے راوی ہیں) میں نے (عبدالملک بن میسرہ سے) پوچھا کہ کونسی نشست مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ قاضی تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی' ج:۱۰' ص:۸۹)

ایک علاقہ میں متعدد قاضیوں کا تقرر:

ایک شہر میں دو قاضیوں کے تقرر کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (پہلی) یہ کہ دونوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہر کا جدا جدا حصہ تفویض کیا جائے۔ یہ صورت صحیح ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے متعلقہ حصے میں انتظام کرنے کا مجاز ہوگا۔ (دوسری) یہ کہ ایک کو مقدمات دیوان کے لئے اور دوسرے کو مقدمات نکاح کے لئے مقرر کیا جائے۔ یہ بھی جائز ہے کہ ہر ایک قاضی پورے شہر کے اپنے متعلقہ مقدمات لینے کا مجاز ہوگا۔ (تیسری) یہ کہ دونوں کو پورے شہر کی قضا تمام مقدمات طے کرنے کے لئے تفویض کی جائے۔ اس کے جواز میں ہمارے علما کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کے نزدیک یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ مقدمات لے جانے میں مدعی اور مدعا علیہ کا نزاع اور جھگڑا ہوگا۔ ایک کہیں دوسرا کہیں لے جانا چاہے گا لہٰذا اگر دونوں کا تقرر بیک وقت ہوا ہو تو دونوں کی قضا باطل ہوگی۔ اور مقدم و موخر ہوا ہو تو موخر کی قضا باطل ہوگی اور دوسری بڑی جماعت اس کو جائز کہتی ہے۔ کیونکہ قاضی وکیل کی طرح نائب بنایا جاتا ہے۔ فریقین (مدعی و مدعا علیہ) مختلف الاراء ہوں تو مدعی کی رائے معتبر ہوگی اور مختلف الرائے نہ ہوں تو جو قاضی اپنے قریب تر ہو اسی کے پاس مقدمے لے جائیں اور دونوں کا فاصلہ برابر ہو تو بعض کے نزدیک قرعہ اندازی کرلی جائے اور بعض کے نزدیک جب تک متفق الرائے نہ ہوں کسی کے پاس مقدمہ نہیں لے جاسکتے۔

اسلامی عدل گستری: مراسلہ حضرت عمرؓ (مراسلہ کا ترجمہ)

مراسلہ بابت عدالتی پالیسی اور فیصلہ کا طریقہ: (از حضرت عمر فاروقؓ بنام حضرت ابو موسیٰ اشعری)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری) کے نام۔

السلام علیکم!

اما بعد:

نظام قضا کا قیام ایک محکم فریضہ اور ایک ایسی سنت ہے جس کا ہمیشہ اتباع کیا گیا ہے۔ لہٰذا جب کوئی تمہارے سامنے پیش ہو تم اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اس لئے کہ جو حق نافذ کیا جائے اس کے بارے میں باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اپنی نشست و برخواست اور چہرے کے تاثرات تک میں لوگوں کے درمیان برابری اور مساوات قائم رکھو تاکہ کوئی با اثر آدمی یہ غلط امید نہ رکھے کہ تم سے کسی کے خلاف کوئی زیادتی کرالے گا اور کوئی کمزور شخص اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مایوس نہ ہو کہ اس کو تمہارے ہاں سے عدل و انصاف نہ ملے گا۔ اور اسی طرح کوئی کمزور شخص تمہاری سختی سے خوفزدہ نہ ہو۔

بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اس شخص کی ذمہ داری ہے جو دعویٰ کی صحت کا انکار کر رہا ہو۔ لوگوں (بعض روایات کے الفاظ ہیں: مسلمانوں) کے درمیان ہر قسم کی صلح مصالحت اور راضی نامہ جائز ہے۔ سوائے اس صلح یا راضی نامہ کے جو کسی حرام کو حلال قرار دے دے یا کسی حلال کو حرام قرار دے دے۔

اگر تم نے کل کوئی فیصلہ کیا ہے اور آج تم نے اس پر دوبارہ غور و فکر کیا ہے اور تم کو راہ راست کی طرف رہنمائی حاصل ہوگئی ہے تو محض یہ بات کہ تم کل ایک فیصلہ کر چکے ہو تمہیں ہرگز ہرگز حق کی طرف رجوع کرنے سے باز نہ رکھے۔ اس لئے کہ یاد رکھو حق ایک اٹل حقیقت ہے اس کو کوئی دوسری چیز باطل یا غلط نہیں ٹھہرا سکتی۔ اور یاد رکھو کہ باطل پر اڑے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ حق کی طرف رجوع کرلیا جائے۔ جن معاملات میں قرآن و سنت کی کوئی ہدایت موجود نہیں اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتے ہیں ان کے بارے میں خوب غور و فکر اور سمجھ بوجھ سے کام لو۔ ایسے نئے نئے مسائل حل کرنے کے لئے تم پہلے قرآن و سنت میں موجود ملتے جلتے مسائل اور اصولوں سے واقفیت حاصل کرو اور پھر نئے معاملات کو ان اصولوں پر قیاس کرلو۔ اس کے بعد جو حل تمہاری رائے میں اللہ کو زیادہ محبوب' اس کی مرضی کے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ مشابہ معلوم ہو اس کو اختیار کرلو۔

جو شخص تمہارے سامنے یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس اپنے موقف کی تائید میں کوئی حق بات موجود ہے جو اس وقت وہ پیش کرنے سے قاصر ہے تو اس کو اتنی مہلت دو کہ وہ اس بات کو پیش کرسکے۔ اس مہلت کے اندر اندر اگر وہ کوئی ثبوت لے آیا تو وہ اس کی بنیاد پر اپنا حق لے لے گا ورنہ بصورت دیگر تمہارے لئے جائز ہوگا کہ تم اس کے خلاف فیصلہ دے دو۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے مہلت (دینے سے) وہ ثبوت پیش نہ کرسکا اور اس کی بے بصیرتی اس پر واضح ہوجائے گی۔ مسلمان سب کے سب عادل ہیں اور ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف قابل قبول ہے سوائے اس شخص کے جس کو کوئی سزائے حد دی گئی ہو یا اس کے بارے میں یہ تجربہ ہوچکا ہو کہ وہ جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ یا کسی (کی جانبداری) کے بارے میں اس وجہ سے کوئی بدگمانی کی جارہی ہو کہ وہ صاحب معاملہ کا (جس کے حق میں گواہی دے رہا ہے) کوئی رشتہ دار یا تعلق دار ہے۔ جہاں تک (گواہی کے معاملہ میں) لوگوں کی پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لی ہے۔ اب تمہاری ذمہ داری صرف یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ پیش کردہ ثبوت کی بنیاد پر فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حدود سے بچا لیا ہے کہ سوائے واضح اور مضبوط ثبوت یا قسم (حلفیہ اقرار) کے حد جاری نہیں ہو سکتی۔

(کمرہ عدالت میں) غصہ سے پرہیز کرو' تنگ دلی اور پریشانی سے بچو' لوگوں کی مقدمہ بازی سے اکتاہٹ اور تکلیف محسوس نہ کرو' اس لئے کہ یہی وہ مواقع ہیں جہاں تمہیں حق نافذ کرنا ہے۔ یہ کام تمہارے لئے اللہ کے ہاں اجر کا موجب اور آخرت میں بہترین ذخیرہ کا سبب بنے گا۔ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان حق کے معاملہ میں نیت کو صاف اور خالص کرلیتا ہے چاہے اس کا نتیجہ اس کے اپنے ہی خلاف پڑ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو بھی صاف اور خالص کر دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شخص دنیا کے سامنے خود کو اس طرح مزین کرکے پیش کرے گا کہ اصل حقیقت جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس سے مختلف ہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف وہی عبادت قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو تو بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے اس اجر و ثواب کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی رزق اور اخروی خزائن رحمت کی شکل میں بندوں کے لئے محفوظ کر رکھا ہے؟ (کیا اس کا مستحق کوئی غیر مخلص شخص ہو سکتا ہے؟)

والسلام علیکم

شرح:

ذیل میں اس اہم اور تاریخی دستاویز کی مختصر تشریح دی جارہی ہے۔ جو حافظ ابن قیم کی مفصل شرح سے ماخوذ ہے۔ اس شرح کا مکمل ترجمہ تو طویل فرصت کا متقاضی ہے یہاں اس کے اہم مباحث کی تلخیص پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ اصل اسم گرامی عبداللہ بن قیس ہے۔ مکہ مکرمہ میں ہی اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لے آئے تھے۔ گو اصل میں رہنے والے یمن کے تھے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آبسے تھے۔ آپ نے حبشہ بھی ہجرت فرمائی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ بھی دیگر مہاجرین حبشہ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور پھر قریب قریب تمام غزوات و مہمات میں شرکت کی۔ ۹ھ میں رسول اللہؐ نے آپ کو یمن کے علاقوں زبید اور عدن کا گورنر مقرر فرمایا۔ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے آپؓ کو بصرہ کا گورنر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صدر قاضی مقرر کیا۔ اس حیثیت میں آپ نے وہاں بہت سے تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ حضرت عمرؓ کو اپنے جن حکام و قضات پر بہت اعتماد تھا ان میں سے ایک حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ ان کو وقتاً فوقتاً بہت سے خطوط اور مراسلے لکھتے رہتے تھے۔ جن میں سے بعض کا ذکر حدیث اور بعض کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام حضرت عمرؓ کا ایک اور اہم خط

((ابن عبد ربہ) العقد الفرید، طبع قاہرہ: ۱۹۴۰ء، جلد اول، ص:۱۰۲-۱۰۳)

ترجمہ: یاد رکھو عام لوگوں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ وہ اپنی حکومت سے نالاں ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا تم ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہو کہ کہیں مجھے اور تمہیں کوئی نامعلوم اور اندھی مصیبت آگھیرے، یا ہمارے متعلق (لوگوں کے دلوں میں) نفرتیں کھڑی ہو جائیں۔ یا ہم میں ایسی خواہشات نفسانی پیدا ہو جائیں جن کا ہم اتباع کرنے لگیں یا ہم دنیا کو ترجیح دینے لگیں۔ لہٰذا حدود اللہ کو قائم کرو اور مظالم کے لئے ضرور بیٹھو چاہے دن بھر میں ایک گھنٹہ کے لئے ہی ہو۔ فاسقوں اور بدکاروں کو ڈرا دھمکا کر رکھو اور ضرورت پڑے تو ان کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بھی ڈال کر بند کردو۔ اگر کبھی مختلف قبائل کے مابین کوئی جھگڑا ہو جائے اور وہ (اپنی قبائلی عصبیت کو اپیل کرتے ہوئے) آواز دیں۔ فلاں کی دہائی ہے تو یہ شیطان ہی کے سکھانے پڑھانے سے ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو تلواروں سے مار مار کو مجبور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں اور ان کی دہائیاں اللہ تعالیٰ اور اسلام کے نام پر ہوں اور اسلام ہی کی طرف ہوں۔ ان چیزوں سے ہمیشہ کام لیتے رہو اور ان پر ہمیشہ کاربند رہو۔ (۱) نعمت پر شکر کرو۔ (۲) تالیف قلب کے ذریعہ لوگوں سے اطاعت کراؤ، (۳) معافی اور درگزر سے ان (کے دلوں) پر قدرت حاصل کرو، (۴) تواضع سے مدد لو، (۵) لوگوں سے محبت رکھو، مجھے اطلاع ملی ہے کہ ضبہ والے (ایک قبیلے کا نام ہے) ضبہ کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی ضبہ والوں کے ذریعے کبھی کوئی بھلائی ہم تک پہنچائی ہو یا ان کے ذریعہ سے کسی برائی کو روکا ہو۔ لہٰذا جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو ان لوگوں (اہل ضبہ) کو سخت سزا دو اور ان کو متفرق و منتشر کر دو بشرطیکہ ان کو اس وقت تک سمجھ نہ آگئی ہو۔ غیلان بن خرشہ کے درمیان جو لوگ بستے ہوں ان کو بھی انہیں میں شمار کرو اور دیکھو، مسلمانوں کے مریضوں کی عیادت کرو، ان کے جنازوں میں جایا کرو۔ ان کے معاملات کی خود براہ راست دیکھ بھال کرو۔ اپنے دروازے ان کے لئے کھلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھو۔ اس لئے کہ تم انہیں میں سے ایک شخص ہو۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داریاں ان میں سب سے زیادہ کردی ہیں۔ امیرالمومنین کو یہ اطلاع ملی ہے کہ تم اور تمہارے اہل خاندان میں کھانے پینے' لباس اور سواری میں ایک ایسا معیار عام ہوگیا ہے جو دوسرے مسلمانوں کو میسر نہیں تو اے عبداللہ دیکھو' جانوروں کی طرح ہونے سے بچو۔ یہ تو جانوروں کا کام ہے کہ ان کی ساری دلچسپی یہی ہوتی ہے کہ کھا کھا کر موٹے ہوجائیں حالانکہ موٹا ہوجانا ہی ان کی موت کا باعث بنتا ہے۔ یاد رکھو جب سرکاری کارندے کج روی اختیار کرتے ہیں تو پھر ان کی ساری رعایا بھی کج رو ہوجاتی ہے اور دنیا میں سب سے بدبخت وہ ہے جو دوسرے انسانوں کی بدبختی کا سبب بھی بنے۔ والسلام

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام اس سے قبل جو تفصیلی خط گزرا ہے وہ ان کو بطور قاضی القضاۃ لکھا گیا تھا۔ قاضی القضاۃ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ عدالت مظالم کے سربراہ بھی تھے۔ یہ خط ان کو اس دوسری حیثیت میں لکھا گیا ہے۔ عدالت مظالم ایک اعلیٰ عدالت ہوتی تھی جس کا کام یہ ہوتا تھا کہ عمال حکومت کی بددیانتیاں اور ان کے ظلم و ستم جیسے معاملات پر نظر رکھے اور ان کا سدباب کرے۔ اس عدالت کے دائرہ اختیار میں خود قاضیوں کی زیادتیاں اور انصافیاں وغیرہ بھی آتی تھیں۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ ولایت مظالم کا دائرہ اختیار قریب قریب وہ تھا جو آج کل اومبڈس مین (Ombudsman) اور سپریم جوڈیشل کونسل وغیرہ کو مجموعی طور پر حاصل ہے۔ خط کے درمیانی جملوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں اگر کچھ لوگ علاقائی' قبائلی یا لسانی عصبیت پھیلا رہے ہوں تو ولایت مظالم کی عدالت کو از خود اس پر سخت کارروائی کرنے کا حق حاصل ہے۔ (ولایت مظالم کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے اس کتاب کا باب نہم عدالتی ادارے)۔

اس دستاویز کے ایک جملہ: واجعلهم يدا يدا ورجلا رجلا: کا ایک ترجمہ تو وہ ہوسکتا ہے جو متن میں دیا گیا ہے دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں کو منتشر رکھو اور متحد نہ ہونے دو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام حضرت عمرؓ کا خط

الزم اربع خصال یسلم لک دینک وتحظ بافضل حظک

۱۔ اذا حضر الخصمان فعلیک البینات العدول او الایمان القاطعه

۲۔ ثم اذن للضعیف حتی ینبسط لسانه ویجتری قلبه

۳۔ وتعاهد الغریب' فانه اذا طال حبسه ترک حاجته وانصرف الی اهله

۴۔ واحرص علی الصلح مالم یبین لک القضاء

(شرح ابن ابی الحدید' جلد سوم' ص:۱۱۹)

بحوالہ جمہرۃ رسائل العرب فی العصور العربیہ الزاہرۃ' مؤلفہ احمد ذکی صفوت' جلد اول' طبع قاہرہ' ۱۹۳۷ء ص:۲۵۱)

ج: اگر تم چار عادتوں کو خوب پختگی کے ساتھ اپنا لو تو تمہارا دین بھی سلامت رہے گا اور تم اپنی قسمت کے بہترین حصہ سے فیض یاب بھی ہوتے رہو گے۔

۱۔ جب فریقین تمہارے پاس آئیں تو تم صرف عادلانہ ثبوت یا پختہ قسموں پر ہی فیصلہ کرو۔

۲۔ پھر جو کمزور ہو اس کو بولنے کی اجازت دو تاکہ اس کی زبان کھلے اور اس کے دل میں جرات پیدا ہوا۔

۳۔ پردیسی کا خیال رکھو۔ اس لئے کہ اگر اس کو زیادہ (انتظار کی وجہ سے) ٹھہرنا پڑا تو وہ اپنی ضرورت کو (ادھورا) چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلا جائے گا۔

۴۔ جب تک (سماعت مکمل ہونے کی وجہ سے) فیصلہ واضح نہ ہوجائے اس وقت تک مصالحت کی کوشش کرتے رہو۔

ش: حضرت عمرؓ نے اس مضمون کے مراسلے بعض دوسرے حکام کو بھی ارسال کئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عام مراسلہ تھا جو ان تمام حکام کو بھیجا گیا تھا جو عدالتی فرائض انجام دیتے تھے۔ ان میں سے بعض (کم از کم تین) تاریخ نے محفوظ رکھے۔ لیکن اس کے علاوہ بقیہ دو مراسلوں میں اربع خصال (چار عادتوں) کے بجائے خمس خصال (پانچ عادتوں) کا ذکر ہے۔ آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سماعت مکمل ہونے کے بعد جب صورت حال واضح ہوجائے اور یہ بات بالکل کھل کر سامنے آجائے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس حق دار کا حق بنتا ہے اس وقت عدالت کو راضی نامہ کرانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس سے عدالت کی غیرجانبداری پر بھی حرف آسکتا ہے اور یہ عدالت کے اس فریضہ کہ حق دار کو اس کا حق دلایا جائے' کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا حق اور حق دار کے حتمی تعین کے بعد مصالحت کرانا درست نہیں اس مرحلہ پر صرف فیصلہ دینا چاہئے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام حضرت عمرؓ کا خط

انه لم یزل للناس وجوه یرفعون حوائجهم' فاکرم من قبلک من وجوه الناس ویحسب المسلم الضعیف من العدل ان ینصف فی الحکم وفی القسم

ج: لوگوں میں ایسے باثر لوگ ہر زمانہ میں رہتے ہیں جو ان کی ضروریات کو (حکام تک) پہنچاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا لوگوں کے وہ با اثر رہنما جو تمہارے علاقہ میں ہیں ان کی عزت و تکریم کرو۔ ایک کمزور مسلمان کے ساتھ عدل و انصاف کے ضمن میں یہ بات کافی ہے کہ عدالتی فیصلوں اور تقسیم دولت میں اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

ش: حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی کا کوئی عزت دار آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔ جب ہر قوم کے معزز رہنماؤں کے ساتھ اس سلوک کی تعلیم ہے تو پھر امت مسلمہ کے قائدین اور با اثر رہنماؤں کے ساتھ تو بطریق اولیٰ حسن سلوک ہونا چاہئے۔ خط کے دوسرے حصہ کا مفہوم بھی واضح ہے۔ یعنی ایک عام شخص کو کم از کم اتنا حق ضرور ملنا چاہئے کہ عدالتی فیصلوں میں اس کے ساتھ انصاف ہو اور ملک کے معاشی وسائل اور نعمتوں میں سے اس کو اس کا حصہ مل جائے۔

حضرت معاویہؓ کے نام حضرت عمرؓ کا خط

فانی کتبت کتابا فی القضاء مالم لک ونفسی فیه خیرا' الزم خمس خصال' یسلم دینک' وتاخذ فیه بافضل حظک

۱۔ اذا تقدم الیکالخصمان فعلیک بالبینه العادلة والیمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القاطعه

۲۔ وادن الضعیف حتی یشتد قلبه وینبسط لسانه

۳۔ وتعاهد الغریب، فان لم تعاهده ترک حقه ورجع الی اهله

۴۔ فربما ضیع حلقه من لم یرفع به راسه

۵۔ وغلیک بالصلح بین الناس مالم یستبن لک فضل القضاء

(مبسوط سرخسی، جلد ۱۶، ص ۶۲، متن مع شرح)

(ابن عبد ربہ نے اپنی روایت میں حسب ذیل جملہ کا بھی اضافہ کیا ہے)۔

۶۔ وآس بین الناس فی لحظک وطرفک

(العقد الفرید، طبع قاہرہ، ۱۹۴۰ء، جلد اول، ص ۹۸-۹۹)

ج: اما بعد

میں نے اس سے قبل بھی تمہیں ایک خط لکھا تھا جس میں میں نے تمہاری بھلائی کی باتیں لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اب تم پانچ باتوں پر مضبوطی سے جمے رہو۔ اس میں تمہارا دین بھی سلامت رہے گا اور تم اپنے نصیب کا بہترین حصہ بھی حاصل کرسکو گے۔

۱۔ جب فریقین تمہارے سامنے پیش ہوں تو تم صرف عادلانہ ثبوت اور پختہ قسم ہی کی بنیاد پر فیصلہ کرو۔

۲۔ کمزور کو قریب آنے کا موقع دو تاکہ اس کا دل مضبوط ہو اور اس کی زبان کھلے۔

۳۔ پردیسی کا خیال رکھو اس لئے کہ اگر تم اس کا خیال نہ رکھو گے تو وہ اپنا حق چھوڑ کر اپنے گھر چلا جائے گا۔

۴۔ اس لئے کہ جو شخص پردیسی اور کمزور شخص کی ہمت افزائی نہیں کرے گا وہ اس کے حق کو ضائع کردے گا۔

۵۔ جب تک فیصلہ پورے طور پر واضح ہوکر سامنے نہ آجائے اس وقت تک مصالحت کرانے کی کوشش کرتے رہو۔

ابن عبد ربہ نے اپنی روایت میں حسب ذیل جملہ کا اضافہ کیا ہے:

۶۔ لوگوں کے درمیان دیکھنے اور بیٹھنے میں برابری رکھو۔

ش: عدالت کو فریقین کے درمیان مکمل مساوات کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ مکمل مساوات ہی کا تقاضا ہے کہ کمزور اور اجنبی شخص کی ہمت افزائی کرکے اس کو طاقتور اور با اثر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریق کے مقابلہ میں برابر کی سطح پر لے آیا جائے۔ کمزور کو کمزور رکھنا اور قوی کو قوی رکھنا اور پھر دونوں سے یکساں سلوک کرنا مساوات کے خلاف ہے۔ پہلے دونوں ایک سطح پر آجائیں پھر مساوات ہونی چاہئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کے نام حضرت عمرؓ کا خط

اما بعد فانی کتبت الیک بکتاب لم الک ونفسی خیرا الزم خمس خصال یسلم لک دینک وتحظ بافضل حظک

۱۔ اذا حضرک الخصمان فعلیک بالبینات العدول والایمان القاطعه

۲۔ ثم ادن الضعیف حتی تبسط لسانه ویجتریٔ قلبه

۳۔ وتعهد الغریب' فانه اذا طال حبسه ترک حاجته' و انصرف الی اهله

۴۔ وان الذی ابطل من لم یرفع به راسا

۵۔ واحرص علی الصلح مالم یستبن لک القضاء

والسلام

(کتاب الخراج' امام ابویوسف' ص: ۱۲۶-۱۲۷)

ترجمہ: اما بعد میں نے پہلے بھی آپ کو ایک خط لکھا تھا۔ میں اپنے لئے اور آپ کے لئے (اللہ سے) خیر و عافیت کی طلب میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اگر آپ پانچ اصولوں پر مضبوطی سے عمل پیرا رہیں تو آپ کا دین بھی سلامت رہے گا اور آپ دنیا اور آخرت میں اپنے بہترین نصیب سے بہرہ ور ہوں گے۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ جب فریقین آپ کی عدالت میں حاضر ہوں تو آپ کو صرف عادلانہ اور قانونی ذرائع ثبوت اور پختہ قسم پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے (اور فریقین کی ادھر ادھر کی باتوں پر توجہ نہ دینی چاہئے)۔

۲۔ کمزور شخص کو اپنے قریب ہونے کا موقع دیں تاکہ اس کی زبان کھلے اور اس کے دل میں جرات پیدا ہو (کہ وہ آزادی سے اپنا موقف بے دھڑک بیان کرسکے)۔

۳۔ اجنبی اور بیرون سے آئے ہوئے شخص پر خصوصی توجہ دیجئے۔ ورنہ اگر اس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ دیر تک انتظار کرنا پڑا تو وہ اپنے معاملہ سے دستبردار ہوجائے گا اور اپنے گھر واپس چلا جائے گا۔

۴۔ جو شخص کمزور اور اجنبی کی ہمت افزائی نہیں کرے گا وہ اس کے حق کو ضائع کروے گا۔

۵۔ جب تک فیصلہ کی واضح صورت سامنے نہ آئے اس وقت تک مصالحت کی کوشش کرتے رہیں۔

قاضی شریح کے نام حضرت عمرؓ کا خط

لا تشار ولا تمار ولا تبع ولا تبتع فی مجلس القضاء ولا تقض بین اثنین وانت غضبان (البیان والتبیین' جلد دوم' ص:۷۵) بحوالہ جمہرۃ رسائل العرب' احمد زکی صفوت' جلد اول' ص:۲۸۱)

ج: کمرہ عدالت کے اندر

۱۔ نہ تو کسی سے جھگڑا کرو۔

۲۔ نہ بلا وجہ بحث و مباحثہ کرو۔

۳۔ نہ فروخت کرو۔

۴۔ نہ کوئی چیز خریدو۔

اور غصہ کی حالت میں کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرو۔

ش: قاضی شریح بڑے مشہور اور صاحب علم تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی ذہانت اور قانونی صلاحیت کے پیش نظر ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ اس منصب پر وہ حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ' حضرت معاویہؓ' یزید بن معاویہ اور پھر عبد الملک بن مروان کے ابتدائی دور تک فائز رہے۔ گویا پورے ۷۵ سال کوفہ کے قاضی رہے۔ اس ساری مدت میں صرف تین سال (عبداللہ بن زبیر کے ہنگامہ کے دوران) وہ اپنے فرائض انجام نہیں دے سکے۔ آخر میں حجاج بن یوسف کے دور گورنری میں انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ ۸۷ھ میں تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی۔

قاضی کا تقرر:

قاضی کے تقرر کے معاملہ میں بنیادی کردار سربراہ مملکت کا ہے جو امت پر خلیفہ مقرر کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔ قاضیوں کا تقرر اور عدالتوں کا قیام اس کے لئے فرض عین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ نظام قضا کا قیام بطور سربراہ مملکت اس کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ قاضیوں کے تقرر کا اختیار اس کو حاصل ہے۔

اس معاملہ میں سربراہ مملکت کے لئے توقف جائز نہیں کہ جب مطالبہ کیا جائے تو عدالتیں قائم کردی جائیں۔ (بلکہ یہ کام اس کو از خود کر ڈالنا چاہئے) اس لئے کہ یہ چیز عوام کے ان حقوق میں سے ہے جن کی بہرحال نگہداشت ہونی چاہئے۔ اس سلسلہ میں ثانوی اور فروعی حیثیت صوبائی اور علاقائی قاضی کی ہے۔ اگر وہ اپنے ماتحت تمام علاقوں کے عدالتی معاملات کو خود دیکھ بھال نہ کرسکے تو جن معاملات میں وہ براہ راست دیکھ بھال کرنے پر قادر نہیں اس کے لئے دوسرے قاضیوں کا تقرر کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

قاضی کی صفات:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی کی مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

عہدہ قضا پر کسی شخص کا تقرر اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک اس شخص میں گواہ کی صفات نہ پائی جائیں (ہدایہ) گواہ کی صفات یہ ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا

۲۔ مکلف ہونا

۳۔ آزاد ہونا

۴۔ بینا ہونا

۵۔ پہلے کبھی حد قذف نہ لگی ہو

۶۔ بہرا نہ ہو

۷۔ گونگا نہ ہو

گراں گوش شخص کے بارے میں صحیح رائے یہی ہے کہ اس کا تقرر جائز ہے (النہر الفائق) علاوہ ازیں قاضی کو ان لوگوں میں سے ہونا چاہئے جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ صفت ترجیح کے لئے ہے (ہدایہ) حتیٰ کہ اگر کسی (جاہل) کا تقرر بھی کردیا جائے اور دوسروں کے فتویٰ کے موجب فیصلے کرتا رہے تو جائز ہوگا۔ (الملتقط) لیکن اس کے باوجود کسی ایسے شخص کو مقرر کرنا مناسب نہیں جو احکام شرعیہ سے ناواقف ہو۔ اسی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نزدیک عادل ہونا بھی تقرر کی بنیادی شرط نہیں ہے بلکہ محض ترجیحی اور تکمیلی شرط ہے چنانچہ فاسق کو قاضی بنا دینا جائز ہے اور اگر وہ اپنے فیصلوں میں شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کرے تو اس کے فیصلے نافذ العمل قرار پائیں گے (لیکن کسی فاسق کو بطور قاضی مقرر کرنا مناسب نہیں (البدائع)

قاضی کے اوصاف

قاضی کے تقرر کے صحیح اور جائز ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں حسب ذیل صفات موجود ہوں:

۱۔ عاقل (Of Sound Mind) ہو
۲۔ بالغ ہو
۳۔ مسلمان ہو
۴۔ غلام نہ ہو۔ (اس دور میں غلامی ختم ہو چکی ہے۔)
۵۔ سننے، دیکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتا ہو (یعنی بہرا، اندھا اور گونگا نہ ہو)
۶۔ اس پر حد قذف نہ لگی ہو
۷۔ اس کو حکمران کی طرف سے فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہو محض دعاوی کی سماعت کے لئے مقرر نہ کیا گیا ہو

قاضی کے لئے مرد ہونا اور اجتہاد کی صلاحیت کا حامل ہونا شرط نہیں ہے۔

خاتون بطور قاضی

کتاب الہدایہ میں علامہ مرغینانی فرماتے ہیں کہ عورت قاضی بن کر ہر معاملہ کی سماعت اور فیصلہ کر سکتی ہے۔ بجز حدود اور قصاص کے مقدمات کے کہ ان کی سماعت خاتون جج نہیں کر سکتی۔ جس طرح اس کی شہادت حدود و قصاص میں درست نہیں اسی طرح اس کا فیصلہ بھی درست نہیں۔(۲) بحوالہ: ھدایہ، جلد سوم، طبع دہلی، ۱۳۵۸ھ ص:۱۲۵

قاضی کی معزولی

فتاویٰ عالمگیری (جلد سوم ص:۳۴۱) میں لکھا ہے کہ اگر تقرر کے وقت قاضی عادل تھا بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فاسق ہوگیا تو وہ معزولی کا مستحق تو ہے لیکن خود بخود معزول متصور نہ ہوگا۔ یہی رائے عام (حنفی) علماء کی ہے۔ لیکن حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کو معزول کردے (الفصول العمادیہ)۔ ہاں اگر اس کے تقرر کے وقت حکومت نے یہ شرط رکھ دی تھی کہ فاسق ہوجانے کی صورت میں وہ خود بخود معزول متصور ہوگا تو اس صورت میں وہ فاسق ہوتے ہی معزول قرار پا جائے گا۔

جس قاضی کا تقرر سربراہ مملکت (امام) نے کیا پھر اس کو سربراہ مملکت ہی معزول کرسکتا ہے۔ قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ امام کے مقرر کردہ کسی ماتحت قاضی کو معزول کردے۔ الا یہ کہ اس معاملہ میں اس (بڑے قاضی) کو سربراہ مملکت کا نائب قرار دیا گیا ہو۔

قاضی کے وہ فیصلے جو جائز طور پر نافذ ہوئے ہوں ان کو بعد میں آنے والا حکمران منسوخ کرنے کا مجاز نہیں۔ ہاں وہ قاضی کو معزول کرنے اور اس کو اپنے عہدہ پر باقی رکھنے کا اختیار ضرور رکھتا ہے۔

مشیران عدالت:

بدائع الصنائع (علاؤالدین کسانی' جلد ہفتم' ص:۱۳) میں مشیران عدالت کا تصور موجود ہے۔ بہتر ہے کہ عدالت میں قاضی کے ہمراہ کچھ ایسے لوگ ہوں جو شریعت میں درک رکھتے ہوں جن سے قاضی مشورہ کرسکے اور جن احکام کا اس کو علم نہیں اس کے بارے میں ان کی رائے سے مدد لے سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مشورہ کی ترغیب دلائی اور فرمایا: وشاورھم فی الامر (آپ ان لوگوں سے معاملات میں مشورہ کیا کریں) حالانکہ اس وقت وحی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ لہٰذا دوسروں کو بطریق اولیٰ یہ کام کرنا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے اصحاب اور ساتھیوں سے مشورہ لینے والا آپ سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کرتے تھے بتاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ اس لئے کہ جن معاملات میں مجھ پر وحی نہیں آئی ان میں تمہاری ہی طرح ہوں۔ یوں بھی طلب حق کے لئے مشورہ کرنا ایک طرح کا مجاہدہ ہے اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ راہ راست تک پہنچانے کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جو لوگ ہم میں مجاہدہ (ان تھک کوشش) کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے پر چلا دیتے ہیں)۔ مزید برآں مناسب یہ ہے کہ قاضی کے ہمراہ عدالت میں وہ لوگ بیٹھیں جن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دین داری اور امانت داری پر بھروسہ کیا جاسکتا ہو تاکہ وہ حق و صواب کے علم کو خود ہی لئے نہ بیٹھے رہیں بلکہ جب قاضی کے سامنے کوئی مسئلہ آئے تو اس کو صحیح رہنمائی کریں۔ مناسب یہ ہے کہ ان حضرات سے مشورہ عوام کی موجودگی میں نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اس سے ایک تو عدالت کے وقار کو ٹھیس پہنچے گی' دوسرے لوگ قاضی پر جہالت کا الزام لگاتے پھریں گے بلکہ پہلے اجلاس برخواست کرکے پھر ان سے مشورہ لیا جائے۔

عدالت میں علماء کی موجودگی

کمال بن ہمام (شرح فتح القدیر جلد پنجم' ص:۷۴) نے عدالت میں علماء کی موجودگی کا تصور پیش کیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ اس وقت تک فیصلہ نہ فرماتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار صحابہ موجود نہ ہوں۔ اس لئے یہ مستحب ہے کہ عدالت میں فقہاء اور قانون دانوں کی ایک جماعت حاضر رہے جن سے قاضی مشورہ لیتا رہے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' اور حضرت علیؓ کو ایسے موقع پر موجود رکھتے تھے حتیٰ کہ امام احمد کا قول ہے کہ عدالت میں ہر مسلک کے علماء کو موجود رہنا چاہئے جن سے قاضی مشکل حالات میں مشورہ لے سکے۔

دوران سماعت قاضی کے لئے ہدایات:

۱۔ قاضی کو چاہئے کہ مقدمہ کی سماعت کے دوران پوری سمجھ بوجھ سے کام لے' اپنے سوچنے سمجھنے اور سننے کی تمام صلاحیتیں فریقین کی گفتگو پر مرکوز رکھے۔ اس لئے کہ اگر قاضی فریقین کی بات ہی پورے طور پر نہیں سمجھے گا تو ان کے حقوق ضائع ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کے ارشاد گرامی فانه لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ له (جو حق نافذ نہ کیا جاسکے اس کے بارے میں باتیں بنانے سے کیا فائدہ؟) کا یہی مطلب ہے۔

۲۔ قاضی کو چاہئے کہ فیصلہ کرتے وقت کسی پریشانی یا الجھن کا شکار نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے ایاک والقلق (الجھن کی حالت میں فیصلہ کرنے سے بچو)۔ اس میں اب اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ فیصلہ کرتے وقت سکون اور دلجمعی سے کام لینا چاہئے۔

۳۔ قاضی کو چاہئے کہ تنگ دلی یا گھبراہٹ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ یہ نہ ہو کہ مقدمات کی کثرت سے قاضی پر جو گھبراہٹ طاری ہو اس دوران کوئی فیصلہ صادر کردے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے ایاک الغضب (غصہ سے بچو) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لا یقضی القاضی وھو غضبان (کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کرے)۔ مزید برآں غصہ کی حالت میں صحیح غور و فکر کرنا ممکن نہیں رہتا۔

۵۔ قاضی کو چاہئے کہ بھوک' پیاس اور امتلاء کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ سب بھوک' پیاس' امتلاء' غصہ' تنگ دلی' پریشانی وہ عوارض ہیں جو حق بات اور حقیقت تک پہنچنے میں مخل ہوتے ہیں۔

۶۔ قاضی کو چاہئے کہ چلتے ہوئے یا سواری پر کہیں جاتے ہوئے فیصلہ نہ کرے اس لئے کہ چلنا یا سواری پر سفر کرنا اس کو فریقین کی پوری بات سننے اور اس پر غور و فکر کرنے سے روک سکتا ہے۔ ہاں ٹیک لگائے ہوئے ہونے کی حالت میں فیصلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ ٹیک لگانے سے غور و فکر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۷۔ قاضی کو چاہئے کہ نشستوں کی ترتیب میں فریقین کے درمیان مکمل مساوات قائم رکھے۔ دونوں کو اپنے سامنے بٹھائے۔ نہ کسی کو دائیں طرف بٹھائے نہ بائیں طرف۔ اس لئے ایسا کرنے سے کسی ایک کی نشست قاضی سے زیادہ قریب ہوسکتی ہے۔ یہ بھی نہ کرنا چاہئے کہ ایک فریق کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف جگہ دے۔ اس لئے کہ دائیں جانب کو بہر حال بائیں جانب پر ایک گونہ برتری حاصل ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اپنا ایک مقدمہ لے کر حضرت زید بن ثابت کی عدالت میں گئے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے امیر المومنین کو تکیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: یہ آپ کی پہلی نا انصافی ہے۔ یہ کہہ کر قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔

۸۔ قاضی کو چاہئے کہ دیکھنے' بولنے اور تنہائی اختیار کرنے کے معاملہ میں دونوں فریقوں کے مابین مکمل مساوات قائم رکھے۔ کسی ایک ہی کی طرف رخ نہ رکھے۔ کسی ایک سے سرگوشی نہ کرے' کسی ایک فریق کو چھوڑ کر دوسرے کو کوئی اشارہ نہ کرے' کسی ایک سے باآواز بلند گفتگو نہ کرے۔ کسی ایک فریق سے کسی ایسی زبان میں گفتگو نہ کرے جو دوسرا فریق نہ سمجھتا ہو۔ کسی ایک کے گھر تنہا نہ جائے کسی ایک کو اپنے ہاں مہمان نہ رکھے۔ الغرض ان تمام معاملات میں مکمل عدل و مساوات سے کام لے اس لئے کہ اگر ان میں کسی چیز میں بھی اس نے مساوات کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو دوسرے کی دل شکنی ہوگی اور قاضی پر بھی الزام آئے گا۔

۹۔ قاضی کو چاہئے کہ فریقین میں سے کسی ایک سے کوئی ہدیہ قبول نہ کرے ہاں اگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی ہدیہ ایسا ہو کہ اس کے قبول کرنے سے قاضی پر کوئی الزام نہ آتا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے اس کو یہ نو عہدہ ملنے سے پہلے بھی ہدیہ دیا جاتا تھا یا نہیں دیا جاتا تھا۔ اگر اس کو ہدیہ دینے والا اس کا کوئی رشتہ دار ہے تو اگر اس کا کوئی مقدمہ زیر بحث ہے تو یہ ہدیہ قبول نہیں کیا جانا چاہئے اس لئے کہ اس صورت میں قاضی پر الزام آسکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مقدمہ زیر غور نہیں تو پھر یہ ہدیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس پر الزام نہیں آئے گا۔ اگر یہ ہدیہ دینے والا اجنبی (یعنی غیر رشتہ دار) ہے تو اس کا ہدیہ کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ چاہے اس کا کوئی مقدمہ زیر بحث ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر اس کا کوئی مقدمہ زیر بحث ہے تو یہ ہدیہ صاف رشوت سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کا کوئی مقدمہ زیر بحث نہیں ہے تو اس کا امکان موجود ہے کہ مستقبل قریب میں اس کا کوئی مقدمہ آنے والا ہو۔ اس لئے یہ ہدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر قاضی اس کے باوجود اس ہدیہ کو قبول کرے تو یہ ہدیہ بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب اس اجنبی (غیر رشتہ دار) شخص کا معمول قاضی کے اس منصب پر فائز ہونے سے قبل بھی اس کو ہدیہ دینے کا ہو۔ اگر وہ اس کو پہلے بھی تحفے وغیرہ دیتا رہا ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس وقت اس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت نہیں۔ اگر کوئی مقدمہ زیر سماعت ہے تو پھر یہ تحفہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں قاضی پر الزام آسکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مقدمہ زیر غور نہیں تو پھر یہ ہدیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس پر الزام نہیں آئے گا۔ اگر یہ ہدیہ دینے والا اجنبی (یعنی غیر رشتہ دار) ہے تو اس کا ہدیہ کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس ہدیہ دینے والے کا کوئی مقدمہ زیر سماعت نہیں تو دیکھنا چاہئے کہ اس موجودہ ہدیہ کی کتنی مقدار و مالیت ہے۔ اگر اس کی مقدار و مالیت اس کے سابق ہدایا کے برابر یا ان سے کم ہے تو اس کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں قاضی پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ لیکن اگر موجودہ ہدیہ کی مقدار و مالیت سابقہ معمول سے زیادہ ہے تو جس قدر زیادہ ہے وہ واپس کر دیا جائے گا۔ اگر وہ زیادہ حصہ بھی قبول کرلیا تو وہ بیت المال میں جمع کرادیا جائے۔ ہاں اگر کسی شخص کا مقدمہ زیر سماعت ہو لیکن اس کا ہدیہ اس وقت قبول کیا جارہا ہو جب مقدمہ ختم ہوچکا ہو تو پھر (سابقہ معمول کے مطابق) ہدیہ قبول کرلینے میں کوئی حرج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔

۱۰۔ قاضی کو چاہئے کہ لوگوں کی شخصی دعوتیں جن میں پانچ دس اشخاص ہی بلائے گئے ہوں قبول نہ کیا کرے۔ اس لئے کہ اس صورت میں بھی قاضی پر الزام آسکتا ہے۔ ہاں اگر دعوت دینے والا کوئی ایسا شخص ہے جو پہلے بھی قاضی کو مدعو کرتا رہا ہے یا اس کے اور قاضی کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے تو پھر اس دعوت میں جانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت نہ ہو اس لئے کہ اس صورت میں کوئی الزام نہیں آئے گا۔ اگر خود قاضی کے علم میں یہ بات آجائے کہ بلانے والے کا کوئی مقدمہ موجود ہے تو اس کو خود بھی اس کی دعوت میں شرکت سے احتراز کرنا چاہئے۔ جہاں تک عام دعوت کا تعلق ہے تو اگر وہ دعوت کسی غیر اسلامی مقصد کے لئے منعقد کی گئی ہے مثلاً دکھاوے کی نیت سے تو قاضی کے لئے اس میں جانا جائز نہیں۔ اس لئے ایسی تقریبات جو عام سنت کے مطابق ہوں جیسے ولیمہ کی دعوت یا ختنہ کی تقریب وغیرہ تو قاضی اس میں جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ ایسی دعوتوں میں جانا سنت ہے اور سنت کی پیروی میں کوئی تہمت نہیں۔

۱۱۔ قاضی کو چاہئے کہ فریقین میں سے کسی ایک کو کوئی دلیل سمجھانے کی کوشش نہ کرے اس لئے کہ ایک تو اس سے دوسرے فریق کی دل شکنی ہوگی دوسری یہ چیز فریق ثانی کی کھلم کھلا مدد کے مترادف ہے اور اس سے قاضی کی ذات پر جانبداری کا الزام آسکتا ہے۔ ہاں ایک فریق کی گفتگو پورے طور پر سننے کے لئے دوسرے فریق کو خاموش رہنے کا حکم دینے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۲۔ قاضی کو چاہئے کہ گواہ کو کوئی خاص بات کہنے کی تلقین نہ کرے بلکہ اس کو کھلا موقع دے کہ وہ معلومات کی بنیاد پر خود ہی کوئی گواہی دے سکے۔ اگر شریعت کے بموجب اس کی یہ گواہی قابل قبول ہو تو اس کو قبول کرے ورنہ مسترد کردے۔ یہ رائے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ہے۔ امام ابویوسفؒ کی بھی یہی رائے تھی لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا اور فرماتے تھے کہ گواہ کو تلقین کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً اس انداز میں کہا جاسکتا ہے کہ کیا تم فلاں فلاں بات کی گواہی دیتے ہو؟ امام ابویوسفؒ کا خیال یہ تھا کہ ہوسکتا ہے عدالت کے رعب کی وجہ سے گواہ بول نہ سکے اور وہ کسی حق بات کی دلیل دینے سے باز رہے۔ لہٰذا عدالت کی طرف سے تلقین دراصل اس دلیل کو مضبوط بنانے کے مترادف ہوگی۔ اس لئے ایسا کرنے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی حرج نہیں۔ طرفین (امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ) کی دلیل یہ ہے کہ ایسا کرنے سے قاضی پر الزام آسکتا ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

۱۳۔ قاضی کو چاہئے کہ گواہوں سے غیر ضروری' غیر متعلق اور اور لغو باتیں نہ کرے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں متاثر ہوسکتی ہیں اور وہ صحیح طور پر گواہی دینے سے قاصر رہیں گے۔ البتہ گواہوں پر یہ الزام ہو کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ان کو الگ الگ بلا کر ان سے پوچھا جائے کہ یہ واقعہ کب ہوا؟ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کے بیانات میں کوئی بڑا اختلاف پایا جائے تو ان کی گواہی کو رد کردیا جائے اور کوئی بڑا اختلاف نہ پایا جائے تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے۔

۱۴۔ قاضی کو چاہئے کہ مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شرکت کرے اس لئے کہ جنازہ میں جانا تمام مسلمان پر میت کا ایک حق ہے۔ اسی لئے اس سنت کی ادائیگی سے قاضی پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ لہٰذا اس کو جنازہ میں جانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ سمجھتا ہو کہ جنازوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ اگر وہ سب میں شریک ہوا تو مسلمانوں کے مسائل رہ جائیں گے۔ تو پھر نہ جانے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ عدالت کا کام کرنا اس کے لئے فرض عین جبکہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ فرض عین اور فرض کفایہ دونوں بیک پر وقت عمل نہ ہوسکے تو فرض عین کو ترجیح دی جائے گی۔ اسی طرح قاضی مریض کی مزاج پرسی بھی کرسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی مسلمانوں کا مسلمانوں پر حق ہے۔ اور اس کی انجام دہی سے کوئی الزام نہیں آسکتا۔

۱۵۔ قاضی کو چاہئے کہ جب فریقین کمرہ عدالت میں داخل ہوں تو ان کو سلام کرے اس لئے کہ سلام کرنا اسلام کی سنت ہے۔ قاضی شریح بھی فریقین کو سلام کیا کرتے تھے۔ لیکن فریقین میں سے کسی خاص شخص کو ہی سلام نہ کرنا چاہئے کہ دوسرا رہ جائے بلکہ سب کو مخاطب کرکے سلام کیا جائے۔ یہ حکم اس وقت تک کیلئے ہے جب تک قاضی کرسی عدالت پر بیٹھ نہ جائے۔ جب وہ کرسی عدالت پر بیٹھ چکے تو پھر نہ وہ کسی کو سلام کرے اور نہ کوئی اس کو سلام کرے۔ اس لئے کہ اگر ہر آنے والا قاضی کو سلام کرنے لگے تو قاضی کے لئے جواب دینا واجب نہیں اس لئے کہ وہ ایک ایسے کام میں مصروف ہے جو سلام کا جواب دینے سے کہیں زیادہ اہم اور عظیم تر ہے۔ اس لئے اس کو چھوڑ کر سلام کے جوابوں میں لگ جانا ضروری نہیں۔ یہی بات ابو جعفر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الھندوانی نے بھی لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور دوسرا کوئی شخص وہاں آجائے تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ قرآن مجید پڑھنے والے کو سلام کرے اور اگر وہ سلام کرلے تو اس کو جواب دینا ضروری نہیں۔ وجہ ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ بخلاف کسی امیر یا افسر انتظامیہ کے کہ جب وہ عام مجلس یا دربار میں بیٹھا ہو اور لوگ اس سے ملنے آئیں تو اس کو سلام کریں۔ اس لئے کہ ایسے مواقع پر سلام کرنا سنت ہے۔ اگرچہ ہمارے زمانے کے (چھٹی صدی ہجری کے) فرمانروا اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ ان کے ہاں آنے والے ان کو سلام کیا کریں۔ لیکن یہ ان فرمانرواؤں کی غلطی ہے وہ تو بیٹھے ہی آنے والوں سے ملاقات کے لئے ہیں اور آنے والے کے لئے یہ سنت ہے کہ جہاں جائے وہاں جاکر سب سے پہلے سلام کرے۔ قاضی کا معاملہ اس سے مختلف ہے وہ ایک عبادت (فریضہ عدالت) کی انجام دہی کے لئے وہاں بیٹھا ہے۔ محض لوگوں سے ملنے جلنے کو نہیں بیٹھا۔ اس لئے نہ اس کو سلام کرنا سنت ہے اور نہ اس کے لئے جواب دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی سلام کر ہی لے اور وہ جواب دے دے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۶۔ قاضی کو چاہئے کہ حدود قصاص کے علاوہ دوسرے مقدمات میں گواہ کے حال کی تحقیقات کرے چاہے فریق مخالف اس پر کوئی اعتراض نہ کررہا ہو اس کے باوجود گواہ کے بارے میں تحقیق کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے کسی گواہ کے ظاہری طور پر عادل ہونے کا فیصلہ کرکے مقدمہ کا فیصلہ کر دینا بھی اگرچہ جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ گواہ کے بارے میں خوب تحقیق کرکے یہ طے کرلیا جائے کہ وہ صحیح معنوں میں عادل ہے۔ تب فیصلہ کیا جائے۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ تحقیق قاضی کی محض عمومی ذمہ واری نہیں بلکہ ایک بنیادی فریضہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے معاملات میں فریق مخالف کے گواہ کے بارے میں تحقیق کرنا عدالت کا کام ہے جو اس کو کرنا چاہئے اسی طرح حدود و قصاص کے معاملات میں بھی چاہے فریق مخالف اعتراض کرے یا نہ کرے۔ اب جہاں تک اس تحقیق کا تعلق ہے تو پرانے زمانہ کے قاضی تو خود ہی گواہوں کے بارے میں ان کے اہل محلہ اور اہل بازار سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ اگر گواہ کوئی عام آدمی ہوتا تو اس کے بارے میں کسی زیادہ تقویٰ اور پرہیز گاری والے شخص سے یا کسی زیادہ دیانت دار اور لوگوں کو زیادہ جاننے والے شخص سے معلومات لیا کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ یہ تحقیق خفیہ بھی ہوتی تھی اور اعلانیہ بھی۔ ہمارے زمانہ کے قاضیوں نے یہ تحقیق کرنے کی بجائے سہولت کی خاطر محکمہ عدل قائم کردیا ہے۔ اس لئے کہ ہر گواہ کے بارے میں کسی ایسے شخص یا اشخاص کا فراہم کرنا جو اس گواہ کے عادل ہونے یا نہ ہونے کی اطلاع دے سکے تن تنہا قاضی کے بس کا کام نہیں۔ اس لئے آج کل عدالتوں میں ایک ادارہ محکمہ عدل کے نام سے قائم کردیا گیا ہے۔ جو یہ کام کرتا ہے۔ بحوالہ بدائع الصنائع' جلد ہفتم' ص : ۹-۱۰' مؤلفہ امام علاؤالدین کاسانی (متوفی:۵۸۷ھ)

مفتی:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مفتی کو اجتہاد کا اہل ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر اس کی غلطیاں اس کی درست باتوں سے کم ہیں تو وہ فتویٰ دے سکتا ہے۔ اگر وہ خود اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس کو چاہئے کہ خود فتویٰ نہ دے بلکہ دوسروں کا فتویٰ نقل کردے اور فقہاء کے جو اقوال اس کو یاد ہوں وہ بیان کردے۔ فاسق شخص مفتی ہوسکتا ہے ایک رائے یہ بھی ہے کہ نہیں ہوسکتا۔ عینی کا بیان ہے کہ اسی رائے کو متاخرین نے اختیار کیا ہے اور یہی رائے خود عینی نے اختیار کی ہے۔ مفتی کے مسلمان اور عاقل سمجھدار ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ بعض اصحاب کے نزدیک مفتی کا بیدار مغز ہونا بھی شرط ہے۔ ہاں مفتی کا آزاد ہونا مرد ہونا اور گویا ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ اگر گونگے شخص کا اشارہ سمجھ میں آتا ہو تو اس کا فتویٰ درست ہے بلکہ اگر گویا شخص بھی اس سوال کے جواب میں "کیا فلاں کام جائز ہے" اثبات میں سرہلا دے تو اس کے سرہلانے کے بموجب عمل کیا جاسکتا ہے۔ مناسب ہے کہ مفتی ایسی تمام باتوں سے اجتناب کرنے والا ہو جو سنجیدگی اور شرافت کے منافی سمجھی جاتی ہے۔ معاملات کی سمجھ رکھتا ہو' صاف ستھرے ذہن والا ہو' معاملات کا کھرا ہو۔ (بحوالہ فتاویٰ عالمگیری' جلد سوم' ص:۱۴۲)

مفتی کے لئے ہدایات:

امام ابوالعباس شہاب الدین بن ادریس المالکی نے اپنی تصنیف "الاحکام فی تمیز الفتاویٰ فی الاحکام" میں مفتی کے لئے ضروری ہدایات درج کی ہیں۔ مفتی کو چاہئے کہ کسی مستفتی (سائل' طالب فتویٰ) کے سوال کا جواب دینے سے قبل چند ضروری باتیں ذہن میں رکھے:

۱۔ سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ سائل جس امر سے متعلق سوال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھ رہا ہے اس میں اس کی نیت کیا ہے۔ نیت کا تعین کرنے کے لئے اس سے سوال جواب بھی کرنا چاہئے اور دیگر قرائن و شواہد سے بھی کام لینا چاہئے (قسموں' منتوں' نکاح' طلاق' نماز وغیرہ کے معاملات میں خاص طور پر نیت کا بڑا اعتبار ہوتا ہے)۔

۲۔ جب کوئی شخص کسی مفتی سے فتویٰ پوچھنے کے لئے آئے تو خواہ وہ اپنے آپ کو کسی بھی فقہ کا پیرو بتاتا ہو مفتی کو چاہئے کہ اس کو اپنی فقہ اور اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق فتویٰ دے۔ اس لئے کہ ہر صاحب علم اپنی ہی فہم کے مطابق جواب دینے کا پابند ہے لہٰذا جس نقطہ نظر کو وہ برحق سمجھتا ہو اس کے مطابق فتویٰ دے۔

۳۔ جب کوئی شخص مفتی سے کسی ایسے معاملہ کے بارے میں فتویٰ پوچھے جس کا تعلق کسی خاص علاقہ یا قوم کی عرف و عادت یا رواج یا زبان و انداز بیان سے ہو تو پہلے اس عادت یا رواج' زبان یا انداز بیان کی پوری تحقیق کرلے اور اس کے بعد اس سائل کے سوال کا جواب دے۔

۴۔ اگر مفتی کی رائے میں انفرادی مسائل میں ایک فقہی اجتہاد کو چھوڑ کر دوسرے فقہی اجتہاد کو اختیار کرلینا جائز ہو تو وہ ایسے معاملات میں فتویٰ دیتے وقت یہ ذہن میں رکھے کہ وہ جس فقہی اجتہادی رائے کو اختیار کرنے کا فتویٰ دے رہا ہے اس کے مجموعی نظام میں یہ انفرادی رائے فٹ ہوتی ہے یا نہیں۔ مثلاً امام شافعیؒ کے نزدیک غسل واجب کے لئے "بسم اللہ" پڑھنا ضروری ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک "بسم اللہ" پڑھنا تو ضروری نہیں لیکن بدن کو ملنا اور رگڑ کر دھونا ضروری ہے۔ اگر کسی شافعی فقہی سے کوئی مالکی یہ سوال کرے کہ کیا رگڑ کر دھوئے بغیر غسل ہو جائے گا تو مفتی کو چاہئے کہ غسل کے نہ ہونے کا فتویٰ دے۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر "بسم اللہ" کے غسل نہیں ہوتا۔ ایسے مسائل بہت پیش آتے ہیں اور مفتی کو انہیں ذہن میں رکھنا چاہئے۔

۵۔ مفتی کو چاہئے کہ سائل اور مستفتی کے سوال کے ظاہری الفاظ کی بنیاد پر سوال کا جواب نہ دے۔ جب تک اس کو مستفتی کے اصل ارادہ کا پتہ نہ چل جائے۔ بعض لوگ سوال کی عبارت اس قدر ہوشیاری سے مرتب کرتے ہیں کہ اگر اس کے ظاہری الفاظ کی بنیاد پر اس کا جواب دے دیا جائے تو بڑی گڑبڑ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مجھ سے ایک بار ایک شخص نے پوچھا کہ کیا قاہرہ میں نکاح کرنا جائز ہے؟ مجھے شبہ ہوا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ میں نے کرید کر اصل بات معلوم کی تو وہ یہ تھی کہ سائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں حلالہ کرنا چاہتا تھا اور قاہرہ سے باہر کہیں یہ حرکت کرنے والا تھا۔ اس کو بتایا گیا کہ یہ جائز نہیں۔ اب وہ قاہرہ میں یہ کام کرنا چاہتا تھا اور پوچھ رہا تھا کہ کیا قاہرہ میں نکاح کرنا جائز ہے؟ اس پر میں نے بتایا کہ حلالہ کا نکاح نہ قاہرہ کے اندر جائز ہے نہ قاہرہ کے باہر۔

۶۔ مفتی کو چاہئے کہ جس کاغذ پر سوال لکھا ہوا ہو وہاں کوئی ایسی خالی جگہ باقی نہ رہنے دے جس میں بعد میں کوئی اضافہ کیا جاسکے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ اس سے بڑا فتنہ پیدا ہوسکتا ہے۔ لوگ بعد میں سوالات میں رد و بدل کردیتے ہیں اور پھر اس فتویٰ کو تبدیل شدہ سوال پر منطبق کرلیتے ہیں۔

۷۔ مفتی کو چاہئے کہ فتویٰ میں حتی الامکان وہی الفاظ اور وہی عبارت استعمال کرے جو سائل نے اپنے استفتا میں استعمال کی ہیں اور سائل ہی کے الفاظ کی بنیاد پر فتویٰ دے۔

۸۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ مفتی سے پوچھا جائے جس کے بارے میں کتاب و سنت یا فقہ میں کوئی نص نہ ملتی ہو تو اس کو چاہئے کہ اجماع اور اپنے فقہی اجتہاد کے اصول و ضوابط کو پورے طور پر ذہن میں رکھ کر جواب دے۔

۹۔ مفتی کو چاہئے کہ جواب لکھنے میں ایک ہی قلم اور ایک ہی روشنائی استعمال کرے' بہت باریک نہ لکھے اور بہت جلی حروف میں لکھے۔ روشنائی اور قلم کی تبدیلی سے یہ احتمال رہتا ہے کہ بعد میں کوئی ردوبدل کردے۔

۱۰۔ مفتی کو چاہئے کہ اپنے لباس وغیرہ میں بہترین اور موافق شریعت انداز اختیار کرے۔ عامتہ الناس کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی ظاہری حالت سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ جب تک ان پر لوگوں کی شخصیت کا گہرا اثر قائم نہ ہو وہ ان کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ مفتی کو حق کے معاملہ میں دو ٹوک اور برملا گفتگو کرنے والا ہونا چاہئے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کا خوف دل میں نہ لانا چاہئے۔ مفتی کو لالچ اور حرص سے دور اور تقویٰ اور خدا ترسی سے قریب تر ہونا چاہئے۔ مزید برآں اگر کوئی ایسا سوال آئے جو سوال کرنے والے کی ذہنی سطح سے بلند ہو اور خیال یہ ہو کہ پوچھنے والے کا مقصد بلا وجہ کی بحث و تمحیص یا دین کے معاملہ میں شبہات پیدا کرنا ہے تو ایسے سوال کا جواب نہیں دینا چاہئے بلکہ پوچھنے والے کی فہمائش کرنی چاہئے۔ ہاں اگر کسی کو واقعی کوئی شبہ پیدا ہوگیا ہے تو اس کو نرمی سے اس کی ذہنی سطح کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق دور کردینا چاہئے۔ لیکن ایسے دقیق مسائل کا تحریری جواب دینے سے احتراز کیا جائے اور زبانی تفہیم پر اکتفا کیا جائے۔

مخاصمانہ عدالتی کارروائی (Malicious Prosecution)

کسی شخص کے خلاف ایسی کارروائی جس کا قانونی جواز نہ ہو قانونی کارروائی کا بے جا استعمال کہلاتی ہے اس کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ کینہ سے فوجداری کارروائی شروع کردینا

۲۔ کینہ سے دیوانی کارروائی شروع کردینا

۳۔ کینہ سے گرفتاری کرانا

۴۔ کینہ آمیز کارروائی کی حوصلہ افزائی کرنا

کینہ سے فوجداری کارروائی شروع کرنے کی مثال ایسے ہے کہ کسی کو قتل، لڑائی اور دنگا فساد کے مقدمات میں الجھا دینا۔اسی طرح کسی کے خلاف بلا جواز سول عدالت میں مقدمہ دائر کرنا بھی غلط ہے۔ کسی کو کینہ سے گرفتار کرانا جبکہ وہ شخص بے قصور ہو۔ اس زمرے میں آتا ہے۔ گرفتاری بذریعہ وارنٹ بھی ہوسکتی ہے اور بذریعہ پولیس بھی۔ کینہ سے مقدمہ کی حوصلہ افزائی کرنا قانونی اصطلاح میں (Maintenance and Champerty) کہلاتا ہے۔ بر بنائے کینہ و مخاصمت کسی مقدمہ باز فریق کی حوصلہ افزائی کرنا غیر قانونی ہے۔ اسی طرح کسی پیشہ ور مقدمے باز کی مالی مدد بھی غیر قانونی ہے۔ مخاصمانہ عدالتی کارروائی حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے۔ ہر شخص کا مال، عزت اور جان محفوظ ہے۔ جھوٹی مقدمہ بازی کے بارے میں سنن ابو داؤد میں ایک حدیث شریف ہے:

من حالت شفاعته حد من حدود الله فقد ضاء الله ومن خاصم فی باطل وهو یعلمه لم ینزل فی سخط الله حتی ینزع عنه ومن قال فی مومن مالیس فیه اسکنه الله ردغه الخبال حتی یخ - ممما قال

"کہ جس شخص کی کوئی سفارش اللہ کے احکام میں کسی حکم کے نفاذ میں آڑے آئی تو اس شخص نے خدا کی مخالفت مول لی اور جس شخص نے جانتے بوجھتے کسی ناحق معاملہ میں مقدمہ بازی کی وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار رہتا ہے جب تک اس مقدمہ سے دستبردار نہیں ہوجاتا اور جس شخص نے کسی صاحب ایمان شخص کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنمیوں کے نچوڑ سے بننے والے کیچڑ میں پھینک دیں گے (پھینک دینے کا فیصلہ کریں گے) یہاں تک کہ وہ اپنے کہے سے واپس ہو۔"

اس طرح حدیث پاک میں ارشاد ہے من ادعی مالیس له فلیس منا ولیتبوا مقعده من النار یعنی جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم سے نہیں ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی دینا بھی سورۃ فرقان میں منع فرمائی۔ والذین لا یشهدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما

حکم کا ادارہ:

حکم کا تصور سورۃ النساء کی آیت ۳۵ میں موجود ہے:۔

وان خفتم شقاق بینهما فابعثو حکما من اهله وحکما من اهلها ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما ان الله کان علیما خبیرا ○

اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن' جلد اول صفحات ۳۵۰:۵۱) پر رقم طراز ہیں۔ اس آیت میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جہاں میاں اور بیوی میں ناموافقت ہوجائے وہاں نزاع اور انقطاع تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے گھر ہی میں اصلاح کی کوشش کرلینی چاہئے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ میاں اور بیوی میں سے ہر ایک کے خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض کے لئے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اسباب اختلاف کی تحقیق کریں اور پھر آپس میں سرجوڑ کر بیٹھیں [illegible] کی کوئی صورت نکالیں۔ یہ پنچ یا ثالث مقرر کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا کون ہو؟ اس سوال کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تاکہ اگر زوجین خود چاہیں تو اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی ایک ایک آدمی کو اپنے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے منتخب کرلیں ورنہ دونوں خاندانوں کے بڑے بوڑھے مداخلت کرکے پنچ مقرر کریں اور اگر مقدمہ عدالت میں پہنچ ہی جائے تو عدالت خود کوئی کارروائی کرنے سے پہلے خاندانی پنچ مقرر کرکے اصلاح کی کوشش کرے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں۔ فقہاء میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ثالث فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ البتہ تصفیہ کی جو صورت ان کے نزدیک مناسب ہو اس کے لئے سفارش کرسکتے ہیں۔ ماننا یا نہ ماننا زوجین کے اختیار میں ہے۔ ہاں اگر زوجین نے ان کو طلاق یا خلع یا کسی اور امر کا فیصلہ کردینے کے لئے اپنا وکیل بنایا ہو تو البتہ ان کا فیصلہ تسلیم کرنا زوجین کے لئے واجب ہوگا۔ یہ حنفی اور شافعی علماء کا مسلک ہے۔ دوسرے گروہ کے نزدیک دونوں پنچوں کو موافقت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ مگر علیحدگی کا فیصلہ وہ نہیں کرسکتے۔ یہ حسن بصری اور قتادہ اور بعض دوسرے فقہاء کا قول ہے۔ ایک اور گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ان پنچوں کو ملانے اور جدا کردینے کے پورے اختیارات ہیں۔ ابن عباسؓ سعید بن جبیرؒ ابراہیم نخعیؒ شعبیؒ محمد بن سیرین اور بعض دوسرے حضرات نے یہی رائے اختیار کی ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلوں کی جو نظیریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات پنچ مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے ان کو حاکمانہ اختیارات دے دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ اور ان کی بیوی فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ کا مقدمہ جب حضرت عثمانؓ کی عدالت میں پیش ہوا تو انہوں نے شوہر کے خاندان میں سے حضرت ابن عباسؓ کو اور بیوی کے خاندان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو پنچ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ دونوں کی رائے میں ان کے درمیان تفریق کردینا ہی مناسب ہو تو تفریق کردیں۔ اسی طرح ایک مقدمہ میں حضرت علیؓ نے حکم مقرر کئے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہیں ملا دیں اور چاہیں جدا کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پنچ بطور خود تو عدالتی اختیارات نہیں رکھتے البتہ اگر عدالت ان کو مقرر کرتے وقت انہیں اختیارات دے دے تو پھر ان کا فیصلہ ایک عدالتی فیصلے کی طرح نافذ ہوگا۔ لہٰذا حکموں کا فیصلہ باقاعدہ قاضی ہی کے فیصلہ کی طرح ہوگا۔ لیکن ان دونوں فیصلوں میں بعض معاملات میں فرق ہے۔ مثلاً

۱۔ حدود و قصاص کے معاملات میں ثالثی درست نہیں۔

۲۔ جب تک ثالث اپنا فیصلہ نہ دے اس وقت تک اس کی حیثیت لازمی طور پر واجب العمل ہونے کی نہیں۔ اگر فیصلہ سے قبل کوئی بھی فریق معاملہ کو ثالثوں کے سپرد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے فیصلے سے رجوع کرنا چاہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ ہاں اگر ثالث اپنا فیصلہ دے دیں تو پھر رجوع کرنا درست نہیں۔

۳۔ اگر ثالث کسی اجتہادی مسئلہ میں فیصلہ دے اور بعد میں یہ فیصلہ کسی ایسے قاضی کی عدالت میں پیش کیا جائے جس کی رائے ثالث کی رائے سے مختلف ہو تو قاضی اس فیصلہ کو منسوخ اور کالعدم کرسکتا ہے۔

وہ معاملات جن میں حکم فیصلہ دے سکتا ہے:

حکم مالیاتی میں فیصلہ دے سکتا ہے۔ یعنی قرضوں اور خرید و فروخت وغیرہ میں وہ کسی حق کے ثابت ہونے یا ثابت نہ ہونے کا فیصلہ دے سکتا ہے۔ اس طرح کسی حق کو واجب الادا یا غیر واجب الادا بھی قرار دے سکتا ہے۔ اسی طرح کسی خرید و فروخت کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح حکم چھوٹے بڑے ہر قسم کے زخموں کے معاملات میں فیصلہ دے سکتا ہے۔ مثلاً آمہ' منقلہ اور موضحہ قسم کے زخموں میں فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح کسی عضو مثلاً ہاتھ کاٹ دینے کے مقدمہ کی بھی وہ سماعت کرسکتا ہے۔

کن معاملات میں حکم فیصلہ نہیں دے سکتا؟

حدود و قصاص' سزائے تازیانہ اور رجم وغیرہ کے مقدمات میں حکم فیصلہ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح قتل کے معاملات مثلاً ارتداد' حرابہ اور قصاص کا فیصلہ بھی نہیں کرسکتا۔ مزید برآں یہ مقدمات بھی حکم کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ لعان' مولات' نسب' طلاق' فسخ نکاح' غلاموں کی آزادی کا مسئلہ' رشد' سفہ' مفقود الخبر' وقف' دیوانی معاملات اس لئے کہ یہ وہ معاملات ہیں جن کا فیصلہ صرف قاضی ہی کرسکتا ہے۔ ان میں حکم کا فیصلہ درست نہیں..... لیکن اگر حکم ان معاملات میں فیصلہ دے دے جن میں اسے فیصلہ نہیں کرنا چاہئے بایں طور کہ اس کو کسی ایسے معاملہ میں حکم بنادیا گیا تو اگر اس نے صحیح فیصلہ کیا تو وہ نافذ العمل قرار پائے گا اور اس کے فیصلے کو کالعدم نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ حکم کے فیصلے سے بھی اختلاف ختم ہوجاتا ہے لیکن حکم کو اس کی سزا ضرور دی جائے کہ اس نے قاضی کے اختیارات اپنے ہاتھ میں کیوں لئے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) الشرح الصغیر دردیری' جلد چہارم' ص: ۱۹۸-۲۰۰' فقہ مالکی)

محمود بن محمد بن عرنوس (تاریخ القضاء فی الاسلام) اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد' پانی پتی۔ ادارہ فروغ اردو اسلام کا نظام عدل' ۱۹۶۰ء ایڈیشن لاہور میں رقم طراز ہے' صفحات ۱۷۰-۱۶۹'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ ہوں۔

اس مسئلے کے متعلق فقہاء میں باہم اختلاف ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد کے نزدیک عورت قاضی نہیں بن سکتی لیکن امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ جن معاملات میں عورت کی گواہی قبول ہوسکتی ہے انہی معاملات کے تصفیہ کے لئے اسے قاضی بھی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ ان کے نزدیک صرف حدود اور قصاص کے معاملات ایسے ہیں جن میں عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اس لئے (محض) ان معاملات میں اس کا فیصلہ بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ ابن جریر الطبری کے نزدیک عورت کو تمام معاملات میں قاضی مقرر کیا جاسکتا ہے۔

"بدایۃ المجتہد" میں مذکور ہے کہ جو لوگ عورت کو قضاء کے لئے نااہل سمجھتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قضاء درحقیقت امامت کبریٰ ہی کا ایک شعبہ ہے چونکہ کوئی عورت امام نہیں بن سکتی اس لئے وہ قاضی نہیں بن سکتی جو لوگ مالی معاملات میں اس کے فیصلے کو تسلیم کرنے کے حق میں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ عورت مالی معاملات میں گواہی دے سکتی ہے اس لئے ان معاملات میں اسے قاضی بھی مقرر کیا جاسکتا ہے اور جو لوگ ہر قسم کے معاملات میں اسے قاضی بنانا جائز سمجھتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قاضی اس غرض کے لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے تنازعات کا تصفیہ کرے چونکہ ان معاملات کے سوا جن کا تصفیہ کرنا اجماع کی رو سے امام کا کام ہے باقی تمام معاملات میں قاضی کا حکم جائز سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس عورت کو بھی جسے مسند قضا پر فائز کیا جائے یہ حق دیا جائے گا کہ وہ تمام معاملات کا تصفیہ کرسکے۔

عورت کی طرح امی (ان پڑھ) کی قضاء کے بارے میں بھی فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک امی کو قاضی مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی امی تھے۔ اس لئے اگر امی کو احکام کا علم ہو تو اسے عہدہ قضاء پر فائز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن بعض فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ سے دونوں قول مروی ہیں۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ایسے امی کو قاضی مقرر نہیں کیا جاسکتا جو لکھ نہ سکتا ہو۔

تاریخ سے ہمیں کسی عورت کے متعلق تو پتہ نہیں چلتا کہ اسے اسلامی دور میں قاضی مقرر کیا گیا ہو البتہ امیوں کو قضا کا منصب سپرد کرنے کی مثالیں ضرور ملتی ہیں چنانچہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ مصر کا ایک قاضی عابس بن ربیعہ المراوی امی تھا۔ لیکن اس کی لیاقت اور عقل و خرد کا یہ حال تھا کہ جب مروان بن حکم نے مصر کا دورہ کیا تو عابس نے اس کے سوالات کا ایسی خوبی سے جواب دیا کہ اس نے اسے بدستور اس کے عہدے پر برقرار رکھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حریت کا تصور

اسلام انسانی حریت کو مکمل تحفظ دیتا ہے۔ کسی قسم کی پابندی اگر وہ غیر قانونی ہو' ممنوع ہے۔

حبس بے جا (False Imprisonment)

حبس بے جا سے مراد کسی شخص کی نقل و حرکت پر غیرقانونی پابندی ہے۔ مثال کے طورپر کسی شخص کو جبراً کسی کمرہ میں بند کردینا یا جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر کسی شخص کو آزادانہ نقل و حمل سے روکنا۔ اس ٹارٹ میں مقید شخص کو ہر طرف سے روک دیا جاتا ہے جبکہ بے جا پابندی میں کسی ایک فعل کے سرانجام دینے یا کسی ایک سمت جانے سے روکنا ہوتا ہے۔ اس میں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ مدعی کو اس کی مرضی کے خلاف ہر سمت جانے سے روک دیا گیا ہے۔ نیز یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ حراست ناجائز تھی۔ اگر عدالت غلط فہمی کی بناپر کسی کو سزا دیتی ہے تو وہ حبس بے جا نہ ہوگا۔ کسی شخص کی آزادی اس کا بنیادی حق ہے۔ پاکستان میں دیگر دساتیر کی طرح یہ بنیادی حق ہے۔ (۱) نہ صرف اقوام متحدہ بلکہ (European Convention on Human Rights) آرٹیکل نمبر ۵' میں شخصی آزادی کا حق موجود ہے۔

"Everyone has the right to liberty and security of life."

Justice M. Munir, Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Lahore, 1965, p. 96.

Francis G. Jacobs, The European Conventions on Human Rights, Clarendon Press, Oxford, 1975, p.45.

شریعت نے شروع ہی سے انسان کے اس مقدس حق کو تسلیم کیا جو حق اقوام متحدہ نے پہلی بار ۱۹۸۷ء میں دیا۔

سورۃ الملک میں ارشاد ربانی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه (سورۃ الملک:۱۵)	وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کردیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ پیو۔

یعنی وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو ذریعہ معیشت بنایا۔ پس تم اس کے جوانب میں چلو اور اس کا رزق کھاؤ۔ حجتہ الوداع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی کی حفاظت اور شخصی آزادی کا حکم صادر فرمایا۔ بقول علامہ کاسانی کسی شخص کو بغیر قانونی جواز کے نہیں پکڑا جاسکتا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام میں کوئی شخص بغیر قانونی جواز کے قید نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۵' سورۃ النحل کی آیت ۹۰ اور سورۃ النساء کی آیت ۵۸ میں عدل کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ عدل اسلام کا شعار ہے۔ شک کی بنیاد پر بھی کسی کو قید میں نہیں رکھا جاسکتا۔ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔

ان الامر اذا ابتغی الریبه فی الناس افسدهم(۴)	جب حکمران لوگوں میں شکوک اور شبہات تلاش کرے گا تو ان کو فساد میں ڈالے گا۔

امام ابویوسفؒ نے کتاب الخراج میں بھی حبس بے جا کا ذکر کیا ہے۔ اس کے برعکس برطانیہ جیسے مہذب ملک میں پہلی دفعہ (انگلینڈ میں ۱۶۲۷ء میں مدعی کو (Writ of Habeus Corpus) کے ذریعے سے آزاد کرایا گیا اور بقول پروفیسر ھڈ فلپس (Hood Phillips) پہلی دفعہ دستوری قانون میں اس زیادتی کے خلاف پارلیمنٹ نے آواز اٹھائی اور اس رٹ کا حق شہریوں کو ملا۔ قرآن حکیم اور احادیث شریف میں حبس بے جا کا قانون مغربی قوانین سے کہیں زیادہ ممتاز اور قدیم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۵

اسلام میں انتظامیہ (بیوروکریسی) کا کردار

بیوروکریسی کیا ہے؟

انسائیکلو پیڈیا امریکانا کے مطابق بیوروکریسی سے مراد افسر شاہی یا نوکر شاہی ہے۔ یہ اصطلاح موجودہ دور کی ہے۔ دراصل یہ لفظ تنقید کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مشہور جرمن سکالر میکس ویبر Max Weber نے بیوروکریسی کا جو تصور پیش کیا تھا اس کے مطابق سرکاری ملازمین یا افسران کی جماعت ایک مشین کی مانند ہونی چاہئے جس کے احساسات نہ ہوں۔ بلکہ وہ گورنمنٹ کے احکامات کی تکمیل اسی انداز سے کرے۔ آج کل کوئی حکومت بھی بیوروکریسی کے بغیر نہیں چل سکتی۔

گو کارل مارکس نے بیوروکریسی پر تنقید کی ہے تاہم روس میں صنعتیں قومیائی گئیں جس سے افسر شاہی کے نظام کو اور زیادہ طاقت ملی۔ یہ ادارہ ان اقدام کی وجہ سے مضبوط تر ہوگیا۔ ایک جدید نظام میں بیوروکریسی کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔

۱۔ اس میں متنوع اقسام کے کام سرانجام دیے جائیں

۲۔ کنٹرول اور کڑی نگرانی اعلیٰ افسران کے پاس ہو

۳۔ جس دفتر میں کام سرانجام دینا ہو اس کے لئے اہلیت مقرر کردی جائے

۴۔ مقصدیت ہو

۵۔ لگا تار کام کا تعین ہو

۶۔ اختیارات میں لچک ہو

اور علاوہ ازیں نوکر شاہی کا احتساب بھی ہو۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب آئین کے تحت جمہوری حکومتیں قائم ہوں۔ یہ ہے مغربی ممالک میں افسر شاہی کا تصور۔

"اولی الامر" کون ہیں؟

بیوروکریسی یا نوکرشاہی یا افسرشاہی کے لئے قرآن حکیم نے "اولی الامر" کی اصطلاح بیان فرمائی ہے۔ سورت النساء کی آیت ۵۹ میں ارشاد ربانی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ○

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام سے بھی بہتر ہے۔

"اولی الامر" لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و انتظام ہو۔ اسی لئے حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصریؒ وغیرہ مفسرین قرآن نے "اولی الامر" کے مصداق علماء و فقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک جماعت مفسرین نے جن میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل ہیں۔ فرمایا کہ "اولی الامر" سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے۔ یعنی علماء کو بھی اور حکام و امراء کو بھی کیونکہ نظام امراء انہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ سورت النساء کی آیت مبارکہ (۵۸) میں ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ○

اللہ تمہیں (مسلمانوں کو) حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں هذا الاية من امهات الاحكام تضمنت جميع الدين والشرع یعنی یہ آیت قرآن کریم کے اہم ترین احکام میں سے ہے اس کے ذریعے دین اور شریعت کی تمام تفصیلات سمیٹ کر رکھ دی گئی ہیں اور قرطبی کا یہ کہنا بالکل بجا ہے۔ اگر آپ کو اقتدار حکومت حاصل ہے تو غریب و امیر، قوی و ضعیف میں مساوات قائم کرنا، عدل کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود برابر رکھنا، حکومت کے عہدوں پر تقرر کے لئے کنبہ پروری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوست نوازی کی بجائے صرف اہلیت و قابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔ عام لوگوں کے علاوہ اس حکم کے خصوصی مخاطب امراء اور حکام ہیں۔ اور اگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پیش نظر ہو تو پھر ہر شخص اس آیت کا خصوصی مخاطب ہے۔ ارشاد ہے:

کلکم راع وھو مسئول عن رعیتہ فالامام راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھلہ وھو مسئول عنھم والمراۃ راعیہ علی بیت زوجھا وھی مسئولۃ عنھا	تم میں سے ہر شخص اپنے مرتبہ کے لحاظ سے پاسبان ہے اور جواب دہ ہے۔ امام اور خلیفہ بھی راعی ہے۔ اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ خاوند اپنے گھر والوں کا رئیس ہے۔ اور بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ ہر ایک سے اس کی حیثیت کے مطابق سوال کیا جائے گا۔

اس کے ساتھ قرآن حکیم کے اس جملہ نے اس عام غلطی کو بھی دور کردیا جو اکثر ممالک کے دستوروں میں چل رہی ہے کہ حکومت کے عہدوں کو باشندگان ملک کے حقوق قرار دے دیا ہے اور اس اصولی غلطی کی بناپر یہ قانون بنانا پڑا کہ حکومت کے عہدے تناسب آبادی کے اصول پر تقسیم کئے جائیں۔ ہر صوبہ ملک کیلئے کوٹے مقرر ہیں۔ ایک صوبہ کے کوٹہ میں دوسرے صوبہ کا آدمی نہیں رکھا جاسکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی قابل اور امین کیوں نہ ہو اور اس صوبہ کا آدمی کتنا ہی غلط کار اور نااہل کیوں نہ ہو۔ قرآن حکیم نے صاف اعلان فرما دیا کہ یہ عہدے کسی کا حق نہیں بلکہ امانتیں ہیں جو صرف اہل امانت ہی کو دی جاسکتی ہیں خواہ وہ کسی صوبے یا کسی خطہ کے رہنے والے ہوں۔ البتہ کسی خاص علاقہ اور صوبہ پر حکومت کے لئے اسی علاقہ کے آدمی کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ اس میں بہت سی مصالح ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کام کی صلاحیت اور امانت میں اس پر پورا اطمینان ہو۔

ارشاد ہے: ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا یعنی "اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو" اس حکم کا مخاطب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عام مسلمان ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خاص امراء مخاطب ہوں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہر وہ شخص مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔ اس میں عوام بھی داخل ہیں اور حکام بھی۔

اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے اس پر لازم ہے کہ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امانت اس کے اہل و مستحق کو پہنچا دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اداء امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو۔

لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له

یعنی جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔

یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا جبکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور اس کے رسولؐ کی اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔ آج جہاں نظام حکومت میں جو ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے۔ عہدے تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نا اہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔ یہ ہدایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے لفظ "امٰنٰت" بصیغہ جمع لاکر اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ امانت صرف اسی کا نام نہیں کہ ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہو بلکہ امانت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن میں حکومت کے عہدے بھی داخل ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے جتنے عہدے اور منصب ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ میں عزل و نصب کے اختیارات ہیں۔ ان کے لئے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے۔ بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لئے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔ پوری اہلیت والا اور سب شرائط کا حامل کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو۔ پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی بناپر بغیر اہلیت معلوم کئے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔

سورت النساء کی آیت ۸۳ میں بھی "اولی الامر" کا لفظ استعمال ہوا ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اسے لے کر پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔ تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو (تمہاری کمزوریاں) ایسی تھیں کہ معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔

حضور اکرمؐ کے دور میں انتظامیہ

تاریخی پس منظر:

نبی اکرمؐ کی آمد مبارکہ سے قبل جزیرۂ عرب پر کوئی مستقل مرکزی حکومت نہیں تھی بلکہ مختلف قبائل کا اپنا سرداری نظام تھا۔ البتہ مختلف سردار ایک دوسرے سے باہم صلاح و مشورہ اور بات چیت کیا کرتے تھے۔

اس نظام کو اشرافیہ کا نظام کہا جاتا ہے۔

علامہ وقت سید سلمان ندوی کے مطابق عرب بادشاہت کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مرکزیت تھی اور شخصی آزادی کی کمی اور مقامی انتظامیہ کمزور ہوتی تھی۔ لہٰذا کوئی بھی نظام جس میں مرکزیت پر زور دیا جائے عربوں کے لئے ناقابل قبول تھا۔

نبی کریمؐ کی آمد اور اسلامی مملکت کا قیام:

نبی کریمؐ کی آمد جو پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا' عربوں کے لئے خصوصی رحمت و برکت کا باعث تھی۔ حضور پاکؐ نے نہ صرف عقائد اور عبادات کا ایک جامع اور سادہ نظام پیش کیا بلکہ رفتہ رفتہ سماجی معاشی اور انتظامی امور کا بھی ایک ایسا ڈھانچہ تیار کروایا جو کہ ہر لحاظ سے خوبصورت تھا۔

اسلام نے مملکت کے نظم و نسق کا ایسا نمونہ پیش کیا جس نے نہ صرف جزیرہ ہائے عرب بلکہ پوری دنیا کی قسمت بدل کر رکھ دی۔

ہجرت مدینہ اور پہلی اسلامی فلاحی مملکت کا قیام:

انتظام مملکت کے اعتبار سے ہجرت مدینہ کے بعد ہی صحیح اسلامی فلاحی ریاست نے نمو پائی۔

اس کی اساس اسلام کا تصور اجتماعیت ہے جو نہ صرف مذہب بلکہ معاشرت' سیاست ہر جگہ کارفرما ہے۔ اس میں باہمی شراکت اور اجتماعیت خصوصی عناصر ہیں۔

نبی کریمؐ کے دور مبارک میں نظم و نسق کے چند چیدہ اور اہم پہلو درج ذیل ہیں:

اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ انتظامی ڈھانچہ
۲۔ تعلیم و تحقیق کا شعبہ
۳۔ اشتمال و استعمال اراضی
۴۔ امداد باہمی اور اپنی مدد آپ کا تصور
۵۔ مکمل فلاحی ریاست کا قیام جہاں عدل و انصاف کی مکمل گارنٹی ہو۔

ان پانچ بنیادوں پر حضور کریمؐ نے اپنی اسلامی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ ان سب کے چند درخشاں پہلو حسب ذیل ہیں:

نبی کریمؐ کے دور میں سول سروس کا نظام یوں تھا:

۱۔ نقابت: ۸ کنبوں پر مشتمل (آج کل کی لوکل کونسل کے برابر کا درجہ) ایک یونٹ جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سربراہ نقیب کہلاتا تھا اور لوگوں کا منتخب کردہ نمائندہ ہوتا تھا۔

۲۔ **عرافت:** ۱۲ نقابتوں پر مشتمل یونٹ (آج کل کی تحصیل کونسل کے برابر) کا سربراہ عریف کہلاتا تھا اور منتخب نمائندہ ہوتا تھا۔

۳۔ **نظارت:** ۲۴ عرافتوں پر مشتمل یونٹ (ڈسٹرکٹ کونسل کے برابر) کا سربراہ ناظر تھا اور سرکار کی طرف سے اس کی تقرری کی جاتی تھی۔ آج کل کے کمشنر کے برابر بنتا ہے۔

۴۔ **عمالت:** ۳ سے ۴ نظارتوں پر مشتمل یونٹ ہوتا تھا جسے آج کل کے صوبے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ سربراہ کو عامل (گورنر) کہتے تھے۔ یہ بھی مرکزی حکومت کی طرف سے نامزد کیا جاتا تھا۔

مندرجہ بالا انتظامی تقسیم کا مقصد ایک مکمل نظام کا نفاذ تھا جہاں عام مسائل کے حل' سہولیات کا بہم پہنچانا' عدل و انصاف کی فراہمی' صدقات و عطیات کی فراہمی' ٹیکس کا اکٹھا کرنا اور دیگر اہم ذمہ داریاں ان کے ذمہ تھیں۔

خاص طور پر مقامی سطح پر نظم و نسق اور حکومتی امور کی انجام دہی قابل ذکر ہیں۔

نظم و نسق میں دور نبوتؐ میں مختلف عہدے اور ان کی اہمیت:

اگرچہ دور نبوتؐ کے نظم و نسق کو بالکل واضح عہدوں میں تقسیم کرنا خاصا وقت طلب کام ہے تاہم اہم امور کی انجام دہی کو معیار بناکر مندرجہ ذیل انتظامی عہدوں کو بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ خلفاء یا نائبین:

نبی اکرمؐ جب شہر سے باہر تشریف لے جاتے تو نماز کے امام کا تقرر فرما جاتے۔ یہ امام ان کا نائب ہوتا اور خلیفہ کہلاتا۔ اس کے ذمہ تمام انتظامی' سماجی اور معاشی امور ہوتے۔

۲۔ مشیران نبویؐ:

اگرچہ مجلس شوریٰ کا مکمل نظام تو نہیں تھا لیکن نبی کریمؐ مسلمانوں کے ہر اجتماعی مسئلہ میں خواہ وہ سماجی ہو' معاشی' معاشرتی یا قانونی ہو صاحب الرائے مسلمانوں سے ضرور مشورہ کرتے۔

اس ضمن میں بے شمار صحابہؓ کرام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں مگر حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت ابوبکرؓ' حضرت علیؓ' حضرت زید بن حارثہؓ' زید بن ثابتؓ' طلحہؓ اور زبیرؓ قابل ذکر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں جنگی امور سر فہرست ہیں جن میں تقریباً فیصلہ باہمی صلاح و مشورے کے بعد کیا جاتا تھا اور نبی کریمؐ مشورے پر اکثر اوقات عمل درآمد فرماتے تھے۔

۳۔ کاتبین رسولؐ:

کاتبین تین طرح کے تھے:

i۔ دوسری حکومتوں سے خط و کتابت، ضمانت نامہ، خطوط، حکومتی امور کی کتابت وغیرہ کے لئے نامزد کاتب۔

ii۔ قرآن پاک کی تدوین، حفاظت اور تقسیم کے لئے نامزد کاتب۔

iii۔ اراضی، مال اور دیگر اقتصادی امور کی نگرانی، ریکارڈ اور حساب رکھنے والے کاتب ان کا رتبہ اور ذمہ داری بہت اہم تھی۔

اہم اسمائے گرامی میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت شرجیلؓ، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان قابل ذکر ہیں۔

۴۔ سیکرٹری یا خصوصی معاون:

اس سلسلے کا سب سے خوبصورت نام حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ آپؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پیارے اور خصوصی معاون تھے۔ آپ کے ذمہ تقریباً ہر طرح کی ذمہ داریاں تھیں۔ آپؓ نے میزبان، منتظم، محافظ، خازن، منادی، مہرکار، دربان غرض ہر طرح کی ڈیوٹی سرانجام دی۔ آج کل کے حساب سے ہم ان کو نبی کریمؐ کا پرسنل سیکرٹری یا (A.D.C.) کے برابر انتظامی نام دے سکتے ہیں۔

۵۔ دربان:

یوں تو دربار رسالتؐ میں جو چاہے اور جہاں چاہے حاضری دے سکتا تھا مگر چند مواقع پر جہاں خصوصی صلاح و مشورہ اور اہم امور زیر بحث ہوتے تو کچھ دیر کے لئے دربار نبویؐ پر نگران مقرر کر دیا جاتا جو دربان کے فرائض انجام دیتا۔ بلال حبشیؓ نے یہ فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اس کے علاوہ کئی اور اسمائے مبارک بھی تاریخ میں ملتے ہیں۔

۶۔ شاعر اور خطیب:

عربوں کے سماجی اور معاشرتی ڈھانچے میں شاعروں اور خطیبوں کا خاص کردار ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان شاعر اور خطیب نہ صرف کافروں کے حملوں کا دینی جواب دیتے تھے بلکہ مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنے اور شان نبویؐ کی حفاظت بھی کرنے والے تھے۔

☆ حضرت حسانؓ بن ثابت: اہم اور معتبر ترین شاعر تھے۔ ان کے علاوہ عبداللہؓ بن رواحہ اور کعبؓ بھی نامور مسلمان شعراء تھے اور انتظامی امور کا اہم حصہ تھے۔

☆ خطیبوں میں ایک مشہور نام ثابتؓ بن قیس کا ہے اور سب سے بڑھ کر نبی کریمؐ کی ذات مبارکہ تھی جن کی خطابت عربی ادب اور نثر کی آبرو اور جان ہے۔

۷۔ افسران بکار خاص:

چند معمولی اور کئی خصوصی امور مثلاً منافقین کے گھروں کو منہدم کروانا' قصاص اور دیت کے امور' اسلامی قوانین اور حدود کا نفاذ' عدل و انصاف کے امور کی انجام دہی کے لئے حضورؐ نے کئی صحابہ کرامؓ کو مقرر کیا۔ حضرت علیؓ کا نام سرفہرست ہے۔ حضرت عمرؓ بھی یہ شرف رکھتے تھے۔

۸۔ قاضی یا افسر برائے فراہمی انصاف:

یوں تو باقاعدہ نظام قضاء دور نبوتؐ کے ابتدائی مراحل میں تھا مگر:

☆ مدینہ منورہ میں باقاعدہ قاضیوں کا تقرر کیا گیا۔

☆ منتظمین کو اپنے علاقوں میں یہ اختیارات دیے گئے۔

☆ گورنروں اور ناظروں کو بھی یہ اختیارات تھے۔

☆ ولایت المظالم کا ادارہ قائم کیا گیا جو عدل و انصاف فراہم کرتا تھا۔

☆ احتساب اور فریاد کا مناسب انتظام اور سہولت تھی اور احتساب پر حضور کریمؐ خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

۹۔ سفیر یا "رسول":

سفارت ایک اہم شعبہ تنظیم نبویؐ ہے۔ اس ضمن میں ۲۸ صحابہ کرامؓ کے نام لئے جاتے ہیں جو نہ صرف جنگی امور میں بات چیت کے لئے فریق مخالف کے پاس جاتے بلکہ بعد ازاں بادشاہوں' سرداروں اور دیگر قبائل سے بات چیت بھی ان سفراء کا فرض تھا جن کو "رسول" کا نام دیا گیا تھا۔ اس منصب کو رسالت کا نام دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ مقامی منتظمین:

مملکت اسلامی کی سرحدوں کے وسیع ہونے کے ساتھ ہی اور دور دراز کے علاقوں کو مرکز کے ساتھ جوڑنے کے لئے مقامی منتظمین کا تقرر کیا گیا۔ یہ بھی منتخب لوگ تھے۔ ان کا کردار مقامی امور کی انجام دہی اور عوام الناس کا صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے ساتھ رابطے میں خاص اہمیت کا حامل تھا۔

۱۱۔ گورنر اور منتظم اعلیٰ:

یوں تو عمالت کے انچارج کو عامل (گورنر) کا درجہ حاصل تھا مگر کچھ صورتوں میں والی کو بھی عامل (گورنر) کا درجہ حاصل تھا۔

مزید براں عرب کے شمال اور جنوب کو دو منتظم ہائے اعلیٰ کے زیر نگرانی دے دیا گیا تھا جن میں شمالی عرب کے منتظم اعلیٰ حضرت شرجیلؓ اور جنوبی عرب کے معاذؓ بن جبل تھے۔

۱۲۔ بازاروں کی نگرانی کے افسران/صاحب السوق:

☆ بازاروں کے نظام کو ہمیشہ سے ہر انتظامی نظام میں اہمیت حاصل رہی ہے۔ نبی کریمؐ نے اپنے انتظامی نظام میں اس کو خصوصی اہمیت دی اور باقاعدہ طور پر صاحب السوق یا عامل السوق کا تقرر کیا جاتا تھا۔

☆ حضور پاکؐ خود بھی بازار کے امور کی نگرانی فرماتے اور مقامی منتظمین اور افسران بکار خاص (یہ نام ہم نے اپنی سہولت کی خاطر خصوصی کام سرانجام دینے والوں کو دیا ہے) بھی بازار کے کام کی دیکھ بھال کرتے۔

☆ قیمتوں کا تعین اور مال کا معیار، ذخیرہ اندوزی اور دیگر برائیوں کا خاتمہ ان کی اہم ذمہ داریاں تھیں۔

۱۳۔ تعلیم و تحقیق کے میدان کی تنظیم:

نبی کریمؐ کے دور میں تعلیمی میدان نے بھی باقاعدہ نظام کی حیثیت اختیار کرلی۔ مندرجہ ذیل شعبہ جات قابل ذکر ہیں:

☆ ۱۔زبانوں کی تعلیم ۲۔ عسکری تعلیم ۳۔ زرعی تعلیم ۴۔ تجارت کی تعلیم
۵۔ صنعت و حرفت کی تعلیم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ علاوہ ازیں خطاطی' حساب اور زبان دانی سب شعبوں کا لازمی جزو تھیں۔

☆ تین طرح کی کلاسیں دور نبویؐ کی تاریخ میں ملتی ہیں:

۱۔ یومیہ ۲۔ اسبوعیہ ۳۔ فصیلہ

☆ ان میں بحث و مباحثہ اور نئی تحقیقات کو ترجیح دی جاتی تھی اور نبی کریمؐ نے علم کو مسلمان کی معراج قرار دیتے ہوئے اس کے انتظام کو خصوصی اہمیت دی۔

۱۴۔ اشتمال و استعمال اراضی:

ہجرت مدینہ کے ساتھ ہی نبی کریمؐ نے ایک مہاجر اور ایک انصار پر مبنی یونٹ تیار کروا دیا جس میں انتقال اراضی اور اس کی جغرافیائی تقسیم کا کام کیا گیا۔ اس سلسلے میں خصوصی افسران کا تقرر کیا گیا۔ کاتبین نے بھی مدد فرمائی اور پورے علاقے کی اراضی کو انتظامی بنیادوں پر تقسیم فرمایا گیا۔ بعدازاں یہ سلسلہ خلافت راشدہ میں بھی جاری و ساری رہا اور مملکت اسلامیہ کی وسیع ترین جغرافیائی حدود میں بھی مکمل اشتمال و استعمال اراضی کا نظام موجود تھا۔

۱۵۔ امداد باہمی اور اپنی مدد آپ کا انتظام:

نبی کریمؐ نے اپنی تعلیمات میں جس بات کی سب سے زیادہ تلقین فرمائی وہ عزت نفس (Self respect) اور امداد باہمی (Mutual Cooperation) ہے۔

چنانچہ اس ضمن میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شعبہ جات کا قیام عمل میں آیا:

☆ نرسنگ کا نظام: امہات المومنینؓ نے اور صحابیاتؓ نے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔

☆ سکاؤٹنگ کا نظام: انگریز' ڈچ پائیز کو اس نظام کا بانی سمجھا جاتا ہے حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریمؐ اس نظام کے بانی تھے۔

☆ امداد باہمی: مثلاً مسجدوں کی تعمیر' ناداروں اور بے کسوں کی امداد' باغات اور کھیتوں کا نظام' تعلیم' بیت المال وغیرہ وغیرہ۔

حضورؐ کا نظم و نسق مملکت اور فلاح انسانیت:

اس سلسلے میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عدل و انصاف کی مکمل فراہمی' غریبوں اور ناداروں کی مدد اور ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ معاشرتی سطح پر موجود تھا۔ انہی اسلامی خطوط پر چلتے ہوئے مملکت اسلامی نے اس حد تک ترقی کی کہ مدینہ میں غلہ نہ صرف مقامی ضروریات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے بہت کافی ہوگیا بلکہ اس کو درآمد بھی کیا گیا۔

گویا زراعت (Agriculture) کے میدان میں بے انتہا ترقی نبی کریمؐ کے نظم و نسق کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

نبی کریمؐ کے نظم و نسق کے چند درخشاں پہلو:

☆ جن صحابہ کرامؓ کو اہم امور کی انجام دہی کی سعادت نصیب ہوئی اگر تاریخی حوالے سے ان پر غور کیا جائے تو اکثر کا تعلق قریش کے غیر اہم قبائل سے تھا۔ حضرت ابن ام مکتومؓ کا نام سرفہرست ہے۔

☆ سیاسی یا معاشرتی بنیادوں پر عہدوں کا تقرر ہرگز نہیں کیا گیا۔ یعنی نہ تو قبائلی برتری کو دیکھا گیا اور نہ ہی چھوٹے قبائل کو سیاسی بنیادوں پر اہمیت دی گی۔

☆ یہاں تک کہ اسلام میں برتری کو بھی کبھی مدنظر نہیں رکھا گیا اور بعض اوقات نو مسلم افراد کو بھی اہم امور کی ذمہ داری دی گئی۔

☆ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قابلیت اور لیاقت وہ واحد معیار ہے جس کو نبی کریمؐ نے انتظامی ذمہ داری کے لئے دیکھا۔

☆ ذہانت' ذمہ داری اور امور کی بہتر انجام دہی کو ہی معیار بنایا گیا۔

☆ کسی سماجی' سیاسی' معاشی یا قبائلی فرق کے تصور کو نظم و نسق کے عہدوں میں کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔

نبویؐ نظام کی جامعیت:

اس کے علاوہ ایک اہم بات "نبویؐ نظام حکومت" کی جامعیت ہے۔ یعنی مرکزیت' اجتماعیت' شخصی آزادی' عدل و انصاف' مقامی نظم و نسق' بہترین احتساب اور یک جہتی کا احساس سب چیزوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا تھا۔ عربوں جیسے نظام معاشرت میں کسی مکمل اور مرکزی حکومت کا تصور ہی ناممکن تھا مگر نبی کریمؐ کے جامع اور موزوں نظام نظم و نسق نے ان کو نہ صرف ممکن بلکہ بہت موزوں بھی بنایا۔

خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں نبویؐ نظام کی اہمیت:

تاریخ اسلامی کا مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرمؐ کے تصور نظم و نسق کو آنے والے خلفاء راشدین نے مزید مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا نام قابل ذکر بلکہ سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ آپؓ نے "نبویؐ نظام نظم و نسق" کو اس حد تک منظم اور اکمل (Perfect) بنا دیا کہ آج تک ان کے دور خلافت کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد مسلم خلافت کے دور میں بھی انتظامی ڈھانچہ خط نبویؐ پر ہی استوار کیا گیا۔ چنانچہ یہ دیکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ میں:

☆ باقاعدہ مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں آیا۔

☆ عاملوں کی تقرری میں باہم مشورہ کیا جاتا۔

☆ عاملوں (گورنروں) سے باقاعدہ حلف لیا جاتا تھا۔

☆ ان کا حلف لوگوں کو پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔

☆ حج کے عظیم الشان موقع پر تمام عاملین (گورنروں) کا اجلاس طلب کیا جاتا اور سالانہ رپورٹ پیش کی جاتی۔

☆ عدل و انصاف کا مکمل انتظام تھا اور لوگ اپنی شکایات خلیفہ وقت کو پیش کیا کرتے تھے جن کا بروقت انصاف کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔

☆ ضرورت پڑنے پر تحقیقی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جاتا تھا جو فوری طور پر اپنی جامع رپورٹ پیش کرتی اور ضروری احکامات پر عمل درآمد ہوتا۔

☆ اس سلسلے میں احتساب کے ادارے کا نام لینا بے حد ضروری ہے کیونکہ نبی اکرمؐ کے دور مبارکہ سے لے کر خلافت راشدہ تک یہ نظم و نسق کا اہم ستون تھا اور لوگوں کے امن و چین کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں اس کا اہم حصہ ہے۔

☆ علاوہ ازیں دیگر باریک تفاصیل مثلاً سزاؤں کا نفاذ، نہروں کا نظام، ڈاک کی ترسیل، راستوں کا نظام، پیغام رسانی اور بے شمار دیگر امور کی مکمل کارکردگی دراصل نظام نبویؐ پر ہی انحصار کرتی ہے۔

☆ نبی کریمؐ کا دیا گیا تصور نظم و نسق آنے والے ہر دور میں اور آج تک ہر لحاظ سے بہترین ثابت ہوا ہے اور دیگر تمام انتظامی تصورات جو کامیابی سے ہم کنار ہوئے ان کی بنیاد اسلامی تصور نظم و نسق ہی ہے۔

☆ مثال کے طور پر مغرب کی فلاحی ریاست کا تصور عین اسلامی تصورات سے مستعار اور اپنی اچھائی کی حد تک تعلیمات نبویؐ ہی کی نقل ہے۔

☆ ضرورت اس بات کی ہے کہ نبی اکرمؐ کے تصور نظم و نسق کو آج پھر کاملاً اجاگر کیا جائے اور اس کو پوری دیانت داری اور صدق دل کے ساتھ عملی جامہ پہنایا جائے کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف یہی نظام جامع ہے اور ضروریات انسانی کے عین مطابق ہے۔

سرکاری افسران کی صفات

(اسلام کی نظر میں)

ایک اچھے اور اعلیٰ پائے کے ناظم اور اولی الامر کے لئے جو صفات ہونی چاہئیں وہ اسلام کی نظر میں حسب ذیل ہیں:

۱۔ راست گوئی: ایک اچھے اولی الامر کے لئے ضروری ہے کہ وہ راست گو ہو اور لوگوں کے ساتھ دھوکہ نہ کرے بلکہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی تعلیم دے۔

۲۔ سادگی: اولی الامر کے لئے سادہ ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ایک سادہ انسان دوسروں کے لئے بہتر مثال بن سکتا ہے۔ حضورؐ نے ساری زندگی انتہائی سادگی سے بسر کی اور آپؐ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ تاجدار مدینہ ہونے کے باوجود ایک چار درہم کی چادر سے اوڑھنے اور بچھانے کا کام لیتے تھے۔

۳۔ لوگوں کے لئے رحمت: ایک اچھے ناظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے لئے رحمت ثابت ہو اور لوگ اس کی موجودگی میں خوشی کا اظہار کریں اور وہ لوگوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتا ہو۔

۴۔ تواضع و تیمار داری: ایک اچھے ناظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی تیمار داری کرتا ہو اور لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہو۔ حضورؐ کی ساری زندگی لوگوں کی تواضع میں گزری اور حضورؐ حتیٰ الامکان کوشش کرتے تھے کہ ہر بیمار کی تیمارداری کریں۔

۵۔ سخاوت: ایک اعلیٰ پائے کے اولی الامر کے لئے سخی ہونا بھی ضروری ہے اور حضورؐ اس معاملے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؐ جو کچھ بھی ہوتا تھا غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے بلکہ اکثر تو اپنے لئے کچھ باقی نہ رکھتے تھے۔

۶۔ وقار: ایک اچھے ناظم کے لئے باوقار ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جس انسان کا وقار ہوتا ہے لوگ بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔ محنت، شجاعت اور دیانت کا بھی پیکر ہو۔

۷۔ اخلاقی برائیوں سے اجتناب: اولی الامر کو اخلاقی برائیوں سے بھی پرہیز کرنا چاہئے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے مثال بن سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸- **مروت:** ایک اچھے ناظم کے لئے ضروری ہے کہ اس میں مروت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہو اور وہ لوگوں سے بے پناہ محبت کرتا ہو اور ان کے لئے یا ان کے حقوق کے لئے لڑنے والا ہو۔

۹- **حلم:** اچھے اولی الامر کے لئے ضروری ہے کہ اس میں غرور و تکبر کا مادہ بالکل نہ ہو اور اسے اس بات پر کبھی ناز نہ ہو کہ وہ لوگوں پر حکمران ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کا خادم تصور کرے۔

۱۰- **عدل:** ایک اچھے ناظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو اور ہر فیصلہ انصاف سے کرے اور کسی سے بے انصافی نہ کرے۔ حضورؐ کی ساری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جہاں سے یہ پتہ چلتا ہو کہ آپؐ نے یہاں انصاف نہیں کیا۔

ایک ایسا شخص جس میں مندرجہ بالا خصوصیات ہوں وہ ایک ایسا ناظم بن سکتا ہے جو لوگوں کے لئے باعث رحمت ہو۔ حضورؐ کی زندگی میں یہ ساری خصوصیات موجود تھیں اور آپؐ نے انہی خصوصیات کو بروئے کار لاتے ہوئے ہمیں ایک ایسے نظام سے روشناس کرایا جو آج تک ساری انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔ الغرض ایک مسلمان آفیسر اپنے اختیارات کو امانت سمجھے جو اسے سونپے گئے ہیں۔ ان کے بارے وہ نہ صرف اس دنیا میں بلکہ اخروی دنیا میں بھی جواب دہ ہوگا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی' جدید دور کے مسائل اور ان کا حل (قرآن اور سیرت طیبہ کی روشنی میں)' سنگ میل پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۹۸ء' صفحات: ۲۷۳-۲۷۰)

سرکاری ملازمین کے لئے نبی اکرمؐ کے فرامین کا مجموعہ: کتاب الصدقہ

یہ ان احکامات و روایات کا مجموعہ ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو املاء کرائے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں وہ احکام تھے جو صوبائی سطح پر ذمہ دار افراد کے لئے لکھوائے گئے تھے اور حضورؐ نے یہ کتاب خود تحریر کرائی تھی۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ والیان ریاست اس کتاب کو مد نظر رکھ کر کام کریں لیکن ان حضرات کو بھیجنے سے پہلے آپؐ کی رحلت ہوگئی۔ احادیث کی کتب میں اس کتاب کا تذکرہ ملتا ہے۔ جامع ترمذی میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب کتاب الصدقه فلم یخرجه الی عماله حتّٰی قبض فقرنه بسیفه فلما قبض عمل به ابوبکر حتی قبض و عمر حتی قبض (جامع ترمذی ج۱، ص ۱۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کتاب لکھوائی جس میں صدقہ سے متعلق احکام تھے۔ ابھی آپؐ نے یہ کتاب اپنے عمال (والیان ریاست) کے پاس بھجوائی نہیں تھی کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ کتاب آپؐ کی تلوار کے ساتھ رہی۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے پوری زندگی اسی کتاب پر عمل کیا۔

سنن ابوداؤد ملاحظہ ہو:

ان النبی کتب کتابا فیه هذه الفرائض فقبض النبی صلی الله علیه و آله وسلم قبل ان یکتب الی العمال فاخذ به ابوبکرؓ وامضاه بعد علی ما کتب

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک کتاب تحریر کرائی جس میں فرائض سے متعلق ارشادات تھے۔ آپ یہ کتاب اپنے عمال کے پاس بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن بھیجنے سے پہلے آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ کتاب لی اور اسے پوری طرح نافذ کردیا۔ سنن ابو داؤد، جلد اول، صفحہ ۲۱۹

یہ کتاب کافی عرصہ تک محفوظ رہی۔ عمر فاروقؓ کے بعد اس کا نسخہ ان کی اولاد کے پاس رہا۔ امام زہری نے حضرت سالم بن عبداللہ سے یہ کتاب پڑھی اور بعد میں اس کا درس دیتے تھے۔ امام زہری خود اس بارے میں کہتے ہیں:

عن ابن شهاب قال: هذه نسخه کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی کتبه فی الصدقه وهی عند آل عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال ابن شهاب: اترانیها سالم بن عبدالله بن عمر فرعیتها علی وجهها وهی التی انتسخ

ابن شہاب سے روایت ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ کتاب ہے جو آپؐ نے صدقات پر تحریر کرائی تھی۔ اس کا بنیادی نسخہ حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد کے پاس رہا ہے۔ ابن شہاب نے کہا میں نے یہ کتاب حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے پڑھی اور اسے حفظ کر لیا۔ جہاں تک اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر بن عبدالعزیز من عبدالله بن عمر و سالم بن عبد الله بن عمر..... (سنن ابوداؤد ج۱' ص:۲۲۰)

نقل کا تعلق ہے تو یہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھوں حاصل ہوئی۔ انہوں نے یہ نسخہ حضرت سالم اور حضرت عبداللہ سے حاصل کیا تھا۔

اس کتاب کے بارے میں ذخیرہ حدیث میں جو روایات ملتی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اس کتاب کی باقاعدہ ترویج ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی کئی کاپیاں لکھوائیں اور اپنے عمال کے پاس بھجوائیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی اپنے عمال کو اس کتاب کی کاپیاں دیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس اس کا جو نسخہ تھا وہ بنیادی نسخہ تھا اور اس پر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی مہر بھی ثبت تھی۔ حضرت حماد اس ضمن میں کہتے ہیں:

اخذت من ثمامه بن عبدالله بن انس کتابا زعم ان ابابکر کتبه لانس وعلیه خاتم رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم حین بعثه مصدقا وکتبه له

میں نے حضرت ثمامہ بن عبداللہ سے یہ کتاب حاصل کی جب انہیں حضرت ابوبکرؓ نے (بحرین کا) عامل بنا کر بھیجا تو یہ ان کے لئے لکھوائی تھی۔ اس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مہر بھی ہے۔

حضرت حماد کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الصدقہ کا ایک نسخہ حضرت انسؓ کے خاندان میں بھی رہا۔ حضرت ثمامہ چونکہ حضرت انسؓ کے پوتے ہیں اس لئے یہ کتاب ان کو اپنے والد عبداللہ بن انس سے ملی ہوگی۔ حضرت حماد نے یہاں "اخذت" کا صیغہ استعمال کیا جس کا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ثمامہ یہ کتاب باقاعدہ پڑھاتے ہوں گے۔ حضرت حماد نے ان سے پڑھی ہوگی۔

(ماخوذہ علم حدیث) اسلامی خط و کتابت کورس یونٹ نمبر ۲' وعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد۔

کیا ہتھیار ڈالے جاسکتے ہیں؟ (اسلامی نقطہ نظر)

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ملٹری حکام اور جوانوں کے لئے بھی تفصیل سے ہدایات موجود ہیں۔ فوج کے "اولی الامر" کو حکم نہیں کہ وہ ہتھیار ڈالنے کے حکم کو مانیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماسوائے یہ کہ کوئی حربی چال ہو اور فوجوں کو باہر نکالنا مقصود ہو۔ بصورت دیگر نہیں۔ سورت انفال کی آیات ۱۶-۱۵ واضح احکام ہیں:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں کافروں سے تمہارا مقابلہ ہوجائے تو ان سے پیٹھ مت پھیرو (جہاد میں پیٹھ دکھانا اور دشمن سے بھاگنا مسلمان کو روا نہیں)۔اور جو کوئی (جہاد میں) اس روز ان سے پشت پھیرے گا بجز اس صورت کے کہ (اصول جنگ کے تحت) یہ ہنر ہو یا اپنی فوج میں جا ملنا (منظور) ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

(ترجمہ از ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی فیوض القرآن (جلد اول) ایم ایچ سعید کمپنی، کراچی، فروری ۱۹۸۷ء صفحہ ۳۹۲)

سید ابوالاعلیٰ مودودی ان آیات کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

دشمن کے شدید دباؤ پر مرتب پسپائی (Orderly retreat) ناجائز نہیں ہے جبکہ اس کا مقصود اپنے عقبی مرکز کی طرف پلٹنا یا اپنی ہی فوج کے کسی دوسرے حصہ سے جا ملنا ہو۔ البتہ جو چیز حرام کی گئی ہے وہ بھگدڑ ہے جو کسی جنگی مقصد کے لئے نہیں بلکہ محض بزدلی و شکست خوردگی کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس لئے ہوا کرتی ہے کہ بھگوڑے آدمی کو اپنے مقصد کی بہ نسبت جان زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اس فرار کو بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک شرک دوسرے والدین کی حق تلفی، تیسرے میدان قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ نے سات بڑے گناہوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کے لئے تباہ کن اور اس کے انجام اخروی کے لئے غاز نگر ہیں ان میں سے ایک یہ گناہ بھی ہے کہ آدمی کفر و اسلام کی جنگ میں کفار کے آگے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اس فعل کو اتنا بڑا گناہ قرار دینے کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ یہ ایک بزدلانہ فعل ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص کا بھگوڑا پن بسا اوقات ایک پوری پلٹن کو اور ایک پلٹن کا بھگوڑا پن ایک پوری فوج کو بدحواس کرکے بھگا دیتا ہے۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جب ایک دفعہ کسی فوج میں بھگدڑ پڑ جائے تو کہا نہیں جاسکتا کہ تباہی کس حد پر جاکر ٹھہرے گی۔ اس طرح کی بھگدڑ صرف فوج ہی کے لئے تباہ کن نہیں ہے بلکہ اس ملک کیلئے بھی تباہ کن ہے جس کی فوج ایسی شکست کھائے۔

تفہیم القرآن۔ جلد دوم، صفحہ: ۱۳۵

عبداللہ یوسف علی اپنی تفسیر The Holy Quran, Text, Translation and Commentary کے صفحہ نمبر ۴۱۸ پر رقم طراز ہیں: (188)

"Death or victory should be the motto of every soldier: it may be death for himself individually, but if he has faith, there is triumph in either case for his cause. Two exceptions are recognised: reculer pour mieux sauter, to go back in order to jump forward; or to deceive the enemy by a feint; if an individual or body is, by the chances of battle, isolated from his own force, he can fall back on his force in order to fight the battle. There is no virtue in mere single handedness. Each individual must use his life and his resources to the best advantage for the common cause."

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع معارف القرآن (جلد چہارم) کے صفحات نمبر ۲۰۰-۱۹۹ پر اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں:

"آیات مذکورہ میں سے پہلی دو آیتوں میں اسلام کا ایک جنگی قانون بتلایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں لفظ زحف سے مراد دونوں لشکروں کا مقابلہ اور اختلاط ہے۔ معنی یہ ہیں کہ ایسی جنگ چھڑ جانے کے بعد پشت پھیرنا اور میدان سے بھاگنا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ دوسری آیت میں اس حکم سے ایک استثناء کا ذکر اور ناجائز طور پر بھاگنے والوں کے عذاب شدید کا بیان ہے۔"

استثناء دو حالتوں کا ہے الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة یعنی جنگ کے وقت پشت پھیرنا صرف دو حالتوں میں جائز ہے۔ ایک تو یہ کہ میدان سے پشت پھیرنا محض ایک جنگی چال کے طور پر دشمن کو دکھلانے کے لئے ہو حقیقتاً میدان سے ہٹنا مقصد نہ ہو بلکہ مخالف کو ایک غفلت میں ڈال کر یکبارگی حملہ پیش نظر ہو۔ یہ معنی ہیں الا متحرفا لقتال کے کیونکہ تحرف کے معنی کسی ایک جانب مائل ہونے کے آتے ہیں۔ (روح المعانی)

دوسری استثنائی حالت جس میں میدان سے پشت پھیرنے کی اجازت ہے یہ ہے کہ موجودہ لشکر کی کمزوری کا احساس کرکے اس لئے پیچھے ہٹیں کہ مجاہدین کی مزید کمک حاصل کرکے پھر حملہ آور ہوں۔ او متحیزا الی فئة کے یہی معنی ہیں کیونکہ "تحیز" کے لفظی معنی انضمام اور ملنے کے ہیں اور فئة کے معنی جماعت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی جماعت سے مل کر قوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے اور پھر حملہ کرنے کی نیت سے میدان چھوڑے تو یہ جائز ہے۔ یہ استثناء ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جنہوں نے استثنائی حالات کے بغیر ناجائز طور پر میدان چھوڑا یا پشت موڑی۔ ارشاد ہے فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جھنم وبئس المصیر○ یعنی میدان سے بھاگنے والے اللہ کا غضب لے کر لوٹے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ حکم معلوم ہوا کہ فریق مقابل کتنی ہی زیادہ تعداد اور قوت و شوکت میں ہو مسلمانوں کو ان کے مقابلہ سے پشت پھیرنا حرام ہے۔ بجز دو استثنائی صورتوں کے یہ کہ پشت پھیرنا بھاگنے کے لئے نہ ہو بلکہ یا تو پینترا بدلنے کے طور پر ہو اور یا کمک حاصل کرکے دوبارہ حملہ کرنے کے قصد سے ہو۔

غیر قانونی حکم میں اطاعت نہیں

سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد ربانی ہے:

یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنت یبایعنک ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفرلھن اللہ ان اللہ غفور رحیم

اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی' چوری نہ کریں گی' زنا نہ کریں گی' اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی' اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی' اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی' امام ابوبکر جصاص کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ بحوالہ تفہیم القرآن جلد پنجم صفحات ۴۴۶-۴۴۷۔

"اللہ کو معلوم تھا کہ اس کا نبی کبھی [illegible] کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا' پھر بھی اس نے اپنے نبی کی نافرمانی سے منع کرتے ہوئے معروف کی شرط لگا دی تاکہ کوئی شخص کبھی اس امر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گنجائش نہ نکال سکے کہ ایسی حالت میں بھی سلاطین کی اطاعت کی جائے جب کہ ان کا حکم اللہ کی اطاعت میں نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من اطاع مخلوقًا فی معصیۃ الخالق سلط اللہ علیہ ذالک المخلوق یعنی جو شخص خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ اس پر اسی مخلوق کو مسلط کردیتا ہے۔" (احکام القرآن)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"یہ ارشاد ان جاہلوں کے خیال کی تردید کرتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ اولی الامر کی اطاعت مطلقاً لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو رسولؐ کی اطاعت پر بھی معروف کی قید لگا دی ہے۔ حالانکہ رسول کبھی معروف کے سوا کوئی حکم نہیں دیتا۔ اس سے مقصود لوگوں کو خبردار کرنا ہے کہ خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ روح المعانی' بحوالہ تفہیم القرآن' جلد پنجم صفحہ ۴۴۷۔

حقیقت میں سورۃ الممتحنہ کا مذکورہ بالا حکم اسلام میں قانونی حکمرانی (Rule of Law) کا سنگ بنیاد ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جرم جرم ہے۔ اگر افسران بالا اس کا حکم دیں یا حاکم وقت' اس کی اطاعت ممنوع ہے وہ خود مجرم ہے۔ تعمیل کرنے والا ماتحت اہل کار یا افسر بھی اسی طرح کا ایک مجرم ہے۔ لہٰذا حاکم وقت کی اس بات کا یا حکم سے ماتحت اس بناپر نہیں بچ سکتا کہ اسے حاکم وقت یا افسربالا نے ایک غیر قانونی حکم دیا تھا۔ ان لا ننازع الامر اہلہ الا ان تروا کفرًا بواحًا عندکم من اللہ فیہ برھان یعنی یہ کہ ہم اپنے سرداروں اور حکام سے نزاع نہ کریں گے الا یہ کہ ہم ان کے کاموں میں کھلم کھلا کفر دیکھیں جس کی موجودگی میں ان کے خلاف ہمارے پاس اللہ کے حضور پیش کرنے کے لئے دلیل موجود ہو۔ "مسلم بخاری"

یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برء ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع فقالو افلا نقاتلھم قال لا ما صلوا (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم پر ایسے لوگ بھی حکومت کریں گے جن کی بعض باتوں کو تم معروف پاؤ گے اور بعض منکر اور جس نے ان کے منکرات پر اظہار ناراضگی کیا وہ بری الذمہ ہوا۔ اور جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بھی بچ گیا۔ مگر جو ان پر راضی ہوا اور پیروی کرنے لگا وہ ماخوذ ہوگیا۔ صحابہ نے پوچھا' پھر جب ایسے حکام کا دور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں۔

شرار ائمتکم الذین تبغضونهم ویبغضونکم وتلعنونهم ویلعنونکم قلنا یا رسول الله افلا ننا بذهم عند ذالک قال لا ما اقاموا فیکم الصلوة' لا ما اقامو فیکم الصلوة۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جو تمہارے لئے مبغوض ہوں اور تم ان کے لئے مبغوض ہو۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ صورت ہو تو کیا ہم ان کے مقابلہ پر نہ اٹھیں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں' نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا دونوں اطاعتوں کے بعد اور ان کے ماتحت تیسری اطاعت جو اسلامی نظام میں مسلمانوں پر واجب ہے وہ ان "اولی الامر" کی اطاعت ہے۔ جو خود مسلمانوں میں سے ہوں' "اولی الامر" کے مفہوم میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے سربراہ کار ہوں۔ خواہ وہ ذہنی یا فکری رہنمائی کرنے والے علماء ہوں یا سیاسی رہنمائی کرنے والے لیڈر یا ملکی انتظام کرنے والے حکام یا عدالتی فیصلے کرنے والے جج یا تمدنی و معاشرتی امور میں قبیلوں اور بستیوں اور محلوں کی سربراہی کرنے والے شیوخ یا سردار۔ غرض جو جس حیثیت سے بھی مسلمانوں کا صاحب امر ہے وہ اطاعت کا مستحق ہے اور اس سے نزاع کرکے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں خلل ڈالنا درست نہیں ہے۔

بشرطیکہ وہ خود مسلمانوں کے گروہ میں سے ہو اور خدا اور رسول کا مطیع ہو۔ یہ دونوں شرطیں اس اطاعت کے لئے لازمی شرطیں ہیں اور یہ نہ صرف آیت مذکورہ صدر میں صاف طور پر درج ہیں بلکہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرما دیا:

السمع والطاعه علی المرء المسلم فی ما احب وکره ما لم یؤمر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (بخاری و مسلم)

مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے "اولی الامر" کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ اور جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر اسے نہ کچھ سننا چاہئے اور ماننا چاہئے۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا طاعة للمخلوق فی معصیة الله

یعنی مخلوق یا رعایا ایسا حکم نہ مانے جو خدا کی نافرمانی ہو۔

لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف (بخاری و مسلم)

خدا اور رسولؐ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے اطاعت جو کچھ بھی ہے "معروف" میں ہے۔

سامان رسد روک کر دشمن کو بھوکا مارنا ناجائز ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ثمامہ بن اثال رئیس یمامہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد قریش کو یمامہ کے غلہ کی ترسیل روک دی۔ مکہ میں سارا غلہ یمامہ ہی سے آتا تھا۔ غلہ بند ہوجانے کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لوگ چمڑا اور مردار کھانے پر مجبور ہوگئے۔ بالآخر لاچار ہوکر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "رحمتہ للعالمین" بنا کر بھیجا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ آپ کی قوم بھوک کی شدت سے ہلاک ہورہی ہے اور آپ کو کوئی خیال نہیں۔ اس پر آپ نے ثمامہ کو کہلا بھیجا کہ مکہ میں غلہ کی ترسیل حسب سابق جاری کردی جائے۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور مبارکہ میں حکام کی نگرانی

ذاتی معاملات میں رفق و ملاطفت ان کا خاص شیوہ تھا لیکن انتظام و مذہب میں اس قسم کی مداہنت کو کبھی روا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حکام سے جب کبھی کوئی نازیبا امر سرزد ہوجاتا تو نہایت سختی کے ساتھ چشم نمائی فرماتے۔ یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی نے جو مسیلمہ کذاب کا سپہ سالار تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کو دھوکہ دے کر مسیلمہ کی تمام قوم کو مسلمانوں کے پنجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتدار سے بچا لیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس غداری پر اس کو سزا دینے کی بجائے اس کی لڑکی سے شادی کرلی۔ چونکہ اس جنگ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے تھے اس لئے ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد کی اس مسامحت پر سخت ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے لکھا:

تتوثب علی النساء وعند اطناب بیتک ودماء المسلمین	یعنی تمہارے خیمہ کی طناب کے پاس مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور تم عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہو۔

مالک بن نویرہ منکر زکوٰۃ تھا۔ حضرت خالد بن ولید تنبیہ پر مامور ہوئے لیکن انہوں نے زبانی ہدایت سے پہلے ہی اس کو قتل کر ڈالا مالک کا بھائی شاعر تھا۔ اس نے اس کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا اور ظاہر کیا کہ وہ تائب ہونے کے لئے تیار تھا مگر خالدؓ نے محض ذاتی عداوت سے قتل کردیا۔ دربار خلافت تک اس کی اطلاع پہنچی تو اس غلطی پر حضرت خالدؓ سخت مورد عتاب ہوئے لیکن وہ جو کام کررہے تھے اس کے لئے کوئی دوسرا ان سے زیادہ موزوں نہ تھا اس لئے اپنے عہدہ پر برقرار رکھے گئے۔

حضرت عمرؓ اور احتساب:

وہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا' باریک کپڑا نہ پہنے گا' چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا' دروازہ پر دربان نہ رکھے گا۔ اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ اسی کے ساتھ اس کے مال و اسباب کی فہرست تیار کراکے محفوظ رکھتے تھے۔ اور جب کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ کا علم ہوتا تھا تو جائزہ لے کر آدھا مال بٹا لیتے تھے اور بیت المال میں داخل کردیتے تھے۔ ایک دفعہ بہت سے عمال اس بلا میں مبتلا ہوئے خالد بن صحنق نے اشعار کے ذریعے سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی انہوں نے سب کی املاک کا جائزہ لے کر آدھا آدھا مال بٹا لیا اور بیت المال میں داخل کردیا۔ موسم حج میں اعلان عام تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو وہ فوراً بارگاہ خلافت میں پیش کرے۔ چنانچہ ذرا ذرا سی شکایتیں پیش ہوتی تھیں اور تحقیقات کے بعد اس کا تدارک کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی کہ آپ کے فلاں عامل نے مجھ کو بے قصور کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مغیث کو حکم دیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو ۱۰۰ کوڑے لگائے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے التجا کی کہ عمال پر یہ امر گراں ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ملزم سے انتقام نہ لوں۔ البتہ تم اس کو راضی کرلو۔ عمرو بن العاص نے منت سماجت کرکے مغیث کو راضی کیا اور وہ ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک تازیانے کے عوض دو دو اشرفیاں لے کر اپنے حق سے باز آیا۔

آپ نے یہ قاعدہ مقرر کر رکھا تھا کہ قاضی صرف دولت مند اور معزز آدمی ہی کو بنایا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو آپ نے ایک خط لکھا تھا جس میں اس قاعدے کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ کمزور اور غریب آدمی انصاف ٹھیک طور پر نہیں کرسکے گا۔ بلکہ رشوت کا طالب رہے گا۔اسی طرح وہ دوسرے بڑے بڑے لوگوں کے رعب و داب میں بھی آسکے گا اور بڑے آدمی اپنے رعب و داب اور اثر و رسوخ سے کام لے اس سے اپنے حسب مرضی فیصلہ کروا سکیں گے۔ لیکن اس کے برخلاف امیر اور معزز آدمی رشوت کا طالب نہیں ہوگا اور نہ کسی کا رعب اور اثر قبول کرسکے گا۔

حضرت عمرؓ سفارش کو سختی سے ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے آپ سے ایک شخص کی سفارش کی اور کہا کہ آپ عامل عراق کو لکھ دیجئے کہ جب یہ شخص ان کے پاس پہنچے تو وہ اس کی عزت و تکریم کریں اور اس کا خاص خیال رکھیں حضرت عمرؓ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا:

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس شخص کے واسطے دوسرے لوگوں پر ظلم کیا جائے حالانکہ یہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہے اور اس کا حق بھی اتنا ہی ہے جتنا دوسرے مسلمانوں کا۔

ایک سال ملک میں بہت بڑا زبردست قحط پڑا۔ آپ نے اس دوران میں اپنی خوراک انتہائی کم کردی تھی کئی روایت میں آتا ہے کہ جب تک قحط ختم نہ ہوگیا حضرت عمرؓ نے نہ کوئی لذیذ چیز کھائی نہ شہد چکھا اور نہ گوشت اپنے منہ میں ڈالا۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ قحط کے سال آپ نے اپنے اوپر گھی حرام کرلیا تھا' صرف زیتون کا تیل استعمال فرماتے تھے۔ لوگوں کی تکالیف نے آپ کو اس حد تک بے چین کر رکھا تھا کہ کھانے پینے کا سامان خود اپنی پیٹھ پر رکھ کر غریبوں کے گھروں تک جاتے تھے اور انہیں تقسیم کرتے تھے۔

عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں کہ میں نے قحط کے سال حضرت عمرؓ کو دیکھا آپ کا رنگ بالکل سیاہ پڑ گیا تھا حالانکہ اس سے پہلے آپ سرخ و سپید تھے۔ لوگوں نے عیاض سے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ پہلے وہ گھی اور دودھ استعمال کرتے تھے لیکن جب قحط پڑ گیا تو آپ نے یہ تمام چیزیں ترک کردیں اور محض زیتون کے تیل پر گزارہ کرنے لگے۔ کئی کئی وقت تک آپ کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس لئے آپ کا رنگ تبدیل ہوگیا ہے اور صحت خراب ہوگئی ہے۔ کئی لوگوں کی روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ اگر قحط دور نہ کرتے تو حضرت عمرؓ ضرور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر اور پریشانی کی وجہ سے اپنی جان دے دیتے۔ اس قحط کے زمانے میں ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک لڑکے کے ہاتھ میں تربوز دیکھ' جھٹ وہ تربوز اس کے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا:

تم پھل کھاتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بھوکی مر رہی ہے۔

بچہ روتا ہوا باہر چلا گیا۔ آپ نے پتا چلایا کہ لڑکے کو تربوز کہاں سے ملا ہے تو معلوم ہوا کہ اس نے کھجوروں کو بیچ کر ان کے بدلے یہ تربوز لیا تھا۔ قحط کے زمانہ میں آپ روزانہ اپنے دسترخوان پر کئی ہزار لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اپاہج' مریض اور بچے جو آپ کے پاس نہیں آسکتے تھے ان کو کھانا ان کے گھر بھیجا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

میں ایک دفعہ صبح کے وقت اپنے والد کے ساتھ تھا ہم دونوں سوار تھے۔ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ ہماری طرف آرہا ہے۔ ہمارے قریب پہنچ کر وہ رونے لگا والد نے اس سے پوچھا روتے کیوں ہو؟ اگر تم کسی بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اگر خوف زدہ ہو تو تمہیں امن دیں گے۔ البتہ اگر تم نے کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے تمہیں قتل کیا جائے گا۔ اگر تم کسی جگہ رہنا نہیں چاہتے تو ہم تمہیں دوسری جگہ آباد کردیں گے۔ اس نے عرض کیا میں بنی تمیم میں سے ہوں' میں نے شراب پی تھی' اس کی سزا میں آپ کے عامل ابو موسیٰ اشعری نے مجھے کوڑے مارے۔ میرا منہ کالا کردیا اور مجھے لوگوں کے درمیان گشت کرایا اور انہیں حکم دیا کہ خبردار کوئی آدمی اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ نہ اپنے ساتھ بٹھائے نہ کھانے پینے میں اپنے ساتھ شریک کرے۔ اس پر میں نے اپنے دل میں تین باتیں سوچیں' یا تو تلوار لے کر ابوموسیٰ کا خاتمہ کردوں' یا شام چلا جاؤں جہاں کوئی شخص مجھے نہیں جانتا' یا دشمن کے ساتھ مل جاؤں اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں' مزے اڑاؤں۔ حضرت عمر یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا:

شراب پینا ایک نہایت قبیح فعل ہے اور ایک مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ شراب پیئے۔ لیکن یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔ آپؓ نے حضرت موسیٰؓ اشعری کو خط لکھا جس میں تحریر کیا' مجھے فلاں شخص کی زبانی اس بات کا پتہ چلا ہے' خدا کی قسم اگر تم نے دوبارہ ایسا فعل کیا تو تمہارا منہ کالا کراکے تمام شہر میں پھراؤں گا' لوگوں سے کہہ دو کہ اس شخص سے برابر میل جول رکھیں اور اگر یہ شخص توبہ کرے تو اس کی شہادت بھی قبول کرلیا کرو۔ خود حضرت عمرؓ نے اس شخص کو دوسو درہم دیئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ اس سے اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگا۔ محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ جاکر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ خاموشی سے دیکھتے رہے۔

عیاض بن غنم عامل مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو تحقیقات پر مامور کیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا اور عیاض نے باریک کپڑے پہنے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا باریک کپڑا اتروا دیا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا' عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر بار بار کہتے تھے۔ اس سے مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تمہارا آبائی پیشہ ہے۔ اس میں عار کیوں ہے؟ عیاضؓ نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ حکام کے علاوہ عام مسلمانوں کی اخلاقی اور مذہبی نگرانی کا خاص اہتمام تھا۔ حضرت عمرؓ جس طرح خود اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ تھے چاہتے تھے کہ اسی طرح تمام قوم مکارم اخلاق سے آراستہ ہوجائے۔ انہوں نے عربی جیسی فخار قوم سے فخر و غرور کی تمام علامتیں مٹا دیں۔ یہاں تک کہ آقا اور نوکر کی تمیز باقی نہ رہنے دی۔ ایک دن صفوان بن امیہ نے ان کے سامنے ایک خوان پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے فقیروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتا ہے۔

یسار بن نمیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کبھی چھنا ہوا آٹا استعمال نہیں فرمایا: سائب بن یزید کہتے ہیں میں نے قحط کے سال حضرت عمرؓ کو دیکھا آپ کے لباس میں سولہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت انسؓ بن مالک بھی بیان کرتے ہیں کہ خلافت کے زمانے میں میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان تین پیوند اوپر تلے لگے ہوئے ہیں۔ ابو عثمان نہدی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنی قمیص پر چمڑے کا پیوند لگا رکھا تھا۔ جمعہ کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت عمرؓ دیر تک مسجد میں تشریف نہ لائے۔ جب آئے تو منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ میں اپنی قمیص کو پیوند لگانے میں مصروف تھا کیونکہ میرے پاس اور کوئی قمیص نہیں تھی۔ عامر بن عبیدہ باہلی کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک سے اونی کپڑوں کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہؓ نے اونی کپڑے پہنے ہیں صرف حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ نے انہیں کبھی استعمال نہیں فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ نے جب مالک اشتر (وفات ۲۸/۳۷ھ) کو مصر کا گورنر بنایا تو جو ہدایات جاری کیں ان میں سے ایک یہ تھی۔ مظلوم اور نادار افراد کو وقتاً فوقتاً خدا کو حاضر ناظر جان کے ملنا اور ان سے دل کھول کر بات چیت کرنا۔ اس وقت اپنے مسلح حفاظتی دستوں' سول افسروں' پولیس یا خفیہ کارندوں کو اپنے قریب نہ رہنے دینا تاکہ غرباء اور ناداروں کے نمائندے تم سے آزادی و بیباکی سے اپنی شکایات کرسکیں۔ کیونکہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھا ہے کہ کوئی قوم یا معاشرہ اعلیٰ مقام حاصل نہیں کرسکتا جس کے طاقتور لوگ کمزوروں کے فرائض ادا نہیں کرتے۔

جب بعض صحابہؓ نے دیکھا کہ امیرالمومنین جو رقم اپنے گزارہ کے لئے بیت المال سے لیتے ہیں وہ آپ کی ضروریات کو بھی کافی نہیں ہوتی اور آپؓ بہت تکلیف دہ زندگی بسر کررہے ہیں۔ تو باہم صلاح مشورہ کرکے ام المومنین حضرت حفصہؓ (جو آپ کی صاحبزادی تھیں) کے پاس آئے اور ان سے کہا آپ امیرالمومنین سے عرض کریں کہ وہ اس تکلیف دہ زندگی کو جو انہوں نے خود اپنے لئے اختیار کر رکھی ہے ترک کردیں۔ چنانچہ حفصہؓ آپ کے پاس آئیں اور صحابہؓ کی بات آپ کے سامنے دہرادی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے سختی سے انکار کردیا اور ان لوگوں کے نام پوچھے جنہوں نے حضرت حفصہؓ کو یہ صلاح دی تھی' حضرت حفصہؓ نے ان لوگوں کے نام بتانے سے انکار کردیا اور اگر وہ بتا دیتیں تو ضرور حضرت عمرؓ انہیں سزا دیتے۔ امیرالمومنین نے اپنی بیٹی سے پوچھا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ سے زیادہ کتنے کپڑے پہنتے تھے؟

حضرت حفصہؓ نے فرمایا: وہ کپڑے جو آپ کسی وفد کے آنے یا کسی تقریب کے موقع پر پہنتے تھے۔ آپ نے رسول اللہؐ کے کھانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی خوراک انتہائی سادہ ہوتی تھی' پھر آپ نے رسول اللہؐ کے بستر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضور کا بستر کھردرا ہوتا تھا اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا ان لوگوں کو جو تمہارے پاس آئے تھے یہ بتلا دینا کہ میں رسول اللہؐ کی سیرت پر چلوں گا میری اور میرے پیش رو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ کی مثال ان تینوں آدمیوں کی ہے جنہوں نے ایک راستہ پر سفر کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلا شخص چلا' کچھ زاد راہ لی اور اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے دوسرا شخص چلا اور وہی راہ اختیار کی جو پہلے نے کی تھی چنانچہ وہ صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ گیا اور ان دونوں کے پیچھے تیسرا شخص چلا اگر وہ ان دونوں کی راہ اختیار کرے گا تو ان تک پہنچ جائے گا اور اپنی منزل مقصود کو پالے گا لیکن اگر دونوں کے راستہ کے خلاف کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور راستہ اختیار کرے گا تو کبھی منزل مقصود کو نہیں پا سکے گا۔

عمال کی تنخواہیں ان کی ضرورت اور شہر کے حالات کو مد نظر رکھ کر مقرر کی جاتی تھیں۔ حمص کے عامل عیاض بن غنم کو ایک دینار' ایک بکری اور دو رطل غذائی اجناس یومیہ ملا کرتی تھیں۔ آپ نے کوفہ میں حضرت عمارؓ بن یاسر کو سرحدوں کی دیکھ بھال کرنے' عثمانؓ بن حنیف کو خراج وصول کرنے اور عبداللہؓ بن مسعود کو بیت المال کی نگرانی کرنے' لوگوں کو قرآن سکھانے اور انہیں دین سے آگاہ کرانے کے لئے بھیجا تھا۔ ان تینوں کے لئے ایک بکری یومیہ مقرر تھی۔ عمار بن یاسر کو نصف بکری ملا کرتی تھی اور باقی نصف بکری میں عبداللہؓ بن مسعود اور عثمانؓ بن حنیف شریک تھے۔ عمارؓ بن یاسر کی ماہانہ تنخواہ چھ سو درہم تھی عثمانؓ بن حنیف کی پانچ سو درہم اور عبداللہؓ بن مسعود کی سو درہم تھی۔ قاضی شریح کی تنخواہ سو درہم ماہانہ اور دس جریب گیہوں تھی۔

حضرت عمرؓ کو اس کا بڑا خیال تھا کہ لوگ عیش پرستی اور تنعم کی زندگی میں مبتلا ہو کر سادگی کے جوہر سے معرا نہ ہو جائیں۔ افسروں کو خاص طور پر پارسیوں اور عیسائیوں کے لباس اور طرز معاشرت کے اختیار کرنے پر چشم نمائی فرمایا کرتے تھے۔ سفر شام میں مسلمان افسروں کے بدن پر حریر یا دیبا کے حلے اور پر تکلف قبائیں دیکھ کر اس قدر خفا ہوئے کہ ان کو سنگریزے مارے اور فرمایا تم اس وضع میں میرا استقبال کرتے ہو۔ مسلمانوں کو اخلاق ذمیمہ سے باز رکھنے کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق کی بھی خاص طور پر تعلیم دی۔ مساوات اور عزت نفس کا خاص خیال رکھتے تھے اور تمام عمال کو ہدایت تھی کہ مسلمانوں کو مارا نہ کریں۔ اس سے وہ ذلیل ہو جائیں گے۔

حضرت عمرؓ کے زہد و تقویٰ کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے آپ کے گھر والوں کو ایک چٹائی بطور تحفہ دی جب حضرت عمرؓ گھر میں آئے تو آپ نے پوچھا یہ چٹائی کہاں سے آئی؟ آپ کی بیوی نے جواب دیا یہ ابو موسیٰؓ اشعری نے ہمیں بطور تحفہ دی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس چٹائی کو زمین پر دے مارا اور ابو موسیٰؓ کو حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے کس تقریب سے یہ چٹائی میری بیوی کو تحفہ میں دی ہے یہ کہہ کر آپ نے وہ ان کے سر پر دے ماری اور فرمایا اسے لے جاؤ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

خلفائے راشدین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ ان کا فرض امت کی خدمت کرنا ہے اور امت کے ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے بڑے کام کے متعلق انہی کو خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کرنی ہوگی۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے اگر کوئی گم شدہ اونٹ دریائے فرات کے کنارے مرجائے تو مجھے یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ قیامت میں خدا تعالیٰ مجھ سے اس کے متعلق پوچھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں حضرت عمرؓ نے گورنروں اور ججوں کو متعدد ہدایات جاری کیں۔ آپؓ انہیں تقرر نامے جاری کرتے جن کی توثیق ایک کمیٹی کرتی تھی۔ آپؓ کی یہ ہدایت تھی کہ سرکاری عمال اپنے اپنے صوبوں کے صدر مقام پہنچنے پر شہریوں کے مجمع عام میں اپنے تقرر کا خط پڑھ کر سنائیں تاکہ وہ ان کے اختیارات اور فرائض سے واقف ہوجائیں۔ اس کے بعد اگر کوئی اپنے اختیارات سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتا یا لوگوں پر ظلم و ستم کرتا تو وہ اسے روکتے تھے اور اگر عامل نہ رکتا تو وہ خلیفہ سے اس کی شکایت کرسکتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے عمال کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا: ہوشیار رہو میں نے تمہیں جابر و ظالم بنا کر مقرر نہیں کیا میں نے تمہیں خدا ترس رہنما مقرر کیا ہے تاکہ تم مسلمانوں کے حقوق محفوظ کرو اور انہیں ادا کرو۔ انہیں ظالمانہ طریقہ سے مت مارو کہیں وہ بزدل نہ بن جائیں۔ بہتات سے ان کی بیجا تعریف نہ کرو کہیں وہ مغالطہ میں نہ پڑ جائیں۔ ان پر اپنے دروازے بند مت کرو۔ کہیں وہ غریبوں کے حقوق غصب نہ کرنے لگیں۔ خود کو ترجیح نہ دو کہیں وہ ان پر ظلم کرنے لگیں۔ یہ سب احتیاطی تدابیر تھیں تاکہ ظلم اور جبر کو روکا جاسکے اور غیر جانبدار انصاف صحیح طور پر اور آزادی سے فراہم ہوسکے۔ تصور یہ تھا کہ عمال ریاست کے عطا کردہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کریں۔

گورنروں اور قاضیوں کی روانگی پر آپؓ خود ان کے ساتھ انہیں ہدایات کرتے چلتے اور کہتے' اپنے اختیارات سے ہوشیار رہو۔ میں نے تمہیں مسلمانوں کے سروں پر ان کا خون بہانے کے لئے مقرر نہیں کیا اور نہ ان کی عزتوں کی بے حرمتی کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ میں نے تمہیں صرف اس لئے مقرر کیا ہے کہ نماز قائم کرو' ان کے درمیان غنائم تقسیم کرو' ایمان داری سے ان میں انصاف کرو۔ پھر آپؓ انہیں حکم دیتے ہیں: تم ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرو گے' تم نفیس داعلیٰ پوشاک نہیں پہنو گے نہ باریک پسا آٹا کھاؤ گے اور تم اپنے دروازہ پر پہرہ دار مقرر نہیں کرو گے' تم ضرورت مندوں کے لئے اپنے دروازہ کھلا رکھو گے۔ عہدہ سنبھالنے کے لئے روانگی کے وقت آپؓ گورنروں اور ججوں کی املاک اور دولت کی فہرست تیار کرتے اور وقتاً فوقتاً دیکھتے کہ انہوں نے ناجائز ذرائع سے اپنی املاک میں اضافہ تو نہیں کیا۔ ایک مرتبہ خالد بن اسحاق نے خلیفہ کو اطلاع دی کہ بعض گورنر آپؓ کے احکامات کی تعمیل نہیں کررہے۔ تفتیش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوئی اور جو مجرم پائے گئے ان کی آدھی املاک ضبط کرلی گئیں اور بیت المال میں جمع کرادی گئیں۔ اس کے بعد خلیفہ نے دارالخلافہ سے متعدد ہدایات گورنروں اور قاضیوں کو انصاف کرنے کے لئے بھیجیں۔ آپ نے بہت سی تقاریر عوام کے سامنے کیں جن میں عوام کو تعلیم دی اور ان کے حقوق بتائے اور اپنے گورنروں اور قاضیوں کو ان کے فرائض یاد دلاتے ہوئے انہیں خطوط لکھے۔ ان میں ایک خط ابو موسیٰؓ اشعری کو لکھا تھا یہ بہت جامع خط تھا۔ جس میں عدلیہ کے بنیادی اصول طریق کار اور قواعد قوانین موجود تھے۔ یہ خط اس عہد کے عدالتی نظام کی اصل تصویر ہے۔

حضرت علیؓ کے دور مبارکہ میں احتساب

آپ عمال پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت کعب بن مالک کو اس خدمت پر مامور کیا تو یہ ہدایت فرمائی:

اخرج فی طائفه من اصحاب حتی تمر بارض السواد کورة فتسایهم عن عمالهم وتنظر فی سیرتهم	تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو۔

عمال کے اسراف اور مالیات کی بد عنوانیوں کی سختی سے باز پرس فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ارد شر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچ سو لونڈی اور غلام خرید کر آزاد کئے۔ کچھ دونوں کے بعد حضرت علیؓ نے سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا۔ مصقلہ نے کہا خدا کی قسم عثمانؓ کے نزدیک اتنی رقم کا چھوڑ دینا کوئی بات نہ تھی۔ لیکن یہ تو ایک ایک حبہ کا تقاضا کرتے ہیں اور ناداری کے باعث مجبور ہوکر امیر معاویہؓ کی پناہ میں چلا گیا۔ جناب امیرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا:

برحه الله فعل فعل السید وفر فرارالعبد وخان خیانة الفاجرا ما والله لوانه اقام فعجزها زدنا علی حبس فان وجد ناله شیئا اخذناه وان لم نقدر علی مال ترکناه	خدا اس کا برا کرے اس نے کام تو سید کا کیا لیکن غلام کی طرح بھاگا اور فاجر کی طرح خیانت کی' خدا کی قسم اگر وہ مقیم رہتا تو قید سے زیادہ اس کو سزا نہ دیتا۔ اور اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو لیتا ورنہ معاف کردیتا۔

اس باز پرس سے آپ کے مخصوص اعزاء و اقارب بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس عامل بصرہ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لے لی۔ حضرت علی نے چشم نمائی فرمائی' تو جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا ہے لیکن اس عذر کے باوجود وہ خائف ہوکر بصرہ سے مکہ چلے گئے۔

حضرت عثمانؓ کے دور مبارکہ میں حکام کی نگرانی

حضرت عثمانؓ اگرچہ طبعاً نہایت نرم تھے۔ بات بات پر رقت طاری ہوجاتی تھی اور ذاتی حیثیت سے تحمل' بردباری' تساہل اور چشم پوشی آپ کا شیوہ تھا۔ لیکن ملکی معاملات میں انہوں نے تشدد' احتساب اور نکتہ چینی کو اپنا طرز عمل بنایا۔ سعد بن ابی وقاص نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لی جس کو ادا نہ کرسکے۔ حضرت عثمانؓ نے سختی سے باز پرس کی اور معزول کردیا۔ ولیداد بن عقبہ نے بادہ نوشی کی' تو اسے معزول کرکے علانیہ حد جاری کی۔ ابوموسیٰؓ اشعری نے امیرانہ زندگی اختیار کی تو انہیں بھی ذمہ داری کے عہدہ سے سبکدوش کردیا۔ اسی طرح عمرو بن العاصؓ والی مصر وہاں کے خراج میں اضافہ نہ کرسکے تو ان کو علیحدہ کردیا۔ نگرانی کا یہ عام طریقہ تھا کہ دریافت حال کے لئے دربار خلافت سے تحقیقاتی وفود روانہ کئے جاتے جو تمام ممالک محروسہ میں دورہ کرکے عمال کے طرز عمل اور رعایا کی جہالت کا اندازہ کرتے تھے۔ یہ تینوں بزرگ صحابہؓ میں ممتاز حیثیت رکھتے چنانچہ ۲۵ھ میں ملک کی عام حالت دریافت کرنے کے لئے جو روانہ کئے گئے تھے ان میں یہی حضرات تھے۔ ملک کی حالت سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے آپ کا یہ معمول تھا کہ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے جاتے تو خطبہ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے اطراف ملک کی خبریں پوچھتے اور نہایت غور سے سنتے۔ تمام ملک میں اعلان عام تھا جس کسی کو کسی والی سے شکایت ہو وہ حج کے موقع پر بیان کرے۔ اس موقع پر تمام عمال لازمی طور پر طلب کئے جاتے تھے۔ اس لئے بالمواجہ شکایتوں کی تحقیقات کرکے تدارک فرماتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت محض دینی حکومت نہ تھی' آپ فوجوں کی قیادت کرتے' مقدمات کے فیصلے کرتے اور زکوٰۃ وغیرہ کے مال وصول فرماتے تھے۔ اس طرح آپ کو دونوں قسم کی طاقتیں دینی و سیاسی ساتھ ہی ساتھ حاصل تھیں۔ لیکن یہ سیاسی اقتدار محض ثانوی درجہ رکھتا تھا۔ آپ کا مقصد اولین جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے دعوت اسلام کی نشرواشاعت تھا۔ اسی لئے کبار مہاجرین و انصار مثلاً ابوبکرؓ' عمرؓ' علیؓ سے غیر دینی مسائل میں تو آپ مشورہ لیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگو مجھے مشورہ دیا کرو لیکن جہاں تک دینی مسائل کا تعلق ہے آپ ہمیشہ ان میں اپنی انفرادی رائے سے کام لیتے رہے۔ آنحضرتؐ نے جن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے مشورہ لیا ان میں حمزہ' جعفر' ابوبکر' عمر' علی' ابن مسعود' عمار' حذیفہ' ابوذر' مقدار اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام خاص طورپر قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ نقباء کہلاتے تھے۔ اس لئے کہ یہ اپنی قوم کے اسلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفیل تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظام اداری کا بیج اپنی زندگی ہی میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ جو قبائل حلقہ اسلام میں داخل ہوتے آپ ان کے پاس کسی کو کلام پاک کی تعلیم دینے کے لئے بھیج دیتے۔

جب آپؐ مدینہ ہجرت فرماگئے تو آپؐ نے وہاں دولت اسلامیہ کا نظام قائم کیا۔ قبائل اور شہروں میں آپ عمال بطور اپنے نائب کے بھیجتے۔ حجاز اور یمن کے ہر بڑے شہر' اسی طرح ہر بڑے قبیلہ میں آپؐ کی جانب سے ایک عامل مقرر تھا۔ ان عمال کا فرض منصبی نماز میں امامت کرنا اور صدقات کو جمع کرنا تھا۔ عہد نبوی میں خراج نہیں لیا جاتا تھا۔ یہ فرائض خالص مذہبی تھے۔ اس لئے ان عمال کو سیاسی حیثیت حاصل نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ کے لئے جاتے تو نماز میں لوگوں کی امامت کے لئے اپنے کسی صحابی کو مدینہ میں اپنا نائب بنا جاتے۔ اسی طرح کبھی آپ اپنا نائب کسی قائد کو نامزد کردیتے۔ جو کسی سریہ کی قیادت کرتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان عمال کا انتخاب ان لوگوں میں سے کرتے جو نیکی' تقویٰ' علم اور تفقہ فی الدین میں مشہور ہوتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید کے لئے جنہیں آپ نے مکہ کا والی بنایا تھا ایک درہم یومیہ مقرر کیا تھا۔ یہ پہلی تنخواہ تھی جو کسی عامل کو دی گئی ورنہ کبار صحابہ مال غنیمت وغیرہ سے صرف اپنا حصہ رسدی پاتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کو اور کچھ نہیں ملتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سزاؤں کے نفاذ میں غرباء اور امراء کو ایک ہی سطح پر رکھا۔ قریش کے ایک بہت معزز قبیلے بنو مخزوم کی ایک با اثر عورت فاطمہ بنت اسود ایک مرتبہ چوری کے جرم میں ماخوذ ہوگئی اس کی قوم کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سفارش کی اور کہا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اس کے بدلے ہم چالیس اوقیہ سونا ادا کردیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا اور فرمایا: "اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں' تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوگئیں کہ اگر ان کا کوئی معزز شخص جرم کا ارتکاب کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے لیکن اگر غریب سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا تو اسے پوری سزا دیتے تھے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی بیورو کریسی پر تبصرہ:

پروفیسر اشفاق علی خان اپنے مقالہ (عدم استحکام کے دور میں بیورو کریسی کی اہمیت' روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی' مورخہ: ۹۰-۸-۳۰) میں رقم طراز ہیں:

یہاں ضمناً یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مغربی مورخین کا بیوروکریسی کی اختراع کو سلطنت روما سے مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔ روما کی سلطنت کے زوال کے بعد یورپ ڈارک ایج یا دور ظلمات میں ڈوب گیا تھا تاوقتیکہ عروج اسلام نے ایک خالق کل' اس کے سب انسانوں کے لئے ایک واحد قانون' اولاد آدم کی برادری اور زمین پر خدائے وحدہ لا شریک کی نیابت نیز تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہونے کے انقلابی فلسفہ حیات نے یورپ میں رینیانس یا نشاۃ ثانیہ اور ریفرمیشن یا مذہبی اصلاحات کو جنم دیا۔ اس کے ساتھ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین نے فتوحات اسلامیہ کے نظم و نسق کے لئے ایک وسیع و عریض عاملہ تشکیل دی جس کی روح خدا خوفی' عدل اور خلق خدا کی بہبود کے لئے عامل کے ایثار اور قربانی کا تصور تھا چنانچہ عامل حکومت یا مستقل عہدے دار کا درجہ غازیوں' مجاہدین اور شہداء کے برابر سمجھا گیا کیونکہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ نوع انسان کی خدمت' بہبود اور بھلائی کی جستجو میں گزرتا تھا۔ بیت المال کے متعلق قوانین جن سے موجودہ دور میں رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے مسلمان مؤرخین اور محققین کی مزید تحقیق اور تحریر کے منتظر ہیں اور اس مقصد کے لئے مشرق' وسط ایشیا اور مغرب کے کتب خانے بھرے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جن ذہین افراد کو ضروریات زندگی اور ماحول میں امن و امان میسر ہے وہ عربی' فارسی' ترکی' اردو اور دیگر اسلامی زبانوں میں استعداد پیدا کریں اور ان سرو سز یا منابع سے براہ راست استفادہ کریں جنہیں وہ اب تک انگریزی اور فرانسیسی ترجموں سے ہی جانتے ہیں اور ان اقوام کے مصنفین کے نقطہ نظر کو اپنانے پر مجبور ہیں حالانکہ یہ بات مسلم ہے اور قرین منطق ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں اسلامی اقوام کا یورپی استحصال انتہائی شدت اختیار کرگیا تھا اور مغربی سیاسی مزاج میں اسلام کی درخشاں روایات کی تابانی دیکھنے کی اخلاقی جرات تقریباً مفقود تھی۔ البتہ اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں میں حق کی تلاش کا نصب العین کچھ مغربی سکالروں کے دلوں میں بجھ نہ سکا اور انہوں نے جامع اور ضخیم کتب تحریر کیں جن سے مترشح ہے کہ تہذیب جدید کی عمارت بشمول سائنس کے ان بنیادوں پر تعمیر ہوئی ہے جو اسلامی غلبے کے ہزار سالہ دور میں مسلمان اور دیگر علماء نے استوار کیں۔ اس تفکر کا ماحول انسانی ذمہ داری کے آسمان کے نیچے قائم تھا لیکن بعد میں اہل مغرب پر حیوانیت اور زرپرستی نے غلبہ پا لیا۔ خوف خدا اور جزا اور سزا کا کلیہ ایک واہمہ سمجھا جانے لگا۔ روپے اور ہتھیار کی طاقت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرستش ہونے لگی چنانچہ جرائم اس قدر بڑھ گئے کہ اب مغربی تہذیب روبہ انحطاط ہے۔

برصغیر میں اسلامی ریاست ایک ہزار سال تک قائم رہی اور اس اثناء میں مسلمان بادشاہوں خصوصاً مغل فرماں رواؤں نے ایک انتہائی مؤثر اور عملیت کی ضروریات کے مطابق بیورو کریسی ترتیب دی جس کا ذکر شیخ ابوالفضل کی شہرہ آفاق تصنیف آئین اکبری میں موجود ہے۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ پاکستان کی اعلیٰ تعلیم کے مراکز میں آئین اکبری میں پیش کردہ نظام حاکمیت پر ریسرچ نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ ایک برملا اعلان ہے کہ پاکستان کی تعلیم بیرونی کنٹرول اور اندرونی جمود کا شکار ہے۔ تاہم فی الوقت بھی مغل انتظامیہ کی تدوین کے شواہد ہماری روز مرہ کی شہری اور دیہاتی زندگی میں موجود ہیں۔ انگریز فاتح نے ہمارے عظیم عہدوں کی اہمیت کم کرنے کے لئے ماتحت مناصب کے نام ان کی طرز پر رکھے۔ صوبیدار کا منصب لیفٹننٹ گورنر کے برابر تھا اسے سارجنٹ میجر کی سطح پر لایا گیا۔ جمعدار مہتمم خزانہ ہوتا تھا اسے بھنگی اور سارجنٹ میجر کے لئے مخصوص کردیا۔ لیکن محکمہ مال میں ایسی اسامیوں کے نام جیسے قانونگو' واصل باقی نویس' اہلمد وغیرہ وغیرہ اب بھی جستجو والے ذہن کو مغل دور کی انتہائی مؤثر' فوراً عمل کرنے والی اور تیزی سے ترقی کی طرف بڑھنے والی بیورو کریسی کا پتہ دیتے ہیں ورنہ شاہی وراثت کی ہونے والی جنگوں سے برصغیر کی ہزار سالہ اسلامی ریاست ختم ہوجاتی لیکن مغل بیورو کریسی کی یہ تاریخی کامیابی تھی کہ انہوں نے انصرام سلطنت کو جان فشانی' جرات اور دل سے سہارا دیئے رکھا حتیٰ کہ علم' دولت اور مہارت کا اتنا بڑا خزینہ جمع ہوگیا کہ جہانگیر اور شاہجہان کے عہد سے وہ عمارتیں بننا شروع ہوئیں جنہیں آج کے دور میں مرمت نہیں کیا جاسکتا۔ لاہور کے قلعے میں ہیرے جواہرات سے جڑی ہوئی عمارت جسے نولکھا کہا جاتا ہے کی انگریز فوجیوں کے ہاتھوں تباہی جہالت اور بربریت کی طاقتوں کے تہذیب کو اجاڑنے کی دنیا کی بدترین مثالوں میں سے ایک ہے۔ اگر کسی کو اس میں شبہ ہے تو وہ آج بھی کسی بین الاقوامی آثار قدیمہ کے بورڈ کو لاہور میں لاکر اس کی توثیق کرسکتا ہے۔

ہماری موجودہ بیورو کریسی اپنے تصور' ساخت اور فلسفے میں ماسوائے چند جزئیات کے وہی وسیع و عریض اور طاقتور مشینری ہے جسے انگریز فاتحین نے اپنی مقصد برآری کے لئے ٹامس بابنگٹن میکالے جیسے جید عالم اور تاریخ دان کی رہنمائی میں ترتیب دیا۔ اس بیورو کریسی کا بنیادی فلسفہ سلطنت روما کی قدیم روایت سے اخذ کیا گیا تھا۔ رومن ایمپائر کی حکومت اور حاکمیت کے انتظام کی ساخت کچھ اس طرح سے تھی کہ جبل الطارق سے لے کر یونان اور مصر تک کے ممالک کی افرادی قوت اور قدرتی ذرائع سے گراں بہا دولت پیدا ہوتی تھی اور یہ دولت سمٹ کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومتہ الکبریٰ میں جمع ہوتی جاتی تھی جبکہ ممالک محروسہ میں غلامانہ ذہنیت' کردار کی پستی' غربت اور جہالت میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ یہاں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رومن ایمپائر کی بیورو کریسی ایک طرف غلام اقوام کی پیداوار بڑھانے میں نہایت موثر ثابت ہوئی ہے اور رومن انتظامیہ نے امن و امان اور عوای سطح پر لین دین میں دیانت اور اعتماد کا معیار سختی سے قائم کیا ورنہ پیداوار کی فراوانی برقرار نہ رہ سکتی اور دوسری طرف مفتوحہ قوموں میں ایک بہت چھوٹا لیکن نہایت با اختیار طبقہ ایسا پیدا کردیا جو رومن امراء کے نقال بنے اور اپنے عوام سے اتنے دور ہوگئے کہ ان کی شبانہ روز محنت سے پیدا کی گئی دولت کو رومن سامان تعیش کے عوض روم کو برآمد کرتے رہے اور اپنے غریب اہل وطن کو جاہل' وحشی' غلیظ' پسماندہ اور بدکردار سمجھ کو ان کا دائرہ حیات تنگ کرتے رہے۔ گو کہ برطانوی استبداد تفاصیل میں قدیم رومن ایمپائر سے قدرے مختلف تھا لیکن بنیادی طور پر اس کا ڈھانچہ بہت کچھ بلکہ تقریباً تمام تر وہی تھا۔

ہمیں یہ بیورو کریسی ورثے میں ملی اور ہم اس ضمن میں لاچار تھے۔ ہم اسی انتظامی مشینری کو اب بھی چلا رہے ہیں اور اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ وطن عزیز پاکستان باقی دنیا کے مقابلے میں مفلس سے مفلس تر ہوتا چلا جاتا ہے اور فی کس آمدنی اس قدر کم ہوچکی ہے کہ غیر ملکی تعجب کرتے ہیں کہ پاکستانی زندہ کیسے رہ رہے ہیں۔ نوآبادیاتی رخ کی انتظامیہ اور خود مختار پاکستان کے تقاضے مختلف تضادات کو سامنے لا رہے ہیں جن میں شدید ترین تعلیم کا زوال' پیداوار میں جمود اور عوای بدحالی کی وجہ سے نہ صرف سیاست میں بلکہ مدنیت اور شہری زندگی میں عدم استحکام کے مظاہرے دیکھنے میں آرہے ہیں۔ چنانچہ وقت کی اہم ترین ضروریات میں اولیت اس امر کو حاصل ہے کہ ہم اپنی عاملہ کو ایسا ہتھیار بنا دیں جو ہر مثبت عمل کو فروخت دے اور ہر منفی اقدام کی نفی کرے۔ انگریز حاکم کو زرعی کچا مال اور مختلف قسم کی خوراک لکھوکھ ہاٹن محکوم قوم کی افرادی قوت سے اگوانے اور اسے تقریباً مفت اپنے صنعتی کارکنوں کے لئے انگلستان بھجوانے کے امپیریل مقصد کے حصول کے لئے ایک ایسی عاملہ کی ضرورت تھی جو فاتح اغیار کی دل سے قدر اور تابعداری کرے اور اپنے مظلوم عوام کو دل سے حقیر اور ذلیل جانے اور ان پر اتنا بھی اعتماد نہ کرے کہ جو بچوں تک پر کیا جاتا ہے۔ اس مہم میں ضروری تھا کہ امپیریل بیورو کریسی کو اپنے قومی ولولے اور شناخت سے محروم کیا جائے اور اپنے شعراء' اساتذہ' مذہبی اکابرین اور دانشوروں سے ان کا ناطہ توڑ دیا جائے بلکہ انہیں قدامت پسند' توہمات بھلانے والے' افلاس کی اصل وجہ اور بانیوں اور مجرموں کے مربی ظاہر کیا جائے۔ اس امپیریل مشن کی جڑ اور بنیاد تعلیم کو بنایا گیا اور آہستہ آہستہ مفتوحہ آبادی کی زبان کو بھلا کر عمال حکومت کو اپنے عوامی اظہار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے لٹریچر سے دور کردیا گیا۔ جب اہل تعلیم وقار' اختیار اور ذمہ داری سے محروم ہوئے تو تعلیم میں محض نقالی' مسکینی' دل گیری اور عاجزی رہ گئی جس سے عوام الناس میں قربانی' ایثار اور بہادری کی بجائے خود غرضی' لالچ اور فریب پیدا ہونا شروع ہوئے چنانچہ جب قوم کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوا تو حوصلہ' ہمت' قومی تفاخر اور ایثار ان لوگوں میں نظر آیا جن میں تعلیم کم تھی جو زیادہ تعلیم یافتہ تھے وہ خود غرض اور غیر مخلص اور بزدلی سے مغلوب ثابت ہوئے۔ یقیناً پاکستان نے آزادی کے آتے ہی تعلیم کو نوآبادیاتی انتظامی روایت سے آزاد نہ کراکر بہت کچھ کھویا۔ انتظامی امور کو عدل اور انصاف سے طے کرنے کے کتنے دور رس نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

پاکستان میں ڈپٹی کمشنر کا ادارہ' ایک تجزیہ

تاریخی پس منظر:

شیر شاہ سوری نے ۱۵۴۵-۱۵۲۹ء میں اپنی سلطنت کے ۴۷ حصے کردیئے۔ انہیں سرکار کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ان حصوں کو مزید ایک لاکھ تیرہ ہزار یونٹوں میں تقسیم کردیا گیا انہیں پرگنہ کا نام دیا گیا۔ ضلع یا سرکار کے انچارج شق دار ہوتے تھے یا منصف: منصف سول انتظامیہ کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ صوبے کا انچارج گورنر تھا جسے صوبیدار کہا جاتا تھا۔ اسی عہدے کا ایک سربراہ دیوان بھی کہلاتا تھا۔ شیر شاہ سوری کے دور میں فوج دار کا ادارہ آج کل کے ڈپٹی کمشنر کے ادارے سے مشابہ تھا۔ فوج دار کے مندرجہ ذیل اختیارات تھے۔

(i) امن عامہ کا تحفظ

(ii) مالیہ کی وصولی

اس دور میں پنچایت کا صدر مقدم یا سرپنچ کہلاتا تھا۔ وہ مالیہ کی وصولی کا ذمہ دار تھا اور بطور اعزازیہ یا فیس کے ۲۱ ہزار مالیہ خود وصول کرتا تھا۔ جہاں تک کہ پٹواری کا تعلق ہے وہ اس دور میں تنخواہ دیہات والوں سے لیتا تھا۔ جب انگریز نے عنان حکومت سنبھالی تو شیر شاہ سوری کے نظام اور طرز نظم و نسق پر ہی عمل کیا۔ شیر شاہ سوری کے دور میں سرکار فوج دار کے ماتحت ہوتا تھا۔ سرکار کا عہدہ شاہی فرمان کے تحت عمل میں آتا۔ تعیناتی کا یہی طریقہ کار فرما تھا۔ سرکار دیہی علاقوں میں بطور کوتوال بھی کام کرتا تھا۔ مقدم مالیہ لاتے اور خزانے میں جمع کرواتے۔ مقدم کا انچارج تحصیل دار ہوتا تھا۔

انگریز کے دور میں ایچی سن رپورٹ ۱۸۸۶ء کے ذریعے سے انڈین سول سروس میں مقامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو شامل کیا گیا۔ اسی سال پروونشل سول سروس بھی معرض وجود میں آئی۔ لی کمیشن ۱۹۲۴ء اور ۱۹۱۷ء کی اصلاحات کے ذریعے سے ڈپٹی کمشنر کے ادارے کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی لیکن یہ ادارہ تاج برطانیہ کے مفاد کی حفاظت کرتا رہا۔ اور یہی روح ۱۹۴۷ء تک کار فرما رہی۔

ڈپٹی کمشنر کا ادارہ نہ صرف انڈوپاک میں اہم رہا بلکہ سری لنکا' ہندوستان' برما' ملائیشیا اور نیپال و دیگر ممالک میں کار فرما رہا۔ کویت جیسے ملک میں بھی یہ ادارہ اہم کردار ادا کرتا رہا۔ وہاں یہ ادارہ محافظہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ڈپٹی کمشنر کے ادارے کی کارکردگی و اختیارات:

پاکستان نے جب ۱۹۴۷ء میں آزادی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس ادارے میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ برطانوی طرز انتظام و انصرام رہا۔ قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور لیاقت علی خان اور دیگر اکابرین کی اچانک وفات پاکستان کے لئے انتہائی نقصان دہ رہی۔ حب الوطنی کا جذبہ اچھی طرح نہ پنپ سکا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۹ء تک ڈپٹی کمشنر کا ادارہ مضبوط رہا بالخصوص ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء اور بعدازاں کے ادوار میں یہ ادارہ زیادہ مضبوط رہا۔ ۱۹۷۹ء تک ترقیاتی کاموں میں اس ادارے کا رول بہت اہم رہا۔

اب میں اس ادارے کی تشکیل اور طرز پر بحث کروں گا۔ کمشنر کا ادارہ ڈپٹی کمشنر کے کام کی نگرانی کرتا ہے۔ بطور ڈسٹرکٹ کلکٹر' بورڈ آف ریونیو اور کمشنر اس کے کام کی نگرانی کرتے ہیں۔ مال کے مقدمات میں کمشنر اپیل سنتا ہے یا اس کا نمائندہ ایڈیشنل کمشنر (ریونیو) ان مقدمات کا فیصلہ اپیل کی صورت میں کرتا ہے۔ بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر ہائی کورٹ کے بھی ماتحت ہے۔ اس کا فیصلہ اپیل یا رٹ کی صورت میں ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کا دفتر مختلف شاخوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ورنیکلولر برانچ' انگلش برانچ' نظارت برانچ وغیرہ وغیرہ۔ ہیڈ کلرک' ریونیو اسسٹنٹ' ریکارڈ کیپر' ورنیکلولر اکاؤنٹنٹ' ریونیو اہلمد' ڈسٹرکٹ ناظر اور آفس سپرنٹنڈنٹ اس دفتر کے نظام کو چلاتے ہیں۔ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر (جنرل) ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں اہم ترین آفیسر ہے جو مختلف برانچوں کی نگرانی کرتا ہے۔ اسے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (اے ڈی ایم) بھی کہا جاتا تھا۔ بطور عدالت کے بھی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کام کرتا ہے۔ اب میں ڈپٹی کمشنر کے مختلف اختیارات اور کارکردگی کا جائزہ لوں گا۔

(i) انتظامی امور (بطور ڈپٹی کمشنر)

(ii) عدالتی امور (بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(iii) ریونیو کے امور (بطور ڈسٹرکٹ کلکٹر)

(iv) ترقیاتی امور میں کردار

(v) متفرق فرائض

(i) انتظامی امور اور ڈپٹی کمشنر:

بطور ڈپٹی کمشنر انتظامی امور میں سرفہرست امن عامہ کا تحفظ اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ضابطہ فوجداری کے تحت وہ جوڈیشل انکوائریوں کا حکم دیتا ہے۔ ایس پی کے ہمراہ ڈپٹی کمشنر کی ذمہ داری امن عامہ کے تحفظ کی ہے۔ دونوں کی ذمہ داری مشترکہ ہے۔ حادثات' بموں کے دھماکے' دہشت گردی' ہڑتالیں' محرم کے ایام میں مذہبی کھچاؤ اور امن عامہ کا مسئلہ' مذہبی گروہ بندی اور مختلف یونین کے عہدہ داران سے واسطہ اس ادارے کے زمرے میں آتا ہے۔ ان جرائم نے اس ادارے کے لئے چیلنج کھڑا کر دیا ہے۔ سینما لائسنسوں کا اجرا' گورنمنٹ کو امن عامہ کے بارے میں رپورٹوں کی ترسیل' لاؤڈ سپیکر کا استعمال اور اس کی اجازت' امن عامہ کی بہتری کے لئے اور مفاد عامہ میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ' مقدمات درج کرنے کا حکم بطور مجسٹریٹ' الغرض انتظامی امور کی فہرست طویل ہے جو اس ادارے کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ پولیس اور مجسٹریٹوں کی مدد سے ڈپٹی کمشنر امن عامہ کا نفاذ کرتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر فوج بھی طلب کر سکتا ہے۔ الیکشن میں انتظام و انصرام اور امن عامہ کا کنٹرول' صوبائی الیکشنوں اور مرکزی الیکشنوں میں عدلیہ کی مدد' لوکل کونسلز کے انتخابات میں بالخصوص کلھم انتظام۔ پروٹوکول کی ڈیوٹی' سماجی اداروں کی کفالت' تھانوں کا ملاحظہ' مجسٹریٹ صاحبان کی عدالتوں کی پڑتال' ریونیو کے کام کی نگرانی' مختلف اداروں سے رابطہ اور پڑتال جہاں حکومت کی طرف سے پڑتال کا حکم ہو یا حالات تقاضا کریں۔ حکومت کی پالیسیوں کا نفاذ بھی اکثر و بیشتر اس ادارے کی معرفت ہوتا ہے۔

(ii) عدالتی امور (بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ)

فوجداری عدالتوں کا انتظام و انصرام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ذمے ہے۔ ماسوائے جوڈیشل مجسٹریٹوں کے دیگر مجسٹریٹ اس کے ماتحت ہوتے ہیں اور انتظامی امور میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ زیر دفعہ ۴۹۴ ضابطہ فوجداری وہ ایسے مقدمات کو واپس بھی لے سکتا ہے جو عدالتوں میں زیر التوا ہوں۔ اس طرح غلط یا بے بنیاد مقدمات نپٹائے جا سکتے ہیں۔ ضابطہ فوجداری کے تحت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھانوں کے مقدمات بھی مجسٹریٹ صاحبان کو تقسیم کرتا ہے۔ لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک انفرادی مقدمات کے تبدیل کرنے کا تعلق ہے وہ اختیار اب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو منتقل ہوگیا ہے۔ عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی کے بعد اب وہ مجسٹریٹ صاحبان ڈپٹی کمشنر کے ماتحت نہیں رہے جن کی خدمات ہائی کورٹ کو سونپ دی گئی ہیں۔ ٹریفک کے مقدمات اور چالان وغیرہ بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ان مجسٹریٹ صاحبان کو منتقل کرتا ہے یا ایسے مقدمات کی تفویض ان مجسٹریٹ صاحبان کو کرتا ہے جو ضابطہ کے تحت سمری مقدمات کا فیصلہ کرسکیں۔

(iii) ریونیو کے امور بطور ڈسٹرکٹ کلکٹر:

بطور ڈسٹرکٹ کلکٹر وہ ریونیو کے معاملات کا انچارج ہوتا ہے۔ پٹواری' قانون گو' نائب تحصیل دار' تحصیل دار' سب رجسٹرار' (تحصیل آفس) اور دیگر ریونیو کے اہل کاروں کے کام کی نگرانی کرتا ہے۔ بطور ڈسٹرکٹ کلکٹر وہ اسسٹنٹ کلکٹر درجہ سوم اور درجہ دوم (تحصیل دار) کے مقدمات کی اپیل سنتا ہے۔ البتہ اسسٹنٹ کمشنر (کلکٹر) کی اپیل وہ نہیں سن سکتا۔ اس کی اپیل کمشنر یا ایڈیشنل کمشنر (ریونیو) سنتا ہے۔ ڈسٹرکٹ کلکٹر کے فیصلے کی اپیل بھی کمشنر یا ایڈیشنل کمشنر(ریونیو) سنتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر' گورنمنٹ کی اراضی کا بھی امین اور محافظ ہے۔ اپنے ریونیو سٹاف کے ذریعے وہ عوام الناس کے حقوق اراضی کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ ریونیو کے معاملات میں جنرل اسسٹنٹ ریونیو بطور سٹاف آفیسر ڈپٹی کمشنر کی مدد کرتا ہے۔

(iv) ترقیاتی امور میں کردار:

پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ ۱۹۷۵ء کے تحت ڈپٹی کمشنر ضلع کونسل اور کارپوریشنوں کا سربراہ تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۹ء تک ترقیاتی امور میں اس کا کردار بڑا اہم رہا۔ اسی طرح دیگر صوبوں میں بھی وہ ان مذکورہ بالا لوکل کونسلوں کا سربراہ تھا۔ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے تحت ڈپٹی کمشنر کا ترقیاتی امور میں رول ختم ہوگیا۔ لوکل کونسلز کا انتظام چیئرمین ضلع کونسل' میئر صاحبان اور دیگر کونسلروں نے سنبھال لیا۔ تاہم ڈپٹی کمشنر ان اداروں میں تحقیقات کا حکم دے سکتا ہے۔ جہاں بے ضابطگیاں سرزد ہوئی ہوں یا خورد برد کے الزامات ہوں۔ پیپلز گورنمنٹ کے جانے کے بعد ۱۹۹۰ء میں ڈپٹی کمشنر پیپلز ورکس کے منصوبہ جات کے ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے ہیں لیکن یہ محدود رول ہے۔

الغرض بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ وہ دیگر محکمہ جات کے لئے حصول اراضی ایکٹ کے تحت رقبوں کو حاصل کرتا ہے۔ جہاں گورنمنٹ کے رقبے موجود ہیں وہاں وہ کالونیزائشن آف گورنمنٹ لینڈز ایکٹ کے تحت رقبے پٹے پر دیتا ہے یا حقوق ملکیت دیتا ہے۔ نمبرداروں کا تقرر'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجسٹریشن ایکٹ کے تحت اختیارات' سٹیمپ ایکٹ کے تحت اختیارات' ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر کے کام کی نگرانی' ضلع میں خزانے کی نگرانی' انتقالات کی نظرثانی' ریونیو ریکارڈ کی حفاظت' گرداوریوں کی چیکنگ اور جمع بندیوں کی پڑتال اس کے اختیارات میں شامل ہیں۔

(v) متفرق فرائض:

ڈپٹی کمشنر کے فرائض متفرق نوعیت کے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے قانون کے مطابق خورد و نوش کی اشیاء کی قیمتوں کا تعین' بطور سول ڈیفنس کنٹرولر شہری دفاع کے معاملات کا انتظام' محکمہ جات مثلاً صحت' ہائی ویز' زراعت' لوکل گورنمنٹ وغیرہ وغیرہ سے رابطہ اور ان کے منصوبہ جات کی تکمیل میں دیگر سہولیات مہیا کرنا' بطور ضلعی چیئرمین سپورٹس کمیٹی کھیلوں کا فروغ' سوشل ویلفیئر اور زکوٰۃ کے محکمہ سے ارسال شدہ رقم کی تقسیم جیز اور مالی مدد کی شکل میں۔ بطور چیئرمین ریڈ کراس مختلف منصوبہ جات کی نگرانی اور ان کو چلانا' جیلوں کا معائنہ' جوڈیشل لاک اپ کا ملاحظہ' ایم پی او کے تحت ان افراد کی ۳ ماہ تک نظربندی جو حکومت کے خلاف ہوں یا لسانی و مذہبی منافرت پھیلا رہے ہوں' نظریہ پاکستان کے خلاف ہوں یا سماج دشمنی کریں۔ مذہبی منافرت پھیلانے والے حضرات کے خلاف زبان بندی کے احکامات جاری کرنا یا ایسے علماء کی ضلع میں داخلہ کی پابندی یا ضلع بدر کرنا' پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس کے تحت اخبارات اور جرائد کے ڈیکلیریشن جاری کرنا' لیکن ایسے ڈیکلیریشن کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ منسوخ نہیں کرسکتا۔ انسداد رشوت ستانی کے سٹاف کے کام کی نگرانی ضلع سطح پر ڈپٹی کمشنر کرتا ہے۔ بد عنوان افسران یا اہل کاروں کے خلاف وہ انسداد رشوت ستانی کے مقدمات بھی درج کروا سکتا ہے۔ پراسیکیوشن برانچ کی نگرانی بھی اس کے ذمے ہے۔ آفات سماوی و اراضی مثلاً سیلاب' زلزلہ' طوفان اور حادثات میں عوام الناس سے رابطہ اور ان کی مدد۔ ڈسٹرکٹ آرمز سروسز بورڈ کے صدر کی حیثیت سے ریٹائرڈ فوجیوں کی فلاح و بہبود کے معاملات میں مدد' یہ وہ چیدہ چیدہ شعبے تھے جن میں ڈپٹی کمشنر اپنا رول ادا کرتا ہے۔

ڈپٹی کمشنر کا ادارہ اور سکالرز کی رپورٹیں:

۱۹۵۳ء میں یونیورسٹی آف ورجینیا کے پروفیسر رولینڈ ایگر اور ۱۹۵۵ء میں برنارڈ گلیڈیو نے پاکستان کی بیوروکریسی کے بارے میں اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ گلیڈیو صاحب رقم طراز ہیں: "پاکستان کی بیوروکریسی تاحال برطانوی طرز حکومت پر ہے۔ امن عامہ کا تحفظ اس کا بنیادی مقصد ہے' یہ روایتی انداز سے ہی کام کررہی ہے۔ (بحوالہ ایس کے محمود کی تصنیف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن' صفحہ ۴۹)

جسٹس کارنیلیئس نے بھی ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۰ء کی رپورٹوں میں اس ادارے کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے تصور پیش کیا کہ ضلع کونسل کے چیئرمین کا الیکشن ہو جو ترقیاتی کاموں میں حصہ لے۔ چیئرمین ضلع کونسل نظم و نسق اور ترقیاتی کاموں کی نگرانی بھی کرے۔ کارنیلیئس رپورٹ پر تو عمل درآمد ہوچکا ہے۔ چیئرمین ضلع کونسل نے تو ترقیاتی کام ڈپٹی کمشنر سے لے لئے لیکن تاحال وہ اس قابل نہیں کہ نظم و نسق اور امن عامہ کے تحفظ میں نگرانی کرے۔ کینیڈا' انگلینڈ اور امریکہ میں تو یہ ممکن ہوسکتا ہے جہاں لوکل کونسلز پولیس کے افسران کو بھی بھرتی کرتی ہیں اور ملازمت دیتی ہیں اور بجٹ بھی۔ پاکستان میں تاحال حالات سازگار نہیں ہیں۔ جہاں سیاسی رقابتیں اس عمل سے روکتی ہیں جرائم کی تفتیش میں یا کرائمز کمیٹیوں میں کونسلرز کی شمولیت مفید ثابت نہیں ہوسکی جو پولیس کا احتساب نہیں کرتے حالانکہ ان کا مقصد یہی ہے کہ پولیس کی زیادتیوں کی نشان دہی کریں۔ ۱۹۷۳ء میں جو انتظامی اصلاحات ہوئیں ان میں یہ تصور موجود ہے کہ لیٹرل اینڈی کے ذریعے سے ذہین اشخاص کو ملازمتیں دی جائیں۔ اس طریقے سے بھی مختلف شعبوں سے افسران ضلعی انتظامیہ میں آئیں۔ اس ضمن میں یہ تجویز ہے کہ افواج سے یا دیگر شعبوں سے جو آفیسر بھی ضلعی انتظامیہ کے گروپ میں شامل ہو وہ سفارش کی بنیاد پر نہ لایا جائے بلکہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کرکے آئے تاکہ نااہل لوگ اس میں شامل نہ ہوسکیں۔ وگرنہ نااہلی بھی بڑھے گی اور بدعنوانی بھی۔

تجاویز:

ڈپٹی کمشنر کے ادارے کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار بھی مختلف سکالرز نے کیا۔ مختلف محکموں نے بھی اسے اچھی نگاہ سے نہ دیکھا۔ یہ ادارہ نفرتوں کے جالے بھی بنتا رہا۔ تکبر اور نخوت کا نشان بنا رہا۔ حاکم تو بنا رہا لیکن ہمدم' ساتھی اور غمگسار نہ بن سکا۔ اپنوں سے بھی محبت نہ کرسکا اور نفرتوں کی خلیج بڑھتی گئی۔ بقول غالب۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

تاہم وقت کے ساتھ ساتھ اس ادارے کے اختیارات بھی سلب ہوتے رہے اور اسے کمزور تر کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ اس ادارے کو بہتر بنانے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) قتل اور سنگین جرائم: موقع پر فیصلہ:

اگر امن عامہ خراب ہو تو یہ حکومت کے لئے باعث پریشانی ہے اور اس ادارے کی کارکردگی پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ قتل و غارت' ڈکیتی' اغواء برائے تاوان اور دہشت گردی جیسے جرائم نے عام شہری میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کردیا ہے۔ عدم تحفظ کی فضا تب بہتر ہو سکتی ہے جب عدالتی نظام بہتر ہو۔ سنگین جرائم کے بارے میں یہ تجویز ہے کہ جب جرائم کا ارتکاب ہو تو صرف جرم کی اطلاع پولیس کو دی جائے مثلاً قتل کے مقدمہ میں یہ اطلاع ایف آئی آر کی صورت میں ہو کہ:

"الف فلاں جگہ مارا گیا ہے یا قتل کیا گیا ہے۔"

ملزم کا نام وغیرہ نہ ہو' اسی وقت مندرجہ ذیل افسران موقع پر پہنچ جائیں:

(۱) متعلقہ ایس ایچ او یا پولیس افیسر

(۲) ایس ڈی پی او یا متعلقہ آفیسر

(۳) مجسٹریٹ درجہ اول

(۴) ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج

مقتول کا پورسٹ مارٹم موقع پر ہی ہو

یہ افسران موقع پر ہی گواہان کی گواہی یا شہادت کو قلمبند کرلیں اور واضح مقدمہ میں فوراً موقع پر ہی فیصلہ دے دیں۔ قانون شہادت میں اور ضابطہ فوجداری میں ترمیم کرنا ہوگی۔ اپیل کا حق دیا جائے' اپیل کی میعاد زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ ہو۔ ایک جج یا دو جج صاحبان اپیل سنیں۔ اس کے بعد دوسری اپیل ہرگز نہ ہو۔ سعودی عرب میں یہی طریقہ کار رائج ہے۔ محکمہ التمییز اسی وقت قتل کے مقدمات میں فیصلہ کردیتا ہے۔ اگر قتل کے مقدمہ میں ملزم کا پتہ نہیں چلتا تو موقع پر ہی شہادت قلم بند کی جائے۔ بعدازاں پولیس مزید تحقیقات کرے اور جج پیچیدہ مقدمات میں اپنی عدالت میں ہی فیصلہ سنائے۔ پولیس پابند ہو کہ وہ مزید گواہ عدالت میں پیش کرے۔ یہ ڈیوٹی لوکل ایس ایچ او کی ہو کہ وہ گواہوں کو حاضر کرے۔

سنگین مقدمات کے علاوہ دیگر جرائم کی صورت میں بھی ایس ایچ او اور مجسٹریٹ موقع پر جاکر شہادت قلم بند کریں اور سزا دیں۔ وکلاء کا رول کم کیا جائے تاکہ مقدمات میں التوا نہ ہو۔ ان مقدمات میں اپیل کا حق صرف سیشن جج تک ہو۔ الغرض فوری انصاف دلایا جائے تاکہ جرائم میں کمی واقع ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) عدلیہ کی علیحدگی:

اگر عدلیہ کو بالکل علیحدہ کرنا ہے تو جوڈیشل مجسٹریٹ صاحبان کے لئے علیحدہ کارڈر بنایا جائے' ان کی ترقی اسی شعبہ میں بطور اسسٹنٹ سیشن جج ہو۔ انہیں واپس انتظامیہ میں نہ بھیجا جائے۔

(۳) پولیس کا احتساب:

پولیس کی کارکردگی اس وقت بڑھ سکتی ہے جب اس کے معاملات میں ناجائز مداخلت بند کی جائے۔ پولیس کو تحفظ بھی ملے اور ان کا احتساب بھی ہو۔ پولیس کا نظام بہتر کرنے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

(i) پولیس کی نفری کم ہے۔ اس میں شفٹ سسٹم رائج ہو۔ ایک پولیس افسر یا اہل کار سے ۲۴ گھنٹے کی ڈیوٹی نہ لی جائے۔

(ii) تھانے کی فورس علیحدہ ہو اور تفتیشی فورس علیحدہ ہو۔

(iii) گشت کے لئے علیحدہ پولیس ہو۔

(iv) رجسٹریشن میں افسران بالا اعداد و شمار کی پابندی لاگو نہ کریں مثلاً اسلحہ کی مہم وغیرہ۔ اس طرح ناجائز مقدمات کے چالان کئے جاتے ہیں تاکہ اعداد و شمار بڑھے۔

(v) پولیس کو یہ اختیار نہ ہو کہ ہر مقدمہ میں وہ گرفتار کرلیں۔ مقدمہ کی اطلاع ملتے ہی موقع پر تحقیقات ہوں اور سزا بھی ملے۔ سنگین مقدمات کے علاوہ گرفتاری کا اختیار نہ ہو۔ جیسے انگلینڈ اور بنگلہ دیش میں واضح ثبوت مہیا کرنے کے بعد اور عدالتی تحقیقات کے بعد جرم میں ملوث ہونے کے واضح ثبوت ملنے پر عدالت گرفتاری کا حکم دیتی ہے۔

(vi) خواتین کی گواہی ان کے گھروں میں قلم بند کی جائے۔ تھانے نہ بلایا جائے۔ نیز خواتین پولیس اہل کاران سے رابطہ کریں۔ خواتین پولیس اہل کاروں اور افسروں کی نفری بڑھائی جائے۔

(vii) ضابطہ فوجداری کے دفعات ۵۴ اور ۱۰۹ میں ترمیم کی جائے۔ پولیس کسی بھی بے گناہ کو شبہے اور آوارہ گردی میں پکڑ سکتی ہے۔ یہ اختیارات کا انتہائی غلط استعمال ہے اور عوام الناس کا استحصال بھی۔

(viii) تھانہ کا انچارج ایس ایچ او انتہائی تعلیم یافتہ آفیسر ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اے ایس پی صاحبان یا دیانت دار ڈی ایس پی صاحبان کو تھانہ کا انچارج بنایا جائے۔ تھانہ پولیس کی

مُحکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائیوں کا مرکز و محور ہے۔ اگر اس کا نظام صحیح نہیں ہوگا تو لوگوں میں بے زاری اور عدم تحفظ کا احساس بڑھتا جائے گا۔ دیانت دار افسروں کے تقرر سے بدعنوانی بھی ختم ہوگی۔

(ix) حبس بے جا کی درخواست ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں دی جائے تاکہ فوراً انصاف مل سکے۔ لیکن عدالت عالیہ میں بھی حبس بے جا کی رٹ کا نظام جاری رہے۔ ضلعی سطح پر اختیار سے سائلوں کا وقت بھی بچ جائے گا اور انصاف بھی جلد تر ملے گا۔

(x) سابقہ رواج کے مطابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پولیس کے کام کی نگرانی کرتا تھا۔ ایس ایچ او کی سالانہ خفیہ رپورٹ بھی ایس پی سے ہوکر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس برائے دستخط جاتی تھی اور ان کے تبادلہ جات بھی توثیق کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس جاتے تھے۔ پولیس رولز ۱۸۶۱ء کے مطابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امن عامہ کا انچارج ہے۔ وہ ایس پی سے امن عامہ کو قابو رکھنے کے لئے مدد لیتا ہے۔ اب نہ تو پولیس پر علاقہ مجسٹریٹ کا کنٹرول ہے اور نہ ہی ڈسٹرکٹ کا۔ مفادعامہ کے پیش نظر پولیس کے احتساب کے نظام کو بہتر بنایا جائے۔ ضلعی سطح پر پولیس کے احتساب کی ضرورت ہے۔ وگرنہ حالات ابتر ہوجائیں گے۔

(۴) ریونیو کا نظام:

پٹواری کا ادارہ اہم بھی ہے اور بدنام بھی۔ ان سے تقرریات کے اخراجات نہ حاصل کئے جائیں اس طرح بدعنوانی پھیلتی ہے۔ اس ادارے کے نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ کمپیوٹر سسٹم رائج کیا جائے تاکہ رقبہ جات کی تفصیل اور کوائف محفوظ ہو سکیں۔ مالیہ کی وصولی کا ذمہ دار سب رجسٹرار کو نہ بنایا جائے۔ محاصل کے ذمہ دار تحصیل دار اور نائب تحصیلدار ہوں۔ تقسیم کا حق خود بخود ہو۔ بے دخلی کا حق مالک کو ہو۔ اس کے لئے ایک سال کی میعاد ہو۔ اس کے بعد بے دخلی کا حق مالک کو دیا جائے۔

(۵) چند متفرق تجاویز:

(i) ضلعی انتظامیہ کے امور میں بیرونی مداخلت کو بند کیا جائے تاکہ یہ انصاف کے اصولوں کے مطابق کام کرسکے۔

(ii) ترقیاں اور تبادلے میرٹ کے مطابق ہوں۔ تبادلوں کے لئے کم از کم تین سال کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میعاد مقرر ہوتی ہے اس پر عمل درآمد کیا جائے۔

(III) دیانت دار افسروں کی قدر کی جائے اور انہیں تحفظ دیا جائے۔ راشی اور بدعنوان افسروں کا محاسبہ کیا جائے۔

(IV) پروٹوکول کے فرائض سے ضلعی انتظامیہ اور پولیس کو مستثنیٰ کیا جائے تاکہ ریونیو کے امور اور امن عامہ کے تحفظ میں پولیس اور انتظامیہ بطرز احسن کام کرسکیں۔ پروٹوکول کا شعبہ علیحدہ کیا جائے' کوئی ذمہ دار افسر ڈویژن یا ضلع کی سطح پر اس شعبے کی نگرانی کرے۔ اشد اور اہم صورت حال میں پولیس اور انتظامیہ پروٹوکول کی ڈیوٹی دے۔

(V) ضلعی انتظامیہ کے بجٹ کی کمی کو دور کیا جائے۔ بہتر ٹرانسپورٹ اور وائرلیس کی سہولیات مہیا کی جائیں۔

(VI) بیورو کریسی کی اصلاح اور احتساب کے ساتھ ساتھ کلیرو کریسی کی بھی اصلاح اور احتساب کی ضرورت ہے۔ ان کی تنخواہوں میں اضافہ ضروری ہے۔ تاہم ان کا احتساب اور جانچ پڑتال ماحول کو بہتر کرسکتی ہے۔

(VII) ضلعی انتظامیہ کی ایسوسی ایشن انتہائی ضروری ہے تاکہ ان کے خلاف زیادتی کی صورت میں ان کو حق دلایا جاسکے۔

الغرض ڈپٹی کمشنر کا ادارہ اپنی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کو بیرونی مداخلت سے محفوظ رکھا جائے۔ مضبوط پولیس اور ضلعی انتظامیہ جرائم کی بیخ کنی میں انتہائی کامیاب ہوسکتی ہے۔ اس طرح شہریوں کا بھی اعتماد بحال ہوگا اور حکومت کی بھی نیک نامی' کبر و نخوت اور عوام کے مسائل سے دوری اور بے خبری ڈپٹی کمشنر کے ادارے کے لئے سم قاتل ہے۔ حب الوطنی کا جذبہ' خود احتسابی اور خدا خوفی ہو تو بیورو کریٹ بطرز احسن عوام الناس کی خدمت کرسکتا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ کو اپنا رویہ بدلنا ہوگا۔ ڈپٹی کمشنر حاکم بن کر نہیں خادم بن کر عوام الناس کے مسائل کو حل کرسکتا ہے۔ اس کے کام میں ناجائز مداخلت ہرگز نہ ہو۔ اس طرح لاقانونیت اور مایوسی پھیلے گی اور اس طرح نقصان عوام کا ہی ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ عوام اور ان کے نمائندوں کا بھی احترام کرے۔ باہمی عزت اور وقار کے ساتھ مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر اپنے آپ کو قانون سے بالا تر نہ سمجھے۔ اساتذہ' اہل علم' اہل ادب اور اہل فکر و نظر کا احترام کرے۔ اپنے آپ کو الگ تھلگ نہ رکھے۔ نفرتوں کا جزیرہ نہ بنے بلکہ پیار' محبت' رواداری اور انسان دوستی کا سنگم بنے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۶

اسلام کا بلدیاتی نظام

قبل از اسلام عربی معاشرہ بدوی اور صحرائی تھا۔ نہ صرف عرب بلکہ رومی اور ایرانی تہذیبوں میں ہمیں بلدیاتی سہولتوں کا تصور ملتا ہے۔ بعثت نبویؐ کے چند سال بعد اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا اور ایک وسیع خطہ ارض مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ مسلمانوں نے دنیا کو نفاست پسندی' صفائی' سادگی اور مساوات کا درس دیا۔ علم و حکمت کے میدان میں بھی خوب ترقی ہوئی۔ بغداد اور اندلس علوم و فنون کے مراکز بن گئے۔ عباسی خلیفہ منصور کے دور میں تعلیمی ادارے اور لائبریریاں بنیں۔ پینے کے پانی کے لئے نہریں کھدوائی گئیں۔ پختہ سڑکیں بنائی گئیں جن کی روزانہ صفائی ہوتی اور گلاب اور کیوڑے کے عرق کا چھڑکاؤ ہوتا۔ اندلس بھی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا۔

اسلام ایک سیاسی قوت بن کر ابھرا اور جلد ہی ایک شہری اور مدنی تحریک کی حیثیت اختیار کرلی۔ نئے صاف ستھرے شہر آباد ہوئے۔ خود تاج دار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور مدنی اور شہری زندگی کے بارے میں جامع ہدایات فرمائیں۔ اسلامی عروج کا تعلق قرون وسطیٰ سے ہے جب یورپ میں علم و تہذیب اور اخلاقی نظام کا کوئی تصور نہ تھا' بڑے بڑے یورپی شہروں مثلاً لندن' برلن اور پیرس میں رات کو روشنی کا انتظام تک نہ تھا' جگہ جگہ گندگی پڑی ہوتی اور نہانا ایک گناہ کبیرہ گردانا جاتا تھا۔ (۱۲۵۰-۱۲۱۲) کے دوران جب پاپائے روم نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک روم پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح نہاتا ہے۔ بقول ڈریپر (معرکہ مذہب و سائنس) ہر طرف گندگی اور آلودگی تھی۔ خلفائے راشدین سے لے کر ما بعد اوقات میں مسلمانوں نے مکہ' مدینہ' بصرہ' کوفہ' موصل' بغداد' سمرقند' بخارا' فسطاط' نیشاپور' غرناطہ' قرطبہ اور قاہرہ جیسے شہروں میں پانی کے منصوبوں پر خطیر رقم خرچ کی۔ مکہ مکرمہ میں ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ نے ایک زیرزمین نہر کھدوائی۔ مسلمانوں نے تالاب' حمام' سڑکیں' سیرگاہیں بنائیں اور باغات لگائے۔ رابرٹ بریفو اپنی کتاب "تشکیل انسانیت" میں لکھتا ہے کہ یورپ کی بیداری میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی ثقافت کا بہت بڑا حصہ ہے۔

اسلام میں بلدیاتی نظام کا تصور

بلدیاتی نظام کا آغاز حفظان صحت کے اصولوں سے ہوتا ہے۔ سورت مدثر میں قرآن حکیم کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

"اور کپڑوں اپنوں کو پس پاک کر اور پلیدی کو پس چھوڑ دے۔"

اسلام میں صفائی کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا۔ اسلام میں پردہ داری کے اصولوں کو سامنے رکھا گیا۔ بخاری شریف (جلد اول) دینی کتب خانہ لاہور ص:۸۵۰ پر یہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

"ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے' پھر فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں تمہارے گھروں کے اندر فتنوں کو پانی کی طرح برستا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

یہاں اشارہ بالاخانہ میں بلند اور پست جھروکوں اور روشن دانوں کے رکھنے کے بارے میں ہے۔ مجلّہ الاحکام العدلیہ اور امام ابوالحسن ماوردی کی کتاب الاحکام السلطانیہ میں بے شمار جگہ پر بلدیاتی قوانین درج ہیں۔ اسلامی حکومت میں محکمہ محتسب وہی ڈیوٹی سرانجام دیتا تھا جو آج کل ہماری میونسپلٹیاں اور بلدیاتی ادارے کر رہے ہیں۔ محتسب کا یہ کام تھا کہ وہ ہر تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹائے جس سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بقول مشتاق اے چوہدری (اسلام کا بلدیاتی نظام' پاک عرب علی' فاؤنڈیشن' لاہور۔ ۱۹۸۳ء' صفحات: ۴۰۔۳۹

(۲۱۷)

بلدیاتی قوانین میں تکلیف دہ امور کا انسداد اور ناجائز تجاوزات اہم موضوعات ہیں۔ مجلہ الاحکام العدلیہ میں ایسے امور پر ضرر شدید کے عنوان سے مفصل بحث کی گئی ہے' جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا) اگر کوئی شخص ہمسایہ کے گھر میں اپنا بادکش لگا دے تو اتنا حصہ جو ہمسایہ کے گھر کی فضا میں ہو گا کاٹ دیا جائے گا۔

ب) اگر کسی کے گھر یا باغیچے کی درختوں کی ڈالیاں ہمسایہ کے گھر میں پھیل گئی ہوں اور ہمسایہ کے گھر میں ہوا کی راہ ان کی وجہ سے مسدود ہوگئی ہو تو ہمسایہ کو حق حاصل ہوگا کہ ہوا کا راستہ کھولنے کے لئے درختوں کے مالک کو شاخوں کے باندھنے یا کاٹ دینے پر مجبور کردے۔

ج) ضرر شدید چاہے کسی وجہ سے ہو اسے دفع کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کسی کے گھر سے متصل کسی نے لوہاری کی دکان قائم کردی یا چکی لگالی تو لوہار کے ہتھوڑے کی دھمک یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکی کی حرکت سے مکان کی دیواروں کو شدید نقصان (ضرر شدید) پہنچنے کا اندیشہ ہے یا کسی نے آوا لگا دیا یا کولہو لگا لیا تو آوا کے دھوئیں اور کولہو کی بدبو سے اس مکان میں رہائش ناممکن ہوجائے گی۔ یہ سب ضرر شدید ہیں۔ اس لئے ان کا دفعیہ کیا جائے گا۔

د) اس طرح اگر کوئی شخص دوسرے کے مکان کے متصل پن چکی کی نالی کھود ڈالے اور اس کے مکان کی دیوار کو اس سے نقصان پہنچ رہا ہو یا کسی نے ہمسایہ کی دیوار سے مزبلہ قائم کردیا اور اس میں گندہ پانی اور گندگی جمع ہوکر ہمسایہ کی دیوار کو نقصان پہنچا رہی ہو تو اس پر لازم ہوگا کہ اس ضرر شدید کا دفعیہ کرے۔

ذ) اگر کسی نے کپڑے کے بازار میں باورچی کی دکان لگا دی اور اس کا دھواں بزازوں کے مال کو خراب کررہا ہے تو یہ ضرر شدید ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی زمین دوز نالی پھٹ گئی اور ہمسایہ کے گھر میں پانی جارہا ہے تو یہ ضرر شدید ہے۔

ر) اگر کسی نے دیوار بنائی اور ہمسایہ کا دریچہ اس کی وجہ سے بند ہوگیا تو اسے حق حاصل ہے کہ اس ضرر شدید کو دفع کرنے پر مجبور کرے۔

ڑ) اگر کسی نے گھر میں دریچہ لگایا یا نیا مکان بنایا اور اس میں ایسا دریچہ رکھا جو ہمسایہ کے گھر میں کھلتا ہو جس کے سامنے ہی دوسرے کے گھر کا وہ حصہ پڑتا ہے جو عورتوں کے ہونے کے مقامات ہیں تو اس شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس ضرر کو دفع کرے اور ایسی صورت پیدا کرے کہ ہمسایہ کے گھر بے پردگی نہ ہونے پائے۔

ز) راہ عام پر جو چیز بھی راہ چلنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہو چاہے وہ قدیم ہو اسے دفع کیا جائے گا۔ جیسے راہ تنگ کردینے والی کھڑکی' سیڑھی وغیرہ۔

بلدیاتی مالیات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرنگرانی وجود میں آنے والے مالی نظام میں اسلامی ریاست کے پانچ ذرائع آمدن تھے:

۱۔ زکوٰۃ
۲۔ مال غنیمت
۳۔ جزیہ
۴۔ خراج
۵۔ فے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئے محاصل کے باوجود یہ ذرائع آمدنی اسلامی مالیاتی نظام کی بنیاد رہے۔ عباسی عہد میں آمدنی کروڑوں تک پہنچ گئی۔ بقول ڈاکٹر ایس اے کیو حسینی (عربوں کا نظام حکومت) "ہارون الرشید کے زمانہ میں سلطنت کی کل آمدنی ۵۳۰۳۱۲۰۰۰ درہم تھی۔" جب ملکی اور ریاستی نظم و نسق کے ساتھ شہری معاشرہ میں بھی انتظامی و مالی استحکام پیدا ہوا تو شہروں کا انتظام خودمختارانہ طور پر چلنے لگا۔ ہر شہر کی اپنی انتظامی مشینری اور علیحدہ محاصل تھے۔

خلفائے راشدین کے زمانے میں ایک نیا ٹیکس رائج ہوا جسے عشور کہا جاتا تھا۔ یہ تاجروں سے ان کے سامان تجارت پر وصول کیا جاتا۔ یہ سامان تجارت پر ۱۰/۱ کے حساب سے عائد ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں عشور شروع ہوا۔ مہدی عباسی کے دور میں تہہ بازاری کا نظام جاری ہوا۔ بعد ازاں کاروباری لائسنس فیس بھی لی جاتی تھی۔ اسی طرح محصول (چونگی) مسلمانوں کے زمانے میں رائج تھا۔ اسی طرح اور بھی پیشہ وارانہ ٹیکس لئے جاتے۔ جزاری (قصاب اور مذبح خانوں میں جانور ذبح کرنے والے قصابوں پر ٹیکس) پیشہ وارانہ ٹیکس' شادی ٹیکس' ہاؤس ٹیکس اور مختلف منڈیوں پر ٹیکس لیا جاتا تھا۔

مختلف محکمہ جات:

چودھری مشتاق احمد اپنی کتاب (مسلمانوں کا بلدیاتی نظام' صفحات: ۶۴-۶۳) پر رقم طراز ہیں:-

مسلمانوں کے زمانہ میں سلطنت اسلامیہ کے شہر مختلف امور کی انجام دہی میں آزاد تھے۔ بلدیاتی لحاظ سے شہر کا انتظامی سربراہ امیر یا والی ہوتا تھا جس کے ماتحت مختلف عمال و حکام کام کرتے تھے۔ ان میں قاضی' محتسب' کوتوال' عامل' مہندسین' معلمین اور اطباء سرفہرست تھے۔ ان کی حیثیت میونسپل اختیارات کی انجام دہی کے لحاظ سے انتظامی و فنی افسران کی ہوتی تھی۔ ایک مؤرخ محتسب کے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ فی زمانہ محتسب کے بعض اختیارات میونسپل سیکرٹری' ہیلتھ آفیسر' پولیس اور شعبہ انسداد ظلم حیوانات کے تحت میں داخل ہیں۔

حاکم شہر یا شہری کونسل کی طرف سے جو بلدیاتی فرائض تفویض ہوتے تھے ان کی تعمیل کرنا اور کرانا انہی انتظامی افسران کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ اگرچہ ان افسران کے فرائض کا تعین کرنے کے لئے کوئی مجموعہ یا ضابطہ قوانین نہ تھا لیکن ان کے فرائض میں سلطنت اسلامیہ کے طول و عرض میں یکسانیت پائی جاتی تھی۔ گوناگوں بلدیاتی فرائض کی انجام دہی کے لئے جو محکمے یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوان کام کرتے تھے۔ ان میں مندرجہ ذیل بہت اہم ہیں:

۱۔ امارت
۲۔ شعبہ (دیوان) الشوریٰ
۳۔ شعبہ قضا
۴۔ شعبہ احتساب
۵۔ شعبہ محصولات
۶۔ شعبہ تعلیم
۷۔ شعبہ مہندسین (انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ یا برانچ)
۸۔ دیوان الشرطہ (پولیس)
۹۔ صیغہ صحت
۱۰۔ شعبہ باغات (ہارٹیکلچر یا گارڈننگ)

یہ شعبے مذکورہ بالا بلدیاتی عمال و حکام کے ماتحت تھے جن کی مدد اور اعانت کے لئے عملہ بھی مقرر ہوتا تھا۔ بعض اوقات ایک افسر کے ماتحت ایک سے زیادہ محکمے کام کرتے تھے۔ اگلے صفحات میں ہم نے انتظامی افسروں اور ان کے عہدوں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے۔

مختلف بلدیاتی فرائض انجام دینے میں شہری کونسلوں کا کافی حد تک عمل دخل ہوتا تھا جن کے ارکان حکومت کے نامزد کردہ ہوتے لیکن ان کا صدر ارکان میں سے منتخب ہوتا تھا۔ تمام شہر وارڈوں میں منقسم تھے جن کو محلے کہا جاتا تھا۔ ہر وارڈ میں محلہ (وارڈ) کونسل کام کرتی تھی۔ یہ کونسل مختلف انتظامی و دیگر امور میں انتظامیہ کی مدد کرتی۔

میئر کا عہدہ:

مسلمانوں کے زمانے میں ہر شہر میں امیر شہر یا امیرالشہر ہوتا تھا جس کو والی یا حاکم بھی کہتے تھے۔ مغربی زبانوں کا لفظ میئر غالباً اسی کی مغربی شکل ہے۔ قابل' ایمان دار اور خداترس کو تعینات کیا جاتا تھا۔ امام ابوالحسن ماوردی نے امیر کے سات فرائض گنوائے ہیں: (بحوالہ مسلمانوں کا بلدیاتی نظام: صفحات:۶۹-۶۸)

۱۔ فوج کا نظم و انتظام
۲۔ احکام سلطنت کو نافذ کرنا اور اس کے لئے قاضی اور دوسرے حکام مقرر کرنا۔
۳۔ مال گزاری وصول کرنا اور صدقات جمع کرنا۔ اس کے کارندے مقرر کرنا اور پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کے مطابق خرچ کرنا۔ بیت المال کی تشکیل اور نظام۔

۴۔ دین کی حمایت اور مذہب کی حفاظت اور رعایا کے جان و مال کی نگرانی۔

۵۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو قائم کرنا۔ نماز کی امامت کرنا یا اس کے لئے اپنا نائب مقرر کرنا۔

۶۔ اپنے علاقہ کے حاجیوں اور اپنے علاقہ سے گزرنے والے حاجیوں کو سفر کی سہولتیں بہم پہنچانا۔ اگر اس کا شہر یا علاقہ سرحد پر واقع ہے تو یہ فرض بھی اس کے اختیارات میں شامل ہوگا کہ وہ دشمنوں سے جہاد کرے اور جہاد میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کو شرع کے مطابق تقسیم کرے۔

علامہ موصوف کے مطابق امارت بالاستیلاء کی یہ صورت ہوگی کہ کوئی شخص اپنی قوت سے کسی علاقہ یا شہر پر غلبہ حاصل کرلے اور خلیفہ یا رئیس الحکومت اس کی امارت کو تسلیم کرکے تمام انتظامی و سیاسی اختیارات تفویض کردے۔ یہ امیر بھی اپنے شہر یا علاقہ کا سربراہ ہوگا۔

امارت خاصہ کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو محدود اختیارات کے ساتھ امیر مقرر کیا جائے تو ایسی امارت امارت خاصہ کہلائے گی اور اس امارت کے حامل شخص کے اختیارات امارت عامہ سے کم ہوں گے۔

امام ماوردی مزید لکھتے ہیں کہ اگر ان امیروں کو کوئی ایسی بات پیش آئے جو ان کے اختیارات مفوضہ میں مذکور نہیں تو ایسی شکل میں کارروائی کرنے سے پہلے انہیں چاہئے کہ وہ امام سے ان کی روئیداد لکھ کر حکم حاصل کریں اور پھر اس کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔

دیوان الشوریٰ

آج کل کے بلدیاتی اداروں کی اسمبلیاں یا ایوان دیوان الشوریٰ کے مترادف ہیں۔ سورت آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں ارشاد ہے:

وشاورھم فی الامر — اے نبی! آپ معاملات میں ان سے مشورہ لے لیا کریں۔

ظاہر ہے بلدیاتی نظام میں بھی ایوانوں کا قائم کرنا اس آیت کے حکم کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عورتوں کو بھی حق رائے دہی دیا تھا اور وہ معاملات میں ان کی رائے بھی لیتے تھے۔ اسلام نے سب سے پہلے رائے عامہ کو شوریٰ کے ذریعے تحفظ دیا۔ بعدازاں ہر تجارتی شہر میں تاجروں کی انجمنیں ہوتیں جو اس شہر کے تجارتی کاروبار کی نگرانی کرتی تھیں۔ تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہر وارڈوں میں منقسم ہوتے تھے جن کو محلے کہا جاتا تھا۔ ہر وارڈ میں ایک وارڈ کونسل ہوتی۔ اسی طرح دیہی علاقوں میں دیہی کونسلیں موجود تھیں۔ شہر یا دیہات کے ممتاز، عمر رسیدہ، تجربہ کار اور دیانت دار لوگوں کو منتخب کیا جاتا تھا۔ انتخابات خفیہ ووٹوں کے ذریعے نہیں ہوتے تھے بلکہ باہمی بحث و تمحیص سے فیصلہ پر عمل درآمد ہوتا۔

اسلامی نظام بلدیات میں فرائض کا خلاصہ:

مشتاق احمد چودھری نے اپنی کتاب کے صفحات (۴۹-۱۴۸) پر اسلامی بلدیاتی نظام میں بلدیاتی حکام کے فرائض کا یہ خلاصہ بیان کیا ہے:

۱۔ جن شہروں کے گرد فصیل تھی رات کو ان کے دروازے بند کرنے کا بندوبست
۲۔ شہریوں کے جان و مال کی حفاظت
۳۔ ماپ تول کے پیمانوں کی نگرانی و درستگی
۴۔ صحت و صفائی کا انتظام
۵۔ تکلیف دہ امور کا انسداد
۶۔ اجنبی لوگوں اور مسافروں کی راہنمائی
۷۔ مردم شماری
۸۔ مذبح خانوں کی نگرانی
۹۔ شہری بیت المال کا قیام
۱۰۔ مہمان خانوں کی تعمیر اور بندوبست
۱۱۔ سڑکوں اور پلوں کا انتظام
۱۲۔ پانی کی فراہمی کا انتظام
۱۳۔ گندے پانی کے نکاس کا بندوبست
۱۴۔ تعلیم کا بندوبست
۱۵۔ ہارٹیکلچر
۱۶۔ محصولات کی وصولی
۱۷۔ بازاروں کی تخطیط و نگرانی
۱۸۔ روشنی کا بندوبست
۱۹۔ تعمیری سرگرمیوں کی نگرانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ عمارات کی نقشہ بندی اور کنٹرول
۲۱۔ ناجائز تجاوزات اور رکاوٹوں کو دور کرنا
۲۲۔ رفاہ عامہ کے کام
۲۳۔ باغوں کی کاشت
۲۴۔ سڑکوں کے ارد گرد پھولوں اور پودوں کی کاشت
۲۵۔ غلاظت رفع کرنا
۲۶۔ پارک اور تفریح گاہوں کی تعمیر
۲۷۔ ملاوٹ کا انسداد
۲۸۔ قیمتوں پر نگرانی
۲۹۔ ہنگامی حالات میں امدادی اقدام
۳۰۔ جانوروں پر بے رحمی کی روک تھام
۳۱۔ اخلاق عامہ کی نگرانی و اصلاح
۳۲۔ قمار بازی و شراب نوشی کی روک تھام
۳۳۔ منڈیوں کی دیکھ بھال
۳۴۔ شہروں کی وارڈ بندی کا کام
۳۵۔ شہروں میں مختلف ٹیکسوں کا نفاذ
۳۶۔ قبرستانوں کا تعین اور بندوبست
۳۷۔ مرنے والے لاوارث لوگوں کی حفاظت
۳۸۔ تقریبات کا انعقاد
۳۹۔ بازار کی قیمتوں پر نگرانی
۴۰۔ آگ بجھانا
۴۱۔ بھیک اور گداگری کا انسداد وغیرہ

آئین اکبری میں کوتوال کے فرائض

آئین اکبری میں کوتوال شہر کے چند فرائض ملاحظہ ہوں:

اس [illegible] کے لئے وہ شخص موزوں ہے جو جری، تجربہ کار، ہوشیار و مستعد، بردبار، معاملہ فہم اور نیک خصال ہو۔ کوتوال کے بعض فرائض کا ذکر کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کوتوال کو چاہئے کہ آباد مکانوں اور معمور شارع عام کی مکمل فہرست مرتب رکھے اور اہل شہر کو اپنی ہدایت سے باہمی ہمدردی و اعانت کا خوگر بنائے۔ رعیت کو ایسا باہم شیر و شکر بنادے کہ شادی اور غم میں ایک دوسرے کے شریک و رفیق کار رہیں۔

۲۔ چند مکانات کے مجموعے کو ایک محلّہ قرار دے اور ایک سمجھ دار شخص کو میر محلّہ مقرر کرے اور مسافروں کی آمد و رفت اور محلے کے دیگر واقعات کا روزنامچہ میر محلّہ کے دستخط سے اپنے دفتر میں داخل کرے۔

۳۔ اہل محلّہ میں سے ایک شخص اور اس کے ساتھ ایک غیر متعلق شخص کو جاسوس مقرر کرے لیکن ایک دوسرے کو اس کا علم نہ ہونے دے۔ ان دونوں کی کارروائی پر نگاہ رکھے اور ہوشیاری سے کام لے۔

۴۔ نو وارد مسافروں کے لئے ایک جداگانہ سرائے تعمیر کرائے اور اس میں انہیں قیام کرنے کی اجازت دے اور چند ہوشیار آدمیوں کے ذریعے سے ان کی بابت علم حاصل کرے۔

۵۔ پیشہ وروں کے ہر طبقے میں ایک کو سرکردہ اور دوسرے کو دلال مقرر کرے تاکہ بازار کی خرید و فروخت انہی کی نگرانی میں انجام پائے اور ان سے ہمیشہ روزنامچے طلب کرتا رہے۔

تفصیلی فرائض کے لئے اسلام کا بلدیاتی نظام (صفحات: ۸۷-۸۶) ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

صاحب الشرطہ:

اس کے علاوہ بلدیاتی سطح پر پولیس کا بھی انتظام تھا۔ اس محکمہ کا انچارج صاحب الشرطہ کہلاتا تھا جو دارالخلافہ میں متعین پولیس کے اعلیٰ افسر کے ماتحت اور زیر ہدایت کام کرتا تھا۔ امن عامہ کی خاطر ہر سڑک کے کونے پر پولیس کے اہلکار کھڑے ہوتے تھے۔ قرطبہ میں صاحب المدینہ اور صاحب اللیل کا تعلق بھی پولیس کے محکمے سے تھا۔ رات کو شہر کی نگرانی پر عملہ مامور ہوتا۔ عشاء کے بعد یہ اہلکار پوری طرح مسلح ہوتے اور سدھائے ہوئے کتوں کی معیت میں لالٹین اٹھائے گشت کرتے رہتے تھے۔

بلدیاتی ملازمین کے حقوق و فرائض: اسلامی ضابطہ اخلاق

اسلام نے ملازمین کے لئے بھی ضابطہ اخلاق مقرر فرمایا۔ حکم ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ذاتی مخالفت میں انصاف سے کوتاہی نہ کرو۔ (سورت المائدہ:۸)
(۲) ہر فیصلے کی بنیاد انصاف پر ہو۔ (سورۃ النساء:۵۸)
(۳) ہر فیصلہ قرآن کے احکام کے مطابق کرو۔ (سورت المائدہ:۴۸)
(۴) فیصلہ کرنے میں کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہ کرو۔ (سورت المائدہ:۴۹)
(۵) رشوت اور تحائف سے حکام پر اثر نہ ڈالو۔ (سورت البقرۃ:۱۸۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں تمام معاملات کی سربراہی اور رہنمائی اپنے ہاتھوں میں رکھی۔ دیانت دار عمال اور حکام منتخب فرمائے۔

حکومت کے ملازمین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے منصب کو لوگوں پر رعب و دبدبے کی خاطر استعمال کریں۔ ان کا اصل مقصد خدمت گزاری ہے۔ ملازمین کو نرمی' بردباری اور فیاضی برتنے کا حکم ہے۔ گردن اکڑا کر نہ رکھے بلکہ جھکائے۔ ملازمین سرکاری اشیاء کو ذاتی تصرف میں لانے کے مجاز نہیں ہیں۔ قلم کاغذ سے لے کر ٹیلی فون اور سرکاری گاڑیاں اس زمرے میں آتی ہیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا ایک غلام بلا اجازت ڈاک کے جانور پر ایک شخص کو سوار کرکے لے آیا تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ جب تک تو اس کا کرایہ بیت المال میں جمع نہیں کراتا یہاں سے ہل نہیں سکتا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز سرکاری کام کے دوران بیت المال کی شمع جلاتے' ذاتی کام ہوتا تو ذاتی شمع جلاتے اور سرکاری شمع گل کردیتے۔ قابلیت اور محنت کے پیش نظر اسلام کی رو سے تنخواہوں میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔ (مسلمانوں کا بلدیاتی نظام' صفحات:۱۰۵-۱۰۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عمل ماثور ہے کہ آپ نے ایک کارکن کے بارے میں جس نے بعض مواقع پر اپنے کام کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا تھا بعد میں آنے والے امراء کو اس سے حسن سلوک کی وصیت کی بلکہ آپ نے اسے ایک دستاویز بھی عنایت فرمائی۔ تاریخ میں حکومت کے ملازمین کو عمدہ کارکردگیوں کا صلہ دینے اور فراغت کے بعد انہیں پنشن دینے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ صلہ دینے کے بارے میں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے اس کی متعدد احادیث و آثار کے ذخیرے موجود ہیں۔

مسلمانوں کے ہاں جو ملازمین حکومت معذور یا ازکار رفتہ ہوگئے تھے ان کی نگرانی اور امداد و اعانت کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے بلاد شام کے عمال کو ایک فرمان بھیجا تھا جس میں ایسے ملازمین حکومت کے متعلق معلومات طلب فرمائی تھیں جو مفقود البصارت ہوں یا چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے ہوں' فالج زدہ ہوں یا انہیں ایسا دائمی مرض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاحق ہو گیا ہو جو ادائے نماز میں حارج ہوتا ہو اس کے بعد انہوں نے منجانب حکومت ہر نابینا کے لئے ایک محافظ اور ہر دائم المرض شخص کے لئے ایک خادم کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔

اسلامی حکومت میں احتساب (یعنی ملازمین کی کارگزاریوں کا جائزہ اور ان کی کوتاہیوں اور زیادتیوں کے مؤاخذہ) کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اسلام ریاست کے ذمہ داران و عمائد کے فرائض میں یہ بھی شامل کرتا ہے کہ وہ عمال و حکام کے تقرر کے بعد ان کی کارگزاریوں کا برابر محاسبہ کرتے رہیں۔ ان کی پرائیویٹ اور پبلک زندگی کا جائزہ لیتے رہیں۔ سفارش' رشوت اور اقرباء پروری کی سخت ممانعت ہے۔ لوگوں اور عمال کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح سفارش اور اقرباء پرستی کی بیخ کنی کی۔ حضرت علیؓ کی نہج البلاغہ تفصیلی قوانین اور ہدایات کے لئے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اسلام میں کام چوری اور سرخ فیتے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کتاب الاموال جلد اول ص: ۱۱۶ پر لکھا ہے:

"حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ کام میں زور و قوت (اور روانی) باقی رکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈالا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو تمہارے سامنے کاموں کا ڈھیر لگتا چلا جائے گا اور تمہیں یہ سدھ نہ رہے گی کہ ان میں سے کس کام کو پہلے انجام دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے کام بگاڑ لو گے۔"

الغرض اسلام کا بلدیاتی نظام ایک اعلیٰ ترین نظام اخلاق کا تصور پیش کرتا ہے۔

پاکستان کے بلدیاتی نظام کی اصلاح: چند تجاویز

پاکستان میں بلدیاتی نظام نے بہت ترقی کی ہے۔ شہری اور دیہی ترقی میں ان بلدیاتی اداروں نے بڑا نمایاں کردار سرانجام دیا ہے اور دے رہے ہیں۔ یہ ادارے جتنے مضبوط ہوں گے ملک اتنی زیادہ ترقی کرے گا۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے پاکستان کے بلدیاتی نظام کی اصلاح کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) انتخابات کا طریقہ:

اسلام اسراف کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔ بلدیاتی اداروں کے الیکشن مغربی جمہوریت کی طرز پر ہوتے ہیں۔ جہاں بے دریغ پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات خفیہ ووٹوں کے ذریعے نہ ہوں بلکہ باہمی بحث و تمحیص سے فیصلے کئے جائیں۔ عمر رسیدہ' تجربہ کار' دیانت دار' دین دار اور تعلیم یافتہ اشخاص کو بحث و تمحیص کے ذریعے فیصلہ کرکے منتخب کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اس طرح الیکشن پر کروڑوں روپے کا خرچ' بینرز' کھانے کی دعوتیں' ٹرانسپورٹ کا بے دریغ استعمال' دنگا فساد اور قتل جیسے سنگین جرائم سے بچایا جاسکتا ہے۔

(۲) اسلامی ضابطہ اخلاق:

بلدیاتی ملازمین کے حقوق و فرائض متعین کرنے میں اسلام کا ضابطہ اخلاق نافذ کیا جائے۔ دیانت داری اور میرٹ کی قدر ہو۔ اقرباء پرستی' رشوت' سفارش سے اجتناب کیا جائے۔ قابلیت' دیانت داری اور محنت کے پیش نظر تنخواہوں میں معقول اضافے ہوں۔ تنخواہ مہنگائی کے مطابق ہو۔

(۳) سرکاری اشیاء کا ذاتی تصرف:

منتخب حضرات اپنے آپ کو خدا کے آگے جواب دہ سمجھیں۔ سرکاری اشیاء کا ذاتی تصرف ممنوع ہے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی طرح ذاتی کاموں کے وقت سرکاری شمع گل کی جائے۔ عوام کا صحیح خادم بن کر خدمت کی جائے۔ فاسق اور فاجر لوگوں کو بلدیاتی ادارے میں آنے ہی نہ دیا جائے۔ اس کے لئے اخلاقی معیار مقرر ہو۔

(۴) پولیس' انتظامیہ اور سرکاری محکموں میں ناجائز مداخلت بند کی جائے:

ہر کام میرٹ اور انصاف کے ان تقاضوں کے مطابق ہو جو قرآن حکیم اور احادیث شریف میں درج ہیں۔ پولیس' انتظامیہ اور سرکاری محکموں میں ناجائز مداخلت بند کی جائے۔ انہیں صحیح خطوط پر کام کرنے دیا جائے۔ بیوروکریسی اپنے فرائض دیانت داری سے سرانجام دے اور اسی طرح منتخب حضرات اپنا فرض سرانجام دیں۔ ناجائز مداخلت سے معاشرے میں انارکی' انتشار' عدم تحفظ اور بے زاری پیدا ہوتی ہے۔ بعض دفعہ یہ نظریہ پیش کیا جاتا ہے کہ پولیس بلدیاتی اداروں کے ماتحت ہو۔ یورپ میں تو یہ ممکن ہے لیکن پاکستان میں ایسا کرنا ممکن نہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انتظامی محکمہ جات میں ناجائز مداخلت ہرگز نہ ہو۔ ان کے کام کی نگرانی ان کے اعلیٰ افسر بخوبی کرسکتے ہیں۔ پولیس کو ماتحت کرنے میں بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی۔

(۵) ٹیکس کی وصولی:

ٹیکس کی وصولی انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ ٹیکس بلا امتیاز لیا جائے۔ اس کی وصولی کو مؤثر بنایا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) احتساب کا نظام:

نہ صرف بلدیاتی ملازمین کا مؤثر احتساب ہو بلکہ منتخب حضرات کا بھی احتساب ہو۔ ہر کام عبادت اور خدمت خلق سمجھ کر کیا جائے۔ کوئی طبقہ بھی اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہ سمجھے۔

(۷) تعیناتی اور تبادلوں میں عدم مداخلت:

سرکاری ملازمین کے تبادلوں میں حکومتی یا سرکاری مداخلت ہرگز نہ ہو۔ اسی طرح بھرتی میں بھی انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ سفارش، رشوت اور اقرباء پروری کی بنیاد پر بھرتی ہرگز نہ ہو۔ اس سے بدعنوانی پھیلتی ہے اور نظم و نسق درہم برہم ہوجاتا ہے۔ راشی اہل کاروں کا صحیح احتساب ہو اور اسی طرح بدعنوان سیاست دانوں کا بھی احتساب ہو۔ حکومت کو اس ضمن میں کوئی پالیسی وضع کرنی چاہئے۔

(۸) سرکاری تقریبات:

بلدیاتی اداروں میں ایسی تقریبات جن میں رقم اور پیسے کا ضیاع ہوتا ہے بند کی جائیں یا کم کر دی جائیں۔ غریب ملک ان تقریبات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ سرکاری رقوم قوم اور عوام کی امانت ہیں اور اخروی حیات میں ان کے بارے میں انسان سے سوال کیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے۔ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی روشن زندگیوں اور طرز عمل کا مطالعہ کیا جائے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کی جائے اور یہی فلاح کا راستہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۷

اسلام میں فوج کا ادارہ

اسلام کے انتظامی ڈھانچے میں فوج کا اہم کردار ہے۔

جہاد کا نظریہ

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ — اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ — اللہ کے راستے میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ — تم پر لڑائی فرض کی گئی ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں ناپسند ہے لیکن ممکن ہے تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد پر بہت زور دیا ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ راہ خدا میں لڑنے والا شہید ہوتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

کشاد در دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

جہاد کے طریقے:

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں جہاد کے تین طریقے ہیں۔ جہاد بالمال، جہاد بالنفس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جہاد بالعلم۔ ان تینوں طریقوں کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

جہاد بالمال:

جہاد بالمال سے مراد یہ ہے کہ مجاہدین کی رسد' خوراک' ہتھیاروں کی فراہمی وغیرہ کے لئے وہ لوگ مال دیں جو عملی جہاد سے قاصر ہوں۔ مالی لحاظ سے جہاد سب سے آسان طریقہ ہے۔ یہ جہاد فرض عین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

جاھدوا باموالکم وانفسکم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

(۲) جہاد بالنفس:

یعنی جان سے جہاد کرنا۔ یہ سب سے افضل ہے۔

(۳) جہاد بالعلم:

یہ تبلیغی نوعیت کا ہے۔ یعنی اپنی صلاحیتوں کو اسلام کے فروغ کے لئے استعمال کرنا۔

جہاد کی دیگر اقسام ملاحظہ ہوں:

(۱) داخلی جہاد
(۲) فکری جہاد
(۳) مسلح جہاد
(۴) دفاعی جہاد
(۵) اقدامی جہاد

داخلی جہاد:

داخلی جہاد سے مراد یہ ہے کہ ملک کے اندر اسلام مخالف قوتوں سے برسرپیکار ہو کر ان کو دبا دیا جائے۔ ایسی باطل قوتیں جو ملک یا ریاست کے اندر انتشار اور خلفشار پیدا کرنے کا باعث ہوں ان کے خلاف باقاعدہ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ فتنہ اور فساد مکمل طور پر ختم ہو جائے۔ اسی طرح ملک کے اندر حلیف جماعتوں' گروہوں اور قبائل سے جنگ کرنا جائز ہے۔ جو اسلام کے مطابق قائم کی گئی حکومت سے لڑتے اور آمادہ فساد ہوتے ہوں۔ معاشرتی برائیوں' سمگلنگ' چور بازاری اور غنڈہ گردی کے خلاف نبرد آزما ہونا بھی جہاد ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکری جہاد:

اسلام کے خلاف جو علمی' فکری اور مذہبی لٹریچر چھاپا جائے یا تقاریر کی جائیں ان کا مدلل جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دینا فکری جہاد ہے۔ ہر عہد میں اسلام کے خلاف بدزبانوں نے زبان طعن دراز کی ہے۔ اور ہر عہد میں علماء کی گراں قدر تحریریں اور تقریریں ان اسلام دشمن مفکرین کے لئے شمشیر برہنہ بنتی رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (الفرقان)

اب کافروں کا کہنا نہ مانیئے اور قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ پورا جہاد کریں۔

گویا قرآن کے ساتھ جہاد کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ کفار کے دلائل و براہین کا جواب قرآن پاک کے دلائل سے دیا جائے اور یہ فکری و علمی جہاد ہوگا۔ آں حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "مشرکین کے ساتھ اپنے مال' جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کریں۔ (الحدیث)

مسلح جہاد:

مسلح جہاد اسلام دشمن قوتوں کے خلاف آخری حربہ ہے۔اگر داخلی اور فکری محاذ پر کامیابی نہ ہو رہی ہو تو ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ (البقرۃ:۱۹۳)

تم ان کو قتل کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہوجائے۔

اس جہاد کو قتال کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اگر مسلح جہاد کا حکم دیا جائے اور اہل مرد جہاد نہ کرے تو اس پر گناہ لازم آتا ہے۔ قرآن پاک میں حکم ہوتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

جہاد تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے۔

سورت انفال میں ارشاد ہوتا ہے:

"(اور مسلمانو) جہاں تک تمہارے بس میں ہے قوت پیدا کرکے اور گھوڑے تیار کرکے دشمنوں کے مقابلے کے لئے ساز و سامان مہیا کرتے رہو کہ اس طرح متحد رہ کر تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو گے۔ (انفال:۶۰)

جہاد میں یہ حکم پوشیدہ ہے کہ اگر دین کے دشمنوں کی جڑ نہ کاٹی گئی تو خود دین کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے دین کے دشمنوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ورنہ اسلام میں انسانی جان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت قدر کی گئی ہے۔

دفاعی جہاد:

اگر اسلامی ریاست پر کوئی غیر مسلم قوت حملہ آور ہو تو مسلمانوں کو اپنی جان و مال عزت و حرمت اور ملک بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً غزوہ بدر میں اور غزوہ احد میں یہی صورتیں پیش آئی تھیں کہ کفر و شرک کی آندھیاں نور خدا کو بجھانے کے لئے اٹھی تھیں اس لئے دفاع میں مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا گیا۔

اقدامی جہاد:

اقدامی جہاد سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی دشمن قوتوں کے خلاف خود پیش قدمی کرکے فتنہ کی جڑ کاٹ دی جائے۔ اگر کفر کی قوتیں کسی طرح بھی شر و فساد سے باز نہ آئیں تو آگے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی ایک عمدہ مثال فتح مکہ ہے۔ جب صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی ہوئی اور مکہ معظمہ کے مشرکین و کافرین نے مسلمانوں پر حج کرنا مشکل کردیا تو آں حضورؐ نے مجبور ہوکر ان کے خلاف جہاد کا اقدام کیا اور کفر و شرک کے مرکز کو اسلام کا مرکز بنا دیا۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ نے جو ایک دستے کے سردار تھے جب ابوسفیان کو للکارتے ہوئے کہا ابو سفیان آج کا دن قتل اور خون ریزی کا دن ہے' آج کے دن خدائے شدید العقاب قریش کو ذلیل کرے گا۔ اس پر ابوسفیان بھاگتے ہوئے حضور کے پاس آیا' یا رسول اللہؐ کیا آپ نے ہی اپنی قوم کو قریش کے قتل و غارت کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ انہوں نے کہا سعد تو یہی کہہ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اطمینان رکھو۔ آج کا دن لطف و کرم اور رحمت کا دن ہے۔ پھر آپ نے فوج کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

- ☆ جو ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ☆ جو خانہ کعبہ میں داخل ہوجائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ☆ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ☆ جو حکیم بن حزم کے گھر میں داخل ہوجائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- ☆ جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔
- ☆ زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔
- ☆ قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے سامنے ابو سفیان موجود تھے جنہوں نے آپ کے خلاف جنگوں کی قیادت کی تھی۔ عکرمہ بن ابی جہل تھے جن کے باپ نے ظلم کی انتہا کردی تھی۔ ہندہ موجود تھی جس نے آپ کے عزیز چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا' وحشی موجود تھا جس نے سیدالشہداء کو بے دردی سے شہید کیا تھا۔ ہبار موجود تھا جس نے آپ کی بیٹی حضرت زینب کو نیزہ مار کر ہلاک کردیا تھا' عبداللہ بن ابی سرح تھا جو آپ کا تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ چشم فلک نے ایسا نظارہ کبھی بھی نہ دیکھا ہوگا کہ خون کے پیاسوں پر طاقت حاصل کرنے کے باوجود انہیں فراخ دلی سے معاف کردیا جائے۔ حضورؐ نے دنیا کا عظیم ترین مکمل بھرپور حقیقی اور دائمی انقلاب برپا کیا۔ عرب ہی نہیں دنیا کا نقشہ بدل کے رکھ دیا لیکن اس مکمل اور ہمہ گیر انقلاب کے دوران طرفین کا صرف ۹۱۸ افراد کا نقصان ہوا۔ ۴۵۹ مسلمان شہید ہوئے اور اتنے ہی کافر قتل ہوئے۔ یہ صرف ایک جنگ کے اعداد و شمار نہیں بلکہ ۸ سال پر محیط مسلسل و پیہم جدوجہد کی داستان ہے جس میں ۲۷ غزوات اور ۵۵ دیگر جنگیں ہوئیں۔ مدینہ منورہ جنگی کیمپ بنا رہا۔ اوسطاً ہر ۳۵ دن کے بعد جنگ برپا ہوئی لیکن ۸۲ جنگوں میں فی جنگ مقتولین کا اوسط صرف ۱۱٫۲۰ رہا۔ اس کے برعکس دنیا کے ہر نام نہاد انقلاب میں لاکھوں انسان تہہ و تیغ ہوئے۔ انقلاب فرانس نے ۶۶ لاکھ انسانوں کا صفایا کیا۔ روسی انقلاب کے نام پر ایک کروڑ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ جنگ عظیم اول نے ۷۳ لاکھ ۳۸ ہزار انسانوں کو نگل لیا۔ جنگ عظیم دوم میں اکروڑ ۶ لاکھ ۵۰ ہزار انسان لقمہ اجل بنے۔ غرضیکہ دنیا میں لاکھوں انسانوں کو امن کے نام نہاد نام لیواؤں نے موت کے گھاٹ اتارا۔ بستیوں کو تہہ و بالا کیا اور آبادیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کردیا۔ جبکہ حضورؐ نے اپنے مشہور خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا: "لوگو سنو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لئے ایک دوسرے پر قیامت تک حرام ہیں ایسے ہی حرام و محترم جیسے تمہارے لئے آج کا دن آج کا مہینہ اور اس شہر کی حرمت ہے۔ لوگو سنو' جاہلیت کی رسمیں میرے پاؤں تلے ہیں۔ اسی میں انتقام خون کی رسم بھی شامل ہے میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے ربیعہ کے خون کا مطالبہ معاف کرتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوات نبویؐ

جنگ بدر کا تقابلی مطالعہ

مولانا سید ابوالحسن ندوی کے نزدیک جنگ بدر کی اہمیت:

مولانا ندوی اپنی تصنیف نبی رحمتؐ (جلد اول) میں رقم طراز ہیں:

"بدر کی جنگ فیصلہ کن اور تاریخ ساز تھی۔ اس جنگ میں امت اسلامیہ کی تقدیر اور دعوت حق کے مستقبل کا فیصلہ ہوا جس پر پوری نسل انسانی کی قسمت کا انحصار تھا۔ اس کے بعد سے آج تک مسلمانوں کو جتنی فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں اور ان کی جتنی حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں وہ سب اسی فتح مبین کی رہین منت ہیں جو بدر کے میدان میں اس مٹھی بھر جماعت کو حاصل ہوئی۔ سورت انفال آیت نمبر ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے اسے "یوم الفرقان" "فیصلہ کن جنگ قرار دیا"۔ (صفحہ:۲۱۳)

فتح مبین سورت آل عمران کی روشنی میں:

یہ جنگ مسلمانوں کی فتح مبین اور مشرکین اور کفار کی ذلت آمیز شکست پر ختم ہوئی۔ قرآن مجید نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ سورت آل عمران' آیت نمبر ۱۲۳ میں ارشاد ہوا ہے:

ولقد نصرکم اللہ ببدر — اور اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی تھی۔

سیرت ابن کثیر کی رائے:

جنگ بدر کے اثرات اور نتائج ایسے ہیں کہ اس فتح کے بعد رسول اللہؐ کا دشمنوں پر رعب اور دبدبہ قائم ہوگیا۔ رسول اکرمؐ بہ نفس نفیس مدینہ تشریف لائے۔ اس کے بعد قیدیوں کو لایا گیا۔ ان کے نگران آپؐ کے غلام شقران تھے۔ (سیرت ابن کثیر' جلد دوم)

ابن ہشام کی رائے:

ابن ہشام "سیرت ابن ہشام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے بعد مشرکین مکہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور مقتولین پر رونا پیٹنا شروع ہوگیا۔ دشمنان اسلام کے دل میں پہلی دفعہ ہی رعب بیٹھ گیا۔ (سیرت النبویہ) مصر ۱۹۳۶ء۔

ولیم میور (William Muir) کے نزدیک جنگ بدر:

ولیم میور (William Muir) اپنی تصنیف The Life of Muhammad, (London, 1884) میں رقم طراز ہے:

"Many of the principal men of Mecca and some of Muhammad's bitterest opponents, were amongst the slain. The chief of these was Abu Jahl."(p.29)

R.V.C. Bodley کے مصنف آر وی سی باڈلے The Messanger, Edition 1954 کے نزدیک جنگ بدر عسکری لحاظ سے کافی اہمیت کی حامل ہے۔

عبدالحمید صدیقی اپنی تصنیف "The Life of Muhammad" میں فرماتے ہیں:

"This trumph at Badr was a matter of great importance for the Muslims. It consolidated the power of the Muhammad (peace be upon him) over the wavering minds." (p.186)

The Cambridge History of Islam کی رائے:

Montgomery Watt لکھتے The Cambridge History of Islam کے صفحہ ۴۶ پر ہیں:

"The significance of Badr is both political and religious. Politically, it made it clear that Muhammad was a serious threat to Mecca. The potential threat to Meccan commerce was also considerable. On the religious side again, the victory of Badr appeared to Muhammad and the Muslims as God's vindication of their cause after all the hardships they had undergone, and as a proof of the truth of Muhammad's mission."

محمد حسین ہیکل کی رائے:

"حیات محمدؐ" میں ہیکل لکھتے ہیں' "بدر کے ۵۰ پچاس اسیروں میں سے ۲ قیدیوں نضر اور عقبہ کو قتل کردیا گیا۔ جنہوں نے مسلمانوں پر قیامت بپا کر رکھی تھی۔ بعض مستشرقین (Orientalists) ان دو شخصوں کے قتل کو Barbaric قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "اسلام کی تلوار دوسروں کا خون چاٹنے میں بڑی حریص ہے"۔ لیکن کیا مستشرقین فرانس' یورپ اور امریکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز جنگ عظیم میں انسانی خون کی ہولی کو بھول گئے ہیں اور انہیں صرف جنگ بدر کے دو مقتول یاد ہیں۔

محمد حسین ہیکل جنگ بدر کے دیگر اثرات گنواتے ہیں:

۱۔ مسلمانوں کی وحدت سیاسی۔

۲۔ مکہ اور شام کے تجارتی قافلوں کی لائن بحیرہ احمر کے کنارے پر سے ہو کر گزرتی تھی۔ ان قبائل سے آپؐ نے معاہدہ فرما کر قریش (مکہ) کی تجارتی ناکہ بندی کردی۔ اس معاشی بدحالی سے اہل مکہ کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔

Montgomery Watt کا تبصرہ:

وہ اپنی کتاب "Muhammad at Medina" میں لکھتا ہے:

"The loss of trained men was a disaster of the first magnitude for Mecca. Besides Abu Jahl, Uqbah, Utbah and Shaybah etc. were killed. The most important result of the battle, however was the deepening of the faith of Muhammad himself and his closest Companions in his prophetic vocation."

علامہ شبلی نعمانی کے تاثرات:

وہ سیرت النبیؐ جلد اول میں لکھتے ہیں:

"بدر کے معرکہ نے مذہبی اور ملکی حالت پر گوناگوں اثرات پیدا کئے اور حقیقت میں یہ اسلام کی ترقی کا قدم اولین تھا۔ بدر کے بعد مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ تھا اور مقتولین بدر کے انتقام کے لئے مکہ کا بچہ بچہ مضطر تھا احد کا معرکہ اسی جوش کا مظہر تھا۔"

براکلمین (Brockelmann) کی رائے:

وہ اپنی کتاب "History of the Islamic Peoples" میں لکھتے ہیں:

"The moral effect of this first success was very great. In Medina the victory strengthened the influence of the Prophet enormously and enabled him to take energetic steps against him opponents." (p.24)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح مکہ کی اہمیت

فتح مکہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر میں:

مولانا ندوی اپنی تصنیف "نبی رحمت" جلد دوم میں رقم طراز ہیں:

فتح مکہ کا عربوں کے دلوں پر گہرا اثر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل قبول اسلام کے لئے کھول دیے اور انہوں نے وفدوں اور جماعتوں کی شکل میں آکر بکثرت اسلام قبول کرنا شروع کردیا۔ (صفحہ:۷۸)

ابن قیم کی رائے:

ابن قیم اپنی کتاب زادالمعاد (قاہرہ اڈیشن) جلد دوم میں فرماتے ہیں کہ جب فتح مکہ مکمل ہوئی تو سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان عطا فرمائی۔ مسجد حرم میں داخل ہونے والے اور ابوسفیان کے گھر داخل ہونے والے اشخاص کو امان دی گئی۔ اس سے آپؐ کے نبی رحمتؐ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ آپؐ سراپا شفقت اور نسل انسانی کے لئے باعث رحمت تھے۔

سید امیر علی کے نزدیک فتح مکہ:

سید امیر علی "The Spirit of Islam" میں کہتے ہیں:

"But in the hour of triumph every evil suffered was forgotten, every injury inflicted was forgiven and a general amnesty was extended to the population of Mecca. The army followed his example, and entered gently and peacefully; no house was robbed; no woman was insulted."(p.89)

سٹینلے لین پول (Stanley Lane Poole) کی رائے:

لین پول اپنی کتاب "The Prophet and Islam" کے صفحہ ۳۱ میں فتح مکہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"Facts are hard things; and it is a fact that the day of Muhammad's greatest triumph over his enemies was also the day of his grandest victory over himself." (p.31)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیاوی اغراض سے بالا تر:

آرنلڈ ٹائن بی (Arnold Toynbee) اپنی کتاب "War and Civilisation" میں لکھتے ہیں کہ جنگوں میں فتح کے بعد خوب لوٹ کھسوٹ اور تباہی ہوتی ہے لیکن باس ورتھ سمتھ (Bosworth Smith) فتح مکہ کے بارے میں انتہائی عقیدت اور احترام سے اپنی تصنیف "Muhammad and Muhammadanism" London, 1976 میں لکھتے ہیں:

"There were no proscription lists, no plunder, no wanton revenge." (p.142)

عبدالحمید صدیقی کی رائے:

"None could be move anxious to avoid bloodshed than Muhammad (peace be upon him). He, therefore, proclaimed to the people who had persecuted and tortured him and his followers and had even made several attempts on his life." (The Life of Muhammad) (p.247)

الغرض فتح مکہ کا دن معافی و رحم کا دن تھا۔ خونریزی کا نہیں۔ حرم سے بتوں کی صفائی ہوئی۔ آپؐ کمان سے بت گراتے جاتے اور فرماتے: "جاء الحق و زھق الباطل' ان الباطل کان زھوقا"

بقول ابن ہشام: اس کے ساتھ یہ تمام ایک ایک کرکے منہ کے بل گرجاتے۔ (سیرۃ النبویہ' مصر ۱۹۳۶ء)

بقول مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری (رحمتہ للعالمین) "یہ توحید حق اور وحدت انسانی کا دن تھا۔ فتح مکہ کے بعد عربوں کا اسلام کی طرف ایسا رجوع عام ہوا کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔"

اذا جاء نصر اللہ والفتح○ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا○ (سورت نصر)

The Cambridge History of Islam کی رائے:

The Cambridge History of Islam کی جلد اول صفحہ ۵۱ پر منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) تحریر کرتے ہیں:

"Thus virtually without bloodshed Muhammad entered his native town in triumph.The date was about, 20 Ramadan (8/11 January 630) Muhammad's

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

treatment of the Meccans as a whole was so generous that, when a new danger threatening them all appeared in the east, 2000 of them joined his army as he marched out to deal with the situation."

محمد حسین ہیکل کی رائے:

وہ اپنی کتاب "حیات محمدؐ" میں لکھتے ہیں:

"آج سے مکہ اور اس کا حرم از سر نو امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا جہاں سے نور توحید کی درخشندہ رو اٹھ کر آسمان سے ٹکرائی۔ وہ رو جس کی ضیاء نے ۱۴۰۰ سال سے تمام عالم اسلام کو منور کر رکھا ہے۔"

ہاٹنگر (Hottinger) کی رائے:

آرنلڈ ہاٹنگر Arnold Hottinger اپنی کتاب "The Arabs , London, 1963" میں لکھتے ہیں:

"Finally Mecca surrenders and is occupied almost without bloodshed in 630."

مارٹن لنگز (Martin Lings) کی رائے:

وہ اپنی کتاب (Muhammad) میں فتح مکہ کو ان الفاظ میں یاد کرتا ہے۔

"His easy conquest of Mecca." (p.304)

بروکل مین (Brockelmann) کا نظریہ:

وہ اپنی کتاب "History of the Islamic Peoples" میں کہتا ہے:

"He made only a few of his former opponents atone for particularly grievous misdeeds by death."

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کے نزدیک فتح مکہ کی اہمیت:

وہ اپنی کتاب "Muhammad at Medina" میں لکھتے ہیں:

"With such negligible bloodshed did Muhammad achieve this great triumph. This event came to be known as the 'Fath' or Conquest par excellence. Muhammad's triumphal entry into Mecca was the final and

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

absolute decision between the Muslims and their chief opponents, the pagan Quraysh." (pp.66-67)

علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ:

وہ اپنی کتاب "سیرۃ النبیؐ" جلد اول میں فرماتے ہیں:

"فتح مکہ کا اصلی مقصد اشاعت توحید اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ بت پرستی کے یہ وہ طلسم تھے جن میں سارا عرب گرفتار تھا۔ اب ان کی بربادی کا وقت آچکا تھا اور دفعۃً ہر جگہ خاک اڑنے لگی۔"

مولانا ابو الکلام آزاد کا تبصرہ:

"رسول رحمت" میں فرماتے ہیں:

"سورۃ فتح آیت نمبرا میں ارشاد ہے:

انا فتحنا لک فتحا مبینا○

عفو عام کے بارے میں لکھتے ہیں "تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالئے اس کمال حسن سلوک کی کوئی مثال نہیں مل سکے گی۔ عفو سے مستثنیٰ لوگوں کی تعداد سترہ تھی۔ جن میں سے گیارہ مرد اور چھ عورتیں تھیں۔" محمد حسین ہیکل نے بھی ۱۷ تعداد بتلائی ہے۔

غزوۂ خندق (احزاب) کی اہمیت

غزوۂ خندق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر میں:

مولانا ندوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "نبی رحمت" حصہ اول میں رقم طراز ہیں:۔

"غزوہ خندق یا غزوہ احزاب ماہ شوال ۵ ھ میں پیش آیا۔ یہ ان اہم واقعات اور غزوات میں سے ہے جس کے اثرات اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ دعوت اسلامی کے مستقبل دین حق کے فروغ اور اسلام کی پیش قدمی میں بہت دور رس ثابت ہوئے۔ یہ ایک فیصلہ کن لڑائی تھی اور ایسی سخت آزمائش جس کا تجربہ مسلمانوں کو اس سے قبل کبھی نہ ہوا تھا۔" (صفحہ:۲۴۹)

سورت الاحزاب میں غزوہ احزاب کی تفصیل:

سورۃ الاحزاب کی آیات (۱۰-۱۱) میں سخت آزمائشوں اور کٹھن گھڑیوں کا ذکر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل مارے دہشت کے گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔" آیت نمبر۱۰

پھر ارشاد ہوا:

هنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا○ (آیت۱۱)

وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔

غزوۂ خندق عبد الحمید صدیقی کی نظر میں:

عبد الحمید صدیقی اپنی کتاب "The Life of Muhammad" میں رقم طراز ہیں:

"The task of digging the ditch was undertaken at once and the Prophet himself participated in it like an ordinary labourer side by side with his companions, an unparalleled example of the keen sense of responsibility, sympathy, equality and humility the distinguishing features of the Prophet's character." (p.204)

اس موقع پر تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) کا یہ کہنا بجا ہے:

"There was decided something better in him than hunger of any sort. No emperor with his tiaras was obeyed as this man in cloak of his own clouting." (Hero & Hero Worship, London, 1898, pp.95-6.)

ابن ہشام کی رائے:

ابن ہشام "سیرت النبویہ" میں فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق سے مسلمانوں میں ہمدردی و مساوات کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ حضور اکرمؐ خندق کھودنے میں مسلمانوں کے ساتھ بنفس نفیس شریک ہوئے اور سب نے مل کر پوری ہمت اور استقامت کے ساتھ یہ کام سرانجام دیا۔ غزوۂ خندق میں حضور کی پیش گوئیوں، غیبی طاقتوں اور کٹھن مرحلوں کا ذکر ابن ہشام نے بطرز احسن کیا ہے۔ بادل زور سے اٹھا، ہوا چلی، اس واقعہ کا ذکر سورت احزاب کی آیت نمبر۹ میں موجود ہے۔ بقول ابن ہشام رسول اللہؐ نے فرمایا:

"اس سال کے بعد سے اب قریش تم پر چڑھ کر نہ آئیں گے بلکہ تم ہی ان پر حملہ آور ہوگے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

The Cambridge History of Islam کی رائے:

The Cambridge History of Islam جلد اول صفحہ ۴۹ پر منٹگمری واٹ Montgomery Watt تحریر کرتے ہیں:

"The failure of the siege was a great victory for Muhammad. The prestige of Meccans was gone, and their trade with Syria virtually ruined by the Muslim attacks. Some began to wonder whether they might not have a brighter future as followers of Muhammad and his religion."

محمد حسین ہیکل کی رائے:

وہ اپنی کتاب "حیات محمدؐ" میں فرماتے ہیں اس جنگ کے بعد عرب کے گھر گھر میں مسلمانوں کی شوکت کے چرچے ہونے لگے۔ آپؐ کے رفقاء نے دنیا کے ہر گوشے میں کلمۃ اللہ کی تبلیغ اور اس مہم میں حائل ہونے والے بدسرشت لوگوں سے راستہ صاف کرنے کی کوشش جاری ہی رکھی۔ غزوہ خندق کے بعد مسلمانوں کی اجتماعیت کی طرح نو ہوئی۔

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کے تاثرات:

وہ اپنی کتاب "Muhammad at Medina" میں لکھتے ہیں:

"It was the supreme effort of the Meccans to break Muhammadan's power. On the military side the reason for the Meccan failure was the superior strategy of Muhammad, and probably also his superior information service and secret agents. In particular his adoption of the trench was well suited to the circumstance."

"Apart from these military considerations the result was due to the relative unity of the Muslims and their discipline, in contrast to the lack of cohesion in the confederacy and the lack of confidence of various groups in one another. The break-up of the confederacy marked the utter failure of the Meccans to deal with Muhammad. The out-look for them now was dismissal. Their trade with Syria was gone, and much of their prestige lost." (pp.38–9)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ:

وہ اپنی کتاب "سیرت النبیؐ" جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں: "موسم کی خرابی' محاصرہ کا امتداد' آندھی کا زور' رسد کی کمی' یہود کی علیحدگی' یہ تمام اسباب قریش کے لئے اچھے ثابت نہ ہوئے۔ اس معرکہ میں فوج اسلام کا جانی نقصان کم ہوا لیکن انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا یعنی سعدؓ بن معاذ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔"

غزوۂ احد کی اہمیت

غزوۂ احد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر میں:

مولانا ندوی اپنی تصنیف "نبی رحمتؐ" جلد اول میں رقم طراز ہیں:

"غزوہ احد کی بنیادی وجہ جاہلی حمیت اور جذبۂ انتقام تھا۔ جنگ بدر میں جب قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو اس کا مکہ والوں پر بہت برا اثر پڑا۔ انہوں نے آپؐ کے خلاف ایک نئی جنگ کی تیاری کی۔ شاعروں نے ان کو حسب معمول غیرت دلائی اور حمیت جاہلیت کو ابھارا۔ اس غزوہ میں نبی اکرمؐ سے محبت اور جان نثاری کی کئی نئی نظیریں ملتی ہیں۔"

عبدالحمید صدیقی کی نظر میں غزوۂ احد:

"The battle of Uhud had a number of effects on the enemies of Islam. They were on the one hand, very much perturbed by the growing strength of the Muslims but the happening in Uhud had, on the other hand, supplied fresh vigour to their drooping spirits and they had begun to think of the extermination of the Divine Faith. The Jews found a suitable opportunity to stab the Muslims in the back who had been hit hard in the battle of Uhud. A compaign of slander was organized against Islam and its followers." p.200.

جنگ احد کے بعد مسلمانوں کے لئے زندگی کٹھن ہوگئی۔ اسے عبدالحمید صدیقی نے "New Torrents of Hostility" کا نام دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ احد ابن القیم کی نظر میں:

ابن القیم اپنی کتاب "زادالمعاد" میں فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کے نزدیک غزوۂ احد بڑی اہمیت کا حامل ہے اور سورت آل عمران میں غزوۂ احد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آیت نمبر ۱۵۲ میں ارشاد ہے:

"اللہ نے (تائید و نصرت کا) جو وعدہ کیا تھا وہ تو اس نے پورا کردیا مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔"

آیت نمبر ۱۴۰ میں ارشاد ہے:

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله

ابن القیم کے نزدیک غزوہ احد ہمیں مندرجہ ذیل سبق سکھاتا ہے:۔

(i) خداوند کریم اس وقت تک مسلمانوں کی مدد کرے گا جب تک وہ آں حضرتؐ کے تابع فرمانی کریں۔

(ii) احد کے غزوہ میں حضورؐ پر ضربات یہ ثابت کرتی ہیں کہ پیغمبر اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں نہ کہ کوئی خدا۔ وہ بشر ہوتے ہیں۔

(iii) جنگ بدر میں خوشی نصیب ہوئی اور غزوۂ احد میں شکست اور غم و الم۔ مسلمانوں کو شکست اور غم و الم سہنے کا سبق دیا گیا۔

(iv) شہادت مقصود مومن ہے۔

(v) غزوۂ احد مایوسی نہیں سکھاتا بلکہ سعی پیہم کی تلقین کرتا ہے۔

ابن ہشام کی رائے:

ابن ہشام "سیرت النبویہ" میں فرماتے ہیں کہ ایثار قربانی کی بے پایاں مثالیں غزوۂ احد میں ملتی ہیں۔ قتادہ بن نعمان کی آنکھ پر ایسی ضرب آئی کہ آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آگئی۔ آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے اسی جگہ کردیا۔ وہ آنکھ ایسی اچھی ہوئی کہ اس کی بصارت پہلی آنکھ سے بھی زیادہ تیز ہوگئی۔ آں حضرتؐ کا یہ معجزہ واقعی ایمان و ایقان کو جلا بخشتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے:

مولانا مودودی "تفہیم القرآن" جلد اول (صفحہ:۲۳۰) پر فرماتے ہیں:

"سورت آل عمران میں جنگ احد کے بعد اس جنگ کی پوری سرگزشت پر ایک مفصل تبصرہ کیا گیا اور اس میں اسلامی نقطہ نظر سے جو کمزوریاں مسلمانوں کے اندر پائی گئی تھیں ان میں سے ایک ایک کی نشان دہی کر کے اس کی اصلاح کے متعلق ہدایات دے دیں۔ اس جنگ پر قرآن کا تبصرہ ان تبصروں سے کتنا مختلف ہے جو دنیوی جنرل اپنی لڑائیوں کے بعد کیا کرتے ہیں۔"

عبداللہ یوسف علی اپنی تفسیر The Holy Qur'an, Text, Translation and Commentary میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد مسلمانوں کا ایمان زیادہ مستحکم ہو گیا۔

عبدالحمید صدیقی اپنی تصنیف "The Life of Muhammad" میں فرماتے ہیں:

"The misfortune at Uhud was thus as important for the Muslims as the victory at Badr from the moral, social and political points of view. It showed them the necessity of strict adherence to the commands of the Holy Prophet.

It short what came to pass at Uhud was to serve as a beacon of hope and courage for the succeeding generations."(p.199)

The Cambridge History of Islam کی رائے:

The Cambridge History of Islam کی جلد اول کے صفحہ ۴۷ پر منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) تحریر کرتے ہیں:

"The battle of Uhud has sometimes been presented by occidental scholars as a serious threat for the Muslims. This is certainly not so."

کفار کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"More important, they had completely failed in their strategic aim of destroying Muhammad. The military result was not altogether, unsatisfactory; the supremacy of his infantry had been clearly demonstrated."

محمد حسین ہیکل کی رائے:

محمد حسین ہیکل اپنی کتاب "حیات محمدؐ" میں لکھتے ہیں کہ مدینہ کے یہود اور منافقین کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھروں میں احد کی شکست کی وجہ سے خوشی کے شادیانے بجنے لگے لیکن مسلمانوں نے بعد ازاں "بدر ثانی" سے اپنی شکست کے داغ کو دھو ڈالا۔

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کے تاثرات:

وہ اپنی کتاب Muhammad at Medina میں لکھتے ہیں:

"For the Muslims Uhud was certainly setback. More serious, however was the ideological aspect. Lower moral among the combatants was dealt with by the official account of the battle."

"If Uhud was not an out-and-out defeat for the Muslims, still less was it a Meccan victory. The Meccan strategic aim was the destruction of the Muslim community and nothing else, and they had fallen far short of this." (pp.26–27)

علامہ شبلی نعمانی کی رائے:

آپ "سیرت النبیؐ" جلد اول میں فرماتے ہیں:

"اس غزوہ میں اکثر خواتین اسلام نے بھی شرکت کی۔ حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ صحیح بخاری میں اسی کا ذکر ہے۔"

"بدر کی فتح نے ایک عام رعب بٹھایا تھا لیکن احد کی شکست نے حالت بدل دی اور دوبارہ تمام قبائل دفعتاً اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیرت نبوی میں جو سرایا (چھوٹی چھوٹی لڑائیوں) کا جو ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے اسی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔"

براکلمین (Brockelmann) کے خیالات:

"This defeat could scarcely injure the Prophet seriously in the eyes of his followers, whose disobedience made them conscious of their own capability. Muhammad had to recoup his loss in martial glory by a new enterprise. He attacked the Nadir and shut them up in their quarter. (History of the Islamic Peoples)." (p.25)

جہاد کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

۱۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد میں) کچھ خرچ کرے اس کے حساب میں سات سو گنا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (حزیم بن فاتک' ترمذی و نسائی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مسلمانوں کے نتھنوں میں خداتعالیٰ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہ ہوگا۔ (ابوہریرہؓ نسائی)

۳۔ دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے اشک بار ہوئی اور دوسری وہ آنکھ کہ جس نے خدا کی راہ میں نگہبانی کرتے کرتے رات گزاردی۔ (ابن عباسؓ ترمذی)

۴۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں کافروں کی سرحد پر ایک دن کی نگہبانی ہزاروں دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ (عثمانؓ ترمذی)

۵۔ اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشان بہت پیارے ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہوا آنسو کا قطرہ اور دوسرا اس خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم یا چوٹ وغیرہ سے آئے اور دوسرا اس خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے۔ اور دو نشانوں میں سے ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم یا چوٹ وغیرہ سے آئے اور دوسرا نشان اللہ تعالیٰ کے فرض میں سے کسی فرض کا نشان۔ (ابوامامہؓ ترمذی)

۶۔ خدا تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں۔ (ابوہریرہؓ صحیحین)

۷۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے۔ اگرچہ وہ بستر پر مرے۔ (سہل بن حنیفؓ صحیح مسلم)

۸۔ کفار سے لڑنے کے لئے تم جس قدر اپنی قوت کو مضبوط کر سکو کرو۔ خبردار تیر اندازی قوت ہے۔ آگاہ رہو تیر اندازی قوت ہے۔ باخبر رہو تیر اندازی قوت ہے۔ (عقبہؓ بن عامر: صحیح مسلم)

۹۔ عنقریب تمہارے لئے ملک روم کو فتح کیا جائے گا اور ملک روم کے شر سے اللہ تعالیٰ تم کو کفایت کرے گا۔ پس تم کو چاہئے کہ تیروں کے ساتھ کھیلنے میں سستی نہ کرو۔ یعنی تیر اندازی کی خوب مشق کرو کہ اہل روم تیروں کی لڑائی لڑتے ہیں۔ (عقبہ بن عامرؓ صحیح مسلم)

۱۰۔ گھوڑے جو جہاد کے لئے تیار کئے جائیں ان کی پیشانیوں میں برکت ہے۔ (انسؓ صحیحین)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ میرے سامنے تین قسم کے وہ آدمی پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک تو ان میں سے شہید ہے۔ دوسرا رزق حرام سے بچنے والا اور سوال نہ کرنے والا۔ تیسرا وہ غلام جس نے خدا کی عبادت خوبی کے ساتھ کی اور اپنے مالک کا بھی خیر خواہ رہا۔ (ابو ہریرہؓ: ترمذی)

۱۲۔ شہید شہادت کی صرف اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی کہ تم چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتے ہو۔ (ابو ہریرہؓ: ترمذی' دارمی' نسائی)

۱۳۔ شہید اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کے خیمے میں ہوگا۔ اور انبیاء اس سے صرف درجہ نبوت میں زیادہ ہوں گے۔ (عتبہؓ بن سلمیٰ: دارمی)

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا عبادت گزار اور ایسا قرآن خوان جو کبھی روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے نہیں تھکتا۔ (ابو ہریرہؓ: صحیحین)

۱۵۔ جو شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلا' خدا تعالیٰ اس کا ضامن ہوگیا کیونکہ اس کو میدان جنگ میں اس کا ایمان لے گیا۔ اور میرے رسولوں کی تصدیق میں اس کو یا تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا یا شہید ہوجانے کی صورت میں جنت میں داخل کرے گا۔ (ابو ہریرہؓ: صحیحین)

۱۶۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی چوکیداری (محافظت) دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (سہل بن سعدؓ: صحیحین)

۱۷۔ جس بندے کے پاؤں خدا تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوتی۔ (انسؓ: صحیحین)

۱۸۔ جس شخص نے کسی جہاد کرنے والے کا سامان درست کردیا اس نے گویا جہاد ہی کیا اور جو شخص جہاد کرنے والے کے اہل عیال کا خدمت گزار بنا اس نے بھی گویا جہاد ہی کیا یعنی دونوں کاموں کا ثواب جہاد کے برابر ہے۔ (زید بن خالدؓ: صحیحین)

۱۹۔ یہ دین (اسلام) ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (کہیں نہ کہیں) ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ (جابر بن سمرہؓ: صحیح مسلم)

۲۰۔ صبح کو یا شام کو خدا کی راہ میں جانا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (انسؓ: صحیحین)

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا ہرگناہ کو مٹا دیتا ہے۔ مگر قرض کو نہیں مٹاتا۔ (عبداللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عمرو بن عاصؓ صحیح مسلم)

جہاد کے سنہری اصول:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کے حسب ذیل اصول متعین فرمائے جو صحابہ کرامؓ نے اپنائے۔ یہ اصول آج بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں:

۱۔ عورتیں، بوڑھے اور بچے قتل نہ کئے جائیں۔
۲۔ راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے۔
۳۔ دشمن کی فوج کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے۔
۴۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے۔
۵۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔
۶۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔
۷۔ جو لوگ ہتھیار ڈال دیں ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی جائے۔
۹۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔
۱۰۔ جنگ میں پیٹھ نہ دکھائی جائے بلکہ پامردی اور بہادری سے مقابلہ کیا جائے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں جہاد کے بارے میں یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں:

"جو قوم جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے خداوند عالم اسے ذلت میں مبتلا کردیتا ہے اور جس قوم میں بری باتیں عام ہوجائیں اللہ تعالیٰ اس قوم کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے عہد خلافت میں نعمانؓ بن مقرن نے کسریٰ کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اے عمائدین ایران! ہم تمہیں اس مقدس دین کی طرف بلاتے ہیں اگر تم اس دعوت کو قبول کرلو تو ہم تمہارے ساتھ تعرض نہ کریں گے۔ ہم کتاب اللہ تمہارے حوالے کردیں گے۔ وہی تمہاری رہنما ہوگی اور اس کے احکام کی پیروی تمہارا فرض ہوگا۔ اگر تم اس دعوت کو ٹھکرا دو تو پھر تمہیں جزیہ ادا کرکے اقتدار اسلام کو قبول کرنا ہوگا اور یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ تمہاری سلطنت میں ظلم نہ ہوگا اور بدکاری ہرگز سر نہ اٹھا سکے گی۔ اگر تمہیں یہ شرائط منظور نہیں تو جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ (نعمانؓ بن مقرن)

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے مقوقس مصر کے دربار میں اپنے حملے کے اغراض و مقاصد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"دشمنان دین سے ہماری لڑائی کسی دنیوی جاہ و مال کی غرض سے نہیں بلکہ محض اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر جہاد فرض کیا ہے۔ ہمارے پاس خواہ سیم و زر کے ڈھیر ہوں خواہ ایک درہم بھی نہ ہو' ہمیں اس کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ ہمارے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا جو بھوک کو روکے اور ایک کپڑا جس سے ستر پوشی ہوسکے کافی ہے جو اس سے فاضل ہوتا ہے اس کو اللہ کی راہ میں صرف کر دیتے ہیں۔ ہم دنیوی آرام و آسائش کے متلاشی نہیں ہیں۔ نعمت و راحت کی جگہ تو آخرت کی ہے۔ ہمارے اللہ اور رسول نے ہم کو یہی بتایا ہے اور اس بات کا عہد لیا ہے کہ ہم اپنی تمام تر توجہ رضائے الٰہی اور اس کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کی طرف رکھیں اور دنیا کی نعمتوں میں صرف ضروری کھانے اور کپڑے پر کفایت کریں۔ (عبادہ بن صامتؓ)

جنگ قادسیہ کے موقع پر زہرہ بن الحویہ نے رستم کے سوال کے جواب میں جہاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

واخراج العبد من عبادة العباد الی عبادة الله	ہمارا مقصد خدا تعالیٰ کے بندوں کو انسان بندگی سے نکال کر خدا تعالیٰ کی پرستاری پر لگا دینا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۸

اسلام کا نظام پولیس

پولیس ریاست کے نظم و نسق کے لئے ناگزیر ہے۔ اس کے احکام جاریہ کی خلاف ورزی کرنے سے معاشرے میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ قانونی نظم و نسق کی بحالی اور قانون کے مؤثر نفاذ کے لئے پولیس کی اشد ضرورت ہے۔ پولیس کا لفظ لاطینی زبان "پولیشیا" (Politia) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ریاست یا حکومت یا قائم شدہ نظام کے ہیں۔

پولیس تاریخ کے آئینے میں:

نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے کہ پولیس کی تاریخ کئی ہزار سال قدیم ہے۔ قدیم بابل میں ہمیں پولیس کا تصور ملتا ہے۔ حکمرانوں کی حفاظت اور شہریوں کی جان کی حفاظت ان کے ذمے تھی۔ یہ پولیس فوج سے ملتی جلتی تھی۔ روم میں آگسٹس بادشاہ کے دور میں بھی ہمیں پولیس کا ادارہ ملتا ہے۔ اس نے ساتویں صدی قبل از مسیح میں روم کو ۱۴ حصوں میں تقسیم کردیا۔ انتظامی امور کے علاوہ آتش زدگی کے واقعات کو روکنا اور مذہبی امور میں بھی مداخلت ان کے فرائض منصبی میں سے تھے۔ اس نے روم میں ایک ایک ہزار پر مشتمل نفری پر سات اسکائیڈ تیار کئے جو وارداتوں کو روکتے اور فساد اور نقص امن کی صورت میں شاہی محافظوں کو بھی طلب کرلیتے تھے۔ ایک لاکھ کی علیحدہ نفری بھی ہوتی تھی جو بوقت ضرورت بلا لی جاتی تھی۔ شوگن نامی بادشاہ نے جاپان میں سترھویں صدی عیسوی میں پولیس کا ایک اعلیٰ نظام تشکیل دیا۔ ہر ٹاؤن میں پولیس انچارج جرائم کی بھی روک تھام کرتا اور بطور عدالت کے بھی کام کرتا۔ سترھویں صدی میں زار روس نے بھی چیکا (Cheka) کے نام سے پولیس تیار کی۔ یہ سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کی گئی اور لینن کے عزائم اس کے ذریعے سے مکمل ہوئے۔ اٹلی میں مسولینی نے اوورا (Ovra) پولیس تیار کی اور جرمنی میں ہٹلر نے گیسٹاپو (Gestapo) نامی پولیس تشکیل کی۔ جہاں تک جدید برطانوی اور امریکی پولیس کا تعلق ہے تو اس کی اصل بنیاد ان دس مردوں کی جماعت تھی جو نہ صرف باہم ایک دوسرے کے کردار پر نظر رکھتی بلکہ غلط کار کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون کے سامنے پیش کردیتی۔ صنعتی انقلاب کے بعد ۱۸۲۹ء میں میٹروپولیٹن پولیس ایکٹ نافذ ہوگیا۔ چنانچہ میٹروپولیٹن پولیس معرض وجود میں آئی۔ لارڈ ٹرنچرڈ کی اصلاحات کی روشنی میں افسران اعلیٰ کی تربیت کے لئے پولیس کالج بھی کھولا گیا۔ ۱۹۶۴ء میں پولیس کی عام کارکردگی کے بارے میں سیکرٹری آف اسٹیٹ کو پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ قرار دیا گیا۔ پولیس کا یہ نظام قریباً ان اسلامی ممالک نے بھی اپنا لیا جو کسی نہ کسی طرح برطانوی سامراج کے زیر اثر رہے۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں بھی فوج اور پولیس کی تشکیل و تنظیم انگریز نے کی۔ البتہ مغلیہ دور میں کوتوال کا ادارہ جرائم کی بیخ کنی میں بھی قابل ذکر ہے۔

پولیس کے فرائض:

(۱) مجرمانہ میلانات کی روک تھام

(۲) مجرمانہ افعال کے واقع ہوئے کا سد باب

(۳) مجرموں کی گرفتاری' مال مسروقہ کی بازیابی' مجرموں کے مقدمات کے چالان تیار کر کے عدالتوں میں بھیجنا' نیز مقدمات کی پیروی

(۴) نظام حکومت کی حفاظت' ٹریفک کی بحالی اور شاہرات کی حفاظت

(۵) فوجداری اور دیگر تنظیمی قوانین کی پابندی کروانا

(۶) دہشت گردی جیسے جرائم کی روک تھام

(۷) انسانیت کی خدمت

(۸) الغرض جان' مال اور آبرو کی حفاظت

(۹) حادثات میں مدد

(۱۰) سڑکوں پر رات اور دن کو گشت

(۱۱) نظم و نسق کا قائم رکھنا

شرطہ کا ادارہ:

لسان العرب کے مطابق شرطہ مجاہدین کی اس جماعت کو کہا گیا ہے جو جنگ میں ہراول دستہ کی طرح آگے بڑھتا اور اپنے اوپر شرط عائد کرلیتا تھا کہ مرجائیں گے اور پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اسی طرح وہ جنگ میں جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ علامہ زمخشری' حافظ ابن حجر اور ازہری نے بھی ان جوانوں کے لئے شرط کا لفظ استعمال کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور رسالتؐ میں پولیس:

تاج دار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے مصلح، قائد، رہنماء، معلم الاخلاق اور مربی بن کر تشریف لائے۔ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد میثاق مدینہ کی صورت میں آپؐ نے اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپؐ نے اپنے دور مبارکہ میں پولیس کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ گو اس کے لئے کوئی خاص نام متعین نہیں تھا۔ آپؐ نے کئی بار بازار کا گشت کیا اور بازار میں فروخت کی جانے والی اشیاء کی پڑتال فرمائی اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ آیا دھوکہ اور فریب سے تو کوئی شے نہیں فروخت ہو رہی۔ الفتح الربانی میں ایک حدیث شریف نقل ہے:

"حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو غلہ فروخت کر رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے بھاؤ دریافت کیا اس نے بتایا۔ آپؐ کو وحی آئی کہ غلے کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھیں۔ آپؐ نے ہاتھ ڈالا تو وہ اندر سے گیلا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

دور رسالتؐ میں کوئی جرم کا ارتکاب کرتا تو صحابہ کرامؓ پکڑ کر لاتے۔ تو حکم ہوتا کہ اس کے ہاتھ پکڑلو۔

"حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کے زیور چھیننے کے لئے اسے قتل کردیا اور پتھر سے اس کا سر کچل کر کنویں میں ڈال دیا۔ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ موت تک اسے سنگسار کیا جائے چنانچہ اسے پتھر مارے گئے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔"

بخاری شریف میں درج ہے کہ ابو شریح الخزاع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا کوئی شخص مارا گیا ہو یا زخمی ہوا ہو اسے تین میں سے ایک بات کا اختیار ہے کہ قصاص لے لے، دیت لے لے یا معاف کردے۔ اگر اس نے کسی چوتھی بات کا ارادہ کیا تو اس کے ہاتھ پکڑ لو۔ اور اگر اس نے ان میں سے کوئی بات کرلی اور پھر زیادتی کی تو وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ نبی کریمؐ نے بعض جرائم کے الزم میں لوگوں کو محبوس بھی رکھا۔

سرکار دو عالمؐ نے قرض کی عدم ادائیگی اور اس میں ٹال مٹول پر بھی حبس (قید) کا حکم دیا۔ بعض جرائم پر خود ہی قید کی سزا دی لیکن ثبوت کے بغیر مارپیٹ کی اجازت نہیں اور نہ ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا کی۔ سنن ابوداؤد میں درج ہے کہ:

"حضرت عمرو بن شرید از والد خودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مال دار آدمی کا قرض ادا نہ کرنا اس کی عزت اور سزا کو حلال کردیتا ہے۔ ابن المبارک نے فرمایا کہ اس حدیث میں عزت کو حلال کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسے برا بھلا کہا جائے اور سزا سے مراد سزائے حبس ہے۔ بہز بن حکیم از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک شخص کو تہمت میں حبس میں رکھا۔

سنن نسائی میں لکھا ہے کہ نعمان بن بشیر کے پاس بنو کلاع کے کچھ لوگ اپنا مقدمہ لے کر آئے کہ جلاہوں نے ان کا سامان چوری کرلیا ہے۔ آپ نے انہیں کچھ روز حبس میں رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ یہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے انہیں بغیر آزمائش اور مارپیٹ کے چھوڑ دیا اس پر نعمان نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں انہیں ضرب کی سزا دوں۔ پھر اگر اللہ نے تمہارا سامان تمہیں دلوا دیا تو درست ورنہ میں تمہاری پیٹھوں سے اس کا بدلہ لوں گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ نعمان نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔

صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیروں کو مسجد کے ستون سے باندھ دینے کا حکم فرماتے تھے اور قاضی شریح غریم (نادہندہ مقروض) کو مسجد کے ستونوں سے باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

خرید و فروخت کے معاملات میں موقع پر سزا دی جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیان کے مطابق میں نے عہد نبویؐ میں دیکھا کہ لوگ غلہ اندازے سے خریدتے پھر اسے اگر اپنے ٹھکانے پر لے جانے سے قبل اسی جگہ فروخت کرتے تو انہیں مار لگائی جاتی۔

سنن دارمی میں لکھا ہے کہ حضرت ماعز اور غامدیہ کے زنا کے اعتراف کے وقت رسول اللہؐ نے ان سے ایسے سوالات کئے جن سے یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ ان کا اعتراف جنون یا کسی نفسیاتی دباؤ کے تحت نہیں ہے بلکہ وہ فی الواقع اعتراف جرم کرکے سزا پانا چاہتے تھے۔ ایک لڑکا جو کسی کے یہاں ملازم تھا وہ اپنی مالکہ کے ساتھ ملوث ہوگیا اس کا باپ اسے رسول اللہؐ کے پاس لے آیا۔ آپؐ نے مقدمہ کی تمام تفصیل سننے کے بعد حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ ملزمہ سے پوچھ گچھ کریں اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردیں۔

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ساتھ لے کر رات کے گشت پر نکلے اور ربیعہ بن امیہ بن خلف کے گھر پہنچے جو اس وقت شراب پی رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پوچھا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جواب دیا کہ "لاتجسسوا" کے حکم میں آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ وہاں سے لوٹ آئے۔

قیسؓ بن سعد بن عبادہ:

حضرت قیسؓ بن سعد بن عبادہ انصاری بہت جلیل القدر صحابی تھے۔ عرب کے بہادر اور جری تھے اور جنگی تدابیروں سے آشنا تھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت قیس بن سعدؓ کو اس کام پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ کسی کو محبوس کریں، کسی کو ماریں اور کسی کو پکڑ لیں چونکہ وہ رسول اللہؐ کی جانب سے ایسے فرائض انجام دیتے تھے جو صاحب الشرطہ (پولیس) کے فرائض ہیں۔ اس لئے حضرت انس بن مالک نے انہیں "صاحب الشرطہ" سے تشبیہ دی۔

ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی اپنی تصنیف "اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام" مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں رقم طراز ہیں کہ رسول اللہؐ کے عہد مبارک میں مجرموں کی گردن اڑانے کے لئے بھی بعض افراد مقرر کردیے گئے تھے اور حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ مقداد بن الاسودؓ محمد بن مسلمہؓ عاصم بن ثابتؓ اور ضحاکؓ بن سفیان کلابی اس خدمت کو انجام دیا کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے پاس تلوار لئے کھڑے رہے۔ (صفحات: ۴۰-۳۸)

دور خلفائے راشدین میں پولیس:

حضرت عمرؓ کے دور میں "الشرطہ" پولیس باقاعدہ طور پر وجود میں آئی۔ پولیس نے بعد ازاں حضرت علیؓ کے دور خلافت میں زیادہ ترقی پائی۔ حضرت عمرؓ نے پولیس کے شعبے کا نام "احداث" رکھا۔ پولیس افسران کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا قاتلوں کو گرفتار کرو اور کوئی انہیں پناہ نہ دے۔ مجرم کو پناہ دینا بذات خود ایک جرم ہے۔ حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ کو بازار کا نگران مقرر کیا۔ اسی طرح ایک عمر رسیدہ صحابیہ حضرت سمراء بنت اسدیہ کو آپ نے مقرر فرمایا۔ آپ کوڑا لے کر بازار میں گشت کرتی تھیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے معاملات کی تعمیل کرواتیں اور اس پر لوگوں کو مارا کرتی تھیں۔ حضرت علیؓ کے دور مبارکہ میں صاحب الشرطہ ہر وقت حاضر رہتا اور صبح و شام اپنی ڈیوٹی کے لئے مستعد رہتا۔ قیسؓ بن سعد بن عبادہ اس دور میں امیر تھے۔ ان کے پاس ہر وقت ۱۲ ہزار کی نفری موجود رہتی۔ حضرت علیؓ کے دور میں پولیس کے لئے "عسس" کا بھی لفظ استعمال ہوا ہے۔ رات کے وقت گشت کا نظام حضرت عمرؓ کے دور میں قائم ہوا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد اموی اور عباسی میں پولیس:

اس دور میں شرطہ عدلیہ کے ماتحت تھا۔ حدود کا اجراء بھی پولیس کے ذمے تھا۔ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵-۱۲۵) ہجری نے ایک محکمہ "نظام الاحداث" مقرر کیا۔ بنی امیہ کے عہد ہی میں اندلس میں اس محکمہ کی عظمت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اس دور میں پولیس کے دو شعبے تھے۔

(۱) الشرطہ الکبریٰ (بڑی پولیس)

(۲) الشرطہ الصغریٰ (چھوٹی پولیس)

الشرطہ الکبریٰ محکمہ کے افسران اور کارکنان حکومت کے اعمال پر کڑی نظر رکھتا تھا۔

عباسی دور میں بعض معاملات میں پولیس فوج کے ماتحت ہوتی تھی۔ افریقہ میں پولیس کے سربراہ کو حاکم' اسپین میں صاحب المدینہ اور مصر میں ترکوں کی حکومت میں اسے والی کہا جاتا تھا۔ تفصیل کے لئے الماوردی کی کتاب الاحکام السلطانیہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ صاحب الشرطہ کا تقرر اس شخص کا ہوتا جو خاندانی ہوتا۔ اندلس میں صاحب الشرطہ کو صاحب اللیل بھی کہا جاتا تھا۔ بعض ادوار میں اس کا مرتبہ اس قدر بلند ہوگیا تھا کہ وہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر اس شخص کو قتل کروا سکتا تھا جس کا قتل لازم ہوچکا ہو۔ اندلس میں نظام عسس رائج ہوا۔ نماز عشاء کے بعد دروازے بند کر دیئے جاتے۔ پولیس گلیوں کی حفاظت کرتی۔ اس کے ساتھ ہی دروازے پر چراغ بھی جلا رہتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں خلیفہ نے پولیس (شرطہ) کے نظام میں یہ اصلاح کی کہ ہر پولیس اسٹیشن پر دو متقی اور عادل گواہ موجود رہیں تاکہ جرم ثابت کرنے میں آسانی رہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ اسلامی نظام عدل کے صفحات ۹۳-۹۷ پر پولیس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے حسب ذیل تجاویز دی گئی ہیں:-

پولیس کی کارکردگی:

برصغیر میں پہلی بار پولیس فورس کو پولیس ایکٹ ۱۸۶۱ء کے تحت باضابطہ بنایا گیا تھا۔ اس ایکٹ کی دفعات کے مطابق صوبوں کو اپنے طور پر الگ پولیس کے قواعد و ضوابط بنانے کا اختیار دیا گیا تھا۔ یہ قواعد و ضوابط نوعیت کے اعتبار سے کم و بیش یکساں تھے۔ اس زمانے میں پولیس پر عدلیہ کی برتری کا اصول انتہائی اہم مانا جاتا تھا۔ پولیس کے تمام قوانین میں اور پولیس کے انتظامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قواعد میں بھی اندرونی معائنہ نظام (Inbuilt Inspection System) کا اہتمام محکم کیا گیا تھا۔ تھانہ کی سطح پر معائنہ کا طریق کار یہ تھا کہ ایس ایچ او سے اوپر کے عہدہ پر فائز پولیس افسران کے علاوہ مجسٹریٹ سال میں ایک مرتبہ پولیس اسٹیشنوں کا معائنہ اپنے فرائض کا ایک آئینی اور محکم حصہ سمجھ کر کرتا تھا۔ بہت سے صوبوں میں سب ڈویژنل مجسٹریٹ کو بھی اس کام کا اختیار دے دیا گیا تھا۔ یہ پولیس کی انتظامیہ کی جانچ پڑتال اور اس میں توازن پیدا کرنے کا ایک موزوں سوچا سمجھا نظام تھا۔ تجربہ نے اس بات کو ثابت کردیا کہ سرکاری انتظامیہ (بشمول پولیس کی انتظامیہ) کی بہتر کارکردگی کا انحصار اندرونی معائنہ نظام (Inbuilt Inspection System) کے تحت اس کے معائنہ اور جانچ پڑتال کرنے اور توازن برقرار رکھنے پر ہے۔ ڈسٹرکٹ جج اور ہائی کورٹ کے جج ماتحت عدالتوں کے عدالتی فرائض کا معائنہ کرتے تھے۔ اسی طرح سے پولیس کی نگرانی کے لئے سب ڈویژنل مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پولیس اسٹیشنوں کا باقاعدہ معائنہ کرنے کے پابند تھے۔ ان ہی وجوہ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو پولیس کے سپرنٹنڈنٹ کی سالانہ خفیہ رپورٹ مرتب کرنے کا اختیار تھا اور متعلقہ احکام اور قواعد نے محولہ جانچ پڑتال اور توازن کے عمل کو تحفظ دیا تھا۔ اس اصول کا مقصد ان افسران کو جو کہ خود پولیس کی ملازمت میں نہیں تھے بلکہ انتظامیہ اور عدالت کے متعلق تھے پولیس کے کام کی مؤثر جانچ پڑتال کی سہولت کو یقینی بنانا تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں اور آزادی کے بعد بھی کچھ سال تک یہ انتظامات بہتر طور پر چلتے رہے۔

نیم عدالتی نگرانی کا خاتمہ

آزادی کے بعد پولیس اور مجسٹریٹوں کی اس رقابت کے نتیجے میں جو کہ سابقہ سی ایس پی اور پی ایس پی کے ارکان کے درمیان رونما ہوئی درج بالا اصول کو بتدریج نقصان پہنچتا گیا۔ مجسٹریٹوں کی نگران کی حیثیت سے معائنہ کی ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کے عواقب کا کوئی احساس نہیں کیا گیا اور وقتاً فوقتاً پولیس کے قواعد و ضوابط میں من مانی ترمیم کی گئی جس کی وجہ سے مجسٹریسی کا نگران اعلیٰ اتھارٹی کی حیثیت سے کردار بالکل ہی ختم ہوگیا۔ یعنی جانچ پڑتال اور توازن اور تہذیب کار پیدا کرنے سے متعلق مدتوں کا قائم کردہ اصول چھوڑ دیا گیا اور آہستہ آہستہ پولیس مجسٹریسی سے تقریباً مکمل طور پر آزاد ہوگئی ہے۔ پولیس افسران کے خلاف شکایات کی تحقیقات ان کے نگران پولیس افسران کرتے ہیں اور ان معاملات کا غیر جانب دارانہ نقطہ نظر سے جائزہ لینے کے لئے کوئی ادارہ موجود نہیں ہے۔ ضلع میں امن و امان قائم رکھنا اب تک ڈسٹرکٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجسٹریٹ کی قانونی ذمہ داری ہے لیکن چونکہ پولیس پر اس کا مؤثر کنٹرول نہیں ہے لہٰذا عدالت کے احکام کی عدم تعمیل اور ضابطہ فوجداری کے تحت جاری کردہ احکامات کی عدم پابندی بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ افسوس ناک رجحان بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اور جب تک یہ حالت رہے گی کسی بہتری کی کوئی امید نہیں ہو سکتی اور عوام کے ذہن پر پولیس کے متعلق ناپسندیدہ ہونے کا تصور مزید گہرا ہوتا جائے گا۔

پولیس کی اصلاح

پولیس کے شعبہ میں مؤثر قیادت اور افرادی تنظیم (Leadership and Personnel Discipline) کی کمی کو قبل ازیں بھی محسوس کیا گیا ہے لیکن بد قسمتی سے ایک سرکاری محکمہ کی جانب سے دوسرے سرکاری محکمہ کی افادیت اور تنظیم پر اعتراضات کے عدم جواز کے باعث اس مسئلہ پر سنجیدگی سے کبھی غور نہیں کیا گیا۔ ان افسوس ناک حالات کے نتیجہ میں صورت حال اس مقام پر آپہنچی ہے کہ اب پولیس کی تنظیم مختلف بدعنوانیوں کا شکار ہے۔ موجودہ پولیس کے نظام میں جو کمی اور خامیاں ہیں ان کا ابتدائی پیراگراف میں بہت مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ انہیں سدھارنے کے لئے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور ہمیں ایسی تدابیر اپنانی چاہئیں جو عوام کے لئے مفید تر ہوں اس لئے ضروری ہے کہ ان تجاویز کا جنہیں ذیل کے پیراگراف میں بیان کیا گیا ہے عوامی بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے جائزہ لیا جائے۔

پولیس پر محتسب اعلیٰ کی نگرانی

محتسب کے دفتر کا قیام اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حکومت موجودہ انتظامی مشینری میں موجود مختلف خرابیوں کو دور کرنے کی حقیقی طور پر خواہاں ہے۔ لیکن انتظامی ڈھانچہ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے مؤثر بامقصد تجاویز میں پولیس سے متعلق اصلاحات کو بھی شامل کرنا ہوگا۔ اس لئے محتسب اعلیٰ کو پولیس کی کارروائیوں کی جانچ پڑتال کی مکمل آزادی ہونی چاہئے۔

دیگر اصلاحی تجاویز

۱۔ حکومت کو چاہئے کہ پولیس کا ضلعی سربراہ پولیس سے مقرر کرنے کے بجائے انتظامیہ سے مقرر کرنے کے احکام صادر کرے تاکہ پولیس کی کوتاہیوں پر ضلع کی انتظامیہ کو تنبیہ اور تدارک کا موقع حاصل رہے اور پولیس بالکل ہی بے لگام نہ ہوجائے۔ برطانوی حکومت میں ڈپٹی کمشنر بلحاظ عہدہ ناظم پولیس ضلع بھی ہوتے اور مجاز معائنہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اسی طرح حاکم تعلقہ (S.D.M.) اپنے تعلقہ کی پولیس کی نگرانی کا مجاز تھا۔

۲۔ ضلع کی پولیس کو اندرونی معائنہ نظام (Inbuilt Inspection System) کے ذریعے مجسٹریسی کے ساتھ مناسب قانونی تعلقات پر محکم کرنا چاہئے۔

۳۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ پولیس کی غیر جانب داری کے ساتھ اور منصفانہ طور پر نگرانی کی جاتی ہے۔ پولیس سے متعلق ضلعی مجسٹریسی کی اصلی حیثیت بحال کرکے جانچ پڑتال اور توازن پیدا کرنے کے احکام کو پولیس ایکٹ میں دوبارہ شامل اور نافذ کیا جائے۔ اس طرح اس بات کا بھی تعین ضروری ہے کہ پولیس کے معمولی اندرونی انتظام کی نگرانی میں ضلع کے اعلیٰ ترین انتظامی عہدہ داروں کی پوزیشن مؤثر رہے۔

۴۔ غیر سرکاری مشاورت: نچلی سطح کی انتظامیہ میں عوام کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے مقامی کونسلر، مجلس شوریٰ، اور پارلیمنٹ کے ارکان اور مساجد کے امام صاحبان پر مشتمل ضلع کمیٹی قائم کی جائے۔ پولیس کی کارکردگی پر بحث کرنے کے لئے وقفے وقفے کے بعد بصدارت ناظم پولیس ضلع (ڈپٹی کمشنر) اس کمیٹی کا اجلاس ہو۔ یہ عوامی ادارہ مختلف سطح پر پولیس کے فرائض کی ادائیگی میں مقامی لوگوں کے اشتراک اور اطمینان کے لئے بہت مؤثر ہوسکے گا۔ پولیس کی اصلاح کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ "اسلامی نظام عدل" میں حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں۔ صفحات ۲۱۹-۲۰ ملاحظہ ہوں:

الف: پولیس کے تربیتی اداروں کے نصاب میں مناسب ترامیم کی جائیں اور دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت پر زیادہ زور دینے کی غرض سے ان کے تربیتی نصابوں میں درس قرآن، باجماعت نماز اور دیگر دینی فرائض کی بجا آوری کا اہتمام کیا جائے۔

ب: پولیس کے تربیتی اداروں میں تجدیدی کورسوں کا اہتمام کیا جائے جن میں علمائے دین اور ماہرین سے دینی اور اصلاحی و اخلاقی پہلوؤں کے بارے میں درس دلوائے جائیں۔

ج: ریڈیو اور ٹی وی پر پولیس ملازمین کے لئے خصوصی پروگرام نشر کئے جائیں۔

د: ہر تھانہ میں پولیس کے شعبہ سے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ مع اردو ترجمہ کی صورت میں آویزاں کئے جائیں۔

ہ: کم تنخواہ پانے والے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و: دوران ملازمت جو ملازمین اپنی تعلیمی استعداد بڑھائیں ان کے لئے ترقی کے مواقع مہیا کئے جائیں۔

پاکستان میں پولیس کی اصلاح: چند تجاویز

پاکستان میں پولیس کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ مداخلت کا عنصر:

پولیس کا نظام اور اس کی کارکردگی اس وقت تک اچھی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے سرکاری کام میں مداخلت بند نہیں ہوتی۔ سفارش نے اس کی کارکردگی کو انتہائی بری طرح متاثر کیا ہے۔ پولیس کو آزادانہ کام کرنے دیا جائے۔ مقدمات کے درج کرنے اور تفتیش میں سفارش اور بیرونی مداخلت کو فوری طور پر ختم کیا جائے تاکہ پولیس انصاف کے مطابق کام کرسکے۔ وگرنہ اس کا خمیازہ قوم کو بھگتنا پڑے گا۔ پوسٹنگ اور ٹرانسفر میں مداخلت بند کی جائے اس طرح پولیس کے محکمہ میں بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ افسران کے اس کام میں مداخلت بند کی جائے۔

۲۔ پولیس کی بھرتی:

پولیس کی بھرتی میرٹ کے مطابق ہو۔ پبلک سروس کمیشن کی معرفت جو سلیکشن ہوتی ہے وہ تو بہتر ہے لیکن نچلی سطح پر بھرتی میرٹ اور تعلیمی استعداد کے مطابق ہو۔ سفارش کی لعنت کو فوراً بند کیا جائے وگرنہ پولیس کا معیار یقینی طور پر گر جائے گا اور رشوت ستانی اپنے عروج پر پہنچ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس کا اثر عوام اور معاشرے پر پڑے گا۔ پولیس کانسٹیبل سے لے کر ڈی ایس پی کی سطح تک ترقی اور بھرتی انصاف اور میرٹ کے مطابق ہو۔ وہ افسران جو افواج سے لیٹرل انٹری کی صورت میں آتے ہیں وہ بھی پبلک سروس کمیشن کی معرفت بھرتی ہوں تاکہ اہل افسران آئیں۔

۳۔ جرائم کی روک تھام: موقع پر انصاف:

ضابطہ فوجداری میں طریقہ تفتیش کے بارے میں اور عدالتی نظام میں اہم ترمیمات کی اشد ضرورت ہے۔ جب بھی قتل، اغوا برائے تاوان یا ڈکیتی وغیرہ کا جرم سرزد ہو تو مندرجہ ذیل افسران موقع پر فی الفور پہنچ جائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(I) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج
(II) ڈی ایس پی
(III) مجسٹریٹ درجہ اول
(IV) ایس ایچ او
(V) ڈاکٹر (قتل کے مقدمات میں)

موقع پر ہی شہادت لے کر فیصلہ دیا جائے۔ وہ مقدمات جن کی تفتیش انتہائی مشکل ہو یا ملزم نہ مل رہا ہو تو اس صورت میں شہادتیں قلم بند کرنے کے بعد جو شہادتیں رہ جائیں ایس ایچ او فوراً چند ایام کے اندر انہیں عدالت مجاز میں مہیا کرے۔ سنگین جرائم میں اپیل کا حق صرف ہائی کورٹ تک ہو۔ ملزمان کی ضمانت نہ ہو جب تک کہ بے گناہ ثابت نہ ہوں۔ اسی طرح دیگر جرائم چوری وغیرہ کا بھی مجسٹریٹ موقع پر جاکر ایس ایچ او کے ہمراہ فیصلہ کرے۔ اس طرح جرائم میں کمی ہوگی۔ ایف آئی آر کے طریقے میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ صرف اتنی اطلاع ہو کہ فلاں گھر میں فلاں وقت پر فلاں شخص مارا گیا۔ تفتیش مندرجہ بالا ٹیم خود کرے اور عدالت موقع پر فیصلہ سنائے۔

۴۔ پولیس کا احتساب:

پولیس کو با اختیار بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے کام میں بیرونی مداخلت بند کی جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پولیس کے احتساب کی بھی ضرورت ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس حالت میں نہیں کہ وہ پولیس کا احتساب کرسکے۔ محاسبہ کمیٹیاں جن میں منتخب نمائندے ہوتے ہیں وہ بھلا کیسے احتساب کرسکتے ہیں؟ یہ کوئی مناسب حل نہیں۔ جاپان میں بھی یہ طریقہ کار ناکام ہوا ہے۔ ضلع یا تھانہ کی سطح پر جرائم کی روک تھام کی کمیٹیاں شاذ و نادر ہی پولیس کے خلاف رپورٹ کرسکتی ہیں۔ اس ضمن میں ضروری یہ ہے کہ ضلع کی سطح پر پولیس افسران' انتظامیہ اور معززین پر مشتمل کمیٹیاں ہوں جو پولیس اہل کاروں کے خلاف کار روائی کرسکیں۔

۵۔ قوانین میں ترمیم:

دفعہ ۵۴ ضابطہ فوجداری کے تحت پولیس کسی کو بھی شک کی بناپر پکڑ سکتی ہے۔ اسی طرح دفعہ ۱۰۹ ضابطہ فوجداری کے تحت پولیس کسی کو آوارہ گردی کے جرم میں گرفتار کرسکتی ہے۔ ایسے قوانین پولیس کے ظالمانہ رویے میں اضافہ کرتے ہیں۔ عوام الناس کا استحصال اس طرح بند ہوسکتا ہے جب ایسے قوانین میں ترمیم ہو۔ بنگلہ دیش اور برطانیہ کی طرز پر قوانین اس ضمن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بنیں کہ پولیس ماسوائے سنگین جرائم کے گرفتار نہ کرسکے۔ دیگر جرائم میں عدالت کی اجازت اور مکمل تحقیقات کے بعد جب جرم میں ملوث پایا جانا ثابت ہو تو پھر گرفتاری کا حکم عدالت دے۔ ایف آئی آر یا ابتدائی رپورٹ کے درج ہونے کے فوراً بعد بغیر کسی تحقیق کے گرفتاری غیر قانونی قرار دی جائے تاکہ پولیس ناجائز اختیارات استعمال نہ کرے۔

۶۔ تفتیشی پولیس کی علیحدگی:

پولیس کی تفتیشی ٹیم علیحدہ ہو۔ پولیس میں پروٹوکول وغیرہ کا شعبہ علیحدہ ہو جو اہم مہمانوں کی دیکھ بھال کرسکے۔ پروٹوکول کے لئے استعمال کرنے سے پولیس کی کارکردگی پر برا اثر پڑتا ہے۔ تھانے میں تفتیشی شعبہ علیحدہ ہو اور اسے اسی کام کے لئے ہی مخصوص قرار دیا جائے۔ اس سے اور کوئی کام نہ لیا جائے۔ مقدمات کی پیروی کے لئے بھی سٹاف سے اور کام نہ لیا جائے۔ اس طرح پولیس کی کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے۔ انتہائی اعلیٰ کردار کے افسران جو دیانت دار بھی ہوں اور قابل بھی' وہ تفتیشی شعبہ میں شامل کئے جائیں اور انہیں تحفظ دیا جائے۔

۷۔ حبس بے جا اور عدلیہ:

حبس بے جا کے مقدمات اکثر و بیشتر دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں۔ عدالت عالیہ میں حبس بے جا کی رٹ کی جاسکتی ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو بھی اگر یہ اختیارات دیے جائیں تو ضلعی سطح اور تحصیل اور تھانہ کی سطح تک سائل کو فی الفور اور سستا انصاف مل سکتا ہے۔ اس طرح تھانے کی سطح تک احتساب بھی ہو سکتا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو جو درخواست حبس بے جا کے خلاف دی جائے اس میں کورٹ فیس یا تو بالکل نہ ہو یا پھر بہت ہی کم ہو۔

۸۔ گشت کا نظام:

گشت کے لئے علیحدہ پولیس ہونی چاہئے۔ تھانہ پولیس رات کو گشت کرتی ہے اور دن کو سرکاری ڈیوٹی جو انتہائی دشوار گزار ہے۔ مؤثر گشت کے نظام سے جرائم کی روک تھام ہوگی۔ سعودی عرب میں گشت کی پولیس المرور کہلاتی ہے۔ یہ نظام بھی پاکستان میں رائج کیا جائے۔ ہر ضلع میں جو ٹریفک داخل ہورہی ہے اور ہر شاہراہ یا سڑک پر جو شخص رات کو سفر کرے یا گزرے اس کی مکمل چھان بین ہو۔ اس طرح تخریب کاری کی روک تھام بھی ہوسکتی ہے اور سماج دشمن اور وطن دشمن عناصر کی نشان دہی بھی ہوسکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ جرائم کا طریقہ کار:

پولیس تھانے کی سطح پر مقدمات درج نہیں کئے جاتے۔ افسران بالا بڑھتے ہوئے جرائم کی صورت میں متعلقہ تھانہ انچارج کی بازپرس کرتے ہیں۔ چنانچہ مقدمات کے اندراج میں تاخیر کی جاتی ہے یا مقدمات درج ہی نہیں ہوپاتے۔ اسلحہ پکڑنے کی مہم کے دوران ناجائز اسلحہ لوگوں پر ڈال کر مہم کو کامیاب ظاہر کیاجاتا ہے۔ افسران بالا بڑھتے ہوئے جرائم کا نوٹس ضرور لیں لیکن ابتدائی رپورٹ کو بھی سامنے رکھیں۔ جرائم کی رپورٹیں ضرور درج ہونی چاہئیں۔

۱۰۔ شہری مسائل اور پولیس:

ایک موقف یہ ہے کہ شہر کے جرائم دیہاتوں سے مختلف نوعیت کے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کے لئے پولیس کمشنریٹ کی تجویز بھی ہے تاکہ پولیس امن عامہ کے معاملات میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر ہی پولیس کمشنر کے احکامات لے کر معاملات کو سلجھائے۔ اس طرح جرائم کی بیخ کنی ممکن نہیں۔ پولیس کو زیادہ محکمانہ سہولتیں دی جائیں تاکہ پولیس شہری علاقوں میں بطرز احسن کام کرسکے۔

۱۱۔ تخریب کاری اور دہشت گردی:

تخریب کاری اور دہشت گردی کی واردات میں اضافہ نہ صرف حکومت کی پریشانی کا سبب بنتا ہے بلکہ اس سے پولیس اور عوام میں بھی بے چینی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ان جرائم کو روکنے کے لئے یہ تجاویز ہیں:

(i) حکومت کی دیگر ایجنسیوں سے مدد لی جائے مثلاً افواج پاکستان اور دیگر جاسوسی ادارے جو غیرملکی ایجنٹوں پر نظر رکھتے ہیں تاکہ تخریب کاری رک سکے۔

(ii) وسیع سطح پر چھان بین ہو۔ محلّہ کمیٹیوں اور دیہی کمیٹیوں کے ذریعے سے غیر ملکی عناصر کی بھی چھان بین کرائی جائے۔

(iii) پولیس اہل کاروں اور افسروں کی اندرون ملک اور بیرونی ملک خصوصی تربیت کا انتظام ہو۔ ایسی تربیت جو تخریب کاری اور دہشت گردی کی روک تھام کے لئے مدد و معاون ثابت ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ تنخواہیں:

پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افسروں اور اہل کاروں کی تنخواہ خصوصی طور پر بڑھائی جائے۔ یہ انتہائی اہم ادارے ہیں۔ ان کی تنخواہیں بڑھانے سے صورت حال کافی بہتر ہوجائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ پولیس اہل کاروں کے بچوں کو حکومت مفت تعلیم دے یا ان کے وظائف جاری کرے تاکہ وہ بہتر تعلیم حاصل کرسکیں۔

۱۳۔ سہولیات:

پولیس کا نظام خوب سے خوب تر کیا جائے۔ انہیں مندرجہ ذیل سہولیات دی جائیں۔

(i) بہتر ٹرانسپورٹ تاکہ گشت اور جرائم کی روک تھام اچھی طرح ہوسکے۔

(ii) وائرلیس سیٹ زیادہ سے زیادہ ہوں۔

(ii) ٹیلی فون کی سہولیات بالخصوص دیہی تھانوں میں۔

(iv) جدید ترین اسلحہ مہیا کیا جائے۔

۱۴۔ رشوت کا خاتمہ:

پولیس کے محکمہ میں رشوت انتہائی باعث تباہی ہے۔ احتساب کا بہتر نظام ہو تاکہ رشوت کم ہوسکے۔ انسداد رشوت ستانی کا محکمہ موثر بنایا جائے۔ ایسے پولیس اہل کاروں اور افسروں کی جائیدادیں ضبط کرلی جائیں جنہوں نے رشوت کی کمائی سے جائیدادیں بنائی ہوں۔ خفیہ اداروں اور ذرائع کے ذریعے حکومت ان کے اثاثوں کی چھان بین کرے۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب تنخواہیں انتہائی معقول ہوں اور ضروریات زندگی انہیں مہیا کی جائیں۔ بصورت دیگر اس کا فائدہ نہیں۔ آسان قسطوں پر پلاٹ دیے جائیں یا حکومت انہیں گھر بنا کر دے اور تنخواہ سے کٹوتی کرتی رہے تاکہ یہ بنیادی سہولت بہم ہوسکے اور رشوت کا رجحان کم ہو۔

۱۵۔ بہتر تربیت:

پولیس کے لئے بہتر تربیت کی ضرورت ہے۔ "بھرتی کی پالیسی" میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعلیم یافتہ حضرات اس میں بھرتی ہوں۔ ہر سال ان پولیس اہل کاروں کو پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں بیٹھنے کا موقع دیا جائے جو انتہائی دیانت دار اور قابل ہوں تاکہ ایسے اہل کار اعلیٰ ترین عہدوں تک پہنچ سکیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ خدا خوفی کا عنصر:

خدا خوفی اور خود احتسابی ایسے عناصر ہیں جو انسان کو جرم، گناہ اور ظلم سے باز رکھتے ہیں۔ تربیت کے ذریعے سے پولیس اہل کاروں اور پولیس افسروں میں خدا خوفی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ بھرتی کرتے وقت اور تعیناتی کے وقت اس بات کا بالخصوص خیال رکھا جائے کہ ایسے اہلکار بھرتی ہوں اور اہم عہدوں پر فائز ہوں جو کردار کے لحاظ سے بے مثال ہوں۔ دیانت داری اور خدا خوفی کا جذبہ انہیں ہر خوف اور لالچ سے محفوظ رکھے گا۔

۱۷۔ تھانے کی سطح پر تبدیلی:

ساری خرابی قریباً تھانے کی سطح پر ہوتی ہے۔ تھانوں کا انچارج ان انسپکٹر صاحبان کو بنایا جائے جو اعلیٰ کردار کے مالک ہوں اور انتہائی دیانت دار ہوں۔ بصورت دیگر دیانت دار ڈی ایس پی یا اے ایس پی صاحبان کو تھانے کا انچارج بنایا جائے۔ ایک انتہائی اعلیٰ کردار کا سینئر آفیسر تعینات ہونے سے تھانے کی کارکردگی بہتر ہوگی۔ تھانے کا معائنہ بھی مؤثر ہوگا۔ پولیس افسران پولیس کے اہل کاروں کو ناجائز تحفظ دیتے ہیں۔ انتظامیہ بھی اس ضمن میں مؤثر نہیں رہی۔ تھانے کی اچانک انسپکشن کا اختیار ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کو بھی دیا جائے تاکہ نا انصافیاں کم ہوسکیں۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو حکومت کوئی اور تدبیر سوچے۔

۱۸۔ دیانت داری کی قدر:

دیانت دار اور بد دیانت شخص میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا۔ دیانت دار افسروں اور اہل کاروں کو اہم عہدے اکثر و بیشتر نہیں دیے جاتے۔ ایسے افسروں اور اہل کاروں کی خصوصی طور پر حکومت کی سطح پر قدر ہو۔ عوام میں بھی ایسے افسروں اور اہل کاروں کی کارکردگی کو پریس کے ذریعے اجاگر کیا جائے۔ دیانت دار شخص کو حکومت مکمل تحفظ دے۔ دیانت داری کی بنا پر فوری ترقی دی جائے بالخصوص جہاں کارکردگی مثالی ہو۔ اس طرح پولیس کا اخلاقی معیار بھی بلند ہوگا اور دیانت دار اہل کار اور افسر تحفظ کی فضا میں بطرز احسن اپنا کام کر سکیں گے۔

۱۹۔ جرائم اور دیگر عناصر:

پولیس جرائم کی روک تھام میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک جرائم کے محرکات اور اسباب کی بیخ کنی نہ کی جائے۔ طلباء کا ایک کثیر طبقہ جو بے روزگار ہے جرائم کی دنیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قدم رکھتا ہے۔ بے روزگاری کو ختم کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ ایسی فلمیں جو ہماری تہذیب کو کھوکھلا کر رہی ہیں ان پر پابندی عائد کردی جائے تاکہ ان غیر ملکی فلموں سے نوجوان نسل کو جرائم کی ترغیب نہ ملے۔ اسلامی فقہ کا نفاذ کیا جائے۔ عدالتی نظام اور پولیس کا نظام اسلامی طرز پر ڈھالا جائے۔ فوری انصاف دلایا جائے تاکہ جرائم میں کمی واقع ہو۔ پولیس کی شہادت کو قبول کیا جائے لیکن یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے جب پولیس اخلاقی معیار پر پوری اترے۔

۲۰۔ رویے میں تبدیلی کی ضرورت:

پولیس کا عوام کے ساتھ رویہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ البتہ وہ افسر جو اے ایس پی بن کر پولیس کے محکمہ میں آتے ہیں ان کا رویہ عموماً عوام کے ساتھ بہتر ہوتا ہے۔ پولیس کے رویے کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مشکل کام کو اس وقت ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے جب پولیس کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ بہتر سہولیات، بہتر تنخواہیں اور بہتر ماحول۔ جرائم کی روک تھام میں عوام بھی بڑا مؤثر کردار ادا کرسکتے ہیں۔ مجرموں کی نشان دہی میں وہ پولیس کا ہاتھ بھی بٹا سکتے ہیں اور سماج دشمن عناصر کو بے نقاب کرنے میں حکومت کی مدد بھی کرسکتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۹

مرکزی مذہبی ادارے

اسلام کے نظام ادارت میں مسجد' وقف اور خانقاہ مؤثر ادارے ہیں۔ اب فرداً فرداً ان پر بحث کی جائے گی۔

مسجد:

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کو بڑی اہمیت دی ہے۔ نبی اکرمؐ جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ نے مسجد ہی کا آغاز کیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر سے قبل آپؐ مسجد قبا میں نماز ادا فرماتے تھے۔ یہ عہد اسلامی کی پہلی مسجد ہے جو تعمیر کی گئی۔ اسلامی معاشرے میں مسجد تمدنی مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی اکرمؐ کے دور سے لے کر آج تک مسجد بطور ادارے کے بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس کی حیثیت کے کئی گوشے ہیں مثلاً:

(i) مرکز عبادت
(ii) سیاسی مرکز
(iii) انتظامی مرکز
(iv) عدلیہ کا مرکز
(v) تعلیمی مرکز

مذہبی لحاظ سے مسجد کی سب سے بڑی خصوصیت نظام صلوٰۃ کا قیام ہے۔ نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ مسجد ہی سے عساکر اسلام روانہ فرماتے اور یہیں جنگی مجالس ہوتیں۔ اسی طرح بیت المال کی تنظیم اور شکایات کا فیصلہ مسجد ہی میں ہوتا۔ قانونی فیصلے بھی یہاں ہوتے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی یہاں ہوتا۔ الغرض مسجد ایک انتہائی اہم ادارہ ہے۔

موجودہ دور میں اس ادارے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ شیخ محمد بشیر اپنے مقالہ "جدید اسلامی معاشرے میں مساجد کا کردار" جنگ راولپنڈی ۲۴ مئی ۱۹۸۹ء میں مسجد کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کرتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کا تنظیمی خاکہ

پاکستان میں مساجد کی کارکردگی تنظیم اور اختیارات سے متعلق ذیل میں ایک تجویزی خاکہ پیش کرتا ہوں:

مساجد کی نمبر شماری:

ملک کی تمام مساجد کو باقاعدہ طور پر شمار کیا جائے اور ان کو علاقائی و تنظیمی حلقوں میں تقسیم کیا جائے مثلاً محلّہ مسجد' دیہہ مسجد' تھانہ مسجد' ضلع مسجد' صوبہ مسجد اور مرکزی یا قومی مسجد۔ اس طرح لاہور کی شاہی مسجد' پنجاب کی صوبائی مسجد اور اسلام آباد کی فیصل مسجد ملک کی قومی مسجد ہوسکتی ہے۔ ہر صوبے میں ہر مسجد کو مخصوص کوڈ نمبر دیا جائے جو اس مسجد کی نشان دہی یا شناخت کا باعث ہو۔ جس کا با آسانی حوالہ دیا جاسکے۔ مساجد کے ایسے تمام نام ممنوع قرار دیے جائیں جن سے فرقہ یا ذات پات وغیرہ کی بو آتی ہو اور ہر مسجد اپنے کوڈ نمبر سے پہچانی جائے۔

حلقہ اقتداء یا حلقہ اختیار و کار:

ملک کی پوری آبادی میں ہرخاندان کے ہرفرد کو اپنے اپنے متعلقہ علاقہ کی کسی نہ کسی مسجد سے منسلک کیا جائے جس سے ہر مسجد کی اپنے اپنے حلقہ اقتدا و اختیار کی حدود مقرر ہو سکیں۔ اس طرح اوسطاً ہر مسجد میں قریب ۳۰ خاندان یا ۱۵۰ افراد کے لگ بھگ مسجد سے منسلک ہوکر اس کے حلقہ اقتدا یا انتظامی حدود میں شامل ہوں گے اور ہر شخص کے شناختی کارڈ میں اس کی متعلقہ مسجد کا نمبر بھی درج ہوگا۔

کوائف آبادی:

ہر مسجد میں اس کے حلقہ کار یا انتظامی حدود میں بسنے والے ہر شخص کے متعلق تمام ضروری کوائف و معلومات ایک مخصوص رجسٹر میں درج اور ریکارڈ کئے جائیں۔ مثلاً ہر شخص کے مکان کا نمبر اس کی تعلیمی قابلیت' تاریخ پیدائش' ذریعہ معاش' چال چلن' مالی اور سماجی حیثیت...وفات اور شادی کی صورت میں تاریخ وفات یا نکاح وغیرہ... ضلعی مسجد کی ہدایت اور سکیم کے مطابق ہر مسجد اپنے حلقہ میں واقع مکانات کو از سر نو نمبر لگائے اور یہ نمبر کبھی تبدیل نہ ہوں اور ہمیشہ قائم رہیں۔ ایک مکان کا نمبر کبھی بھی کسی دوسرے مکان کو نہ دیا جائے خواہ وہ مکان منہدم ہوکر ختم ہی کیوں نہ ہو جائے۔ دوسرے تمام محکمہ جات بھی مثلاً بلدیاتی ادارے یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیکسیشن جائیداد کا محکمہ اپنے ریکارڈ میں ان مکانات کو وہی نمبر دیں گے جو مسجد سے لئے جائیں گے۔ آبادی کے مذکورہ بالا تمام کوائف صوبائی اور مرکزی مساجد میں بذریعہ کمپیوٹر ریکارڈ کئے جائیں۔ اس طرح حکومت کو ملک کے کسی بھی شہری سے متعلق مطلوبہ کوائف ایک منٹ کے اندر اندر مرکزی یا صوبائی مساجد سے معلوم ہوسکیں گے۔ گویا ایک مسلسل اور مکمل مردم شماری اور اعداد و شماری کا عمل ہر وقت جاری رہے گا اور ملک کے سماجی و معاشی حالات ہر وقت حکومت کی نگاہ میں رہیں گے۔

نظام کی پابندی:

تمام مساجد کا انتظام و اختیار اور کارکردگی مرکزی اور صوبائی مساجد کے ذریعہ ہو۔ ان تمام مساجد کا نظام مرکزی حکومت میں قائم کی گئی وزارت قومی رہنمائی کے تحت ہو اور مذکورہ وزارت جو نظام وضع کرے اس نظام کو قانونی تحفظ دیا جائے اور تمام مساجد کو اس نظام یا تنظیم کا پابند بنایا جائے۔ موجودہ وزارت مذہبی امور کو ختم کرکے اس کو وزارت قومی رہنمائی میں تبدیل کردیا جائے کیونکہ اسلام میں خیر کے تمام امور مذہبی یا دینی امور ہوتے ہیں۔ موجودہ نام سے تفریق پیدا ہوتی ہے۔ اور ایسا لگتا ہے جیسے وزارت مذہبی امور کے علاوہ دیگر وزارتوں کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اسلام تو مذہب ہے ہی نہیں بلکہ دین ہے جس میں خیر کے تمام امور و شعبہ جات دینی امور و شعبہ جات ہوتے ہیں۔

مساجد:

ہر مسجد میں ایک مسجد کمیٹی قائم ہو جو مسجد کے روز مرہ کے انتظامی و دیگر معاملات اور مقامی حالات کو ضلعی و صوبائی مساجد کی ہدایات و ضوابط کے مطابق کنٹرول کرے۔ یہ کمیٹی مسجد کے تنظیمی حلقہ کے لحاظ سے پانچ سے پندرہ افراد پر مشتمل ہو۔ مسجد کمیٹی کے ان ممبران کا انتخاب مسجد کے انتظامی حلقہ میں رہنے والے ہر خاندان کے سربراہان اکثریت رائے سے کریں۔ پھر ہر مسجد کمیٹی کا ایک چیئرمین یا صدر ہو جس کا انتخاب مسجد کمیٹی کے مذکورہ ارکان کریں۔ اگر کسی مسجد کا حلقہ اس قدر مختصر ہو کہ اس میں کمیٹی کا انتخاب ممکن یا مفید نہ ہو تو اس مسجد کے انتظامی معاملات و کنٹرول ملحقہ مسجد سے منسلک ہوں۔

ہر گاؤں کی بڑی مسجد (دیہہ مسجد) کے چیئرمین کمیٹی بلحاظ عہدہ تھانہ مسجد کمیٹی کے ممبر ہوں اور ہر تھانہ مسجد کمیٹی کے چیئرمین بلحاظ عہدہ ضلع مسجد کمیٹی کے ممبر ہوں جو اپنی اپنی جگہ تھانہ کمیٹی اور ضلع مسجد کمیٹی کے چیئرمین کا انتخاب کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کا رابطہ باہمی:

تمام ضلعی مساجد کا مواصلاتی رابطہ صوبائی اور قومی مساجد سے مسلسل قائم رہے اور ضلعی مساجد ایک طرف صوبائی و مرکزی مساجد اور دوسری طرف تھانہ مساجد کے درمیان رابطہ کا کام دیں۔ مناسب قانون سازی کے ذریعہ تھانہ مساجد پر ضلع مساجد اور ضلع مساجد پر صوبائی مساجد کے کنٹرول کے اختیارات وضع کئے جائیں۔

دیگر متفرق کمیٹیاں:

ہر ضلع مسجد میں انتظامی کمیٹی کے علاوہ دیگر کمیٹیاں مثلاً تعلیمی کمیٹی' مالیاتی کمیٹی' عدل و احسان کمیٹی وغیرہ بمطابق ضروریات قائم ہوں جو تمام ضلع کے متعلقہ امور' مثلاً تعلیم' مالیات انصاف وغیرہ کی نگرانی کریں۔

کنٹرولنگ اتھارٹی:

ایک تھانہ مسجد کی کمیٹیاں برابر کے اختیارات کی حامل ہوں اور تھانہ مسجد ہی اپنے تھانے کے علاقہ میں بنیادی کنٹرولنگ مسجد ہو جبکہ ضلعی مسجد کمیٹیاں صوبائی اور مرکزی مساجد کی سرپرستی میں اپنے فرائض کی انجام دہی کریں۔ ضلعی مسجد کی پیشگی اجازت کے بغیر اور اطلاع کے بغیر کوئی نئی مسجد تعمیر نہ ہو اور یہ تعمیر دیے گئے نقشے کے مطابق ہو۔ مختلف سائز کے قطعات اراضی پر تعمیر کے لئے صوبائی مساجد اپنے نمونہ تعمیر کے ماڈل ہر ضلعی مسجد کو مہیا کرے۔

فرقہ آرائی کا خاتمہ:

ایسی تمام تنظیمیں اور انجمنیں توڑ دی جائیں جن سے مسلمانوں کے درمیان فرقہ آرائی ظاہر ہوتی ہو اور مساجد کو کبھی اس لحاظ سے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ مسجد جب خدا کا گھر ہے تو سب کا گھر ہے اور خدا کی ساری مخلوق کا اس پر حق ہونا چاہئے کیونکہ سب کا خدا ایک ہے عملاً تو ایک طبقے نے لوگوں کو فرقوں میں بانٹ کر اسے اپنا گھر بنا رکھا ہے اور باہر خدا کے گھر کا لیبل لگا دیا ہے۔ جہاں خدا کے بندوں کے معاملات کا ذکر تک منع ہے اور کہتے ہیں "یہ خدا کا گھر ہے' یہاں سیاست کی بات کرنا گناہ ہے"۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیاست اگر دین سے جدا ہو تو چنگیزی بن کر رہ جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تحقیقاتی کمیشن:

مرکزی (قومی) مسجد میں ایک مستقل اسلامی تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جائے۔ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ مفکرین پر مشتمل ہو۔ جو اجتہاد کی مدد سے مکمل تحقیقات کے بعد اہم دینی موضوعات پر اوامر و نواہی سے متعلق فتاویٰ جاری کرے اور اس کمیشن کے علاوہ کسی شخص کو کوئی فتویٰ جاری کرنے کا اختیار نہ ہو اور اس میں قانونی ممانعت ہو۔ ہر شخص کو اپنی رائے ظاہر کرنے کی آزادی تو ہوگی لیکن وہ اپنے رائے کو دینی فتویٰ کے طور پر اگر پیش کرے تو یہ قابل مواخذہ امر ہوگا۔ ایسے ہر قسم کے فتاویٰ جاری کرنے کا اختیار صرف اسلامی تحقیقاتی کمیشن کو ہو جو از خود یا عوام کی درخواستوں پر فتاویٰ جاری کرے۔ یہ کمیشن مساجد کے نظام کو زیادہ مؤثر بنانے کے متعلق مسلسل تحقیق پر مامور ہو۔

رویت ہلال:

یہی کمیشن علم فلکیات کے حساب سے پیشگی سال کے آغاز میں عیدین اور رمضان کے چاند کی تواریخ کا بھی اعلان کرے اور رویت ہلال کمیٹیاں توڑ دی جائیں۔ فرمان الٰہی ہے کہ چاند سورج مقررہ حساب کے مطابق گردش کرتے ہیں تو مذکورہ تواریخ عیدین وغیرہ کا اعلان سالوں پہلے کیا جاسکتا ہے۔

مساجد کا مالیاتی نظام (بیت المال):

ہمارے ہاں چونکہ مساجد میں عطیات و صدقات کی رقوم کی رضاکارانہ ادائیگی کے باعث ثواب ہونے کا یقین موجود ہے اور مزید جب لوگوں کو یہ یقین بھی ہو کہ مساجد کے ارباب بست و کشاد سوسائٹی کے معاملات و ضروریات میں شریک و دخیل ہو کر یہ رقوم ان ہی کے بہبود و فلاح پر خرچ کریں گے تو یہ رضاکارانہ عطیات کئی گنا بڑھ جائیں گے اور آگے چل کر جب مساجد کا نظام زیادہ مؤثر اور مقبول ہوگا تو اختیاراتی اور رضاکارانہ ادائیگیوں کے ساتھ ساتھ کچھ ادائیگیوں کو لازمی بھی قرار دیا جاسکتا ہے جو لوگ خوشی سے ادا کریں تو اس طرح مساجد کے فنڈز میں اربوں روپے اکٹھے ہوں گے۔ جو محلوں اور علاقوں کی بہبود و فلاح کے علاوہ قومی اہمیت کے منصوبوں پر بھی مسجد کے مقررہ کروار کے مطابق خرچ کئے جاسکتے ہیں۔ تمام ادائیگیوں اور اخراجات کا الگ الگ جامع نظام وضع کرنا ہوگا کیونکہ تمام مساجد انہی رقوم (بیت المال) کی مدد سے سوسائٹی میں فلاح و بہبود کا کروار ادا کریں گی۔ صوبوں میں صوبائی مساجد کو باقاعدہ رسیدات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بک جاری کریں۔ ہر ادائیگی کی باقاعدہ رسید جاری ہو۔ تمام رقوم کا باقاعدہ ریکارڈ اور رجسٹر موجود ہو۔ ہر مسجد میں ایک خازن مقرر ہو اور ہر مسجد کا اپنا بینک اکاؤنٹ ہو جس کو انتظامی کمیٹی کا چیئرمین یا خازن چلائے۔ فنڈز کی صورتحال سے ضلع مسجد کو باقاعدہ آگاہ کیا جاتا رہے اور ملک بھر کی مساجد کا حساب صوبائی اور مرکزی مساجد میں بھی موجود ہو۔ ہر مسجد کی مسجد کمیٹی (انتظامی کمیٹی) اپنے طور پر جمع شدہ فنڈز کا ایک چوتھائی حصہ تک خود خرچ کر سکے گی اور اس سے زائد اخراجات کے لئے تھانہ مسجد یا ضلع مسجد سے منظوری لینی ہوگی۔ تاہم ہر مسجد کو اپنی ضلعی اور صوبائی مسجد کی ہدایت کے تحت اپنے فنڈز کا ایک مخصوص حصہ علاقہ کے فلاحی منصوبوں کے لئے وقف رکھنا ہوگا۔ زکوٰۃ کا پورا نظام اور رقوم بھی مساجد کے حوالہ ہوں۔ موجودہ رقوم بھی مرکزی اور صوبائی مساجد میں منتقل کردی جائیں۔ مستقل زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کی جائیں جنہیں زکوٰۃ کی وصولی اور ان کے اخراجات کی مدات طے کرنے کا فریضہ سونپا جائے۔

مساجد کا تدریسی نظام:

اسلام میں درس و تعلیم کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ ہر مرد اور عورت پر حصول علم فرض ہے۔ خواہ چین تک جانا پڑے۔ پنگھوڑے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرنے کا حکم ہے۔ قرون اولیٰ میں ہمیشہ مسجد ہی علم و دانش کا مرکز رہی ہے لیکن افسوس کہ آج مسجد اپنے اس کردار سے بھی محروم ہے۔ اسلام میں جس طرح دین اور دنیا میں کوئی تفریق نہیں۔ یہ تفریق بعد کی پیداوار ہے۔ اسی طرح دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم بھی بعد کے دور کی حادثاتی اصطلاحیں ہیں اور دنیا میں ہماری پستی اور جہالت کی ایک بڑی وجہ یہی تفریق علم ہے۔ اسلام میں وہ تمام علوم جو خیر کو بڑھا دیتے ہیں وہ دینی علوم ہیں۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم فوری طور پر اپنی مساجد اور دینی مدارس میں جدید ترین علوم اور جدید ترین تعلیمی ذرائع کی بنیاد رکھیں۔ ابتدا یہ ڈھانچہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر کیوں نہ ہو۔ آئندہ چل کر یہ ایک عظیم تعلیمی ڈھانچہ کی شکل اختیار کر جائے گا اور بڑے بڑے سائنس دان دیہاتی مساجد کی ابتدائی تعلیم کی بدولت پیدا ہوں گے۔ جب ہمیں حضور نبی اکرمؐ کے اس فرمان کا علم ہوتا ہے کہ "علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے" تو حضورؐ کے اس فرمان کے علم ہونے سے ہی دینی علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ عملاً چین جانا بھی پڑتا ہے اور پھر چین جاکر اگر ہمیں یہ علم ہو کہ انسانی جسم میں کل ۲۰۶ ہڈیاں ہوتی ہیں تو یہ بھی دینی علم ہوگا (چین سے یہاں مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں سے علم حاصل ہوسکے)۔ جہاں تک ممکن ہو مسجد میں کسی نہ کسی شکل میں ابتدائی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے۔ جس کا نصاب جدید ترین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیمانے پر ہو۔ ضلعی و صوبائی اور مرکزی مساجد یہ نصاب وضع کریں۔ مختلف دینی مدارس میں بھی ان ہی متعلقہ مساجد کے تحت کام کریں جہاں فنی تعلیم کے علاوہ غیرملکی زبانوں مثلاً عربی' فارسی' انگریزی' چینی' جاپانی وغیرہ کی بھی تعلیم دی جائے۔

مساجد کا مصالحتی نظام:

اسلام میں عدل و احسان کی اہمیت کسی بیان کی محتاج نہیں۔ اگر کوئی دو مسلمان آپس میں ناراض ہوں تو باقی مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا دائمی حکم ہے کہ ناراض اور متحارب گروپوں کی آپس میں صلح کرا دیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس واضح حکم کے باوجود دینی حلقوں میں ایسی کسی مصالحت کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ اللہ کے اس حکم کی بجا آوری کے لئے مسجد ایک بہترین جگہ ہے۔ چنانچہ مساجد کے اس نظام میں لازم ہو کہ ہر مسجد کی انتظامی کمیٹی' مصالحتی کمیٹی کا کام بھی کرے اور اس کمیٹی کا یہ فرض ہو کہ اپنے حلقہ اختیار میں موجودہ تمام تنازعات کی مصالحت از خود کرانے کی کوشش کرے اور اس کام کو شروع کرنے کے لئے کسی فریق کی درخواست کا انتظار نہ کیا جائے۔ کیونکہ مصالحت کا یہ کام حکم الٰہی کی اطاعت کے تحت ہوگا اور اگر بذریعہ مصالحت فریقین کی درخواست کا تنازعہ طے نہ ہوسکے تو متحارب فریقین میں مقدمہ بازی کی صورت میں اصل حقائق اور تنازعہ کی نوعیت کے بارے میں مساجد کی مصالحتی کمیٹی کی رپورٹ عدالت میں قابل ادخال شہادت ہوگی اور دیگر شہادت کے ہمراہ قابل غور تصور ہونی چاہئے۔ فوجداری مقدمات اور جرائم سے متعلق بھی ایسی ہی رپورٹیں جو تھانہ مسجد کمیٹی کی طرف سے تیار ہوں وہ بھی قانوناً قابل ادخال شہادت ہوں اور فیصلہ مقدمہ میں عدالت دیگر شہادتوں کے علاوہ ان رپورٹوں پر بھی غور کرے۔ اس ضمن میں آگے چل کر مزید اور مفید قواعد و قوانین حسب ضرورت وضع کئے جاسکتے ہیں۔

انتظامی اور متفرق امور کا نظام:

اس جدید دور میں سوسائٹی کا ہر شعبہ اس قدر وسیع اور پیچیدہ ہوچکا ہے کہ تمام شعبہ جات کے امور و معاملات اکیلے مسجد کے حوالہ نہیں کئے جاسکے۔ مثلاً تعلیم کا شعبہ جو کسی زمانہ میں صرف مسجد کے ذمہ تھا اب بذات خود مسجد سے الگ ہوکر ایک بہت بڑا اور وسیع شعبہ بن چکا ہے۔ اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اہم شعبہ جات حیات اور ابتدائی نچلی سطح کے معاملات بہرحال مسجد میں واپس جانے چاہئیں۔ اس کے علاوہ دوسرا مقصد یہ ہے کہ مختلف شعبہ جات کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نگرانی اور رہنمائی بھی مسجد کے سپرد ہونی چاہئے کیونکہ ہر شعبہ میں بددیانتی روز افزوں ہے اور اہل مسجد چونکہ نیک' دیانت دار اور خدا ترس لوگ ہوتے ہیں تو سوسائٹی کو ان کی نیکی اور دیانت داری کا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جہاں ہم نے بے شمار بد دیانت اور بدعنوان لوگوں کو افسر بناکر وسیع اختیارات دے رکھے ہیں تو ان لوگوں کو جو سختی سے عبادات میں مصروف رہتے ہیں اور ان عبادات کی خاطر اپنا آرام و سکون خوشی سے قربان کرتے ہیں' خدا اور رسولؐ سے دلی محبت رکھتے ہیں' نیکیاں کرتے ہیں' صاحب کردار ہیں' کیوں نہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے مامور کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے چند مزید اختیارات و کردار مسجد کے سپرد کر دیے جائیں۔

سرکاری ملازمین کی نگرانی:

ہر تھانہ کی تھانہ مسجد کمیٹی اپنے متعلقہ تھانہ کی حدود میں تمام سرکاری افسران خصوصاً پولیس کے ملازمین کی شہرت کا خفیہ ریکارڈ رکھے اور بری شہرت کے حامل افسران و ملازمین سے متعلق خفیہ رپورٹیں بالائی افسران کو ارسال کرے اور خاص مدت تک کوئی کارروائی نہ ہونے کی صورت میں ضلع مسجد یا صوبائی مسجد کو حالات سے آگاہ کرے جو وضع شدہ قواعد کے مطابق کارروائی کرے۔ ہر قسم کی رشوت ستانی اور بدعنوانی کی کھوج اور انسداد میں تمام مساجد کمیٹیاں ہر وقت نگاہ رکھیں۔ اور راشی اور بدعنوان افسران کے خلاف مناسب کارروائی تجویز کریں جس سے ایک صالح معاشرہ وجود میں لایا جاسکے گا۔ اس مقصد کے لئے مناسب قانون سازی کے مراحل طے کرنا ہوں گے۔

محتاج گھروں کا قیام:

ضلعی مسجد کی نگرانی میں ابتداً ہر ضلع میں ایک محتاج گھر قائم کیا جائے جس میں تمام معذور اور بے سہارا لوگوں کو رکھا جائے اور جس جس کام کے وہ اہل ہوں وہ کام ان کو سکھایا جائے۔ یہ محتاج گھر زکوٰۃ فنڈ سے چلائے جائیں اس کے بعد گداگری قانوناً جرم قرار دے دی جائے۔ آئندہ چل کر حسب ضرورت ایک ضلع میں ایک سے زیادہ محتاج گھر بھی قائم ہوسکتے ہیں۔

انسداد منشیات:

اپنے حلقہ کے اختصار کی وجہ سے مسجد کے لئے منشیات کے عادی لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اس کا مناسب انسداد کرنا بہت آسان ہوگا یہاں تک کہ تمباکو نوشی اور کثرت چائے نوشی کا بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد کی انتظامی کمیٹیاں انسداد کر سکتی ہیں۔

سرٹیفکیٹوں کی تصدیق:

طلبہ اور دیگر افراد کے مختلف سرٹیفکیٹ وغیرہ کی تصدیق کا اختیار تھانہ مسجد کو ہونا چاہئے۔ موجودہ وقت میں طلبہ اور عوام کو متفرق تصدیقوں کے لئے عدالتوں کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں اور چونکہ مجسٹریٹ صاحبان کی لوگوں سے کوئی ذاتی واقفیت نہیں ہوتی اس لئے عوام کو بے پناہ تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔

عبادات و عقائد میں رہنمائی:

اقامت صلوٰۃ' ایتائے زکوٰۃ' روزہ' حج وغیرہ کی ادائیگی میں عوام کی رہنمائی اور دین کے صحیح مقاصد اور اصل مفہوم سے عوام کو آگاہ کرنا' لاؤڈ سپیکر کا جائز اور مناسب استعمال کرنا جو عوام کے لئے باعث ایذا نہ ہو اور ایسا انتظام کرنا کہ ایک شہر اور ایک علاقہ میں ایک ہی وقت اذان دی جائے۔ عوامی اہمیت کے تمام ضروری اعلانات کو مسجد کے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ تشہیر کرنا اور نئے قوانین سے عوام کو آگاہ رکھنا۔ دیگر کئی قسم کے متفرق امور مسجد سے خوش اسلوبی سے انجام پا سکتے ہیں اور اس مقدس ادارہ کے ذریعہ ایک مقدس اور صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور حضرت علامہ محمد اقبال کی یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے۔

سبق پھر پڑھ عدالت کا' صداقت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

وقف

فتاویٰ عالمگیری (اردو ترجمہ از مولانا سید امیر علی قانونی کتب خانہ' لاہور) میں وقف کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

وقف کی تعمیر و رکن و سبب و حکم و شرائط کے بیان میں اور جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہو اور جن سے پورا نہیں ہوتا ہو ان کے بیان میں امام اعظمؒ کے نزدیک وقف شرع میں حبس کرنا مال عین کا ملک وقف کنندہ پر اور تصدق کرنا اس کی منفعت کا فقیروں پر یا اور کسی وجہ خیر پر اور یہ بمنزلہ عواری کے ہے کذا فی الکافی پس یہ لازم نہ ہوگا کہ اس سے رجوع نہ کر سکے۔ بلکہ وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ وقف سے رجوع کرے اور اس مال کو فروخت کر دے۔ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمرات میں ہے اور کسی طریقہ سے سوائے دو طریقوں کے وقف لازم نہیں ہوجاتا ہے۔ اور دو طریقے یہ ہیں۔ اول آنکہ کوئی قاضی اس کے لازم ہوجانے کا حکم دے دے اور دوم آنکہ خارج بمخرج وصیت ہو۔ پس یوں کہے کہ میں نے اپنے اس وار کی آمدنی کی وصیت کردی تو ایسی صورت میں وقف لازم ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شرع میں وقف یہ ہے کہ مال عین کا حبس کردینا ملک اللہ پر ایسی وجہ سے کہ اس مال عین کی منفعت بندوں کی طرف عود کرتی رہے۔ پس صاحبینؒ کے موافق وقف لازم ہوتا ہے اور مال وقف فروخت و ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ وہ میراث ہوسکتا ہے۔ یہ ہدایہ میں ہے اور عیون و ینتیمیہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے شرح نقایہ شیخ ابوالمکارم میں ہے اور امام اعظم کے نزدیک وقف کرنے والے کی ملک مال وقف سے قاضی کے حکم سے زائل ہوجاتی ہے۔ پس لازم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا متولی کو مال وقف سپرد کردے پھر یہ حجت کرکے کہ وقف لازم نہیں ہوا ہے وقف سے رجوع کرے۔ قاضی اس کے لازم ہونے کا حکم دے دے۔ پس یہ وقف بالاتفاق لازم ہوجائے گا۔ (ص: ۶۰' جلد چہارم)

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب فقہ عمرؓ رسالہ در مذہب فاروق اعظمؓ (ترجمہ از ابویحییٰ امام خان نوشہروی) ادارہ ثقافت اسلامیہ صفحہ نمبر۱۶۱ پر رقم طراز ہیں:

عن ابن عمر ان عمر قال یا رسول الله انی اصبت من خیبر مالا مالم اصب ما لا قط اعجب الی واعظم عندی منه

فقال رسول الله رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان شئت حبست اصله وسبلت ثمره

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے امیر المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ جو زمین مجھے خیبر سے حصہ میں ملی ہے آج تک نہ تو اس قدر منفعت کی کوئی شے مجھے میسر ہوئی نہ اتنی مرغوب اور نہ اس افراط سے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اے عمر) اگر تم چاہو تو اصل اراضی اپنی ملکیت میں رہنے دو اور اس کی پیداوار و ثمرہ وغیرہ فی سبیل اللہ وقف کردو۔

اس پر حضرت عمرؓ نے یہ اراضی مندرجہ ذیل حدود پر وقف کردی۔

(۱) اصل اراضی نہ تو بیع ہوگی' (۲) نہ ہبہ ہوگی' (۳) اور نہ ترکہ میں تقسیم ہوگی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی آمدنی ان مدوں میں خرچ کی جائے۔

۱۔ فقراء میں

۲۔ میرے خویش اقارب میں

۳۔ ضروریات دین میں

۴۔ مسافروں کے تکفل میں

۵۔ مہمانوں کی ضیافت میں

۶۔ متولی اراضی کی ضروریات میں

۷۔ متولی کے ان دوستوں کے تکفل میں جو تونگر نہ ہوں۔

(نمبر ۷ کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ "ان دوستوں کے تکفل میں جو اس مال کو جمع نہ کر رکھیں (یعنی وہ مال دار نہ ہوں)"

بقول مولانا منیب الرحمٰن (قانون شریعت' مطبوعہ مکتبہ فریدی' کراچی ایڈیشن' ۱۹۸۲ء صفحہ: ۹۷)

وقف ایکٹ میں تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ "وقف سے مراد کسی مسلمان کا اپنی جائیداد کو دائمی طور پر کسی ایسی غرض کے واسطے منتقل کردینا جو ازروئے شرع مذہبی یا خیراتی کہی جاسکتی ہو۔"

اصطلاح شریعت میں وقف کے معنی ہیں کسی شے کو اپنی ملکیت سے خارج کرکے خداوند عزوجل کی ملکیت میں کر دینا۔ اس لئے کہ اس کا منافع بندگان خدا کو ملتا رہے۔ جب کوئی چیز وقف کردی جائے تو وہ واقف کی ملکیت سے نکل کر معنوی طور پر خدا کی ملکیت میں آجاتی ہے اور شے موقوفہ سے جو نفع حاصل ہو وہ بندگان خدا کے فائدے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

وقف کا حکم:

چونکہ جائیداد موقوفہ معنوی طور پر اللہ عزوجل کی ملکیت میں آجاتی ہے۔ اس لئے اس پر واقف کا حق ملکیت باقی رہتا ہے اور نہ موقوف علیہ یا متولی کو حق مالکانہ حاصل ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وقف کو باطل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بیع' ہبہ' وراثت' رہن یا کسی اور طریقے سے کسی شخص کے نام منتقل کیا جاسکتا ہے۔ صرف جائیداد موقوفہ کی آمدنی اور اضافہ کو موقوف علیہم کے فائدے کے لئے استعمال میں لیا جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کا طریقہ کار (Form of Waqf):

جواز وقف کے لئے لفظ وقف کہنا ضروری نہیں بلکہ اس کے ہم معنی ایسے الفاظ بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں جن سے عرف و عام میں وقف سمجھا جائے۔ البتہ ضروری ہے کہ واقف کا ارادہ اور نیت واضح طور پر معلوم ہوجائے نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کار خیر کے لئے کیا جائے۔ وقف زبانی بھی ہو سکتا اور تحریری بھی۔ اگر وقف ضابطہ تحریر میں لایا گیا ہو تو اس تحریری دستاویز (Document) کو "وقف نامہ" کہتے ہیں۔

نوٹ: ہند امانت ایکٹ (Indian Trust Act II 1882) کے احکام وقف سے متعلق نہیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۱ مذکورہ ایکٹ)

وقف دوامی ہونا چاہئے (The dedication must be permanent):

مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک وقف کا دائمی (Permanent) ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کوئی جائیداد مدت مقررہ کے لئے وقف کی گئی تو خواہ وہ مدت کتنی ہی زائد کیوں نہ ہو تو یہ وقف صحیح نہیں ہوگا۔

اہل سنت کے نزدیک دائمی غرض کا اظہار ضروری نہیں:

احناف کے نزدیک اس مقصد کے لئے خاص طور پر لفظ دوام بولنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وقف کرتے وقت لفظ وقف یا اس کے کسی ہم معنی لفظ کا استعمال کافی ہے ایسے الفاظ کے استعمال سے شرعاً وقف دوام ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس مقصد کے لئے وقف کیا جائے اس کی نوعیت بھی دوامی ہونی چاہئے۔ لیکن اگر "موقوف علیہ" فنا ہوجائے یا کسی وجہ سے وقف منقطع ہوجائے تو "جائیداد موقوفہ" دوبارہ واقف کی طرف منتقل کرنے کے بجائے ہمیشہ محتاجوں کے لئے وقف ہوجاتی ہے خواہ وقف میں اس کا ذکر ترک ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔

شیعوں کے نزدیک دائمی غرض کا اظہار ضروری ہے:

شیعوں کے مذہب میں وقف جائز نہیں ہوتا تاوقتیکہ کسی ایک غرض یا کئی اغراض دائمی کا خواہ وہ منفرد ہوں یا مشترک صراحتاً ذکر نہ کیا جائے۔ اگر کسی ایسی غرض کے لئے وقف کیا جائے جو ختم ہونے والی ہو تو اس کے ساتھ کسی ایسی غرض کا ذکر ضروری کیا جائے جو دائمی ہو مثلاً ایک شخص اپنی اولاد کے لئے جائیداد وقف کررہا ہے چونکہ اولاد بالآخر فنا ہونے والی ہے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے واقف کا فرض ہے کہ وہ اولاد کے بعد واضح طور پر کسی دائمی کارخیر کے لئے اسے وقف کردے۔ مثلاً مسجد' یا امام باڑے کی تعمیر اور اس کے دائمی اخراجات وغیرہ۔

وقف کے جائز ہونے کی شرائط:

چونکہ وقف ایک قسم کا عطیہ ہے جس کے ذریعے واقف بلا معاوضہ اپنی جائیداد کو اپنی ملکیت سے خارج کردیتا ہے۔ اس لئے اس کے جائز ہونے کی چند شرائط ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

- واقف (Dedicator) کا عاقل ہونا یعنی مجنوں اور فاتر العقل نہ ہونا۔
- واقف کا بالغ ہونا' نابالغ کو اپنی جائیداد وقف کرنے کا حق نہیں ہے۔
- "موقوف علیہ" کا کار ثواب ہونا۔ اس میں دو امور ضروری ہیں۔ اول یہ کہ جس کام کے لئے وقف کرنا چاہتا ہے وہ فی نفسہ کار ثواب ہو۔ دوم یہ کہ وہ واقف کے نزدیک بھی ثواب کا کام ہو۔

لہٰذا اگر وہ فی نفسہ ثواب کا کام نہیں ہے بلکہ حرام اور ناجائز کام ہے تو وقف صحیح نہیں ہے اور اگر وہ کام (موقوف علیہ) فی الواقعہ تو صحیح ہے لیکن واقف کے نزدیک صحیح نہیں ہے تب بھی وقف صحیح نہیں قرار پائے گا۔ (صفحات: ۱۰۰-۹۸) مولانا سید منیب الرحمٰن (کتاب مذکورہ بالا)۔

مولانا منیب الرحمٰن اور دیگر فقہاء کے نزدیک وقف کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں: (ص: ۱۰۰) قانون شریعت۔

۱۔ جو صرف فقراء کے لئے ہو یعنی جائیداد موقوفہ کی آمدنی فقراء و مساکین پر خرچ کی جاتی رہے۔

۲۔ اغنیاء کے لئے پھر فقراء کے لئے مثلاً نسلاً بعد نسل اپنی اولاد کے لئے وقف کیا اور یہ ذکر کردیا کہ اگر میری اولاد میں کوئی نہ رہے تو اس کی آمدنی فقراء پر صرف کی جائے۔

۳۔ اغنیاء اور فقراء کے لئے جیسے مسجد' سرائے کنواں وغیرہ۔

وقف کے چند جائز مصارف حسب ذیل ہیں:

۱۔ مساجد: اس میں مسجد کے اخراجات' امام و مؤذن کا مشاہرہ اور دیگر خدام مسجد کی تنخواہیں' روشنی اور صفوں کا انتظام سب شامل ہیں۔

۲۔ مدارس: اس میں مدرسین کا مشاہرہ' طلبہ کی خوراک' لباس' کتب' دفتر حساب اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاسب کی تنخواہ اور دیگر متعلقہ اخراجات سب شامل ہیں۔

۳۔ رفاہ عامہ: جیسے پل تالاب اور سرائے وغیرہ کے لئے۔

۴۔ خیرات: محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لئے اور ان کے سفر حج کے اخراجات کے لئے۔

۵۔ ایصال ثواب: واقف اور اس کے خاندان کے افراد کی فاتحہ' قرآن خوانی اور ایصال ثواب وغیرہ۔

۶۔ محتاج رشتہ داروں اور متعلقین کی پرورش کے لئے۔

۷۔ اہل تشیع کے نزدیک حسب ذیل مقاصد پر بھی "وقف" کی آمدنی بطریق جائز خرچ کی جاسکتی ہے۔ حضرت علی کے جشن ولادت کا انعقاد' محرم میں تعزیہ داری' محرم کا جلوس اور امام باڑوں کی تعمیر و مرمت وغیرہ۔

۸۔ "وقف" کی آمدنی سے جائیداد موقوفہ کی مرمت کرنا اور اسے ضائع ہونے سے بچانا بھی ضروری ہے۔

خانقاہ

مولانا منیب الرحمٰن اپنی تالیف "قانون شریعت" کے صفحات ۲۰۔۱۹ پر رقم طراز ہیں۔

درگاہیں (Shrines) اور خانقاہیں اولیاء اللہ سے نسبت کی وجہ سے مقدس سمجھی جاتی ہیں اور ان کے لئے جائیداد وقف کرنا بھی جائز ہے۔ خانقاہ ایک اسلامی ادارہ ہوتا ہے جس میں مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے اور سجادہ نشین اس کا سربراہ ہوتا ہے۔ سجادہ نشین مذہبی اصولوں کا معلم ہوتا ہے۔ ادارے کا انتظام اور خیرات وغیرہ کا اہتمام بھی اس کے سپرد ہوتا ہے اور خانقاہ کی آمدنی سے جو بچت ہوتی ہے بالعموم وہ متولی کے بہ نسبت اس کا زیادہ مستحق تصور کیا جاتا ہے۔ متولی اور سجادہ نشین کا فرق یہ ہے کہ متولی صرف جائیداد کا منتظم ہوتا ہے لیکن سجادہ نشین روحانی معلم ہوتا ہے اور تزکیہ نفس کی تعلیم و تربیت اس کے فرائض میں شمار ہوتے ہیں۔ ویسے سجادہ نشین اپنے فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ متولی کے فرائض بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ متولی کی طرح سجادہ نشین بھی اپنا جانشین نامزد کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جانشین موزوں شخص ہو۔ بدچلنی کی بناپر نا اہل قرار دے کر سجادہ نشین کو اس کے منصب سے علیحدہ بھی کیا جاسکتا ہے۔"

خانقاہ کی جائیدادیں اور عمارتیں سب موقوفہ سمجھی جاتی ہیں۔ سجادہ نشین کے انتخاب میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزاع ہو تو وہاں کے معتقدین کی آراء کا حتی الامکان پاس رکھنا چاہئے۔ ورنہ بامر مجبوری عدالت بھی اس معاملے میں دخل دے سکتی ہے اور عدالت کی طرف سے موزوں آدمی کا تقرر کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں محکمہ اوقاف کے قیام کے بعد مزارات خانقاہوں اور درگاہوں کی موقوفہ جائیدادیں سرکاری تحویل میں لے لی گئی ہیں اور محکمہ اوقاف کی طرف سے منتظم (Administrator) کا تقرر کیا جاتا ہے جو اس کا نگران ہوتا ہے۔ اس لئے مزارات' درگاہوں اور خانقاہوں کے متولیوں اور سجادہ نشینوں کی روایتی حیثیت اب برقرار نہیں رہی۔ کیونکہ محکمہ اوقاف کی طرف سے غیر سرکاری طور پر کسی کو بھی چندہ یا دیگر عطیات وصول کرنے کا مجاز قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس کی ممانعت کردی گئی ہے۔ نابالغ سجادہ نشین نہیں ہوسکتا لفظ "سجادہ نشین" "سجادہ" بمعنی مصلی اور "نشین" بمعنی بیٹھنے والا سے مرکب ہے۔ گویا اس کی ترکیب لفظی ہی سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ سجادہ نشین کا اصل منصب امامت اور روحانی و باطنی اصلاح اور تزکیۂ نفس ہے جب کہ متولی کا فریضہ روحانی نہیں بلکہ دنیاوی طور پر جائیداد موقوفہ کی نگرانی کرنا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۰

نظام تبلیغ

تبلیغ' ابلاغ اور بلاغ سب کے معنی ہیں پہنچانا' پہنچانے کا مفہوم خود لفظ رسول کے اندر بھی موجود ہے۔ لسان العرب کی جلد آٹھ صفحہ نمبر ۴۱۹ میں تبلیغ کا یہ مفہوم دیا گیا ہے۔

"تبلیغ کا لغوی مفہوم پہنچانا ہے اور اصطلاحاً اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی اچھائی یا خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔"

آرنلڈ (Arnold) نے پروفیسر میکس ملر (Prof. Max Muller) کے حوالے سے تبلیغی مذہب کی یوں تعریف کی ہے:

"تبلیغی مذہب وہ ہے جس میں سچائی کا پھیلانا اور غیر مذاہب والوں کو اپنے مذہب میں لانا ہو۔"

قرآن حکیم نے رسول کے فریضہ تبلیغ کے متعلق واضح الفاظ میں فرما دیا:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (القرآن)

حضور اکرمؐ کے ذمے دو قسم کی تبلیغیں تھی۔ ایک اہل کفر کو اسلام کی تبلیغ اور دوسرے اسلام لانے والے کو سنبھالے رہنے کے لئے ہر ممکن تبلیغ۔ حضورؐ کی پوری زندگی تبلیغ ہی تبلیغ تھی۔

تبلیغ کی اہمیت:

تبلیغ کسی فرد اور قوم کے لئے زندگی کی علامت ہے۔ تبلیغ کے بغیر انفرادی تشخص کا برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ تبلیغ کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرے میں کسی قوم کے افراد کو اندرونی بگاڑ سے بچانا اور دوسرے دائرے میں تمام انسانوں کو کسی خاص نظریے اور نظام کا قائل کرانا۔ دنیا کے تمام مصلحین اور بانیان مذاہب کا یہی مشن رہا۔ یہ نظریہ وی ایس گھیٹ V.S.Ghate کا تھا جنہوں نے اس کا اظہار انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Encyclopaedia of Religion & Ethics) میں کیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ "دعوت و تذکیر" اور تبلیغ ہی اسلام کی بقا کا سبب بنتی رہی۔ اس لحاظ سے ہم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں جو انہوں نے تاریخ دعوت و عزیمت (حصہ اول) میں بیان فرمائی۔

قرآن حکیم نے تبلیغ کی صحیح اہمیت اور اس کے اصول و ضوابط پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ حضورؐ نے تبلیغ کے پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی۔ آپؐ نے تبلیغ کے ذریعے قریش و غیر قریش، حجاز و یمن، عرب و عجم اور ہند و روم کے انسانوں کو ایک تسبیح میں پرو دیا۔ اور دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر گوشے میں صدائے الٰہی کو پہنچانا فرض قرار دیا۔ سورت المائدہ میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (آیت:۶۷)

سورت الاعلیٰ کی آیت ۹ میں حکم ہوا فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ

دیگر مقامات پر بھی ارشاد ہوا: فذکر بالقرآن من یخاف وعید (سورت ق:۴۵)، فذکر انما انت مذکر (الغاشیہ:۲۱) سورت الاسراء میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (آیت:۱۰۵)

حضورؐ نے اپنے ارشادات میں تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بڑی فضیلت بیان فرمائی۔

فو اللہ لان یھدی اللہ بک رجلا و احدا خیر لک من ان یکون لک حمرا النعم (بخاری شریف، کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر)

قرآن حکیم نے تبلیغ کو اس امت کی خصوصیت قرار دیا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورت آل عمران آیت:۱۱۰)

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران:۱۰۴)

حضورؐ نے فرمایا بلغوا عنی ولو آیۃ حجۃ الوداع کے موقع پر بار بار ارشاد فرمایا اللھم ھل بلغت فلیبلغ الشاھد الغائب

تبلیغ کے اصول:

حضور اکرمؐ نے مندرجہ ذیل عملی مراحل بتلائے اور تبلیغی عمل کے لئے مندرجہ ذیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کی نشان دہی فرمائی۔ سید سلیمان ندوی "سیرت النبیؐ" جلد چہارم" میں فرماتے ہیں کہ تبلیغ و دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے۔

(۱) عقل و حکمت

(۲) موعظہ حسنہ

(۳) مناظرہ یا جدال

سورت النحل میں ارشاد ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵)

۱۔ عقل و حکمت:

قرآنی نقطہ نظر سے "حکمت" تبلیغی طریق کار میں اولین اہمیت کی حامل ہے۔ یعنی دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنی استعداد اور حالات کے مطابق تبلیغ کی جائے۔

۲۔ موقع و محل:

داعی حق کو ان اوقات میں دعوت حق سے احتراز کرنا چاہئے جب مخاطب اعتراض اور نقطہ چینی کی طرف مائل ہو۔ یہ حکم سورت الانعام میں دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کرنے کے لئے بھیجا تو ارشاد فرمایا:

یسرا ولا تعسرا و بشرا ولا تنفرا (بخاری شریف)

۳۔ مخاطب کی نفسیات:

داعی کو ہمیشہ یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہئے کہ مخاطب کی نفسیات کیا ہے۔ تاکہ اکتاہٹ اور نفرت مخاطب کے دل میں پیدا نہ ہو۔ دعوت حق کو نرم انداز میں پیش کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا:

"انما بعثتم میسرین ولا تبعثوا معسرین"

یہ بھی مناسب نہیں کہ آدمی جس مجلس میں چاہے جا دھمکے اور کوئی متوجہ ہو نہ ہو اپنی بات سنا دے۔

۴۔ تدریج:

حکمت و تبلیغ کے ضمن میں اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے۔ کسی نئی قوم کو دعوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے وقت شریعت کے تمام احکام کا بوجھ یکبارگی اس کی گردن پر نہ ڈالا جائے بلکہ رفتہ رفتہ وہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں۔ (الحدیث) بقول مولانا امین احسن اصلاحی: "تاکہ قوم اس کا بوجھ سہار سکے۔" (دعوت دین اور اس کا طریق کار' لاہور ایڈیشن)

۵۔ عقلی استدلال:

عقلی دلائل اور مشاہداتی براہین کے ذریعہ دعوت حق کو موثر بنایا جائے۔ قرآن حکیم میں عقلی استدلال کی شاندار مثالیں جا بجا بکھری پڑی ہیں۔ وفی انفسکم افلا تبصرون○ (الذاریات:۲۱) ایک اور جگہ ارشاد ہے تبصرۃ و ذکری لکل عبد منیب○ (سورت ق' آیت ۸)

۶۔ موعظہ حسنہ:

اس سے مراد عمدہ نصیحت ہے۔ یعنی مخاطب کے جذبات کو اپیل کی جائے اور نصیحت اس طریقے سے کی جائے کہ اس سے دل سوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد موعظۃ للمتقین(البقرہ) انما یتذکر لاولی الابصار (التوبہ)

۷۔ ذہنی انقلاب:

انسانی ذہن غور و فکر کی بنیاد ہے۔ قرآن حکیم میں صاحبان عقل و علم ہی کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (العنکبوت:۴۹) حضورؐ نے بھی علم کو دین میں اولین حیثیت دی۔ احادیث مبارکہ میں علم اور اہل علم کی فضیلت کا ذکر ہے۔ (Opinion Leaders) پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو پورے معاشرے پر اثرانداز ہوں۔

۸۔ قلبی تبدیلی:

انسان کے قلب کو بدلنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ خواہشات ہی قلب کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اگر قلب بدل جائے تو سارا جسم بدل جاتا ہے اور انسانی خیالات بدل جاتے ہے۔ سامع کے اس گوشے کو مس کیے بغیر تبلیغ بے اثر ثابت ہوتی ہے۔

۹۔ مبلغ کی دل سوزی:

موعظۃ حسنہ میں ایک اور اہم بات مبلغ کی دل سوزی و خیر خواہی ہے۔ دعوت ایک ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں قلبی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے۔ غزوۂ احد میں حضورؐ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہولہان کیا جاتا ہے اور آپ شدید ترین اذیت کے لمحات میں بھی دست بدعا ہیں۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون

۱۰۔ مجادلہ حسن:

مجادلہ سے مراد دلائل کا باہمی رد و بدل ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کرنے کے لئے اس کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ مزید ایسا مثبت استدلال کیا جاتا ہے جو فریق ثانی کو قبول حق پر آمادہ کردے۔ یہ طرز کلام' یہ طرز تخاطب' یہ طرز استدلال' محبت بھرے اصرار کا یہ انداز جس کو قرآن نے مجادلہ سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن حکیم نے ایک اور مناظرہ بھی نقل کیا ہے جس کو محاجہ کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۱۔ قرآن حکیم میں ایک اور اصول تبلیغ بھی دیا گیا ہے کہ کسی شخص سے جبر کے ساتھ اپنی بات نہ منوائی جائے۔ "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" (البقرۃ)۔ آپؐ نے دعوت کے تمام مراحل میں پر امن تبلیغ کو اپنا مقصد بنائے رکھا۔ اکراہ کا ایک واقعہ بھی آپؐ کی تاریخ عزیمت میں نہیں ملتا۔ چنانچہ مسلمان مبلغ وہ تاجر بنے جنہوں نے خاموشی سے اسلام دور دور تک پھیلایا۔ اور اس حقیقت کو گولڈ سیہر (Gold Ziher) بھی تسلیم کرتا ہے۔

۱۲۔ دعوت کی زبان:

آپؐ نے طرز کلام میں توضیح و تشریح' پرجوش استدلال' نرم روی اور مخاطب کی نفسیات کا لحاظ رکھا۔ ان میں کوئی تضاد و تناقص نہیں۔

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ (یٰسین آیت:۶۹)

حضورؐ بات کو دہرا کر ذہن نشین کراتے "ان النبی اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ" (بخاری شریف)

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ آپؐ کی بنیادی حیثیت داعی کی ہے۔ آپؐ کا اصل مشن یہ تھا کہ لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچائیں۔ آپؐ نے مندرجہ بالا اصول اپنا کر تبلیغ کا مشن جاری رکھا۔ آپؐ نے اپنے افعال اور اعمال مبارکہ سے ایک کامل مبلغ کا کردار ادا فرمایا۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (احزاب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اکرمؐ کی تبلیغ کا عملی ارتقاء

اعلان نبوت سے قبل آپ کی پوری توجہ تعمیر شخصیت پر تھی۔ آپ کی تبلیغی مساعی کا اعلان نبوت ہے۔ آپ کی پوری زندگی تبلیغی اصول کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ بعثت کے فوراً بعد آپ نے خاموشی کے ساتھ اپنی دعوت کا آغاز کردیا اور قریبی حلقوں میں دین کا پیغام پہنچانا شروع کردیا۔ آپ نے بعثت کے تیسرے سال بعد جب دعوت کی عام اجازت ہوئی تو تمام قریش کو فاران پر جمع کیا اور اسلام کی دعوت ان تک پہنچائی۔ حضرت علیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت زید بن حارثہؓ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ پہلے پہلے قبیلہ میں سے ایمان لائیں۔ آپؐ نے ایک ایک قبیلہ' ایک ایک فرد اور ایک ایک خاندان تک اسلام کی تعلیمات پہنچائیں۔ آپؐ نے شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے باوجود بھی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ میلوں اور جلسوں کے مواقع پر باہر کے قبائل سے ملے۔ طائف کا سفر کیا اور دوسرے بیرونی قبائل کو اسلام کی دعوت دی۔ مدینہ میں تشریف لانے کے بعد اسلامی ریاست قائم فرمائی اور تمام عرب اور بالآخر پوری دنیا کو اسلام کی دعوت دی۔ مکی زندگی میں ہر تکلیف اور اذیت کے باوجود تبلیغ جاری رکھی۔ آپؐ کا یہ فرمان آپؐ کے مبلغ اعظم ہونے کی دلیل ہے:

"خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو میں تبلیغ کا کام نہ چھوڑوں گا۔"

طائف کی ہزیمت' بدر و احد کی خوں پاشی اور غزوات و سرایا میں شمولیت' فتح مکہ کی منزل' شعب ابی طالب کی گرفتاری اور گوناگوں تکالیف آپ کے مشن سے آپ کو نہ ہٹا سکیں اور بقول پروفیسر خورشید احمد "یہی فطرت کا قانون ہے" (نبی اکرمؐ بحیثیت داعی الی الحق)۔ بقول محمد جعفر شاہ پھلواری (حضور اکرمؐ اور تبلیغ) "یہی وہ تبلیغی کردار کے اعلیٰ نمونے تھے جنہوں نے حضورؐ کو دنیا کا سب سے زیادہ کامیاب مبلغ بنا دیا۔"

بقول سیرت النبیؐ (ابن ہشام) آپؐ نے مختلف قبائل میں اپنا پیغام بھیجا اور اس طرح حج کے موقع پر آپؐ مختلف قبائل کو اپنی بات سمجھاتے۔

حضورؐ کے تبلیغی خطوط و رسائل:

آپؐ نے جو خطوط بھیجے وہ اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی "دعوت کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے" (سیرت سرکار دوعالم)۔

آپؐ نے دنیا کے مختلف با اثر لوگوں' بادشاہوں اور حکمرانوں کو تبلیغی خطوط ارسال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائے اور اسی طرح تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام فرمایا۔ مؤرخین کے نزدیک ایسے ناموں کی تعداد ۲۵۰ سے زائد ہے۔ بعض تبلیغی خطوط درج ذیل ہیں:

۱۔	حبشہ	شاہ نجاشی اصحمہؓ بن الجبر	قاصد نبویؐ حضرت جعفر طیارؓ و حضرت عمروؓ بن العاص
۲۔	مصر	مقوقس	حضرت حاطب بن الجابلتعہؓ
۳۔	ایران	خسرو پرویز	حضرت عبداللہ بن حذافہؓ
۴۔	روم	ہرقل	حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ
۵۔	یمامہ	ہوذہ بن علی	حضرت سلیط بن عمروؓ
۶۔	بحرین	منذر بن ساوی	حضرت علاء بن الحضرمیؓ
۷۔	عمان	جیفر بن ھلندی بن عامر	حضرت عمرو بن العاصؓ
۸۔	دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	حضرت شجاعؓ بن وہب اسدی

آپؐ نے پایائے روم، شاہان حمیر اور خیبر کے یہودی سرداروں کے نام بھی خطوط ارسال فرمائے۔ ان مکتوبات گرامی کے بناپر دنیا کا سب سے پہلے مسلمان بادشاہ شاہ حبشہ حضرت اصحمہؓ تھے۔ لیکن شاہ ایران خسرو پرویز نے تاجدار انبیاءؐ کا مکتوب گرامی پھاڑ ڈالا۔ اس گستاخی پر حضور نے فرمایا تھا:

ھلک کسری کسریٰ ہلاک ہوگیا۔

انجام کار قاتلوں نے اس کے جسم کے ٹکڑے کردیے اور اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔ سر تھامس آرنلڈ (Sir Thomas Arnold) نے (The Preaching of Islam) میں حضورؐ کی دعوت و عزیمت کو خوب سراہا ہے۔ بقول بوس ورتھ سمتھ (Bosworth Smith):

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تعلیمات نے حیرت انگیز انقلاب بپا کردیا۔" منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) اپنی تصنیف Muhammad, Prophet and Statesman میں رقم طراز ہے۔ "آج انسانیت کو تاریخ کا جو اہم باب نصیب ہوا وہ آپؐ کی حکمت، سیاست اور انتظامی صلاحیتوں کا مرہون منت ہے۔"

خواتین میں تبلیغ بذریعہ ازواج مطہراتؓ

سب سے پہلے میں ازواج مطہراتؓ کے اسمائے گرامی تحریر کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت خدیجہؓ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حضرت سودہؓ

۳۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

۴۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ

۵۔ حضرت حفصہؓ

۶۔ حضرت ام سلمہؓ

۷۔ حضرت زینبؓ بنت حجش

۸۔ حضرت جویریہؓ

۹۔ حضرت ام حبیبہؓ

۱۰۔ حضرت صفیہؓ

۱۱۔ حضرت میمونہؓ

علاوہ ازیں آپؐ نے حضرت ماریہؓ قبطیہ سے بھی نکاح فرمایا جنہیں مقوقس فرماں روائے مصر نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ حضرت ریحانہ بنت زیدؓ اور حضرت جمیلہؓ کو بھی آپؐ نے زیردست رکھا۔ حضرت ریحانہؓ بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ حضرت جمیلہ بھی کسی جنگ میں گرفتار ہوکر آئیں تھیں۔

آپؐ نے اپنی جوانی کے عمدہ ایام یعنی قریباً تیس سال صرف ایک بیوی پر اکتفا کرتے ہوئے گزار دیے اور وہ بھی ایسی بیوی جو تقریباً بڑھیا تھیں۔ حضرت خدیجہؓ اور پھر حضرت سودہؓ۔ بعدازاں جو آپؐ نے شادیاں فرمائیں وہ تبلیغ کے اغراض و مقاصد کے لئے بھی تھیں۔ حال ہی میں میری نظر سے سیرت النبی کی ایک کتاب "الرحیق المختوم" گزری ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اس کے مصنف ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیراہتمام منعقدہ سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اول آنے والی عربی کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ المکتبہ السلفیہ لاہور نے فروری ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ مولانا مذکور نے اس کتاب کا اردو ترجمہ خود کیا ہے۔ یہ کتاب ۷۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اس کتاب میں صفحہ ۷۵۳-۷۵۵ پر رقم طراز ہیں:

اس کی توضیح یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے شادی کرکے حضرت ابوبکر و عمرؓ کے ساتھ رشتہ مصاہرت قائم کیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ سے پے درپے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ پھر حضرت ام کلثومؓ کی شادی کرکے اور حضرت علیؓ سے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کی شادی کرکے جو رشتہائے مصاہرت قائم کئے ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاروں بزرگوں سے اپنے تعلقات نہایت پختہ کرلیں کیونکہ یہ چاروں بزرگ پیچیدہ ترین مراحل میں اسلام کے لئے فداکاری و جان سپاری کا جو امتیازی وصف رکھتے تھے وہ معروف ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ رشتہ مصاہرت کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دامادی کا رشتہ مختلف قبائل کے درمیان قربت کا ایک اہم باب تھا۔ اور داماد سے جنگ لڑنا اور محاذ آرائی کرنا بڑے شرم اور عار کی بات تھی۔ اس دستور کو سامنے رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند شادیاں اس مقصد سے کیں کہ مختلف افراد اور قبائل کی اسلام دشمنی کا زور توڑ دیں اور ان کے بغض و نفرت کی چنگاری بجھا دیں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں جو ابوجہل اور خالدؓ بن ولید کا قبیلہ تھا۔ جب نبیؐ نے ان سے شادی کرلی تو خالدؓ بن ولید میں وہ سختی نہ رہی جس کا مظاہرہ وہ احد میں کرچکے تھے۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ بعد انہوں نے اپنی مرضی خوشی اور خواہش سے اسلام قبول کرلیا۔ اسی طرح جب آپ نے ابو سفیان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ سے شادی کرلی تو پھر ابوسفیان آپؐ کے مدمقابل نہ آیا۔ اور جب حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ آپؐ کی زوجیت میں آگئیں تو قبیلہ بنی المصطلق اور قبیلہ بنی نضیر نے محاذ آرائی چھوڑ دی۔ حضورؐ کے عقد میں ان دونوں بیویوں کے آنے کے بعد تاریخ میں ان کے قبیلوں کی کسی شورش اور جنگی تگ و دو کا سراغ نہیں ملتا بلکہ حضرت جویریہؓ تو اپنی قوم کے لئے ساری عورتوں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوئیں کیونکہ جب رسول اللہؐ نے ان سے شادی کرلی تو صحابہ کرامؓ نے ان کے ایک سو گھرانوں کو جو قید میں تھے آزاد کردیا۔ اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہؐ کے سسرالی ہیں۔ ان کے دلوں پر اس احسان کا جو زبردست اثر ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے۔

ان سب سے بڑی اور عظیم بات یہ ہے کہ رسول اللہؐ ایک ان گھڑ قوم کو تربیت دینے اس کا تزکیہ نفس کرنے اور تہذیب و تمدن سکھانے پر مامور تھے جو تہذیب و ثقافت سے تمدن کے لوازمات کی پابندی سے اور معاشرے کی تشکیل و تعمیر میں حصہ لینے کی ذمہ داریوں سے بالکل ناآشنا تھی اور اسلامی معاشرے کی تشکیل جن اصولوں کی بنیاد پر کرنی تھی ان میں مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی گنجائش نہ تھی۔ لہٰذا عدم اختلاط کے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کی براہ راست تربیت نہیں کی جاسکتی تھی۔ حالانکہ ان کی تعلیم و تربیت کی ضرورت مردوں سے کچھ کم اہم اور ضروری نہ تھی۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی ضروری تھی۔

اس لئے نبی ﷺ کے پاس صرف یہی ایک سبیل رہ گئی تھی کہ آپؐ مختلف عمر اور لیاقت کی اتنی عورتوں کو منتخب فرمالیں جو اس مقصد کے لئے کافی ہوں۔ پھر آپؐ انہیں تعلیم و تربیت دے دیں۔ ان کا تزکیہ فرمادیں۔ انہیں احکام شریعت سکھلا دیں۔ اور اسلامی تہذیب و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثقافت سے اس طرح آراستہ کردیں کہ وہ دیہاتی اور شہری' بوڑھی اور جوان ہر طرح کی عورتوں کی تربیت کرسکیں اور انہیں مسائل شریعت سکھا سکیں۔ اور اس طرح عورتوں میں تبلیغ کی مہم کے لئے کافی ہوسکیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبیؐ کے خانگی حالات کو امت تک پہنچانے کا سہرا زیادہ تر ان امہات المومنین ہی کے سر ہے ان میں بھی بالخصوص وہ امہات المومنین جنہوں نے طویل عمر پائی۔ مثال کے طورپر حضرت عائشہؓ کہ انہوں نے نبیؐ کے افعال و اقوال خوب خوب روایت کئے ہیں۔

عظیم ترین محسن انسانیتؐ کی تبلیغ بزور شمشیر نہیں تھی

اہل مغرب بالخصوص ڈاکٹر ٹائی ٹس کا یہ دعویٰ قطعی طورپر بے بنیاد اور غلط ہے کہ توسیع اسلام بزور شمشیر ہوئی۔ آپؐ تو رحمت و شفقت کے ابر گہربار تھے۔ آپؐ تو ربانی سیاست پر کاربند تھے جس میں رحمت' شفقت اور انسانی محبت شامل تھی۔ اس کے مقابلے میں شیطانی سیاست عالم انسانیت کے لئے شدید طوفان برق و باد کا پیغام ہے۔

اگر غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق یا احزاب' خیبر' موتہ' حنین' محاصرہ طائف اور تبوک کے مقتولین کے اعداد و شمار اور سرایا کے اعداد و شمار سامنے رکھے جائیں تو صورت من و عن واضح ہوجاتی ہے۔ غلام رسول مہر اپنی تالیف رسول رحمتؐ (سیرت طیبہ پر مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم و مغفور کے مقالات بہ ترتیب و اضافہ مطالب) مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز بار دوم ۱۹۸۱ء کے صفحہ نمبر ۷۸۰ پر رقم طراز ہیں:

خاص توجہ کی محتاج یہ حقیقت ہے کہ رمضان ۱ھ (مارچ ۶۲۳ء) سے ۹ھ (۶۳۰ء) تک جتنی جھڑپیں' یا کشمکشیں یا جنگیں ہوئیں ان میں مسلمانوں اور مخالفوں کا نقصان جانی زیادہ سے زیادہ ایک ہزار اٹھارہ نکلتا ہے۔ انہیں آٹھ سال پر پھیلایا جائے تو فی سال کے حساب سے پونے چار سو آدمیوں کا نقصان ہوا اور یہ ان جنگوں کا نقصان ہے جن کے نہ رسول اللہ خواہاں تھے اور نہ حضورؐ نے کسی میں پیش دستی۔ کی معاملہ محض پیغام حق کی تبلیغ کا تھا جو صلح و امن کے ساتھ رزم و پیکار سے قطع نظر کرتے ہوئے برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہجرت کے آٹھویں سال عرب کی اندرونی کشمکشیں ختم ہوگئیں اور تبلیغ نے پہلی منزل کامیابی سے طے کرلی۔ یعنی لوگ جوق در جوق گروہ در گروہ اور قبیلہ در قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتاً ہزار دو ہزار یا زیادہ سے تین ہزار جانوں کے نقصان کے ساتھ اتنا عظیم القدر کارنامہ انجام دینے کی کوئی مثال روئے زمین کی سرگزشت کے کسی بھی حصے سے پیش کی جاسکتی ہے؟

رحمت للعالمینؐ بالمقابل دیگر داعیان تہذیب کی رزم آرائیاں

عبرت کے لحاظ سے یورپ میں ہونے والی خون ریزی کی داستان اگر سنی ہو یا بھیانک تصاویر دیکھنی ہوں تو جدید تاریخ کی کتابیں اس موضوع پر بھری پڑی ہیں۔ غزوات نبویہؐ اور سرایا کے مقابلہ میں جنگ عظیم اول اور دوم اور دیگر جنگوں میں جو انسانی خون سے ہولی کھیلی گئی وہ انسانیت کے ماتھے پر ایک بد ترین اور بدنما داغ ہے۔ آقائے نامدار کی کفار کے ساتھ جنگوں اور مغرب کی جنگوں کی تصویر مولانا غلام رسول مہر نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

اگر تاریخ میں ایسی دوسری قوم کی مثال ملتی ہے تو تلاش کر لیجئے۔ اتنے معمولی سے جانی نقصان کی بناپر جس کی حقیقی مقدور سوا ہزار سے زیادہ نہ تھی صرف آٹھ نو سال میں یہ سب کچھ عملی صورت میں دنیا کے سامنے آگیا ہے۔ کیا اس وجود اقدس کے "رحمت للعالمین" ہونے میں کسی کو دم بھرنے کے لئے تامل ہوسکتا ہے؟ لوگ معجزوں میں کلام کرتے ہیں اس سے زیادہ پر تاثیر اور یقینی طور پر ناقابل انکار معجزہ کون سا ہوسکتا ہے؟

دوسری عالمی جنگ کے ابتدائی دور میں انگریزوں کو اپنی فرانسیسیوں کی فوجیں ڈنکرک سے نکالنی پڑی تھیں تو آدمیوں کو بچا لانا مقدم قرار دے دیا گیا اور بھاری سامان جنگ دشمن کے حوالے کئے بغیر چارہ نہ رہا۔ چرچل نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ساز و سامان جنگ مشینوں میں ڈھالا جاسکتا ہے لیکن آدمی مشینوں میں نہیں ڈھالے جاسکتے۔ تاہم آپ خوب چھان بین کرلیں کہ مہذب یورپ نے باہمی جنگوں میں اور خصوصیت سے ان جنگوں میں جو ایشیائی اور افریقی خطوں میں کی گئیں انسانی خون کو پانی سے بڑھ کر ارزاں بنائے رکھا یا نہیں اور یہ سلسلہ مشرق وسطیٰ میں آج بھی انتہائی بے پروائی سے جاری ہے گویا وہاں انسان نہیں بستے جن کے خون کا احترام اہل مغرب میں سے کسی کے لئے قابل توجہ ہو۔

آپ نے "رحمت للعالمین" کی ناخواستہ جنگوں کے اعداد ملاحظہ فرما لئے جنہیں زیادہ سے زیادہ بڑھا کر بھی آٹھ نو سال میں تین ہزار تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اب داعیان تہذیب کی رزم آرائیوں کا پورا مرقع نہیں بلکہ اس کی صرف چند جھلکیاں دیکھ لیجئے۔

۱۔ "تیس سالہ جنگ" ۱۶۱۸ء سے ۱۶۴۸ء تک تیس سال جاری رہی، جس میں جرمنی، فرانس، آسٹریا، سویڈن وغیرہ نے حصہ لیا۔ اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاکھ آدمی مارے گئے۔

۲۔ امریکی خانہ جنگی ۱۸۶۱ سے ۱۸۶۵ء تک جاری رہی۔ اس میں ایک فریق شمالی ریاستیں اور دوسرا فریق جنوبی ریاستیں تھیں اور جنگ کا سبب غلامی کا مسئلہ تھا۔ اس میں تین لاکھ آدمی شمالی ریاستوں کے اور پانچ لاکھ جنوبی ریاستوں کے مارے گئے۔ چوہتر کروڑ پونڈ خرچ ہوئے۔ اس رقم سے دنیا بھر کے غلام ایک قطرہ خون بہائے بغیر آزاد کرائے جاسکتے تھے۔ امریکہ میں غلامی قانوناً ختم ہوچکی ہے لیکن اس کی تمام لعنتیں آج بھی وہاں مکروہ ترین صورت میں موجود ہیں۔

۳۔ پہلی عالمی جنگ میں ایک کروڑ آدمی مارے گئے تھے اور دو کروڑ مجروح ہوئے تھے۔ خدا جانے ان میں سے کتنے لولے' لنگڑے' اندھے اور اپاہج ہوئے اور کتنوں نے ہسپتال میں جانیں دیں۔ پھر اس جنگ ہی سے انفلوئنزا شروع ہوا جس میں مزید ایک کروڑ آدمی مرگئے۔ ایک انسانیت دوست صاحب علم کا اندازہ ہے کہ اس جنگ پر اسی ارب پونڈ خرچ ہوئے۔ اس رقم سے فرانس اور بیلجیم کی نہ صرف زمین بلکہ ہر چیز پانچ پانچ مرتبہ خریدی جاسکتی تھی۔

دوسری عالمی جنگ:

۴۔ دوسری عالمی جنگ کے صرف مقتولین کی فہرست پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

☆ چین	۱۳۱۰۲۲۴
☆ فرانس	۲۰۰۰۰۰
☆ جرمنی	۶۳۰۰۰۰۰
☆ صرف فضائی بمباری سے	۵۰۰۰۰۰
☆ جاپان	۵۳۵۷۹۵
☆ بمباری سے	۲۴۱۳۰۹
☆ یونان	۴۱۵۰۰۰
☆ برطانیہ	۳۵۳۶۵۲

ان اعداد کی میزان قریباً ایک کروڑ بنتی ہے لیکن ان میں بہت سے شرکائے جنگ کے مقتولین شامل نہیں مثلاً چیکوسلواکیہ' پولینڈ' روس' فن لینڈ' یوگوسلاویہ' بلغاریہ' ناروے' ڈنمارک' ہالینڈ' اٹلی وغیرہ۔ پھر مختلف ملکوں کے ان گروہوں کا جانی نقصان معلوم نہ ہوسکا۔ جنہیں ہٹلر کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجیں جبری مزدوری کے لئے جرمنی لے گئی تھیں۔ اور جنگ کے اختتام تک وہ لوگ واپس نہ ہوسکے۔ یہ تمام اعداد جمع کئے جائیں تو دوسری عالمی جنگ کا نقصان دو کروڑ افراد سے بھی بڑھ جائے گا۔ آتش ریز اور آتش خیز بموں سے شہر' قصبے' کارخانے' کھیتیاں' زمینیں' گاؤں' بندرگاہیں' بجلی اور پانی کے مرکز جس طرح تباہ ہوئے ان کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ ہیرو شیما اور ناگا ساکی میں ایٹمی بموں سے جو قیامت برپا ہوئی اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ (صفحات: ۷۸۲-۷۸۵' رسول رحمت مذکورہ بالا)۔

نبی اکرمؐ کی سیاست ربانی سیاست تھی جبکہ اہل دنیا کی سیاست طاغوتی اور شیطانی سیاست تھی۔ مندرجہ بالا بحث سے نبی اکرمؐ کی رحمت اور شفقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپؐ رحمت للعالمین تھے۔

برنارڈ لیوس کے تاثرات

جرمن مستشرق جوزف شاخٹ (Joseph Schacht) نے اپنی تصنیف The Legacy of Islam" مطبوعہ The Clarendon Press, Oxford, 1974 کے صفحات ۲۰۹-۱۵۶ پر برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) کا مقالہ (Politics and War) درج کیا ہے۔ برنارڈ لیوس صفحات ۱۵۶-۱۵۷ پر رقم طراز ہے:

"During his lifetime, the Muslims became a political as well as a religious community, with the Prophet as sovereign--governing a place and a people, dispensing justice, collecting taxes, commanding armies, conducting diplomacy and waging war. For the early generations of Muslims, there was no long testing by persecution, no apprenticeship in resistance to an alien and hostile state power. On the contrary, the state was their own, and the divine favour manifested itself to them in this world in the form of success, victory, and empire.....

When Muhammad died, his spiritual and prophetic function--the promulgation of God's message--was completed; his religious, and with it his political work remained. This was to spread the law of God among mankind, by extending the membership and authority of the community which recognized and upheld that law."

یعنی نبی اکرمؐ کی حیات مبارکہ میں ہی مسلمان ایک سیاسی اور مذہبی طبقہ بن گئے جن کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی رہنما نبی اکرمؐ تھے۔ نبی اکرمؐ ایک منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے زمین عرب کے لوگوں پر حکمرانی کرتے' عدل و انصاف قائم فرماتے' زکوٰۃ اور ٹیکس جمع فرماتے' افواج کی قیادت فرماتے' سفارتی تعلقات استوار فرماتے اور جہاد فرماتے تھے۔ مسلمانوں کی اولین نسلوں میں استحصال نہیں تھا اور نہ کسی خارجی طاقت کے مقابلے میں کوئی خدشہ' اس کے مدمقابل میں ریاست مسلمانوں کی اپنی تھی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اسی دنیا میں مسلمانوں کے لئے فتح و نصرت اور ایک سلطنت کی شکل میں انہیں ملی۔ جب نبی اکرمؐ اس دنیا سے رحلت فرماگئے تو ان کا روحانی اور پیغمبرانہ کام اور مشن یعنی اللہ کے پیغام کا نفاذ مکمل ہوگیا تھا۔ ان کا مذہب مع سیاسی کام کے جاری و ساری رہا۔ نبی کریمؐ کا مشن یہ تھا کہ نسل انسانی میں قانون الٰہی کو پھیلایا جائے۔ امت کے افراد اور قوت میں توسیع کی جائے جو اس قانون اور شریعت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو نافذ کرتے ہیں۔

برنارڈ لیوس کے تاثرات قابل تحسین ہیں۔ آپؐ نے عدل و انصاف اور اپنی سیرت مبارکہ کی ہمہ گیریت اور جاذبیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ لوگوں پر تشدد' ظلم اور جبر روا نہ تھا بلکہ آپ کی شفقت ہر سو کشش کا باعث بنی اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

دور حاضرہ میں تبلیغ کی اہمیت اور چند تجاویز:

نبی اکرمؐ کی تعلیمات کی یہ خوبیاں ہیں یعنی تاریخیت' کاملیت' عملیت' جامعیت' عالمگیریت' آفاقیت اور ابدیت۔ اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈہ مغربی مصنفین و سیاست دانوں نے پھیلایا ہے اسے نہ صرف بین الاقوامی بلکہ قومی سطح پر بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ محسن انسانیتؐ کا جو ناقابل فراموش احسان ہے وہ در اصل دین و دنیا کی وحدت کا تصور اور ایک عظیم انقلاب ہے۔ جس سے آپؐ نے ہمیں روشناس کرایا۔ آج کروڑوں انسان نبی اکرمؐ کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ عرب و عجم' مصر و شام' ترکستان' ایران' عراق' افریقہ' اسپین' امریکہ' یورپ اور ایشیا میں نبی اکرمؐ کے نام لیوا موجود ہیں۔ یہ ایک عظیم انقلاب تھا۔

پاکستان اسلام کے نام پر نقشہ عالم پر ابھرا تھا۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ نہ صرف اس مملکت خداداد میں نظام اسلام کا مکمل نفاذ ہو بلکہ تبلیغ کے مقدس فریضے کو بھی ہر شخص ادا کرے۔ دور حاضر میں تبلیغ یعنی بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اور پاکستان میں تبلیغ کے عمل کو تیز تر کرنے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ بین الاقوامی سطح پر تقاریر اور سیمینار کروائے جائیں۔ پاکستان سے اور دیگر ممالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے انتہائی زیرک علماء' فقہاء اور زعماء جو دین کی فہم رکھتے ہوں انہیں تبلیغ کے لئے روانہ کیا جائے اور بالخصوص ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا جائے جو مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر کرتے ہیں۔ سوالات کے جوابات تحریری طور پر بھی دیے جاسکتے ہیں۔

۲۔ حکومت پاکستان تبلیغ کے لئے یا تو الگ محکمہ قائم کرے یا مذہبی امور کی وزارت میں ایک سیل یا شعبہ کھولا جائے جس کے ذمے صرف بین الاقوامی تبلیغ کا کام سونپا جائے۔ یونیورسٹیوں کے قابل ترین پروفیسر صاحبان اور جید علماء کی خدمات حاصل کی جائیں۔ بعض تبلیغی جماعتیں اپنے چندوں سے بین الاقوامی دورے کرتی ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور حکومت ان کی سرپرستی کرے۔

۳۔ پاکستان میں فحاشی پھیلانے والے ادارے بند کردیئے جائیں مثلاً سینما' تھیٹر' وی سی آر' مہیا کرنے والے ادارے اور ایسے ادارے جو نام نہاد کلچر کی آڑ میں زہر ہلاہل گھول رہے ہیں۔ ان کے مقابل میں مساجد جیسے مقدس اداروں کی زیادہ سرپرستی کی جائے۔

۴۔ ابلاغ عامہ کے ذرائع پر کنٹرول کیا جائے تاکہ فحاشی کے پھیلاؤ میں رکاوٹ ہو۔ ایسے اشتہارات بند کئے جائیں اور جرائد ضبط کرلئے جائیں جن میں جنسی رجحانات پیدا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

۵۔ فلمی اداروں کی حتی الوسع حوصلہ شکنی کی جائے نہ کہ انہیں انعامات دیے جائیں۔ انہیں ایوارڈ دینے کا یہ مطلب ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ فحاشی پھیلانے والے ایوارڈ کے مستحق بھلا کیونکر ہوسکتے ہیں۔

۶۔ نظام تعلیم کو زیادہ سے زیادہ اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ طلبہ/ طالبات کے دل میں اسلام کا جذبہ پیدا ہو۔ سکول یا مکتب بہترین تبلیغ گاہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ کا عمل تیز تر کردیا جائے۔ اساتذہ میں سے مبلغین اور جید علماء کے خطبات اور لیکچرز رکھے جائیں تاکہ ذہن کی صحیح پرورش ہوسکے۔ یونیورسٹیاں الحاد کی آماجگاہ نہ بننے پائیں بلکہ دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کا مظہر بنیں۔ ریڈرز ڈائجسٹ کے جولائی ۱۹۸۸ء کے شمارے میں ایک فکرانگیز مضمون شائع ہوا ہے جس کا موضوع ہے: "Soviet Manipulation of Islam" اس کے مصنف الیگزنڈر بینگسن (Alexander Bennigsen) ہیں۔ فاضل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف نے انکشاف کیا ہے کہ روس میں ۱۹۲۳ء کے اوائل میں سٹالن کے دور میں ۳۰ ہزار مساجد تھیں جنہیں اصطبل میں تبدیل کردیا گیا۔ صرف ۳۶۵ مساجد اس سانحہ سے بچ سکیں۔ آج کل مساجد کی تعداد ۱۸۰۰ ہے۔ روس کے صوبہ قازکستان میں اکتوبر ۱۹۸۶ء میں الحاد کی تعلیم دی گئی۔ اس صوبہ میں الحاد کی تعلیم (Scientific Atheism) پر ۵۴۰ لیکچر ہوئے۔ روس میں Peoples Universities of Scientific Atheism کی تعداد ۴۲ رہی۔ جن میں الحاد کی تعلیم دی جاتی رہی ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں مسجد کے ادارے کو مضبوط بنایا جائے۔ مساجد حکومت کی بہت زیادہ سرپرستی کی ضرورت ہے تاکہ تبلیغ کا عمل تیز تر ہو۔ انگریز نے اس ادارے کو بہت نقصان پہنچایا اور یہ عمل دیدہ و دانستہ تھا تاکہ نوجوان نسل مذہب سے بیزار ہو۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ سائنسی نقطہ نظر سے مذہب کو نئے رنگ میں پیش کیا جائے تاکہ جدید ذہن اسے قبول کرے۔ مذہب کی حقانیت مطالعہ آفاق اور مطالعہ نفس کی روشنی میں واضح کی جائے اور حیات انسانی کا اصل فلسفہ اور مشن لوگوں تک جدید انداز میں پیش کیا جائے۔

۷۔ خواتین میں تبلیغ وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ ایسی عالم فاضل اور جدید علوم سے واقف خواتین کی ضرورت ہے جو مختلف ٹیموں کی صورت میں سکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ کا مقدس ترین فریضہ انجام دے سکیں۔ مغرب نے ہمیں کیا سکھایا ہے؟ فحاشی اور بے راہ روی۔ خوش پوش جسم ہیں لیکن حقیقی سکون برباد ہے' عالی شان عمارتیں ہیں' مگر وہ اجڑے ہوئے دلوں کا مسکن ہیں۔ جگمگاتے ہوئے شہر ہیں لیکن جرائم اور مصائب کا مرکز ہیں۔ ہماری خواتین میں اس جذبے کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام ہی حقیقی سکون مہیا کرتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ' حضرت عائشہؓ' حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ جیسی امہات المومنین کی زندگیاں ہماری خواتین کے لئے مشعل راہ ہیں۔ حضرت فاطمہؓ جیسی عظیم ترین بیٹی ہماری بیٹیوں اور بہنوں کے لئے تقلید کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہیں جو خود چکی پیسا کرتی تھیں۔ اسلام کے ان اصولوں پر چل کر ہم اپنی گھریلو زندگیوں کو آسان تر بنا سکتے ہیں۔ ہمارے گھر ان تعلیمات کی بدولت سکون کا مسکن بن سکتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برصغیر پاک و ہند میں اشاعت و تبلیغ اسلام

برصغیر پاک و ہند میں اشاعت و تبلیغ اسلام کا حال مختلف تاریخی ادوار میں کیا رہا ذیل میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ابتدائی مرحلے (فتح سندھ) ۷۱۱ء سے ۹۸۰ء تک اور غزنی و لاہور ۹۸۰ء سے ۱۱۸۶ء تک

۲۔ دور توسیع و اشاعت (سلاطین دہلی اور خاندان خلجی) ۱۱۸۶ء سے ۱۳۲۱ء تک

۳۔ دور نفوذ و ترویج (خاندان تغلق' سادات اور لودھی کے عہد حکومت تک) ۱۳۲۱ء سے ۱۵۲۶ء تک

۴۔ مغلیہ دور

۵۔ زمانہ محکومیت کا دور ۱۸۰۰ء سے ۱۹۴۷ء تک

۱۔ ابتدائی مرحلے:

یہ دور فتح سندھ سے شروع ہوتا ہے۔ فتح سندھ و ملتان کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی رفتار بہت سست پڑ گئی۔ محمد بن قاسم نے اپنی شخصیت اور رواداری کے نقوش چھوڑے۔ ملتان سے دہلی پہنچنے میں مسلمانوں کو کوئی پونے پانچ سو سال لگے۔ یہی سست رفتاری اشاعت دین میں بھی نظر آتی ہے۔ سندھ اور ملتان میں قرامطہ کی حکومت قائم ہونے کے بعد وہاں جو تھوڑی بہت اشاعت اسلام ہو رہی تھی اس کو بہت دھچکا لگا۔ غالباً سندھ میں توسیع اسلام ابتدائی دور کا حصہ نہیں بلکہ بعد کا واقعہ ہے۔ اس دور میں شیخ ابو تراب کو اگر شامل کیا جائے تو وہ پہلے ملکی حاکم تھے جن کے معجزات سے عوام مرعوب ہوئے اور ان کا مزار بزرگوں میں سب سے قدیم ہے۔

عہد غزنویہ میں سب سے زیادہ فروغ لاہور نے پایا۔ نہ صرف عرب بلکہ عجم سے بھی علماء و مشائخ آنا شروع ہوگئے۔ اس دور کے علما و مشائخ جنہوں نے تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا ان میں سب سے قدیم زیارت گاہ اچ شریف (بہاولپور) میں شیخ صفی الدین حقانی گارزونی کا مزار ہے۔ ان کی تبلیغی اور روحانی کوششوں نے اچ شریف کو شہرہ آفاق بنا دیا۔ فوائد الفواد اور اخبار الاخبار (مصنفہ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی) نے ان کے تبلیغی کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ شاہ یوسف گردیزی ملتانی بھی قابل ذکر ہیں۔ شاہان اسلام نے انہیں بہت سی جاگیریں دے دیں۔ خطہ لاہور کے مشہور علماء و مشائخ میں شیخ اسماعیل لاہوری کا نام سب سے پہلے مبلغ اسلام کی حیثیت سے آتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری' امام حسن صغانی لاہوری' سلطان سخی سرور قابل ذکر ہیں جنہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خاصی تبلیغ کی۔ غزنوی سلاطین کے دور ہی میں علی بن عثمان ہجویری جلابی المعروف داتا گنج بخشؒ نے تصوف پر سب سے پہلی کتاب لکھی۔

۲۔ دور توسیع و اشاعت اسلام: (۱۱۸۶ء سے ۱۳۲۱ء تک)

اس دور میں توسیع حکومت اور اشاعت اسلام ہوئی۔ محمد بن قاسم کے قریباً ۳ سو سال بعد سلطان محمود غزنوی نے سرزمین ہند میں قدم رکھا۔ اس سے فتح ہندوستان کا راستہ صاف ہوگیا۔ کابل اور شام تک اسلامی حکومت قائم کردی گئی۔ علاء الدین خلجی کے دور میں اسلامی حکومت کو وسعت و استحکام نصیب ہوا۔ فتح سندھ سے خواجہ اجمیری کی آمد تک اشاعت اسلام کی رفتار اس سرزمین میں بڑی سست رہی مگر اس کے بعد اشاعت اسلام کا ایک انقلاب آیا۔ جس کی وجوہات یہ تھیں:

۱۔ دہلی میں اسلامی حکومت کا قیام اور توسیع اور مسلمان صوفیوں اور مبلغوں کی دوسرے ممالک سے آمد۔ تاتاریوں کا حملہ بھی علماء و مشائخ کی برصغیر ہندوستان آمد کا سبب بنا۔ سر ایڈورڈ میکلیگن نے یہ نظریہ ضلع ملتان کے گزٹ میں پیش کیا ہے۔

۲۔ صوفیائے کرام کا طریقہ کار بھی تبلیغ کا سبب بنا۔ دور حاضر کے مشنریوں اور مبلغوں سے ان کا مطمع نظر مختلف تھا۔ ان کا مطمع نظر اسلام کی اشاعت نہیں بلکہ "اسلام حقیقی" کی توسیع تھا۔

۳۔ آریہ سماج کے آغاز کی وجہ سے مظلوم شودر اور اس قسم کے طبقوں نے دین اسلام قبول کیا اور بہتر معاشرتی مقام پایا۔ الغرض بزرگان کرام نے لوگوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کی۔

اس دور کے اولیائے کرام میں خاص مرتبہ سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری کا ہے۔ ان جیسے صوفیائے کرام کی وجہ سے اشاعت اسلام ہوئی۔ ہندوؤں نے بھی ان صوفیوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ نے جو بیج بویا وہ اس طرح پھلا پھولا کہ تمام ملک میں چشتیہ سلسلہ کی شاخیں پھیل گئیں۔ صوفی حمید الدین ناگوری آپ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ اس قافلہ کے ایک اور بزرگ سید علاء الدین نذرباری تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بھی چشتی سلسلہ سے تھے۔ سلطان التمش نے آپ کو شیخ الاسلام کا عہدہ پیش کیا۔ بابا فرید گنج شکر کو اسلام کی اشاعت اور چشتیہ سلسلہ کی ترویج دونوں میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ مغربی پنجاب کی بہت سی ہندو آبادیاں ان کے ہاتھ پر اسلام لائیں۔ مخدوم علاء الدین صابر بھی قابل ذکر ہیں۔ سلطان المشائخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے بھی چشتیہ سلسلے کو بڑی وسعت دی۔ بو علی قلندر نے چشتیہ سلسلہ میں صابرہ طریق کی بنیاد رکھی۔

ملتان میں تبلیغی اور صوفیانہ سرگرمیاں نہایت ہی قابل ذکر ہیں۔ سہروردی اور دوسرے سلسلے ٹھوس تبلیغی کاموں میں چشتیہ کے مقابلے میں زیادہ بھاری ہیں۔ ان میں شیخ بہاء الدین زکریا سہروردی اور شیخ رکن الدین قابل ذکر ہیں۔

اچ میں بھی تبلیغی اور صوفیانہ سرگرمیاں بھی قابل داد ہیں۔ مغربی پنجاب میں ملتان کے بعد اشاعت کا دوسرا مرکز اچ شریف تھا۔ ایک سلسلہ گیلانیہ اور دوسرا قادریہ کہلاتا ہے۔ سب سے پہلے بزرگ سید جلال الدین بخاری ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے کافی مقامات پر تبلیغ کی۔ آرنلڈ کے مطابق انہوں نے گجرات میں اشاعت اسلام کا کام شروع کیا۔ ان کے بھائی سید راجو قتال بھی صاحب اثر بزرگ تھے۔

مغربی پنجاب میں اشاعت اسلام:

سبزوار سے پیر شمس تبریز اور کاشان سے قاضی قطب الدین ملتان تشریف لائے۔ جنہوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔ جھنگ اور ملتان کا سیال قبیلہ حضرت بابا فرید گنج کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور جو یہ قبیلہ شیخ رکن عالم نے مسلمان کیا۔ اس طرح کھرل اور وٹو قبیلے بھی مسلمان بنے۔

اسی دور میں سندھ میں بھی اشاعت اسلام ہوئی۔ مخدوم لال شہباز قلندر کی خدمات قابل قدر ہیں۔ سندھ میں پیروں کا سلسلہ بابر کے زمانے میں شروع ہوا۔ اس کے علاوہ پیر منگھو یا منگہ پیر بھی ان کے ہم عصر تھے۔ اسی دور میں شیخ جلال الدین تبریزی شمالی ہندوستان کے راستے بنگال تشریف لے گئے۔ آئینہ ہندوستان شیخ سراج بھی قابل ذکر ہیں۔ اس دور کے بارے میں ابن بطوطہ بنگال کے ایک بادشاہ فخر الدین کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ صوفیوں سے اس قدر محبت کرتا تھا کہ اس نے ایک صوفی شیدا کو اپنا نائب مقرر کردیا۔ شیخ علاء الدین عطاء الحق بنگالی' حضرت نور قطب عالم' شیخ جلال مجرد سلہٹی اور بنگال کے غازی اولیاء مثلاً شاہ جلال نے کافی تبلیغی کام کئے۔ سٹیپلٹن نے ان غازیوں کو قرون وسطیٰ کے اولیاء مجاہد (Soldier Saints) سے موسوم کیا ہے۔ بلبن کے سلاطین کے دور میں بنگال میں اسلام کو وسعت نصیب ہوئی اور اس کی بنیادیں اور گہری ہو گئیں۔ اسی طرح گجرات میں میمن جماعتوں' قرامطہ' خوجوں اور دیگر گروہوں میں خوب تبلیغ ہوئی۔ شاہ شمس تبریز نے بھی کافی تبلیغ کی۔ پیر صدرالدین کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ اسی طرح بوہروں میں بھی تبلیغ ہوئی۔ اسی طرح میسور میں بقول ہرکلٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Herklot) قلندر عرف باب بڈھن نے کافی تبلیغ کی (Islam in India, 2nd Edition)۔ حضرت سید بندہ نواز گیسو داز بھی اس دور کی اہم شخصیت ہیں۔

توسیع اسلام کے بارے میں ڈاکٹر ٹائی ٹس کا نظریہ:

اہل مغرب نے پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں توسیع اسلام کو تعصب کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سرزمین میں مسلمان بادشاہوں نے بزور شمشیر اسلام پھیلایا۔ ڈاکٹر ٹائی ٹس نے بھی اپنی تصنیف (Indian Islam) میں اس نظریے کا پرچار کیا ہے۔ اسی کی تردید فقط اس قدر دی جاسکتی ہے کہ دہلی، آگرہ، لکھنؤ، احمد نگر اور احمد آباد جو صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت کے مرکز رہے آج بھی وہاں مسلمانوں کی تعداد دس پندرہ فیصد سے زیادہ نہیں۔ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا تو سب سے زیادہ مسلمان ان علاقوں میں ہوتے۔ دراصل اسلام کی توسیع کا سب سے بڑا سبب اسلامی مساوات تھی جس سے پنچ ذاتوں کو آزادی اور ترقی کا موقع ملا۔ اس نظریے سے آرنلڈ (Arnold) بھی اتفاق کرتا ہے۔ ڈاکٹر تارا چند اور پروفیسر ٹامس (Prof.Thomas) کہتے ہیں کہ اس دور کی وجہ سے آج سرزمین ہندو پاک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ مسلمان ہے۔ اس دور میں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی تبدیلیاں آئیں۔ توحید کا احیاء ہوا اور تصوف کو ترقی ملی۔

۳۔ دور نفوذ و ترویج: (۱۳۲۱ء سے ۱۵۲۶ء تک)

اس دور میں سلطان محمد تغلق نے صوفیاء کا اثر کم کرنے کی کوشش کی اور ان پر سختی کی۔ اس دور کے مبلغ حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلی ہیں۔ محمد بن تغلق کا رویہ ان کے بارے میں ظالمانہ تھا۔ لیکن آپ نے صبر جمیل سے کام لیا۔ آپ نے ملک میں تبلیغ اسلام کا کام اپنے خلفاء سے لیا۔ علاء الدین خلجی نے مذہبی معاملات میں دلچسپی نہ لی۔ لیکن غیاث الدین تغلق کے دور میں شرع اور اہل شرع کو نیا وقار ملا۔ اس دور میں فقہ کو فروغ ہوا۔ فقہ فیروز شاہی اور الفتاویٰ تاتارا خانیہ جس کی نو جلدیں ہیں، شائع ہوئیں۔ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی حیثیت بڑی حد تک صوبجاتی اور مقامی تھی تاہم ان کی تصانیف اور تالیفات سے ملک میں خاصی تبلیغ ہوئی۔ عین الحق ملتانی اور شیخ علی مہائمی بھی اسی دور کی مبلغ شخصیات ہیں جن کی تفسیر تبصیر القرآن کی نظیر نہیں ملتی۔ بقول مولانا عبدالحئی "ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ کے سوا حقیقت نگاری میں شیخ علی مہائمی کا کوئی نظیر نہیں۔"

اس دور کی ایک اور اہم شخصیت شیخ جمالی ہیں۔ اس دور میں تصوف اور بھگتی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتصال سے ایک نئی تحریک وجود میں آئی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مذہب کے اختلافات کو مٹاکر سب انسانوں کی ایک برادری قائم کی جائے۔ لیکن یہ تحریک نہ چل سکی۔ اس میں مبلغین کا بڑا حصہ ہے۔

۴۔ مغلیہ دور:

مغلیہ دور کی ابتدا بابر سے ہوتی ہے۔ اس دور میں مہدوی تحریک نے جنم لیا جس کی روح رواں سید محمد جونپوری تھے۔ یہ تحریک تجدید دین کے لئے تھی۔ اس کے بعد سوری دور میں شیخ محمد غوث شطاری اور پیر روشن میاں نے اشاعت اسلام کے لئے کافی کام کیا۔ یہ مذہبی' تمدنی اور سیاسی تحریک کے رہنما تھے۔ قادریہ سلسلہ میں مخدوم محمد گیلانی' مخدوم عبدالقادر ثانی اور چشتیہ سلسلہ میں شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں۔ عہد اکبری میں نیا مذہب ظہور پذیر ہوا جو دین اکبری کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی کتاب "The Muslim Community" میں فرماتے ہیں:

"اکبر کو ذہنی انتشار تھا۔"

تاہم اس کا عہد اشاعت اسلام کے لئے نمایاں زمانہ ہے۔ اس دور کی شخصیت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اہم ترین ہیں۔ بقول شیخ محمد اکرام (رود کوثر) "انہوں نے اکبری الحاد کے خاتمے میں حصہ لیا۔ اور احیائے اسلام کی کوشش کی۔ ان کے کام کی اہمیت سے انکار نہیں' وہ قیوم اول ہیں۔" ان کے بارے میں رائے ساردا اپنی انگریزی کتاب "اجمیر" میں کہتا ہے کہ انہوں نے مخلوق کی صلح جوئی اور خیر خواہی کی۔

علاوہ ازیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس دور کی اہم شخصیت ہیں۔ تذکرہ علمائے ہند میں ان کی علمی خدمات کا ذکر ہے۔ ان کی وجہ سے دینی درس و تدریس کا پورا سلسلہ ملک میں عام ہوگیا۔ علاوہ ازیں ملاعبدالحکیم سیالکوٹی بھی اہم شخصیت تھے۔ عبداللہ نیازی عہد جہانگیری کے سب سے زیادہ مشہور افغان بزرگ تھے۔ حضرت پیر بابا اور حضرت اخند بابا نے پشاور کے علاقے میں کافی تبلیغ کی۔ عہد جہانگیری میں قادریہ سلسلے کا فروغ ہوا۔ اس دور کی ایک اور شخصیت میاں میر صاحب تھے۔ عہد عالمگیری میں فقہ اور شریعت کو فروغ ہوا۔ اس کی وجہ اورنگ زیب عالمگیر کی ذاتی دلچسپی تھی۔ فتاویٰ عالمگیری ان کے دور میں شیخ نظام کی زیر نگرانی آٹھ سال کی محنت سے تیار ہوا جس پر ۲ لاکھ روپے اس دور میں صرف ہوئے۔ یہ حنفی علماء کا فقہ ہے۔ بقول شیخ محمد اکرم "اس کتاب نے علماء اور طلبہ کو فقہ کی تمام کتابوں سے بے نیاز کردیا" (رود کوثر)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد فرحان اپنی کتاب "حیات مجدد" میں لکھتے ہیں "جہانگیر' شاہجہان اور اورنگ زیب کے دلوں میں اسلام کی محبت اور شریعت کی ترویج کا خیال تھا"۔

بنگال میں ویشنو تحریک کے اثر کو مٹانے کے لئے سید سلطان' بہرام سقا' مولانا حمید منگلوٹی اور شاہ نعمت اللہ قادری نے بڑا کام کیا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ نے اجتہاد کی تعلیم و ترغیب دی اور تبلیغ اسلام کی تحریک میں نئی روح پیدا کی۔ انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ انہوں نے اپنے قلم اور زبان سے اصلاح معاشرت کا کام سرانجام دیا۔ شیعہ سنی اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کی۔ بقول شیخ محمد اکرم (رود کوثر) انہوں نے شیعہ سنی خیالات کی تطبیق کی۔ یہ بڑا نازک سیاسی دور تھا جب آپ نے اصلاح کا کام شروع کیا۔ مغلیہ دور زوال میں (۱۷۰۸-۱۸۵۷) علوم اسلامی کو فروغ ہوا۔ درس نظامی قائم ہوا جو بحرالعلوم ملا نظام الدین نے بنایا۔ اس دور میں شیعہ فرقہ کو بھی کافی فروغ ہوا۔ حاجی محمد محسن شیعہ اکابرین میں سے ہیں۔ دکن' مرشد آباد' عظیم آباد اور لکھنؤ شیعہ ثقافتی مراکز بنے۔ اٹھارویں صدی میں چشتیہ سلسلے کا بھی احیاء ہوا۔

۵- زمانہ محکومیت کا دور: (۱۸۰۰ء سے ۱۹۴۷ء تک)

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت ابتر ہوگئی۔ آخرکار مسلسل جدوجہد سے حالات بدلے اور ۱۹۴۷ء میں بدیسی حکمران رخصت ہوئے۔ مولانا سید احمد بریلوی کی تحریک جہاد اسی زمانے سے متعلق ہے۔ دیوبند کا مدرسہ اور ندوۃ العلما اور دار المصنفین اسی زمانے میں قائم ہوئے۔ قرآن کی اشاعت کی کوشش ہوئی۔ سیرت میں ایک نیا معیار قائم ہوا۔ برصغیر میں سید امیر علی اور مبلغ خواجہ کمال الدین اور اقبال' شبلی نعمانی' سید احمد بریلوی' شاہ اسماعیل شہید' مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی' مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ابوالکلام آزاد ایسی روشن شمعیں ہیں کہ اس دور کو مذہبی خشک سالی کا دور نہیں کہا جاسکتا۔ اسلام کی تفہیم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بڑا احسان ہے جن کے بارے میں اقبال نے لکھا ہے:۔

زمانہ ایک' حیات ایک' کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہ قدیم و جدید

اشاعت دین ایک معجزہ ہے:

رہنمائے کاروان انسانیتؐ کا پیغام جس تیزی سے دنیا میں پھیلا وہ ایک معجزہ ہے۔ بغیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریس کے اتنا بڑا مشن مکمل ہوا۔ نہ صرف عرب و عجم و پاک و ہند بلکہ دنیا کے کونے کونے میں دین کی اشاعت ہوئی۔ International Year Book 1963 کے مطابق مسلمانوں کی تعداد مندرجہ ذیل ممالک میں یہ تھی:

چین	پانچ کروڑ
روس	ساڑھے تین کروڑ
ہندوستان	چار کروڑ ستر لاکھ
فرانس	چھ لاکھ
یوگوسلاویہ	تیس لاکھ
جرمنی	پچاس لاکھ
فن لینڈ	دو لاکھ

ظاہر ہے اب مندرجہ بالا ممالک میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ ٹائم میگزین ۲۳ر مئی ۱۹۸۸ء کے صفحہ نمبر ۵۰ پر ایک بہت خوبصورت مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "Americans Facing Towards Mecca" (یعنی امریکن مکہ کی طرف منہ کئے ہوئے) اس میں بتلایا گیا ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۸۰۰ ملین ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ۶۰۰ اسلامک سنٹر ہیں۔ ریاست کیلیفورنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۴۶۴۴۰۰۰ ہے۔ امریکہ کی آبادی کا ۱۴٪ حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

یہ تھی مختصراً اولیائے کرام کی خدمات جو انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں سرانجام دیں۔ تبلیغ کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ ہمارے علما اور دیگر تنظیمیں اس پیغام مقدس کو قریہ قریہ، شہر شہر پھیلا رہے ہیں۔ خدا کرے ہم پاکستانی نبی اکرمؐ کی تعلیمات پر راسخ طریقے سے عمل پیرا ہوں۔ آمین!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۱

اسلام کا نظام تعلیم

تعلیم کی اہمیت:

تعلیم صرف تدریس عام کا ہی نام نہیں بلکہ علم ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے سے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے اور یہ عمل قوم کے افراد کے احساس و شعور کو نکھارتا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث میں علم کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سورت البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ○ (سورت البقرۃ:۳۳-۳۲)

اور اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدمؑ کو (پیدا کرکے انہیں) سب چیزوں کے اسماء کا علم دیا۔ پھر وہ چیزیں فرشتوں کے رو برو کردیں۔ پھر فرمایا کہ مجھ کو ان چیزوں کے (مع ان کے آثار و خواص کے) نام بتاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا: آپ تو پاک ہیں، ہم کو تو وہی کچھ علم ہے جو آپ نے ہمیں سکھایا۔ بے شک آپ بڑے علم والے ہیں، حکمت والے ہیں (کہ جس قدر جس کے لئے مصلحت جانی اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا)۔

سورت العلق کی آیات ۱-۵ ملاحظہ ہوں:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○

(اے پیغمبر ﷺ) آپؐ اپنے رب کا نام لے کر پڑھیئے جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیئے آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور ایسا ہے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے (لکھے پڑھوں کو) قلم سے تعلیم دی
اور (عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے)
ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

سورت الرحمٰن کی آیات ۱-۴ درج ذیل ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اس کو گویائی سکھائی۔

سورت آل عمران کی آیت (۱۶۴) میں ارشاد ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا۔ جب کہ ان میں انہیں کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان لوگوں کا تزکیہ نفس کرتا رہتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتا رہتا ہے اور بالیقین یہ لوگ پہلے صریح غلطی میں تھے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۹ میں ارشاد ربانی ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر انہیں میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو (آسمانی) کتاب کی اور دانائی کی تعلیم دیا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک کردے۔ بلا شبہ آپ ہی غالب القدرت کامل الانتظام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہؐ دو مجلسوں میں سے گزرے جو مسجد میں منعقد ہوئی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ ان دونوں مجلسوں یا جماعتوں میں سے ایک عبادت میں مصروف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اللہ سے دعا کررہی ہے اور اس سے اپنی خواہش و رغبت کا اظہار کررہی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو انہیں عطا کردے اور اگر چاہے تو منع کردے۔ البتہ یہ لوگ (دوسرا گروہ) جو علما ہیں فقہ حاصل کررہے ہیں اور جاہلوں کو علم سکھا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ بہتر ہیں اور میں بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ کہہ کر پھر آپ بھی ان میں بیٹھ گئے)۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم ص:۳۶)

حضرت ابو امامہ الباہلی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ آپ سے یہ پوچھا گیا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عالم عابد پر ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسا کہ میں تم میں سے ادنیٰ آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں اس کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک فقیہ (عالم دین) شیطان کے مقابلے میں ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ دو عادتیں ایسی ہیں جو منافق میں یکجا نہیں ہوتیں۔ ایک تو اچھا خلق ہے اور دوسری دینی سمجھ۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے (گھر سے) نکلے وہ جب تک کہ گھر واپس نہ آجائے خدا کی راہ میں ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے حضورؐ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ "خطبات بہاول پور" کے صفحات: ۲۹۸-۳۰۰ کے پر رقم طراز ہیں:

یہ کہنا دشوار ہے کہ مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل رسول اکرمؐ نے تعلیم کے متعلق کیا کام کیا؟ کوئی مدرسہ قائم کیا یا مدرس مامور کئے؟ اس کا پتہ چلنا آسان نہیں ہے۔ غالباً ایسا ہوا بھی نہیں بجز قرآن کو مستند استاد سے پڑھنے کے۔ لیکن ایک چیز قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہمارے مؤرخین کے مطابق عربی زبان طویل عرصے تک صرف بولی جانے والی زبان رہی تھی۔ تحریری زبان نہیں تھی۔ لکھنے کا رواج مکہ معظمہ میں حرب کے زمانے میں ہوا۔ یہ ابوسفیان کا باپ تھا۔ یعنی یہ دور رسول اللہؐ کی نوجوانی کا دور ہے۔ جو لوگ آپ سے معمر تر تھے شہر مکہ میں ان کے زمانے میں پہلی مرتبہ عربی زبان کی تحریر و کتابت ہونے لگی۔ اس کی وجہ بھی یہ بیان کی گئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ایک شخص عراق کے علاقے میں حیرہ سے وہاں آیا تھا۔ اس نے مکہ معظمہ میں حرب کی بیٹی سے شادی کی اور اظہار شکر گزاری کے لئے حرب کو یہ راز بتلایا کہ ایسی کام کی باتیں جنہیں تم بھول جاتے ہو اور جنہیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے انہیں لکھ لیا کرو۔ یہ روایت ہمیں مختلف کتابوں میں ملتی ہے۔ مثلاً قدامہ بن جعفر کی کتاب الخراج اور اس کے استاد بلاذری کی فتوح البلدان وغیرہ میں۔ دوسرے الفاظ میں مکہ میں لکھنے پڑھنے کا رواج عہد نبویؐ سے کچھ ہی پہلے شروع ہوا تھا اور بلا ذری کو تو اصرار ہے کہ عہد نبویؐ کے آغاز پر وہاں سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ ممکن ہے یہ مبالغہ ہو یا کسی خاص عہد کا ذکر ہو اور بعد میں اس صورت حال میں ترقی ہوئی ہو اور زیادہ لوگ لکھنا پڑھنا جان گئے ہوں لیکن اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ البتہ یہ امر ضرور قابل ذکر ہے کہ قبل از اسلام مکہ میں عورتیں بھی لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ چنانچہ شفا بنت عبداللہ کو جو حضرت عمرؓ کی رشتہ دار تھیں لکھنا پڑھنا آتا تھا اور اسی واقفیت کے سبب سے بعد میں جب وہ ہجرت کرکے مدینہ آئیں تو ابن حجر کے بیان کے مطابق رسول اللہ نے ان کو مدینہ کے ایک بازار میں ایک عہدہ پر مامور کیا۔ چونکہ انہیں لکھنا پڑھنا آتا تھا اس لئے کوئی ایسا ہی کام ان کے سپرد کیا گیا ہوگا جس کا تعلق لکھنے پڑھنے سے ہو۔ ایک امکان میرے ذہن میں آتا ہے کہ اس بازار میں عورتیں بھی سامان تجارت لاتی ہوں گی۔ لہٰذا ان کی نگرانی' ان کی مدد اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسی عورت ہی کو مامور کیا جاسکتا تھا۔ بہر حال لکھنے پڑھنے کا رواج عہد نبویؐ کے آغاز کے زمانے میں ایک بالکل نئی چیز تھی اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس نے ابھی زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیائے عرب کی سب سے پہلی تحریر میں لائی ہوئی کتاب قرآن مجید ہے۔ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ صرف چند ایک چیزیں مثلاً "سبعہ معلقات" جن کو لکھ کر بطور اعزاز و احترام کعبہ میں لٹکا دیا گیا تھا۔ اسی طرح بعض معاہدے بھی لکھے گئے ہوں گے۔ الفہرست میں ابن ندیم نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کے خزانے میں ایک مخطوطہ یا ایک کاغذ کا پرچہ تھا جس میں ذرا بھدے خط کی کچھ عبارت تھی۔ لکھا ہے کہ عورتوں کے خط سے مشابہ تھا اور کہا ہے کہ وہ عبدالمطلب کا خط تھا وغیرہ۔ ۲۵۲۔ ان چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے کا آغاز ہو رہا تھا اور ابھی زیادہ ترقی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ حیرہ سے آنے والا شخص وہی خط سکھائے گا جو حیرہ میں رائج ہے۔ وہاں کی زبان میں کل چوبیس حرف ہیں جب کہ عربی میں حروف کی تعداد اٹھائیس ہے۔ ظاہر ہے کہ حیرہ میں رائج خط اس زبان کے لئے ناکافی ہوگا۔ اس لئے حیرہ میں رائج خط کی مدد سے عربی زبان کے خصوصی حروف میں امتیاز کرنا بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشوار تھا۔ عربی زبان کے حروف میں امتیاز کرنے کی ایک ہی صورت تھی کہ مختلف حروف کے سلسلہ میں ایک حرف کے نیچے نقطہ لگا کر "ب" بنائیں اور اسی حرف پر ایک نقطہ اوپر لگا کر "ن" بنائیں وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلے میں خطیب البغدادی وغیرہ متعدد لوگوں کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ غالباً اس کوتاہی کو دور کرنے کا حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی فرمایا تھا۔ روایت ہے کہ ایک دن خلیفہ حضرت معاویہؓ نے عبید غسانی نامی کاتب کو بلایا اور فرمایا کہ "میں تمہیں کچھ لکھواتا ہوں اسے لکھو اور رقش کرو"۔ غسان کہتا ہے کہ "رقش" کیا چیز ہے؟ وہ تبسم کرکے کہتے ہیں کہ میں ایک دن مدینہ منورہ میں تھا رسول اکرمؐ نے کاتب کی حیثیت سے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا لکھو اور رقش کرو۔ میں نے بھی پوچھا تھا یا رسول اللہؐ رقش کیا چیز ہے؟ حضورؐ کے الفاظ یہ تھے کہ "حروف پر جہاں ضرورت ہو نقطے لگاؤ"۔ اس چھوٹی سی روایت سے جو ہمیں کئی کتابوں میں ملتی ہے گمان ہوتا ہے کہ نقطے لگاکر حروف میں امتیاز پیدا کرنا بہت بعد کی چیز نہیں ہے بلکہ عہد نبویؐ میں اس کا آغاز ہوگیا تھا لیکن کتب رسم المصاحف (یعنی قرآنی املا) کے یا خط عربی کے عام مؤرخوں کے ہاں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا البتہ اس کی تائید میں اب کچھ اور چیزیں بھی ہمیں مل گئی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ طائف کے مضافات میں ایک کتبہ ملا ہے۔ حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں انہیں کے حکم سے طائف کے گورنر نے ایک تالاب تعمیر کرایا تھا۔ اس پر ایک کتبہ لگایا گیا۔ اس کتبے کے کئی حروف پر نقطے ہیں۔ یہ ۵۰ھ کا واقعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ بعد کی جعلسازی نہیں ہوسکتی۔ اس کتبے کے سب حروف پر نقطے نہیں ہیں بلکہ صرف چند حروف پر ہیں۔ یہ ذرا پرانی دریافت تھی۔ اب ایک اور نئی چیز ہمارے سامنے آئی ہے جو اس سے بھی زیادہ معتبر ہے۔ مصر میں کچھ جھلیاں (پارچ منٹ) دریافت ہوئی ہیں جن پر کچھ تحریریں لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں حضرت عمرؓ کی خلافت ۲۲ ہجری کے زمانے کے دو خطوط ہیں۔ ان میں بھی نقطوں کا اہتمام نظر آتا ہے۔ یعنی حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی ایک حد تک نقطے لگانے کا رواج تھا۔ اسے حجاج بن یوسف یا اس کے بھی بعد کی چیز قرار دینا درست نہیں۔

بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: "غرض ایک طرف ہمیں ایسی چیزیں ملتی ہیں جن میں علم کی اہمیت بتانے کے ساتھ ساتھ اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ دوسری طرف ایسے انتظامات بھی نظر آتے ہیں جن کے باعث علم کا حصول آسان تر ہوجائے۔ اس سلسلے میں ایک چھوٹے سے واقعہ کی جانب آپ کی توجہ منعطف کراؤں گا جس کا میں نے گزشتہ روز بھی ذکر کیا تھا۔ جنگ بدر میں بہت سے کافر قید ہوئے۔ ان قیدیوں میں سے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا رسول اللہؐ نے ان سے مالی فدیہ طلب کرنے کی بجائے یہ فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص دس دس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ تعلیم کے انتظامات کے سلسلے میں یہ واقعہ ولولہ انگیز ہے۔ اسی طرح ایک اور بات پر غور کرنے اور اس سے نتائج استنباط کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ طبری کے بیان کے مطابق جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو رسول اللہؐ نے یمن بھیجا تو ان کا فریضہ یہ تھا کہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں اور ایک کمشنری سے دوسری کمشنری میں جائیں اور وہاں تعلیم کا انتظام کریں۔ اس کے علاوہ یمن کے گورنر عمروؓ بن حزم کی تقرری کے وقت ان کو ہدایت نامہ دیا گیا اسے بھی تاریخ نے محفوظ کرلیا۔ اس میں ہمیں ٹیکس' انتظامی معاملات اور عدل و انصاف وغیرہ کے متعلق ہدایات کے علاوہ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کرو۔ گویا گورنر کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ اپنے دائرۂ عمل کے اندر رہنے والے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ تعلیم اسلامی تعلیم ہی ہوگی اور اس کا انتظام صرف مسلمانوں کے لئے کیا جانا ہوگا۔ کیونکہ غیر مسلموں کی تعلیم کی بوجوہ ضرورت ہی نہیں تھی۔ قرآن مجید کے احکام کے مطابق تمام مذہبی گروہوں کو کامل داخلی خودمختاری عطا کی گئی تھی۔ جس طرح غیر مسلم اس خودمختاری کی بناپر اپنے دیگر معاملات میں آزاد تھے۔ اسی طرح تعلیم کی صورت بھی وہی ہوگی۔ ان حالات میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ غیرمسلموں کی تعلیم کا انتظام اسلامی حکومت کرتی تھی یا نہیں۔ اگر وہ کرتی ہوتی تو اس میں کوئی امر مانع بھی نہیں تھا لیکن چونکہ عہدنبویؐ میں ایک خصوصی نظام کے تحت ہر اقلیت کو کامل داخلی خودمختاری عطا کی گئی تھی اس لئے انہیں اپنی تعلیم کی بھی آزادی تھی اور وہ خود اسے بہتر طور سے انجام بھی دے سکتے تھے۔ مثلاً ایک عیسائی بچے کو اسلامی مدرسہ میں قرآن کی تعلیم دینے والا عالم تو مل جائے گا لیکن انجیل پڑھانے والا استاد میسر نہیں آسکے گا۔ اس لئے ان کے حق میں یہی بات زیادہ سود مند تھی کہ ان کا مدرسہ ہی الگ ہو اور وہ اپنے مذہب کی تعلیم اپنے ہی اساتذہ کی مدد سے حاصل کریں۔" (خطبات بہاول پور' صفحہ نمبر ۳۰۸)۔

مخلوط تعلیم:

اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا اسلام میں مخلوط تعلیم کی اجازت ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ:

"اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسجد نبوی میں مرد بھی ہوتے تھے اور عورتیں بھی۔ ممکن ہے کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ الگ الگ ہو لیکن اس مقام پر جہاں رسول اللہؐ تقریر فرماتے دونوں کے لئے بیک وقت استفادہ کرنے کا امکان تھا۔ اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ سکول و کالج میں اس طرح کا انتظام کیا جاسکے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی نشستیں جدا جدا ہوں تو میرے نزدیک اس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی حرج نہیں ہوگا۔ خاص طور پر اگر کسی فن کا ماہر صرف ایک عورت یا صرف ایک مرد ہو تو اس سے دونوں کو استفادہ کرنا چاہئے۔ لڑکوں کو بھی لڑکیوں کو بھی۔ اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ دونوں کی تعلیم کا بیک وقت انتظام ہوسکے۔ مثلاً غور کیجئے کہ "کتاب الاموال" علم فینانس جیسی ٹیکنیکل چیز کی ایک پرانی کتاب ابوعبید قاسم کی ہے۔ اس کی روایت کرنے والوں کی فہرست میں سب سے نمایاں نام ایک عورت کا ہے۔ وہ اپنے گھر میں اس کا ورس دیا کرتی تھی اور درس کو سننے کے لئے مرد بھی آیا کرتے تھے۔ اس کا انتظام کہ مرد اور عورتیں اکٹھے درس میں شریک ہوں کیسے ہوتا تھا مجھے معلوم نہیں لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی استاد سے مرد اور عورت دونوں استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید (۳۳-۵۳) کا یہ فرمان کہ جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز پوچھنا چاہو تو پردے کے پیچھے سے پوچھو۔ ظاہر ہے کہ پردے کے پیچھے سے سوال کرنے کی ضرورت صرف مردوں کو پیش آسکتی تھی۔ خواتین کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔ ان مختلف پہلوؤں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ضرورت اور حالات پر منحصر ہے کہ اگر دونوں کے لئے الگ الگ مدرسے اور کالج بن سکتے ہیں تو بہت بہتر ہے ورنہ پھر تعلیم کا نظام ایک ہی جگہ بھی ہوسکتا ہے۔" (خطبات بہاول پور، صفحہ ۳۱۹)۔

نبی اکرمؐ کے بعد کے ادوار:

پروفیسر خورشید احمد رقم طراز ہیں: حضور اکرمؐ کے زمانے میں یہ بنیادی نہج پڑی اور ان ہی خطوط پر بعد میں ارتقا ہوا۔ مساجد تعلیم کا مرکز بن گئیں۔ ہر جگہ حلقہ ہائے درس قرآن و حدیث قائم ہوئے۔ ایک ایک مسجد میں کئی کئی حلقے بنے اور ایک ایک حلقے میں ہزاروں طلبہ شریک ہونے لگے۔ جو اساتذہ متمول تھے وہ اپنی کفالت آپ کرتے لیکن جو ضرورت مند تھے ان کی کفالت بیت المال کرتا۔ خلفائے راشدین نے باقاعدہ تنخواہیں اور وظیفے مقرر فرمائے اور ہر مسجد ایک مکتب اور ہر میدان ایک تعلیم گاہ بن گیا۔ پہلی چار صدیوں میں تعلیم کا یہی نظام رائج تھا۔ اصطلاحی مدارس نہ ہونے کے باوجود یہ نظام اتنا مستحکم اور ہمہ گیر تھا کہ گھر گھر تعلیم پھیل رہی تھی اور ایک قسم کی ہمہ رس اور ہمہ گیر تعلیم موجود تھی۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں اس دور کے ۵ لاکھ علماء کے مفصل حالات ملتے ہیں۔ اس زمانے کے تعلیمی اداروں میں مرکزی حیثیت مساجد ہی کو حاصل تھی اور مساجد کے فن تعمیر پر ان کے اس تعلیمی رول کا خاصا اثر پڑتا ہے۔ تینوں سمتوں میں دالانوں کا ہونا اور بڑی تعداد میں حجروں کی موجودگی اس کا ثبوت ہیں۔ اس دور کی اہم تعلیم گاہوں میں سے جو قابل ذکر ہیں اور جو آج بھی موجود ہیں وہ تیونس کی جامعہ زیتون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مصر کی جامعہ الازہر ہیں۔ مساجد کے علاوہ خانقاہیں' علماء کے مکانات اور کھلے میدان بھی تعلیم گاہ کی حیثیت رکھتے تھے اور ہر علاقے میں لاکھوں طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

یہ مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا پہلا دور ہے۔ دوسرے دور کا آغاز پانچویں صدی کے اوائل سے ہوتا ہے۔ اس میں مساجد کے علاوہ باقاعدہ مدارس بھی قائم ہوئے اور بڑے وسیع پیمانے پر ہوئے۔ غالباً سب سے پہلا مدرسہ جس کی اپنی عمارت' سرکاری گرانٹ اور وقف املاک برائے عام اخراجات اور مرتبہ نصاب تعلیم وغیرہ تھے' سلطان محمود غزنوی نے اپنے پایہ تخت غزنی میں ۴۰۱ھ بمطابق ۱۰۱۹ء میں قائم کیا۔ بقول ابوالقاسم فرشتہ "مسجد سے ملحق ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا اور اس کے کتب خانے کو نادرالوجود کتب سے آراستہ کیا اور مسجد و مدرسے کے اخراجات کے لئے بہت سے دیہات وقف کئے۔" محمود غزنوی نے اپنی پوری مملکت میں بے شمار مدرسے قائم کئے اور اس کے زیر اثر دوسرے امراء اور ارکان دولت نے بھی یہ خدمت انجام دی۔ تاریخ نے محمود غزنوی کو اس کے عسکری حملوں کی وجہ سے تو یاد رکھا ہے لیکن علم کی دنیا میں جو انقلاب آفرین اقدام اس نے کئے اس کا قرار واقعی اعتراف نہیں کیا گیا۔ اسے تاریخ کی ستم ظریفی نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟

دوسرا اہم مدرسہ جس نے تاریخ میں اپنا نام پیدا کیا دولت سلجوقیہ کے مشہور وزیراعظم نظام الملک طوسی (المتوفی ۴۸۵ھ) کا قائم کردہ مدرسہ نظامیہ بغدادیہ ہے۔ جسے امام الحرمین رحمتہ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ جیسے مدرسین حاصل ہوئے اور جس نے تاریخ پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ اس کے بعد مدارس کی ایک رو چل پڑی اور ساری اسلامی قلمرو میں ان کا جال بچھ گیا۔ (ملاحظہ ہو اسلامی نظریہ حیات از پروفیسر خورشید احمد' شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' کراچی یونیورسٹی' صفحات: ۸-۴۳۴)

پاکستان میں دینی مدارس اور ان کی اصلاح:

پاکستان میں دینی مدارس کی زبوں حالی کو پیش نظر رکھتے ہوئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔ ان اصلاحات سے کافی پیش رفت ہو سکتی ہے۔

۱۔ ملک بھر میں تمام دینی مدارس کو فوری طور پر نیشنلائز کیا جائے جس طرح دیگر تعلیمی اداروں کو ملک و ملت کے مفاد میں نیشنلائز کیا جاچکا ہے۔ اسی طرح ان دینی مدارس کو بھی نیشنلائز کیا جائے۔

۲۔ ان دینی مدارس میں تعلیم و تدریس کے لئے سرکاری سطح پر ایسا دینی نصاب مقرر کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے جس میں یکسانیت ہو۔

۳۔ مدارس کے دینی نصاب میں اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے جس سے دینی مدارس میں فرقہ وارانہ تنگ نظری اور تعصب کی سوچ کے لئے کوئی رستہ کھلا رہے تاکہ موجودہ فرقہ وارانہ رجحانات سے ملک و ملت کو نجات مل جائے۔

۴۔ دینی مدارس کے سٹاف اور معلمین کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور معلمین کے لئے خاص تعلیمی معیار اور سٹینڈرڈ مقرر کیا جائے کیونکہ معلمین کی جیسی علمی قابلیت ہوگی ویسے ہی ان کے تیار کردہ طلبہ ہوں گے۔

۵۔ ان دینی مدارس میں طالب علموں کے انتخاب اور داخلے کے لئے بھی انتخابی بورڈ مقرر کئے جائیں تاکہ ایرے غیرے ناکارہ اور بے صلاحیت طلبہ دینی مدارس میں داخل نہ ہوسکیں۔

۶۔ دینی مدارس میں تکمیل کے آخری امتحانات حکومت اپنے انتظام میں لے اور فارغ التحصیل طلبہ و طالبات کو حکومت ان کی قابلیت کے ذریعے مقرر کرے اور ان کی قابلیت کے مطابق سرٹیفکیٹ جاری کیا کرے۔

۷۔ ان دینی مدارس اور اداروں کی مالی ضروریات کا سختی سے محاسبہ کیا جائے کیونکہ اس وقت تک کی جو دردناک صورتحال ہے وہ یہ ہے کہ ان دینی مدرسوں کے بعض نام نہاد بانی اور مہتمم ان دینی مدرسوں کی بناپر عرب ممالک کے مخیر حضرات سے خاص طورپر اور دنیا کے ممالک سے عموماً جاری مالی امداد حاصل کررہے ہیں لیکن انتہائی دکھ کی بات یہ ہے کہ وہ طلبہ جن کی ہمدردی اور بہبود کے جذبہ سے یہ بھاری مالی امدادیں حاصل کی جاتی ہیں وہ رقوم ان طلبہ کی بہبود پر خرچ نہیں کی جارہیں بلکہ دینی مدارس میں طلبہ کی حالت نہایت ابتر ہے۔ رہائش' خوراک' لباس' بودوباش ان کے ساتھ انتظامیہ کا سلوک یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن کی کڑی نگرانی اور فوری اصلاح کی ضرورت ہے۔ قوم کو اچھے تربیت یافتہ اور دینی رنگ میں رنگے دینی معماروں کی ضرورت ہے نہ کہ بھک منگوں اور زکوٰۃ خوروں کی۔ افسوس ہے کہ دینی مدرسوں کے ذریعے ایک پوری نسل کو ان کی جائز ضرورتوں سے محروم رکھ کر ان دینی مدرسوں کی انتظامیہ مجرمین تیار کررہی ہے۔ جو معاشرہ میں نہایت خطرناک زہر پھیلانے کا موجب بنتے ہیں اور آئے دن اخبارات میں ان کی دردناک تفصیلات شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن طلبہ کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ ان کا ظالمانہ استحصال ہورہا ہے۔ اس لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل خرابی کا سدباب ضروری ہے۔

۸۔ ان دینی مدارس کی انتظامی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ہر جگہ مقامی ذی اثر لوگوں پر مشتمل ایک انتظامی گورننگ باڈی مقرر کی جائے تاکہ طلبہ کے ناجائز استحصال کو روکا جائے۔ ایسی گورننگ باڈی میں طلبہ کی نمائندگی لازمی قرار دی جائے جو بذریعہ انتخاب ہوا کرے۔

۹۔ حکومتی سطح پر تمام دینی مدارس کا آڈٹ ضرور ہوا کرے۔ اس وقت تکلیف دہ صورت حال یہ ہے کہ دینی مدرسوں کے علماء مدرسوں کی غیر معمولی آمدنیوں کے بل بوتے پر خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ ان علماء کے بڑے بڑے بنگلے' کاریں' حفاظتی عملے کا شکوفوں کے مظاہرے اور دوران سال بیرونی ممالک کے کئی کئی چکر اور دورے کس سے مخفی ہیں؟ ایسے علماء کے فوری محاسبے کا انتظام ہونا چاہئے۔ اگر سیاسی لوگوں کا محاسبہ ہوسکتا ہے تو ان علماء اور دینی مدارس کے مہتممین کا محاسبہ کیوں نہیں ہوسکتا؟ ان میں درجنوں کے حساب سے ایسے لوگ ہیں جن کی آمدنی کے لحاظ سے ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ لیکن سارے ملک میں چراغ لے کر ڈھونڈیں' کوئی مولوی صاحب اپنی آمدنی پر زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یہ کتنا عبرت ناک پہلو ہے جس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

۱۰۔ ملک بھر میں موجود دینی مدارس کا ایک فوری سروے ضروری ہے۔ جس کے تحت ان مدارس کے نام یا ان مدارس سے منسوب بھاری جائیدادوں کو ریکارڈ پر لایا جائے۔ نیز ان مدارس کے ذریعہ مہتممین اور منتظمین نے جس قدر جائیدادیں فرضی کارروائیاں ڈال کر ناجائز ہتھیا رکھی ہیں ان کو حکومت فوری طور پر قبضہ میں لے۔ عام لیکن محتاط اندازہ یہی ہے کہ دینی مدرسوں کے نام پر جائیدادیں اتنی بھاری مالیت رکھتی ہیں کہ جملہ دینی مدارس کو نیشنلائز کرنے کی صورت میں حکومت پر کوئی مالی بار نہیں پڑے گا۔ صرف صحیح انتظام اور نگرانی کی ضرورت ہے اور ذاتی استعمال کا قلع قمع کرنا ہوگا۔

پندرھویں صدی کا آغاز ہوچکا ہے۔ مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اس عالم میں ہمیں اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش کرنا چاہئے کہ ہمیں علمی ترقی کی منزل کو حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ہاں بے شمار سکول' کالج اور یونیورسٹیاں اشاعت علم کی خدمت میں مصروف ہیں لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہالت کا قلع قمع نہیں ہوسکا۔ خواندگی کی شرح میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوسکا۔ ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں کمی نہیں کی جاسکی۔ ابھی تک بے شمار لوگ علم سے محروم ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور علم کا دور ہے۔ اس میں علم کے بغیر قومی و بین الاقوامی سطح پر زندہ رہنا تقریباً محال ہے۔ اگر قوم ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ علم میں اپنا مقام پیدا کرے۔ اگر فرد معاشرے میں آبرو مندانہ زندگی گزارنا چاہتا ہے اور دوسروں کے لئے اپنی ذات کو مفید بنانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جہالت اور ناخواندگی پسماندگی کا دوسرا نام ہے۔ اس سے جتنی جلدی پیچھا چھڑایا جاسکے اتنا ہی اچھا ہے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں غور و فکر کرنا ہوگا اور موزوں لائحہ عمل تلاش کرنا ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صرف تعلیمی اداروں پر انحصار ہمارے لئے کافی نہیں۔ اشاعت علم کے لئے ہمیں صرف سرکاری سطح پر کی جانے والی کوششوں پر قناعت نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہمیں اس قسم کی علمی تحریک کو عوامی سطح پر چلانا چاہئے۔ میری مراد یہ ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کو آگے بڑھ کر جہالت اور ناخواندگی کے خلاف جدوجہد کرنی چاہئے۔ ہم نے سائنسی اور تکنیکی علوم حاصل کرنے میں بہت دیر کردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں تکنیکی امور میں ترقی یافتہ ملکوں پر انحصار کرنا پڑرہا ہے۔ یہ انحصار کم ہونا چاہئے۔ صرف اسی طریقے سے ہم آزادی اور خودمختاری کی نعمت سے مستفید ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم ذرا نچلی سطح پر آئیں تو آج ہم دیکھتے ہیں کہ انسان خواہ شہر میں رہتا ہو یا دیہات میں اس کو جن مسائل سے واسطہ پڑتا ہے ان کا حل علم کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے ناخواندہ لوگوں کو حصول علم کے لئے مصروف عمل ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحب علم لوگوں کو چاہئے کہ کچھ وقت نکالیں اور خود کو لوگوں میں علم کی اشاعت کے لئے وقف کردیں۔ خصوصاً دیہات میں رہائش پذیر تعلیم یافتہ لوگوں کو خاص طور پر جہالت کے خلاف جہاد کے لئے کمربستہ ہونا چاہئے۔ ہر گلی کوچے' محلے اور آبادی میں ایسے لوگوں کو سامنے آنا چاہئے جو اشاعت علم کا جذبہ رکھتے ہوں اور اس کے لئے وقت کی قربانی دے سکتے ہوں۔ اگر تعلیم یافتہ افراد چند پڑوسیوں کو لکھنے پڑھنے کے قابل بنادیں تو یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ ملاحظہ ہو عبدالقوی کا مضمون "پاکستان میں دینی مدارس کی زبوں حالی" نوائے وقت راولپنڈی' ۲۲ر جنوری ۱۹۹۱ء نیز نوائے وقت ۳۰ر اگست ۱۹۹۱ء "اسلام میں علم کی اہمیت" از ڈاکٹر رحیم بخش شاہین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی نظام تعلیم:

اقبال نے جب اپنی بصیرت سے جدید نظام کا جائزہ لیا تو انہیں چند بہت بڑی کمزوریاں اور خامیاں نظر آئیں جنہیں انہوں نے اپنی تنقید اور صاف گوئی کا نشانہ بنایا اور ماہرین تعلیم کو اس طرف توجہ دلانے کی کوشش کی۔ وہ جہاں مدرسہ اور طالب علم کے جرم کا ذکر کرتے ہیں وہاں اس سے مراد مغربی مدارس اور اس کے طلبہ ہی ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس نظام دانش نے نئی نسل کے حق میں سب سے بڑا جرم کیا ہے۔ وہ مدرسہ و خانقاہ دونوں سے بیزار نظر آتے ہیں۔ جہاں نہ زندگی کی چہل پہل ہے نہ محبت کا جوش و خروش' نہ حکمت و بصیرت ہے نہ فکر و نظر۔ اقبال کی یہ سنجیدہ رائے ہے کہ تعلیم جدید نے نئی نسل کو صرف عقلی اور ظاہری تربیت دی ہے اور دینی تعلیم سے اعتناء برت کر قلب و روح کی نشوونما' روحانی ارتقاء' اخلاق کی پاکیزگی اور تزکیہ نفس سے غفلت کر کے اس پر سب سے بڑا ظلم کیا ہے۔ جس کے سبب نئی نسل کے قویٰ غیر متوازن اور اس کی اٹھان غیر متناسب ہوئی ہے اور اس کی زندگی ہم آہنگی کی بجائے بے اعتدالیوں کا نمونہ بن گئی ہے۔ نئی نسل کے ظاہر و باطن' عقل و روح' علم و عقیدہ کے درمیان ایک وسیع خلیج پیدا ہوگئی ہے۔ اس کی عقل باریک مگر روح تاریک ہے اوراس کے ذہنی ارتقاء کے ساتھ اس کا روحانی زوال بھی اسی حساب سے ہو رہا ہے۔ وہ نئی نسل کو بہت قریب سے جانتے تھے اس لئے جب بھی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے یا کوئی بات کہتے ہیں تو وہ واقعہ کی تصویر ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نئی نسل کا پیمانہ خالی' اس کی روح پیاسی اور اندروں تاریک ہے مگر اس کا چہرہ بہت تازہ و بارونق اور اس کا ظاہر بہت چاق و چوبند ہے۔ اس کی عقل روشن مگر بصیرت اندھی ہے۔ بے یقینی اور یاس و قنوط جوان نسل کی زندگی کا حاصل اور محرومی اس کی قسمت ہے۔ یہ نوجوان انسان نہیں انسانوں کی لاشیں ہیں۔ وہ اپنی ذات کے منکر ہیں مگر دوسروں پر ایمان لاتے ہیں۔ اغیار و اجانب ان کے اسلامی خمیر سے دیر و کلیسا کی تعمیر کر رہے ہیں اور ان کی صلاحیتیں "صرف در میکدہ" ہو رہی ہیں۔ سخت کوشی اور جفاکشی کی بجائے نرمی اور تن آسانی' لذت طلبی اور عیش کوشی ان کا مسلک بنتی جارہی ہیں۔

ان کی پست ہمتی کا یہ حال ہے کہ امیدیں اور آرزوئیں یا تو پیدا ہی نہیں ہوتیں یا پیدا ہوتے ہی گھٹ کے مرجاتی ہیں۔ نئی دانش گاہوں نے ان کے دینی جذبات کو پوری طرح سلا دیا اور ان کے وجود کو ہم نفس عدم بنا دیا ہے۔ اپنی ذات اور اپنی شخصیت سے ناواقفیت اور اپنی صلاحیتوں سے بے پروائی ان میں عام ہے۔ مغربی تہذیب کے زیر اثر وہ اپنی روح کا سودا روٹی کے چند ٹکڑوں پر بھی کرسکتے ہیں اور ضمیر فروشی بھی کرسکتے ہیں۔ ان کے معلم بھی ان کی قیمت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حیثیت عرفی سے نا آشنا ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان کو شرف و عظمت کے راز سے آگاہ نہیں کیا۔ وہ مومن ہیں لیکن موت کی لذت سے بے خبر اور توحید کی طاقت سے ناواقف۔ وہ فرنگ سے تہذیب کے لات و منات کی در آمد کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے۔ فرزند حرم ہوکر بھی ان کا دل "طواف کوئے ملامت" اور "سجدہ پائے صنم" سے متنفر نہیں۔ فرنگ نے انہیں بغیر حرب و ضرب اور قتل و غارت کے مار ڈالا ہے۔ ان کی عقلیں بے جھجک' ان کے دل پتھر اور نگاہیں بے باک ہیں۔ ان کے قلوب بڑے سے بڑے حوادث کی چوٹ سے بھی نہیں پگھلتے۔ ان کے علم و فن' دین و سیاست' عقل و دل سب کا مرکز مادہ ہے۔ ان کے دلوں میں افکار تازہ کی کوئی نمود نہیں۔ ان کے خیالات میں کوئی بلندی نہیں۔ ان کی زندگی پر جمود و تعطل کی برف جمی ہوئی ہے۔

یہ بتان عصر حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ نہ تراش آذرانہ

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟
خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے؟

مئے یقیں سے ضمیر حیات ہے پر سوز
نصیب مدرسہ یا رب یہ آب آتشناک

یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک

آہ مکتب کا جوان گرم خون
ساحر افرنگ کا صید زبوں

نوجواناں تشنہ لب خالی ایاغ
ششدر و تاریک جاں روشن دماغ

کم نگاہ و بے یقین و نا امید
چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید

ناکساں منکر زخود مومن بغیر
خشت بند از خاک شاں معمار دیر

اقبال نئی نسل کی بے ہمتی اور اس کی اخلاقی پستی کا ذمہ دار موجودہ نظام تعلیم کو قرار دیتے ہیں جس کے ہاں اخلاق پر کوئی زور نہیں اور نہ تربیت کا کچھ خیال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کل کے نوجوان کے دل سوز دروں سے خالی اور ان کی نظریں غیر عفیف ہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوان کی زبان بہت تیز ہے لیکن اس کی آنکھوں میں اشک ندامت اور دل میں خوف و خشیت ذرا بھی نہیں:

جو آنکھ کہ سرمہ افرنگ سے ہے روشن
پرکار و سخن ساز ہے نم ناک نہیں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ان سب باتوں کے لئے کالجوں اور یونیورسٹیوں کو مورد الزام قرار دیتے ہیں۔ جنہوں نے نوجوانوں کو اپنے جال میں جکڑ رکھا ہے اور ان کی فطرت مسخ کر کے رکھ دی ہے۔ وہ دوسرا ذمہ دار حد سے بڑھی ہوئی "عقلیت" کو بھی سمجھتے ہیں جو اولوالعزمیوں اور پرخطر راہوں سے روکتی اور ہر قدم پر مصلحت سنجی اور عاقبت بینی کا بہانہ تراشتی رہتی ہے۔

اقبال کی نگاہ میں اس ذہنی انحطاط کی ایک وجہ حد سے بڑھی ہوئی مادہ پرستی اور اسباب طلبی اور عہدوں، ملازمتوں اور اونچی کرسیوں کو تعلیم کا مقصد سمجھنا بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بے مقصد افراد کے لئے علم دوائے نافع نہیں سم قاتل ہے اور ایسے رزق سے موت بہتر ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "نقوش اقبال" مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عربی کتاب "روائع اقبال" کا ترجمہ از مولوی شمس تبریز خان، سروسز پبلک کلب، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۸۸ء ایڈیشن صفحات: ۹۰-۸۶)

برصغیر میں تعلیم

برصغیر میں اسلام کی دعوت محمود غزنوی کے حملوں سے ہوئی۔ خیبر سے سومنات تک ایک بار پھر اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔ لیکن مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت تو معزالدین محمد بن سام غوری سے شروع ہوئی۔ قطب الدین سے بہادرشاہ ظفر تک تقریباً ساڑھے سات سو سال مسلمانوں کی حکمرانی کے دوران اسلامی نظام تعلیم نے تقویت حاصل کی۔ قطب الدین ایبک سے بلبن تک جو حکمران رہے انہوں نے وسیع پیمانے پر مدارس قائم کئے۔ فیروزالدین تغلق کے بجٹ میں ۱۳۶ لاکھ تنکہ تعلیمی وظائف وغیرہ کے لئے مختص تھا۔ اس دور میں تنکہ کی قوت خرید موجودہ روپے کی قوت خرید سے تقریباً ۳۰ گنا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ اس نے ۳۰ کالج اور ایک یونیورسٹی دہلی میں قائم کی۔ اسی طرح جہانگیر کے دور میں بھی مدارس کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ عہد عالمگیری کا مشہور سیاح کیپٹن الیگزینڈر ہملٹن اپنے سفرنامہ سندھ میں صرف ٹھٹھہ شہر کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہاں علوم اور فنون کے چار سو مدرسے تھے۔ مسلمانوں کے نظام تعلیم کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ خالص عوامی تھی۔ تعلیم کا نظام حکومت کے تابع نہ تھا۔

اسلامی تعلیم کے مقاصد اور پاکستان:

۱۔ بے عقیدہ تعلیم کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ ایسی تعلیم جو لادینیت کی طرف لے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے وہ مسلمان کے لئے بے کار ہے۔

۲۔ اسلام نے جو علم کا تصور دیا اس میں بنیادی بات یہ ہے کہ علم کا سرچشمہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ اسی کا دیا ہوا ہے جو انسان کی ہدایت کے لئے راہ عمل ہے۔

۳۔ تعلیم منزل کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ اسلام ہماری زندگی اور تعلیم کا مقصد ہے۔

۴۔ تعلیم کا ایک اور اصول یہ ہے کہ طالب علم کو متوازن اور ہم آہنگ تعلیم حاصل ہو۔ تعلیم کا نصب العین متوازن شخصیت کی تعمیر و ارتقا ہے۔

۵۔ تعلیم کا سب سے بڑا مقصد تعمیر کردار ہے۔

۶۔ تعلیم کے تمام مراحل پر طلبہ/طالبات کو معلم اعظم حضرت محمدؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگیوں کو مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔

۷۔ اسلام ہمیں یہ نظریہ دیتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کے بہترین حصول کے لئے تگ و دو کی جائے۔

۸۔ استاد اور شاگرد کا قلبی تعلق ہے۔ اس تعلق کو اور زیادہ استوار کرنا ہوگا۔

۹۔ تعلیم مفت ہونی چاہئے۔ کفالت حکومت کرے۔

۱۰۔ تعلیم کا مقصد تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کی فکر ہے۔ معیار اخلاق بلند ہو' طلبہ اچھے شہری اور اچھے مسلمان بن کر نکلیں۔ وہ تقویٰ' ایفائے عہد' عصمت و عفت' ایثار و قربانی' اخلاق و مروت' ہمدردی و اخوت' صلہ رحمی اور دیگر محاسن سے آراستہ ہوں۔ تعلیم ایک اخلاق ساز قوت کا کام کرتی ہے۔ فرد کی آزادی' احترام انسانیت اور آخرت میں جواب دہی کا جذبہ یہ تعلیم پیدا کرتی ہے۔ ہندو مت کے مطابق اگر کوئی شودر وید سن لے تو اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے لیکن اس کے مقابل اسلام ذات پات پر یقین نہیں رکھتا اور معاشرے کے ہر طبقے اور فرد کے لئے ترویج علم کا حکم دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ جانتا ہے اور وہ اس کو چھپالے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

۱۱۔ پاکستان کے ضمن میں یہ عرض ہے کہ ایسی تعلیم دی جائے جو نسل پرستی اور گروہی مفاد پرستی سے بالا تر ہو۔ تعلیم کا تعلق نظریاتی اور قومی یکجہتی سے ہے جو دور حاضر میں بقا اور تحفظ کے لوازمات میں سے ہیں۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم موجودہ نسل اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئندہ آنے والی نسلوں کو دشمنوں کی پیدا کردہ گمراہی سے بچائیں اور اپنی درخشندہ روایات کو بھلانے نہ دیں۔ ہمیں قوم کو ایسے خطرات سے خبردار کرنا ہوگا جو یہودی اور یورپی لابی نے مسلمان امت کے لئے پیدا کردیے ہیں۔ ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی میں دسترس حاصل کرنا ہوگی تاکہ ہم خود کفیل ہوں۔ ہمیں غنڈہ گردی اور دہشت گردی کی بجائے امن عامہ کا خیال رکھنا ہوگا تاکہ ہماری درس گاہیں امن کا گہوارہ بنیں۔ ہمیں سیاست سے انہیں دور رکھنا ہوگا۔

تعلیم کی منصوبہ بندی اور اصلاح

تعلیم کی منصوبہ بندی اور اصلاح احوال کے حوالے سے مندرجہ ذیل ماہرین تعلیم سے جو گفتگو اور بحث ہوئی اس کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ چونکہ یہ تمام حضرات تقریباً ربع صدی سے شعبہ تعلیم سے وابستہ ہیں لہٰذا تعلیمی نظام کو قبلہ رو کرنے کے لئے ان کی تجاویز اور مشورے خاص اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں۔

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک' وائس چانسلر' پنجاب یونیورسٹی' لاہور
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ خان' شعبہ اسلامیات' پنجاب یونیورسٹی' لاہور
۳۔ ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ' ڈین شعبہ فارسی' اورینٹل کالج' لاہور
۴۔ پروفیسر نثار احمد جمیل' پرنسپل' گورنمنٹ کالج' بھوچال کلاں' چکوال

تجاویز اور مشورے:

۱۔ تعلیمی شعبہ میں منصوبہ بندی اور فیصلہ سازی کا حق بیوروکریسی کی بجائے ماہرین تعلیم کو دیا جائے۔ خصوصاً ان افراد کو جن کی فکر اسلامی ہو اور جن کا عملی کردار مثالی رہا ہو۔ جو پاکستانیت کے فروغ اور اسلام کی حقیقی سربلندی کے لئے ماحول میں تبدیلی کے خواہاں ہوں۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اساتذہ کو عملاً فیصلہ سازی کے عمل میں شریک نہیں کیا جاتا اور پالیسی ساز ایسے لوگ ہیں جن کی ملک و ملت سے وابستگی بھی شک و شبہ سے بالاتر نہیں۔

۲۔ دوہرے نظام تعلیم کو ختم کیا جائے۔ موجودہ تعلیم مختلف طبقات میں جو تقسیم پیدا کررہی ہے یہ صورتحال اسلامی مزاج کے یکسر منافی ہے۔ تمیز بندہ و آقا کے ذمہ دار اس نظام کو یک رنگی عطا کی جائے۔ پبلک سکول اور عام سرکاری سکول میں سہولیات اور ماحول کا امتیازی فرق ختم کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تعلیم میں مقصدیت کی روح پیدا کی جائے۔ موجودہ نصاب محض ڈگری کے حصول کو اولیت دیتا ہے۔ لیکن علم کی گہرائی اور گیرائی سے دور ہے۔ اسی وجہ سے درس گاہیں انتشار اور بدامنی کا گہوارہ بن کر رہ گئی ہیں۔

۴۔ ایسے سیمینار اور کانفرنسیں قومی سطح پر منعقد کی جائیں جن میں اصلاح احوال کے لئے اور تعلیم کو صحیح سمت دینے اور اسلامی سپرٹ پیدا کرنے کے لئے مقتدر شخصیات کی سفارشات پر غور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں حکومتی ارکان/حزب اختلاف کے نمائندوں/وکلاء یا بار کی تنظیموں کے عہدیداران' مذہبی تنظیموں کے علماء اور طلبہ کی نمائندہ جماعتوں کے افراد کو شریک گفتگو کیا جائے۔

۵۔ مسلم قومیت کے فروغ اور پاکستانیت کے تصور کو اجاگر کرنے کے لئے تمام صوبوں کے درمیان تعلیمی ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ بدقسمتی سے آج تک انگریز کی تربیت یافتہ نوکرشاہی نے بین الصوبائی مغائرت اور منافرت میں اضافہ ہی کیا۔ جس کی بناپر ایک قابل قبول اور قومی امنگوں کی ترجمان تعلیمی پالیسی وجود میں نہ آسکی۔ (چاروں صوبوں بشمول آزاد کشمیر میں ایک ہی نصاب تعلیم رائج کیا جائے)۔

۶۔ منفی سیاسی قوتوں کو تعلیمی اداروں اور طلبہ سے دور رکھا جائے۔ اور اس بات کی کڑی نگرانی کی جائے کہ منفی سیاسی نظریات اور سیاسی پارٹیوں کا عمل دخل براہ راست طلبہ پر اثرانداز نہ ہو جو طلبہ کی فکری ناپختگی کی بناپر ان کی جوانی کے جذبے کو غلط رخ پر ڈال کر اپنا مفاد حاصل کریں۔ آج تعلیمی ادارے' کلاشنکوف کلچر کے مرکز بن گئے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ طلبہ کی بے راہ روی اور مجرمانہ سرگرمیوں کی سرپرستی بعض سیاسی جماعتیں کررہی ہیں۔

۷۔ اساتذہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے علم کی روایت کے حوالے سے اپنے منصب کو پہچانیں اور اس تصور علم کی ترویج کریں جس کی روایت ہمارے تمدن کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔ بدقسمتی سے پاکستان میں فکر و عمل کا تضاد موجود ہے۔ ایک طرف دو قومی نظریہ اور اسلامی اسلوب حیات کا پرچار ہوتا رہا تو دوسری طرف ایسے افراد اس شعبہ میں موجود رہے جو مملکت کی اساسی قدروں اور مذہبی شعائر کا مذاق اڑاتے رہے۔ اس سلسلہ میں ایک واضح ضابطہ اخلاق کی ضرورت ناگزیر ہے۔

۸۔ اساتذہ کی تربیت میں اسلامی نظریات و مقصد حیات کا پہلو خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ مقام حیرت ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں افراد کے انتخاب کا مخصوص معیار اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلیت مقرر ہے لیکن تدریسی شعبہ میں آنے والوں کے فکری میلان اور ان کے اخلاق و کردار کی حیثیت کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ جس کا نتیجہ ملحدانہ نظریات رکھنے والے اساتذہ کی سرگرمیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے؟

۹۔ سکول' کالج اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کی ذہنی و فکری تربیت اس انداز سے کی جائے کہ ان کے دل میں دین اسلام کی عظمت' ملک کی محبت اور قوم کا درد بحر بیکراں کی صورت موجزن ہو۔

۱۰۔ پرائمری سطح تک قرآن کریم کی تعلیم صحیح تلفظ اور قرات کے ساتھ اور میٹرک تک مکمل قرآن کریم کے ترجمے کو شامل نصاب کیا جائے اور ساتھ ساتھ دین کے بنیادی عقائد اور اہم مسائل کی بھی تعلیم دی جائے۔

۱۱۔ عہد حاضر کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ نئی پود کو اسلام کے اعلیٰ اور پاکیزہ اصولوں سے روشناس کرایا جائے۔ وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ہمارے پاس ایک اعلیٰ و ارفع نظام حیات موجود ہے۔ ہم ایک اعلیٰ تہذیب و تمدن کے وارث ہیں جو مذہب اور اخلاق کے متعین اصولوں پر قائم ہوئی ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کو اوپان کی تمدنی اور روحانی تاریخ میں ایک بلند تر مقام حاصل رہا ہے۔ ہم ان اصولوں پر عمل پیرا ہوکر اور نصاب کی تجدید اسلامی مزاج کے مطابق کرکے بساط عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام اور وقار بحال کرسکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغربی مفکرین کی کورانہ تقلید نہ کی جائے بلکہ مسلمانوں کی تحقیق کو نمونہ بنایا جائے۔ مغربی ٹیکنالوجی کی تباہ کاریوں اور یہودی لابی کی شرانگیزیوں اور کلچر پر مغربی ذرائع ابلاغ کی یلغار سے نجات حاصل کرنے اور دام فریب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی مؤثر تدابیر اختیار کی جائیں۔

۱۲۔ امتحانی نظام میں موجود قباحتوں اور نقل کے بڑھتے ہوئے رجحان کو کم کرنے کے لئے آپریشن کلین اپ کیا جائے تاکہ محنت کے طفیل کامیابی حاصل کرنے والے کو نصب العین بنایا جائے۔ جو والدین اس برائی کے فروغ میں ناجائز ذرائع کا سہارا لیتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی اور ایسے اساتذہ جو "سفارش" کے قائل ہوں ان کے خلاف مؤثر محکمانہ کارروائی کا نظام وضع کیا جائے۔

۱۳۔ درس گاہوں میں ٹرانسپورٹ کی سہولت فراہم کی جائے تاکہ تعلیمی شعبہ سے وابستہ افراد کی توقیر بحال ہوسکے۔

۱۴۔ اسلام جمہوری اقدار کو رائج کرتا ہے۔ لہٰذا نصاب میں جمہوری قدروں کا اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ذکر کیا جائے کہ طلبہ جمہوریت کی اہمیت اور فوائد سے آگاہ ہوسکیں۔ مگر مقام افسوس ہے کہ اسلامی اور جمہوری ملک کے شہری کی حیثیت سے ہم اپنے فرائض سے واقف نہیں۔

۱۵۔ ہمیں درسی کتابوں میں اسلامی حکومت کے خدوخال واضح طریقے سے پیش کرنے چاہئیں اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے ذہنی آمادگی کی فضا پیدا کرنی چاہئے۔ کتابوں میں ایسا مواد پیش کیا جائے کہ طلبہ اسلامی حکومت کی برکات سے واقف ہوجائیں اور نئی نسل کے سامنے اسلامی حکومت کی ایسی تصویر پیش کی جائے کہ دلوں میں شکوک و شبہات جنم نہ لے سکیں۔

۱۶۔ طلبہ کو تاریخ و تحریک پاکستان سے متعلق کتب، لیکچر اور فلموں کے ذریعے روشناس کرایا جائے اور ان کے اندر ملک سے محبت کے جذبات کو اجاگر کیا جائے تاکہ وہ آئندہ زندگی میں معماران مملکت اور محافظان نظریہ پاکستان بن سکیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۲

نظام شوریٰ

دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار صفحہ نمبر ۸۱۰ پر رقم طراز ہے:۔

شوریٰ کے معنی ہیں رائے' باہمی صلاح و مشورہ' آپس میں رائے زنی کرنا' سوچ بچار کرنا۔

امام راغب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ شوریٰ اس معاملے کو کہتے ہیں جس کے بارے میں مشورہ کیا جائے (الشوریٰ الامر الذی یشاور فیہ) شاور اور استشار کے معنی ہیں: معاملے کی چھان بین کے' روشنی کی طلب کے' تشاور باہمی صلاح و مشورہ کرنے کو کہتے ہیں اور شوریٰ اسی تشاور کا حاصل مصدر ہے۔

بقول لسان العرب (لسان العرب' بذیل مادہ' دستور العلماء' ۲۲۵:۲) شوریٰ کا لفظ اسمبلی اور مجلس شوریٰ (مشاورت) کے لئے بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مقصود ہے۔

شوریٰ کی اہمیت:

دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار رقم طراز ہے (صفحہ ۸۱۰) قرآن مجید میں تین مقامات پر یہ لفظ یا اس کے متعلقہ مشتقات وارد ہوئے اور ان تینوں مقامات پر انسانی زندگی کے نہایت ہی اہم مسائل کے بارے میں بحث ہے جس سے نہ صرف اس لفظ کے معنی اور مفہوم کا تعین ہوجاتا ہے بلکہ اسلام میں شوریٰ کی جو اہمیت ہے اس پر بھی واضح روشنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے تو سورۃ الشوریٰ میں یہ لفظ آیا ہے جو مکی ہے اور جہاں کہا گیا ہے کہ اہل اسلام کا ہر معاملہ باہمی مشورے سے طے پاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے وامرھم شوری بینھم (۴۲' الشوریٰ:۳۸) مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے قیام کے زمانے میں اسلامی ریاست ابھی وجود میں نہ آئی تھی مگر اہل اسلام کی یہ خصوصی خوبی تھی کہ وہ ہر معاملہ اور ہر بات باہمی مشورے سے طے کرتے تھے۔ یہ بات اسلام میں شوریٰ اور افہام و تفہیم کی اہمیت کی دلیل ہے۔ (فی ظلال القرآن) ۳۳:۲۵' تفسیر المراغی' ۳۶:۲۵ ببعد' روح المعانی ۵۲:۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ببعد)

دوسری آیت سورت البقرۃ میں ہے جہاں بچے کا دودھ چھڑانے پر اتفاق کے لئے تشاور یا باہمی مشورے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ (۲ البقرۃ:۲۳۳) تیسری آیت سورت آل عمران میں وارد ہوئی ہے جہاں جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشورے اور اپنے ایک خواب کے اشارے کے برعکس اہل اسلام کی کثرت رائے کو قبول فرما لیا اور مشورے پر عمل کیا۔ مگر جنگ میں نقصان اٹھانا پڑا۔ نتائج نے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ کی رائے درست تھی مگر اس سے شوریٰ کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا وشاورھم فی الامر (۳ (آل عمران) ۱۵۹) یعنی آپ مومنین کو معاملات کے مشورے میں شامل کیا کیجئے۔ قرآن مجید کی یہ آخرالذکر آیت کریمہ مفسرین اور اہل علم کی خصوصی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو بھی امور دنیا اور معاملات حکومت میں اہل اسلام سے مشورہ لینے اور کثرت رائے کا احترام کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ فی ظلال القرآن ۳۳۲۵' روح المعانی ۱۰۷۳۵' بیان القرآن ۲۸۰۲' شوریٰ ہی اسلام کے نظام حکومت کی روح اور اصل بنیاد ہے۔ جہاں تک شوریٰ کی تشکیل اور عملی صورت کا تعلق ہے یہ ایسے معاملات میں سے ہے جو بحث و تمحیص اور امت کے احوال و ماحول پر موقوف ہے۔ ہر شکل اور ہر وسیلہ جس سے حقیقی شوریٰ عملی صورت میں سامنے آسکے۔ وہی اسلامی نظام حکومت کی اساس اور روح ہے۔ (حوالہ سابق)۔

امام ابوبکر الجصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں اس آیت میں جہاں تمام صحابہ کرامؓ کے پاک نفس ہونے کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ درجہ بدرجہ اجتہاد کی صلاحیت و تربیت رکھتے تھے اور یہ کہ انہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں بھی شوریٰ میں شرکت کا مستحق ٹھہرایا گیا تھا۔

دائرہ معارف اسلامیہ (صفحہ ۸۱۱) بقول الجصاص (احکام القرآن: ۳۰۱) آپؐ کو قطعی حکم تھا کہ شوریٰ میں اہل اسلام کو شریک فرمائیں تاکہ امت کی جمہوری تربیت ہو اور کسی کو شوریٰ کی حقارت یا انکار کی جرات نہ ہو۔ احکام القرآن ۳۰۱' الجصاص ان لوگوں کی تائید کرتے ہیں جن کے نزدیک وحی کے احکام کے علاوہ معاملات خصوصاً معاملات دنیوی میں جن میں عقل اور عقل تجربی ہی رہنمائی کرتی ہے۔ آپؐ کو اجتہاد کی خاطر لوگوں سے مشورے کا بھی حکم تھا۔ (حوالہ سابق)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ کو جہاں اجتہاد کا حکم دیا وہاں مشورہ لینے کا بھی حکم دیا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

استرشدوا العاقل ترشدوا ولا تعصوافتند موا

عقل مند سے مشورہ کرو ہدایت پاؤ گے اور اس کی نافرمانی مت کرو کہیں تمہیں نادم نہ ہونا پڑے۔

آپ کا ذاتی معمول بھی یہی تھا کہ تمام معاملات میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے تھے۔ جنگ بدر کے موقع پر مشورے کے بعد آپؐ مدینے سے نکلے۔ جنگ احزاب میں صحابہ کرامؓ کے مشورے سے خندق کھدوائی بلکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افک و بہتان کے سلسلے میں بھی آپؐ نے مشورہ کیا حالانکہ یہ آپؐ کا ذاتی اور گھریلو معاملہ تھا۔ آپؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ آپؐ کے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی متعدد معاملات شوریٰ کی کثرت رائے اور اجتہاد سے طے کیے۔ مثلاً مرتدین کے خلاف جنگ' جدہ (دادی) کی میراث اور شراب نوشی کی سزا صحابہ کرامؓ نے اسی طرح طے کی۔

الماوردی کی رائے:

الماوردی الاحکام السلطانیہ میں رقم طراز ہیں:

اسلام کے نظام حکومت کو جمہوری مقابلے میں شورائی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اگرچہ جمہوریت کی یہ روح بھی اسلام میں موجود ہے کہ اس میں امیر' یا خلیفہ کا انتخاب جمہور کے مشورے سے اور رائے سے ہوتا ہے اور یہ بات ہے کہ رائے کے حصول کے طریقے ایک سے زیادہ ہیں۔ الماوردی نے اہل الحل والعقد کو مجاز قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہر جگہ کے اہل الحل والعقد' انتخاب میں حصہ لیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں انتخاب کرنے والے کی اہلیت و صلاحیت کی شرط بھی معلوم ہوئی ہے۔ جو رائے دہندگی بالغاں سے کچھ مختلف ہے یہ تو رائے دہندگی عاقلان کی سی صورت ہے۔ مگر یہ واضح ہے کہ یہ عاقل لوگ وہ ہوں گے جنہیں جمہور اپنا نمائندہ سمجھتے ہوں یا جن پر سب کو اعتماد ہے۔

الخضری: تاریخ الامم الاسلامیہ میں رقم طراز ہیں:

انتخاب امیر میں جمہوری مشورہ بنیادی شرط ہے لیکن یہ مغربی تصورات سے کئی امور میں مختلف ہے۔ انصرام ریاست میں بھی شورائیت بنیادی ہے لیکن اس میں بھی امیر کو کثرت رائے کا پابند نہیں بنایا گیا۔ بہر حال آج کے ذہین اور فقیہ اور مجتہد ان اصولوں کی روشنی میں نئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکیلات ریاستی کے لئے جزئیات کا استنباط کرسکتے ہیں۔ مولانا حامد انصاری (اسلام کا سیاسی نظام) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (اسلام کا سیاسی نظریہ) کی بھی یہی رائے ہے۔ تفصیل ہائے ملاحظہ ہو "دائرہ معارف اسلامیہ" (صفحہ:۸۱۱)

اسلام کے نظام شوریٰ کے اہم نکات:

۱۔ نظام شوریٰ اسلام کے تابع ہے اور کسی تبدیلی یا تنسیخ سے دوچار نہیں ہوتا اس سے اس میں استواری پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ مجلس شوریٰ یک طرفہ ہوتی ہے۔

۳۔ عوامی حکومت کے معاملات میں خلیفہ (Head of State) اور عامل (Governor) عوام الناس کی رائے لینے کا پابند ہے۔

۴۔ شوریٰ پارلیمان کی طرح مستقل ادارہ نہیں۔ نہ عام لوگ اسے اپنی رائے سے منتخب کرتے ہیں بلکہ امت کے بہترین دماغوں کی تقرری خلیفہ خود بطور شوریٰ کرتا ہے۔

۵۔ شوریٰ کے ارکان کسی مخصوص گروہ کے پابند نہیں ہوتے بلکہ بیباکی سے اپنی بات کہہ سکتے ہیں۔ خواہ وہ بات سربراہ مملکت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ شوریٰ کا قانونی نظام کائنات جتنا وسیع ہے۔

۷۔ شوریٰ قانون کی حاکمیت عمل میں لاتی ہے۔ یعنی سربراہ حکومت کو خدا تعالیٰ کے احکامات کے مطابق کام کرنے کی اجازت دیتی ہے۔

۸۔ خلیفہ عوام کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔

۹۔ شورائی نظام میں عوام اللہ کے نائب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی"۔

برطانوی طرز پارلیمان ہر لحاظ سے شورائی نظام سے کم تر ہے کیونکہ پارلیمانی نظام میں سربراہ مملکت مذہبی بنیادوں پر نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر منتخب ہوتا ہے۔

برطانوی طرز پارلیمان

مغرب کے سیاسی فلسفیوں اور مفکرین نے جو سیاسی نظام عطا کیا ہے وہ پارلیمانی جمہوریت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نظام ہے۔ اس کے تحت بادشاہ سربراہ مملکت ہوگا۔ اس کی مدد کے لئے اور قانون سازی کے لئے ایک پارلیمان منتخب کی جائے گی جس کے دو ایوان ہوں گے ایک ایوان عامہ (Commons House of) اور دوسرا ایوان خاص (House of Lords)۔ ایوان عامہ کا انتخاب مخصوص مدت کے لئے عمل میں لایا جائے گا۔ اس کے بعد نئی پارلیمان وجود میں آئے گی۔ جب کہ ایوان خاص کے ارکان صرف معززین ہی ہوں گے۔ جس میں لارڈ اور امراء ہی رکن ہوں گے۔ اس طرح یہ جمہوری نظام اپنی بنیاد ہی غلط نظریہ پر رکھتا ہے۔ برطانوی پارلیمان میں شامل ہونے کے لئے کسی اعلیٰ انسانی اخلاقی صفت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جس کے پاس دولت زیادہ ہو وہ پارلیمان میں آسکتا ہے۔ انتخاب کے دوران دھونس دھاندلی لالچ اور ہر حربے کو روا رکھا جاتا ہے۔ اس طرح جو ارکان منتخب ہوتے ہیں وہ پارلیمانی نظام کے لئے ناسور بن جاتے ہیں اور حکومتی اختیارات پر قابض ہوکر ہر طرح کے مفادات حاصل کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ وہ جن لوگوں کے ووٹوں سے منتخب ہوتے ہیں انہی کے خلاف پالیسیاں وضع کرتے ہیں اور انہیں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اس طرح پارلیمان کی برائیاں خود حکومت کی برائیاں بن جاتی ہیں۔

اس نظام کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ پارلیمانی نظام دانشور اور اہم دماغوں پر مشتمل نہیں ہوتا اور اکثر علاقائی سازشوں کو جنم دیتا رہتا ہے۔

۲۔ پارلیمان ہر طرح کی قانون سازی پر اختیارات رکھتی ہے جبکہ اسلامی مشاورتی نظام میں مجلس شوریٰ یا خلیفہ اللہ اور رسولؐ کے احکامات کے خلاف قانون سازی نہیں کرسکتے۔

۳۔ پارلیمان ایک مستقل ادارہ ہوتی ہے اور سربراہ مملکت کی آزاد مرضی میں مزاحم ہوتی ہے۔

۴۔ پارلیمانی نظام میں اقتدار اعلیٰ پارلیمان کے پاس ہوتا ہے جبکہ شورائی نظام میں اقتدار اعلیٰ خدا کے پاس ہوتا ہے جسے اس کے نائب استعمال کرتے ہیں۔

۵۔ پارلیمان جماعتی بنیادوں پر انتخاب کرتی ہے۔ ہر رکن اپنی جماعت کی پالیسی کا پابند ہوتا ہے۔

۶۔ پارلیمان کو صرف محدود جغرافیائی حدود میں قانونی دائرہ عمل استعمال کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

۷۔ پارلیمانی نظام میں ایک خرابی یہ ہے کہ پارلیمان اکثریت کے بل بوتے پر من مانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ خواہ اکثریت کی رائے غلط ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ پارلیمان میں عوام کے مفادات کی نسبت پارٹی مفادات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔

۹۔ برطانوی پارلیمانی نظام میں یہ خرابی ہے کہ ایک مقولہ بن چکا ہے کہ بادشاہ غلطی سے مبرّیٰ ہوتا ہے کیونکہ اس کے اقدام کی توثیق پارلیمان کرتی ہے۔ اگر بادشاہ کے کسی اقدام میں غلطی ہوگی تو وہ پارلیمان کی غلطی متصور ہوگی۔

۱۰۔ بادشاہ کبھی نہیں مرتا۔ یہ ایک گمراہ کن مقولہ ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ شورائی نظام میں خاندانی حکومت نہیں چلتی۔ جبکہ برطانیہ کے پارلیمانی نظام میں خاندان کی حکومت چلتی ہے۔

۱۱۔ اسلام کے شورائی نظام میں عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی جبکہ برطانوی پارلیمان میں عورتیں حکمران ہو سکتی ہیں۔

اجتہاد اور پارلیمنٹ

ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ اپنے مقالہ (علامہ اقبال اور جدید اسلامی ریاست میں تعبیر شریعت کا اختیار۔ مطبوعہ مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۸۶ء لاہور) کے صفحات ۵۔۷ پر رقم طراز ہیں:۔

اسلامی ریاست کی منتخب مقننہ کا بنیادی فریضہ تعبیر شریعت ہے۔ اس وقت یہی سب سے اہم مسئلہ قوم کو درپیش ہے کہ شریعت کی تعبیر کا اختیار کس کو حاصل ہے؟ کیا فقہی مسلکوں کے غیر منتخب افراد اس کا حق رکھتے ہیں یا تعبیر شریعت کا اختیار منتخب قومی اسمبلی کو حاصل ہے؟ تعبیر شریعت کا اصطلاحی نام اجتہاد ہے۔ آیئے اس سوال پر علامہ اقبال کے افکار سے رہنمائی حاصل کریں۔ وہ فرماتے ہیں:

"The transfer of the power of Ijtihad from the individual representative of school to a Muslim legislative assembly which in view of the growth of opposing sects is the only possible form Ijma can take in modern time will secure contributions to legal discussion from laymen who happen to possess a deep insight into affairs. In this way alone we can stir into activity the dormant spirit of life in our legal system and give it an evolutionary outlook."

"فقہی مسلکوں کے انفرادی نمائندوں سے اجتہاد کا اختیار لے کر ایک مسلم قانون ساز اسمبلی کو منتقل کردیا جائے۔ متحارب فرقوں کے پیدا ہوجانے کے پیش نظر عہد جدید میں یہی ایک صورت ممکن ہے جو اجتہاد اختیار کرسکتا ہے۔ صرف اسی شکل میں عوام کی شرکت کو قانون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازی کے عمل میں یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ عوام' معاملات میں گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہی ایک واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم اپنے فقہی نظام میں خوابیدہ روح کو از سر نو فعال اور متحرک بناکر اسے ارتقائی شکل دے سکتے ہیں۔"

علامہ اقبال کا جواب نہایت واضح اور دو ٹوک ہے۔ ان کے نزدیک اب وقت آگیا ہے کہ فقہی مسلکوں کے غیر منتخب نمائندوں سے اختیار اجتہاد لے کر اسے قوم کی منتخب اور نمائندہ قانون ساز اسمبلی کے سپرد کردیا جائے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فرقے دور ملوکیت اور استعمار کی پیداوار ہیں۔ اور اب جمہوریت کا دور ہے۔ چوتھے خلیفہ راشد کی وفات کے بعد عہد بنوامیہ اور بعد میں عہد بنو عباس میں تعبیر شریعت کا اختیار امت سے فقہی مسلکوں اور فرقوں کی طرف منتقل ہوگیا تھا۔ اب وقت آگیاہے کہ تعبیر شریعت کا اختیار فقہی مسلکوں کے افراد سے لے کر قوم کو منتقل کردیا جائے۔ جو اس کی اصل اور جائز حق دار ہے۔ وہ اپنے نمائندوں کے ذریعے اس حق کا استعمال کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ متحارب فرقوں کی موجودگی میں عہد جدید میں یہی واحد شکل ممکن ہے جس سے اجتہاد اختیار کیا جاسکتا ہے اور صرف اسی طریقے سے قانون سازی میں عوام کی شرکت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے کیونکہ عوام ریاست و معاشرے کے معاملات میں گہری بصیرت کے مالک ہوتے ہیں اور ان کی شرکت کے بغیر قانون سازی بے جان اور بے نتیجہ رہتی ہے۔ علامہ کا اجتہاد غیر مبہم ہے۔ عہد جدید میں تعبیر شریعت کا اختیار صرف اور صرف منتخب قومی اسمبلی کو حاصل ہے۔ ان کے اس اجتہاد کے دو بڑے سبب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ فقہی مسلکوں کے افراد تعبیر شریعت کے اہل نہیں کیونکہ پوری قوم کی شریعت ایک ہے جبکہ وہ ایک شریعت کی بجائے مختلف اور متحارب فقہوں کے نمائندے ہیں۔ وہ اپنے فرقے کے لئے اپنی فقہ کی تعبیر تو کرسکتے ہیں مگر پوری قوم کے لئے شریعت کی تعبیر نہیں کرسکتے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اسلام میں اختیار تعبیر شریعت پوری قوم کا حق ہے' خدا نے یہ اختیار کسی فرد یا طبقے کو تفویض نہیں کیا بلکہ اس کا اختیار پوری قوم کو دیا ہے۔ عہد رسالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریاستی امور' حکومتی معاملات اور معاشرتی و معاشی اداروں کی تشکیل میں عوام کی رائے معلوم فرماتے تھے۔

وشاورھم فی الامر (قرآن ۱۵۹:۳) (امور حکومت میں آپؐ ان سے مشورہ لیں۔)

کا یہی مفہوم ہے۔ اس قرآنی اصول پر مبنی نظام حکومت وامرھم شوریٰ بینھم (قرآن:۳۸:۲۴)' (ان کے امور حکومت باہم مشورے سے طے پاتے ہیں) سے یہی مراد ہے۔ یہی سنت خلفائے راشدین ہے۔ عوام میں سے تمام مردوں اور عورتوں کی رائے کو ان عہدوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں درست تعبیر شریعت قرار دیا گیا۔ قوم کو اللہ نے تعبیر شریعت کا جو اختیار دیا ہے وہ اسے آزادانہ' منصفانہ اور غیرجانبدارانہ انتخاب میں اپنے نمائندے منتخب کرنے میں استعمال کرے جو ان کی نمائندگی میں تعبیر نو کا فریضہ انجام دیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالہ (اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ ترمذی' فتن' لزوم الجماعہ) تعبیر شریعت میں ایک فرد یا طبقہ گمراہی اختیار کر سکتا ہے مگر پوری قوم گمراہ نہیں ہو سکتی۔ تعبیر شریعت کی صلاحیت رکھنے والا اچھی شہرت کا مالک' ہر بالغ مسلمان مرد و زن قانون ساز ادارے کی رکنیت کا اہل ہے۔ یہ صلاحیت قرآن و سنت کی تعلیمات' جدید علوم و تجربات اور درپیش قومی اور بین الاقوامی مسائل و حالات کی مہارت پر مشتمل ہے۔ البتہ مالی ذرائع یا مذہبی حیثیت یا نسبی عصبیت یا علاقائی تعصب کا استحصال کرنے والا اس کی رکنیت کا اہل نہیں کیونکہ مال یا مذہب یا نسب یا علاقے کا استحصال قرآنی شرائط اخلاص اور تقویٰ کے منافی ہیں۔ فقہی اصطلاح میں علامہ کے نزدیک قومی اسمبلی کو اجتہاد مطلق کا اختیار حاصل ہے۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

In this paper, I am concerned with the first degree of Ijtihad only. i.e. complete authority in legislation." (p.149)

"میں اس خطبے میں صرف اجتہاد کے درجہ اول کو زیر بحث لاؤں گا یعنی قانون سازی میں اجتہاد مطلق کے اختیار کو"۔ فقہ میں اجتہاد مطلق درجہ اول کا اجتہاد ہے اور جو شخص یہ اجتہاد کرے وہ مجتہد مطلق کہلاتا ہے۔ جو اجتہاد کے اصول و قواعد و ضوابط خود وضع کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے اصول و قواعد کا پابند نہیں ہوتا۔ جو دوسروں کے اصولوں کی پابندی کرے وہ مجتہد منتسب ہوتا ہے وہ دوسرے درجے کا مجتہد کہلاتا ہے۔ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ جس امام کو اس نے مجتہد مطلق تسلیم کیا ہو اس کے اصولوں کی پابندی میں اجتہاد کرے۔ علامہ اقبال اجتہاد کے درجہ اول "First degree of Ijtihad" اجتہاد مطلق "Complete authority in legislation." کے داعی ہیں۔ وہ خود مجتہد مطلق ہیں۔

ان دو اصطلاحوں کا استعمال وہ اپنے قلم سے خود کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے اجتہاد کے اصول خود وضع کئے ہیں اور انہیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے ماخذ شریعت' قرآن' حدیث' اجماع اور قیاس پر جو بحث کی ہے وہ نہایت بصیرت افروز ہے۔ جس سے ان کے اجتہاد کے وضع کردہ قواعد و ضوابط واضح ہوتے ہیں۔ وہ انفرادی اجتہاد کے بھی قائل ہیں تاکہ جید علماء اور اصحاب فکر و نظر اپنے انفرادی اجتہادات سے قوم کے منتخب نمائندوں کی رہنمائی کریں۔ مگر ان کے نزدیک عہد حاضر میں ملکی قوانین کی تدوین اور تشکیل کے لئے اجتماعی اجتہاد و تعبیر نو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون ساز اسمبلی کا اختیار ہے لہٰذا ان کے رہنما اصولوں اور قواعد و ضوابط کے مطابق معرض وجود میں آنے والا قانون ساز ادارہ اجتہاد مطلق کا اختیار رکھتا ہے۔

ان مباحث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے ایک آزاد اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا۔ اس کے حصول کے لئے تحریک چلائی۔ تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے فکری اور انقلابی پیغام تخلیق کیا جس کے نتیجے میں جو اسلامی ریاست قائم ہوئی اس کی قانون ساز اسمبلی کو اجتہاد مطلق کا اختیار دیا اور اس اجتہاد کے اصول وضع کئے۔ لہٰذا پاکستان کی مقننہ کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اپنے محسن علامہ اقبال کے اصولوں کی روشنی میں اجتہاد مطلق کا فریضہ انجام دے۔ صفحات (۱۷-۱۸) ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔

مدینہ منورہ میں جب پہلی اسلامی سلطنت کے آثار ابھرے اور حضور اکرمؐ جب اس پہلی مسلمان ریاست کے سربراہ بنے تو انہوں نے سربراہ سلطنت کے لئے اور پوری اسلامی ریاست کے لئے جو سیاسی نظام ترتیب دیا اس میں شوریٰ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آنحضورؐ نبی ہونے کی حیثیت سے واجب التعظیم تھے۔ لیکن جب کبھی ضرورت پڑتی تھی تو امت کے بہترین دماغوں سے آپؐ مشورہ بھی حاصل کرتے تھے۔ اگر یہ مشورہ صائب ہوتا تو اس کے مطابق حکمت عملی ترتیب دیتے تھے۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت رسول کریمؐ سے زیادہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کسی رائے پر متفق ہوجاتے تھے تو آپؐ اس رائے کے خلاف نہ جاتے تھے۔

آنحضورؐ کے عہد میں چار مواقع ایسے ملتے ہیں جب آنحضورؐ نے امت میں سے بہترین سوچ رکھنے والوں سے باقاعدہ مشورہ کیا۔ پہلی مرتبہ غزوۂ احد کے موقع پر آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور کوہ احد پر باقاعدہ پہرہ کھڑا کیا اور مشورے سے دوسری جنگی تدابیر اختیار فرمائیں۔

دوسرا موقع "غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق" ہے جب آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا اور حضرت سلیمان فارسیؓ کی تجویز پر مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھود کر قلعہ بند ہو کر لڑنا پسند فرمایا۔ تیسرا موقع صلح حدیبیہ کا ہے جہاں آنحضورؐ نے معاہدہ حدیبیہ باقاعدہ صحابہ کرامؓ کی مشاورت سے تحریر کیا اور صحابہ کرامؓ کے مشورے سے اس سال حج کئے بغیر واپسی کا فیصلہ ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ ان تینوں غزوات کے بہترین نتائج برآمد ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ کی مشورہ لینے کی عادت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ: "میں نے حضرت رسول کریمؐ سے زیادہ بہتر کوئی نہیں دیکھا جس نے صحابہ کرامؓ سے مشورے کئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔"

قرآن مجید میں امت مسلمہ کے سربراہوں (خلیفہ) کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ تمام امور مملکت میں مشورہ کیا کریں۔ شوریٰ کے نام سے قرآن پاک میں ایک سورت موجود ہے۔ اسلامی حکومت کے پہلے سربراہ آنحضورؐ سے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وامرھم شوری بینھم (شوریٰ) اور ان کے امور آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۳

اسلامی صحافت

صحیفہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کتاب یا رسالہ۔ صحیفہ سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے جو مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہے۔ عربی زبان میں لفظ اخبار خبر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہ صیغہ جمع کا ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ صحیفہ استعمال ہوا ہے۔ سورت البینہ آیت مبارکہ نمبر ۶ میں ہے "کہ اللہ تعالیٰ کا رسول جو کہ پاک صحیفے تلاوت کرتا تھا۔" اسی طرح قرآن حکیم کی سورت البقرہ کی آیت مبارکہ نمبر ۸۳ میں ہے "کہ تم لوگوں سے جب گفتگو کرو تو اچھے الفاظ میں گفتگو کرو۔"

لفظ صحافت مشن بھی ہے اور کاروبار بھی۔ قدیم ایران میں روزنامہ نویس ہوا کرتے تھے اور یہ شاہی دربار سے تعلق رکھتے تھے یا بہ الفاظ دیگر یہ صحافت کا پیشہ تھا۔ صحافت ایسی ہونی چاہئے جو باوقار ہو' عوام اسے پسند کریں' پاکستان کی تاریخ میں ہمیں عظیم صحافیوں کا تصور ملتا ہے جیسے سرسید احمد خان' محمد علی جوہر' عبدالمجید سالک اور ظفرعلی خان۔ یہ ایسی ہستیاں ہیں جنہوں نے پاکستان کی داغ بیل ڈالی اور نظریہ پاکستان کو تقویت بخشی۔ صحافت کی کئی اقسام ہیں:۔

۱۔ اخبارات' ۲۔ ہفت روزہ اخبارات' ۳۔ مجلات یا مجلّے' ۴۔ ڈائجسٹ یا رسائل' ۵۔ پیشہ ورانہ رسالے' ۶۔ ریڈیو' ۷۔ ٹیلی ویژن۔ جہاں تک کہ اخبارات کا تعلق ہے اس کا سلسلہ شروع میں کم تھا کیونکہ پریس ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بعد میں جنگ عظیم اول اور دوم میں اخبارات کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اخبار خبروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ امریکی صحافی جیرالڈ ڈبلیو جانسن اپنی تصنیف "What is News" میں لکھتے ہیں کہ اخبار ایسے واقعات کا حصہ بیان ہے جسے لکھنے اور شائع کرنے میں ایک اعلیٰ پائے کا اخبار نویس اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اخبارات انسانی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ ان سے کسی کی شہرت مقرر ہوتی ہے جہاں تک اخبارات کا تعلق ہے پہلی صدی عیسوی میں چین میں کاغذ ایجاد ہوا۔ شروع شروع میں پارچات پر لکھائی کی جاتی تھی۔ پہلی کتاب چوتھی صدی عیسوی یعنی حضرت عیسیٰ کے چار سو سال بعد شائع ہوئی۔ جہاں تک قدیم تحریروں کا تعلق ہے تو ان میں صرف علامات ہوا کرتی تھیں اور انسان صرف تصاویر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناکر ایک دوسرے تک خبر رسانی کا کام کیا کرتا تھا۔ ۱۴۴۰ء میں گیوٹن برگ نے پرنٹنگ پریس ایجاد کی جس کی وجہ سے اخبار کا سلسلہ بہت زیادہ وسیع تر ہوگیا۔ جہاں تک صحافت کا تعلق ہے نیو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی جلد نمبر۶ کے صفحہ نمبر۶۲۷ پر فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہے:۔

"Journalism is the collection, preparation and distribution of news and related commentary and feature materials through such media as pamphlets, news letters, news papers, magazines, radio, motion pictures, television and books."

اشتراکی نظریے کے مطابق پریس ذمہ دار ہے:

(ا) کیمونسٹ آئیڈیالوجی کی تعلیم کے فروغ کا

(ب) اشتراکی حکومت کی پالیسیوں کی تشہیر فروغ کا

(ج) محنت کشوں کے حقوق کی علم برداری کا

اسلامی نظریہ صحافت کے مطابق ہر صحافتی ادارہ:

(ا) اللہ کے آگے جواب دہ ہے۔

(ب) قرآن و حدیث کا پابند ہے۔

(ج) اللہ کے بندوں کے آگے جواب دہ ہے۔

(د) خیر کو پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔

(ر) شر کے خلاف جدوجہد کرنے کا پابند ہے۔

آزادی صحافت کے کمیشن نے پریس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے بعض تجاویز پیش کی ہیں۔

۱۔ پریس واقعات کی سچی، جامع اور قابل فہم رپورٹ پیش کرے۔

۲۔ پریس تنقید اور آراء کے تبادلے کا ایک فورم فراہم کرے۔

۳۔ پریس معاشرے کے تمام طبقوں اور گروہوں کی نمائندہ تصویر پیش کرے۔

۴۔ معاشرے کی اقدار اور مقاصد کی توضیح پریس کی اہم ذمہ داری ہے۔

۵۔ پریس اپنے قارئین کو واقعات تک مکمل رسائی فراہم کرے تاکہ وہ اپنے طور پر ضمیر کی آزادی اور اپنے شعور کی سچائی کے ذریعے اپنی حکومت اور اپنی زندگی کے بارے میں صحیح اور بنیادی فیصلے کرنے کے قابل ہوسکیں۔ آزادی پسند نظریے کے مطابق آزادی سے مراد حکومت کی مداخلت سے آزادی ہے جبکہ سماجی ذمہ داری کے نظریے کے مطابق ضروری ہے کہ حکومت نہ صرف پریس کی آزادی کی ضمانت دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اس کو فروغ بھی دے۔ جب بھی ضرورت ہو پریس کو اپنے شہریوں کی آزادی کا تحفظ بھی کرنا چاہئے۔ سماجی ذمہ داری کا تذکرہ کرتے وقت ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ ذمہ داری کا نظریہ حکومت' صحافیوں اور عوام تینوں کے دائرہ کار میں ذمہ داری کے احساس سے تکمیل پاتا ہے۔ کوئی گروہ بھی اپنی ذمہ داری پوری کئے بغیر سماجی ذمہ داری کے نظریے کے فروغ کا تصور نہیں کرسکتا۔ عوام کو ان صحافیوں اور اخبارات کی حمایت کرنے کی ذمہ داری اٹھانا ہوگی۔ جو ذمہ داری کے روشن اصولوں کی پاسداری کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ حکومت صحافیوں اور عوام کے نمائندے مل کر ہی "ذمہ داری" کا صحیح تعین کرسکتے ہیں۔ بصورت دیگر کسی بھی ایک گروہ کی ترجیحات اس نظریے کو یا تو مطلق العنانی کے نظریے کی جانب مائل کردیں گی یا اس کا رخ آزادی پسند نظریے کی جانب مڑ جائے گا۔

اسلامی نظریہ ابلاغ

ابلاغ عامہ کا اسلامی نظریہ انسان کا اپنا تخلیق کردہ نہیں ہے لہٰذا اس نظریے کا انسان کے بنائے ہوئے دیگر نظریہ ہائے ابلاغ سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ انسانوں کے پیش کردہ نظریات عارضی اور تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کے پیش کردہ نظریے کی بنیادیں مستقل اور غیر تغیر پذیر ہیں۔ یہی اسلام کے نظریہ ابلاغ کا اعجاز ہے۔ ہر نظریہ خواہ وہ مطلق العنانیت پر مبنی ہو' جمہوری اقدار پر مبنی ہو یا اشتراکیت پر ان میں کچھ نہ کچھ سقم اور خامیاں موجود ہیں اور ان کے قائم کردہ معاشروں میں کہیں بھی مطلق آزادی کا تصور موجود نہیں۔ تمام نظریات کا نقطہ اشتراک یہ ہے کہ دنیا کا کوئی معاشرہ ایسا نہیں جہاں کامل آزادی کا تصور موجود ہو۔ علاوہ ازیں اس بات پر کوئی دو آراء موجود نہیں کہ ہر معاشرہ میں معاشرتی ضرورتوں کے پیش نظر پریس پر کچھ پابندیاں ضرور عائد ہوتی ہیں۔

ایک اسلامی ریاست یا معاشرے میں پریس کی صورت حال یا آزادی کا دائرہ کار اسلامی ریاست کے ان اصولوں پر مبنی ہوتا ہے جن کا تعلق آزادی' حقوق' افراد اور گروہوں کے فرائض سے ہے۔ اسلام میں "ابلاغ" کے لفظ سے مراد نیکی کا فروغ ہے۔ یہ لفظ "بلغ" سے ماخذ ہے۔ جس کے معنی ہیں پھیلانا اور پہنچانا۔ اسی سے لفظ تبلیغ بنا ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ کی اصطلاح سامنے آتے ہی تقریر' تحریر اور اظہار کا ایسا تصور سامنے آتا ہے جو نیکی' پاکیزگی' احترام اور خیر و فلاح کے مفاہیم سے معمور ہے۔ ذریعہ اظہار تقریری ہو یا تحریری' اشارہ کنایہ ہو یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو' آلہ اظہار زبان ہو' قلم ہو' کیمرہ ہو' برش ہو' مجسمہ سازی ہو' مائیکروفون ہو' گراموفون ہو' ٹیپ ریکارڈر ہو' ریڈیو ہو' ٹی وی ہو' یا وی سی آر۔ ان سب کا مقصد نیکی کو پھیلانا ہی ہے۔ اسلامی معاشرے میں ذرائع ابلاغ کا کردار نیکی پھیلانے اور بدی کو مٹانے کے بنیادی فریضے سے عبارت ہے اور اس فریضے کی ادائیگی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک نیکی کو نیکی کہنے' اسے دوسروں تک پہنچانے اور اسی طرح بدی کو بدی کہنے' اس کی نشان دہی کرنے' اس کے چہرے سے فریب کے نقاب کو اتارنے اور اسے مٹانے کے لئے جملہ قوتوں کو بروئے کار لانے کی آزادی حاصل نہ ہو۔ جس خدا نے ہمیں یہ کام سونپا ہے اس نے اس کے لئے ہمیں مطلوبہ آزادی بھی بخشی ہے۔ یہ ہمارے بنیادی حقوق کا حصہ ہے۔ آزادی اظہار درحقیقت فریضہ شہادت حق کی اولین ضرورت ہے۔ اسلامی نظریے کے مطابق حق اور باطل کے درمیان غیر جانبدار رہنا دراصل باطل کی حمایت کے مترادف ہے۔ ایک مسلمان صحافی پر حق کی شہادت واجب ہے۔ اسلامی نظریہ صحافت کے مطابق پریس کی پالیسی نیکی کو فروغ دینے اور بدی کو مٹانے کے اصولوں پر مبنی ہوگی۔ جہاں تک ذرائع ابلاغ کی ملکیت کا تعلق ہے یہ نجی' سرکاری یا گروہی ملکیت ہوسکتی ہے۔ مگر ضروری ہے کہ یہ ملکیت حاکمیت اور آزادی کے اصولوں کے تابع ہو اسلامی نظریہ صحافت میں آزاد صحافت کو اسلامی نظریہ ذمہ داری سے منسلک کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی ریاست اپنی ساخت' افعال اور مقاصد میں مثالی ہے۔ نتیجتاً آزادی صحافت کا اسلامی تصور بھی منفرد اور مثالی ہے۔ اسلامی ریاست میں صحافت کا بنیادی وظیفہ لوگوں کو دینی روح پر مبنی اطلاعات' تعلیم اور تفریح فراہم کرنا ہے۔ ہر اخبار نویس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور ضمیر کی آزادی کیلئے کام کرے۔ ایک مسلمان صحافی کو صرف خبریں چھاپنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے مستقلاً شر کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ اسلامی معاشرے کا پریس درحقیقت اسلام کے فروغ اور تحفظ' اس کے دفاع اور اس کے دشمنوں سے نبرد آزمائی کا ایک مؤثر ہتھیار ہے لیکن اس کی کاٹ صرف اسی صورت میں برقرار رہ سکتی ہے جب اس کی نیام صرف قرآن و سنت ہوں۔

مؤثر ابلاغ

پیغام جتنا زیادہ سامع مزاج (Receiver Oriented) ہوگا اتنا ہی زیادہ موثر ہوگا۔ ابلاغ کا مقصد دراصل پیغام وصول کرنے والے کے رویے میں تبدیلی پیدا کرنا ہوتا ہے لہٰذا ابلاغ کا بنیادی مقصد دراصل رویے میں تبدیلی ہے۔ رویے کی تبدیلی ابلاغ کے اثرات کا نتیجہ ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ براہ کرم مجھے چینی دیجئے تو دراصل آپ پیغام وصول کرنے والے کے رویے میں ایسی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ آپ کو چینی دے دے۔ اگر ایسا ہوجائے تو ابلاغ مؤثر ہوجائے گا لہٰذا ایسا ابلاغ جو پیغام وصول کرنے والے کے رویے میں پیغام رساں کے خیال کے مطابق تبدیلی پیدا کردے مؤثر ابلاغ ہوتا ہے۔ ہمیں اپنا پیغام اس انداز میں تیار کرنا چاہئے کہ ہمارے سامعین' قارئین اور ناظرین ہمارے پیغام کا ہمارے مقاصد کے مطابق مفہوم اخذ کریں۔ پیغام ترتیب دیتے وقت متعلقہ لوگوں کا ماحول اور ان کی ذہنی سطح کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ایسے الفاظ علامتیں' اشتہارات اور تشبیہات استعمال نہ کئے جائیں جن سے لوگ نا آشنا ہوں۔

مؤثر ابلاغ کے عمل میں پیغام ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مثلاً اگر آپ کسی ایسی چیز کا نام لیتے ہیں جس سے متعلقہ سامعین آگاہ ہی نہیں اور انہیں اس شے کا کوئی تجربہ نہیں تو ابلاغ ناکام ہوجائے گا۔ اگر آپ کسی ایسی چیز کا نام لیتے ہیں جو پہلے سے آپ کے سامعین کے علم اور تجربے میں ہو تو آپ کی بات آسانی سے سمجھ میں آسکے گی۔ پیغام وصول کرنے والا ذہنی طورپر تیار ہو۔ جن لوگوں تک پیغام پہنچانا مقصود ہو اگر ان کے ماحول اور ذہنی صلاحیت کو پیش نظر رکھا جائے تو وہ اسے وصول کرنے کے لئے تیار ہوں گے اور پیغام مؤثر ہوگا۔

دیگر ذرائع ابلاغ

پرنٹنگ پریس

طباعتی صحافت یا طباعتی ذرائع ابلاغ کی ترقی میں پرنٹنگ پریس نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ پریس کی ایجاد سے پہلے صحیفے ہاتھ سے لکھ کر محدود تعداد میں قارئین کو پہنچائے جاتے تھے۔ اس طرح نہ تو یہ زیادہ تعداد میں تیار کئے جاسکتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو معلومات جلد فراہم کی جاسکتی تھیں۔ جب پرنٹنگ پریس ایجاد ہوا تو طباعتی صحافت کی راہ میں رکاوٹیں دور ہوگئیں اور اخبارات اور رسائل نہ صرف سرعت کے ساتھ بلکہ بڑی تعداد میں شائع ہونے لگے اور قارئین کا حلقہ بھی وسیع تر ہوگیا۔ پرنٹنگ پریس اخبارات' رسائل' پوسٹر' بروشر' ہینڈبل' کتابچے' معلوماتی کتابیں' پمفلٹ اور ابلاغ کے تمام دوسرے ذرائع کے بے پناہ فروغ کا باعث بنے ہیں۔ طبع شدہ مواد نہ صرف جاذب نظر ہوتا ہے بلکہ تیز رفتار پریسوں کے ذریعے معلومات نہایت تیزی سے لوگوں تک پہنچانا ممکن ہوگیا ہے۔ اخبارات کے دفاتر میں روٹری مشینیں نصب ہوتی ہیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخبارات کو انتہائی سرعت کے ساتھ چھاپتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں چھپنے والے اخبارات یا جرائد زیادہ صاف اور خوب صورت بھی ہوتے ہیں۔ روٹری مشینوں میں کاغذ کے رم کے بجائے پیپر ریل (Paper Reel) استعمال ہوتی ہے اور کاغذ چھپنے کے بعد خود بخود تہہ در تہہ ہو کر ایک جگہ جمع ہوجاتا ہے اور اخبارات یا جرائد کو فولڈ نہیں کرنا پڑتا۔ روٹری مشینوں میں پیپرمین کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جن پریسوں میں مشینوں پر کاغذ کے رم استعمال ہوتے ہیں وہاں کاغذ درست رکھنے اور اس کی چھپائی کا خیال رکھنے کا کام پیپر مین سرانجام دیتا ہے۔ اس کے معاون انک مین کی ذمہ داری مشین میں روشنائی کی مقدار برقرار رکھنا' مختلف رنگوں کی روشنائی کو بدلنا اور روشنائی دان کی صفائی کرنا۔ پلیٹ میکنگ کے دوران کتابت شدہ مواد پر مشتمل کاپیاں ایلومینیم کی پلیٹ پر رکھ کر اسے تیز روشنی دی جاتی ہے جس سے الفاظ کا عکس پلیٹ پر منتقل ہوجاتا ہے۔ پلیٹ کو خاص کیمیاوی محلول سے صاف کیا جاتا ہے جس سے پلیٹ کے الفاظ یا عبارت والے حصے سخت ہوجاتے ہیں جبکہ باقی حصے پرنٹنگ روشنائی کو قبول نہیں کرتے۔

فلم اور تھیٹر

فلم اور تھیٹر بھی ابلاغ کے مقبول اور معروف ذرائع ہیں۔ قدیم زمانے میں جب اخبارات' ریڈیو' ٹیلیویژن اور فلم کا وجود نہ تھا۔ تھیٹر کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ تھیٹر نے ایک عرصے تک تعلیم یافتہ طبقے کے لئے تفریح اور طمانیت قلب کا سامان فراہم کیا۔ برطانیہ اور دوسرے مغربی ملکوں میں تھیٹر کو خاص اہمیت حاصل رہی۔

تھیٹر نے دنیا کے متعدد نامور ڈرامہ نگار پیدا کئے اور علم و ادب کو جلا بخشی۔ اگرچہ آج فلم' ریڈیو' ٹیلیویژن اور اخبارات نے ابلاغ کے شعبے میں انقلاب برپا کردیا تاہم سٹیج کی اہمیت اب بھی مسلمہ ہے اور اہل ذوق اپنی تسکین کے لئے سٹیج سے استفادہ کرتے ہیں۔ معاشرے کے خدوخال اور اقدار کی عکاسی جس مؤثر طریقے سے سٹیج نے کی ہے سکرین اس کا صحیح بدل ثابت نہیں ہوسکی۔ یہی وجہ ہے کہ سٹیج آج بھی قائم ہے اور تھیٹر ماضی کی طرح آج بھی معاشرے میں اپنا کردار کامیابی سے ادا کررہا ہے۔ فلم کا دائرہ وسیع ہے اس میں ایک نظریے یا خیال کو بار بار پیش کرکے معاشرے میں ذہنی تبدیلیاں لانے کی صلاحیت زیادہ ہے۔ فلم ابلاغ کا مؤثر ذریعہ ضرور ہے لیکن آج کے زمانے میں جبکہ انسان انتہائی مصروف اور زندگی انتہائی تیز رفتار ہے سینما ہال پہنچنا اور پسندیدہ مووی دیکھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ وقت کی کمی اور زندگی کی ہمہ ہمی نے انسان کو تیزرو اور وقت کا قدردان بنادیا ہے۔ لوگ تفریحی اور معلوماتی تسکین کے لئے تین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار گھنٹے سینما ہال میں گزارنے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ ان کی اس ضرورت کو ٹی وی نے پورا کردیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مغربی ممالک میں فلم آج بھی اہم ذریعہ ابلاغ ہے اور لوگوں کو خوب صورت اور معیاری تفریح فراہم کرتے ہیں لیکن ترقی پذیر ملکوں میں فلم کو ٹی وی کے مقابلے میں زیادہ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی۔ اگر پاکستان اور دوسرے ترقی پذیر ملکوں میں فلمی صنعت کو ضروری مراعات اور سہولتیں حاصل ہوں اور معیاری فلمیں بنانے والوں کی مناسب حوصلہ افزائی ہو تو یقیناً فلم معاشرے کی اصلاح' اعلیٰ اخلاقی قدروں کے فروغ اور علمی اور سائنسی معلومات کی فراہمی کے سلسلے میں بہتر کردار ادا کرسکتی ہے۔

ٹیلی پرنٹر

ٹیلی پرنٹر ایک محدود ذریعہ ابلاغ ہے۔ اس سے ایک عام آدمی براہ راست استفادہ نہیں کرسکتا۔ تاہم اخبارات' ریڈیو اور ٹیلیویژن کے لئے ٹیلی پرنٹر ناگزیر ہے۔ یہ معلومات کی فراہمی کا جدید طریقہ ہے۔ اس کے ذریعے دنیا بھر کی خبریں ذرائع ابلاغ کے دفاتر میں وصول ہوتی ہیں اور اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی انہیں عام آدمی تک پہنچاتے ہیں۔ ٹیلی پرنٹر کو وائر سروس بھی کہتے ہیں۔ دنیا میں تقریباً ہر ملک میں وائر سروس موجود ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی وائرس سروس پوری دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ رائٹر' ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ' ایجنسی فرانس پریس' تاس' یونائیٹڈ پریس' پریس انٹرنیشنل اور بعض دوسری نیوز ایجنسیاں ڈیڑھ سو سے زیادہ ممالک کو معلومات فراہم کرتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے ٹیلی پرنٹروں سے کام لیا جاتا ہے۔ پاکستان میں تمام اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے دفاتر میں ٹیلی پرنٹر نصب ہیں اور یہ ادارے دوسرے ملکوں سے نہ صرف خبریں حاصل کرتے ہیں بلکہ ملک کے اندر مختلف شہروں میں واقع اپنے دفاتر کے ساتھ مواصلاتی رابطہ بھی قائم رکھتے ہیں اور ٹیلی پرنٹر کے ذریعے اطلاعات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ ٹیلی پرنٹر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ سرکاری' نیم سرکاری اور نجی اداروں اور محکموں نے بھی اس کی افادیت کو تسلیم کیا ہے اور کاروباری رابطوں کے لئے ٹیلی پرنٹر سے کام لیا جارہا ہے۔ ٹیلی پرنٹر ایک خود کار ٹائپ رائٹر ہے جس پر پیغامات نہ صرف وصول کئے جاسکتے ہیں بلکہ دوسرے شہروں اور ملکوں کو بھیجے بھی جاسکتے ہیں۔ پاکستان ٹیلی پرنٹر تیار کرنے کے شعبے میں خود کفیل ہے۔ ہری پور میں ٹیلیفون انڈسٹریز آف پاکستان میں ملکی ضروریات کے مطابق ٹیلی پرنٹر تیار کئے جارہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمپیوٹر اور وی سی آر:

کمپیوٹر اور وی سی آر جدید دور کی ایجادیں ہیں۔ معلومات کو سمعی اور بصری شکل میں محفوظ رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے میں ان ذرائع ابلاغ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے معلومات کو محفوظ کیا جاسکتا ہے اور ضرورت کے وقت کسی بھی جگہ ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح وی سی آر نے بہت کم مدت میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی ہے۔ اس کی افادیت کے باعث پاکستان میں وی سی آر رکھنے اور دیکھنے کا رجحان ایک وبا کی طرح پھیل گیا ہے۔ گھروں' دکانوں اور دفاتر میں وی سی آر آسانی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ در اصل یہ ایک ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جس سے مثبت اور منفی دونوں طرح کے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ وی سی آر کو علوم کے فروغ اور نظریات اور خیالات کے ابلاغ کے لئے بھی کام میں لایا جاسکتا ہے اور یہ محض تضیع اوقات اور ذہنوں کی پراگندگی کے اثرات بھی مرتب کرتا ہے اگرچہ دیگر ذرائع ابلاغ کے اثرات کا انحصار بھی ان کے صحیح یا غلط استعمال پر ہے لیکن چونکہ وہ محدود ہاتھوں میں ہوتے ہیں اس لئے ان پر کنٹرول ممکن ہے اور ان کے استعمال کو قوانین اور قواعد و ضوابط کی حدود میں لایا جاسکتا ہے لیکن وی سی آر جگہ جگہ موجود ہیں۔ یہ عام شہری کے پاس بھی ہیں اور ملک دشمن اور تخریبی عناصر کے پاس بھی۔ اس لئے معاشرے پر وی سی آر سے مرتب ہونے والے اثرات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ وی سی آر غیر ملکی ثقافتوں کی یلغار کا سبب بھی بن سکتا ہے' اخلاقی اقدار تباہ ہوسکتی ہیں' معاشرے کا اجلا پن پراگندگی' دھندلاہٹ میں بدل سکتا ہے اور اس سے وسیع پیمانے پر ایسے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں جن سے پاکستان جیسے نظریاتی ملک کی اساس متزلزل ہوسکتی ہے۔ ارباب حل و عقد' پریس' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا فرض ہے کہ وہ عوام کو اس ذریعہ ابلاغ کے صحیح استعمال کی ترغیب دینے کے لئے خصوصی پروگرام مرتب کریں۔

الیکٹرانک میڈیا (میکانکی ابلاغ)

گزشتہ ایک صدی کے دوران سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور ایسی ایسی ایجادات سامنے آئی ہیں جن کی بدولت دنیا سکڑ کر ایک گھر بن گئی ہے۔ اب کوئی شخص گھر بیٹھے امریکہ میں پیش آنے والے واقعات دیکھ سکتا ہے اور امریکہ میں موجود شخص جاپان یا برصغیر پاک و ہند میں ہونے والے میچ دیکھ سکتا ہے۔ یہ ساری سہولتیں الیکٹرانک میڈیا کے پھیلاؤ کی مرہون منت ہیں۔ جس میں ٹیلی ویژن' ریڈیو' فلم اور ڈش انٹینا پیش پیش ہیں۔ ذیل میں ہم ان کا مختصر جائزہ لیں گے اور قومی تعمیر میں ان کے کردار پر بحث کریں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیلی ویژن:

ٹیلی ویژن ابلاغ عام کا جدید اور مؤثر ترین ذریعہ ہے جو اخبارات اور ریڈیو ہر دو کی جگہ لے رہا ہے۔ ٹیلی ویژن میں الفاظ کے ساتھ ساتھ تصاویر بھی دکھائی دیتی ہیں جب کہ ریڈیو میں صرف آواز سنی جاسکتی ہے اور اخبارات میں تو کسی واقعے کا تاثر پیش کرنے کے لئے لکھے ہوئے الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ تصویری پیش کش کا تاثر تحریر اور آواز ہر دو سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ٹیلیویژن عوامی رابطے کے سب سے اہم ذریعے کے طور پر سامنے آیا ہے۔

ٹیلی ویژن کی ایجاد کا سہرا ایک امریکی سی ایف جیکنز (C. F. Jakens) اور ایک برطانوی جے ایل بائرڈ (J. L. Baherd) کے سر ہے۔ جنہوں نے ۱۹۲۵ء میں تصویر کو روشنی اور سائے کے امتزج کی صورت میں برقی لہروں کے ذریعے نشر کرکے دوبارہ وصول کرلیا۔ اس سے قبل سائنس دان ڈبلیو ہال واکس ۱۸۸۸ء میں تصویر کو برقی لہروں میں تبدیل کرنے کا کامیاب تجربہ کرچکا تھا۔ ٹیلیویژن دنیا میں پہلی بار ۱۸۸۸ء میں سامنے آیا جب بی بی سی نے ٹیلیویژن پروگرام شروع کئے۔ اس زمانے میں ٹیلی ویژن نشریات کا دائرہ محدود تھا اور تصاویر زیادہ صاف دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ اب مواصلاتی سیاروں کے ذریعے ٹیلی ویژن سے دنیا کے ہر حصے کو دیکھا جاسکتا ہے۔ سیاہ و سفید (Black & White) ٹیلی ویژن کی بجائے اب رنگین (Colour) ٹیلی ویژن نے تصاویر کو مزید جاذب نظر بنا دیا ہے۔

قومی زندگی میں پرنٹنگ پریس کا کردار:

علم کے فروغ کا بنیادی ماخذ کتاب ہے اور کتابیں اس وقت عام ہوئیں جب ان کی وسیع پیمانے پر ارزاں اشاعت ممکن ہوئی۔ پرنٹنگ پریس کی بدولت نہ صرف اخبارات' رسائل' کتابچے اور کتابیں چھپیں بلکہ شادی کارڈ' عید کارڈ' ہینڈبل' پوسٹر اور تقریبات کے اشتہارات بھی بڑی تعداد میں چھپتے اور تقسیم ہوتے ہیں جس سے ہماری ثقافتی اور سماجی زندگی کی رونقیں دوبالا ہوگئی ہیں۔ پاکستان دنیا کے ان چند ملکوں میں سے ایک ہے جہاں پرنٹنگ پریس اور سیاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اخبارات:

چین اور یورپ میں قلمی اخبارات دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے شروع ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی صورت کچھ یوں ہوتی تھی کہ احکامات' خبریں اور اعلانات ایک بڑے بورڈ پر درج کردیے جاتے تھے۔ دنیا کا پہلا اخبار "تی پاؤ" کوئی ایک ہزار سال قبل باقاعدگی سے نکلنا شروع ہوا اور ۱۹۱۱ء تک یہی اخبار پیکن گوٹ کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ یورپ کا پہلا اخبار جرمنی کے شہر آگزبرگ سے ۱۶۰۹ء میں جاری ہوا۔اس کا نام "A Visa Relation Order Retting" تھا۔ اسی برس سٹراس برگ (فرانس) سے بھی جرمنی زبان کے ایک اخبار کی اشاعت ہوئی۔ برطانیہ میں پہلا روزانہ اخبار "دی ڈیلی کرنٹ" (The Daily Current) اٹھارویں صدی کے شروع میں نکلا۔ دی ٹائمز ۱۷۸۵ء میں اور نیوز آف دی ورلڈ ۱۸۴۳ء میں شائع ہونا شروع ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند میں پہلا اخبار ۱۷۸۰ء میں ایک انگریز جیمز آگسٹس ہکی نے بنگال گزٹ یا کلکتہ جنرل ایڈورٹائزر کے نام سے شائع کیا۔ اس اخبار کو عام طور پر ہکی گزٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں فارسی کا پہلا اخبار "جام جہاں نما" ۱۸۲۲ء میں کلکتے سے شروع ہوا۔ ۱۸۲۳ء میں اسی اخبار کا اردو ضمیمہ بھی شروع ہوگیا۔ اردو کا مکمل اخبار "دہلی اردو اخبار" مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولانا محمد باقر نے ۱۸۳۶ء میں دہلی سے شروع کیا تھا۔ پاکستان کے موجودہ علاقوں میں سب سے پہلا اردو اخبار "کوہ نور" تھا جو ۱۴ جنوری ۱۸۵۰ء سے لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا۔ کراچی میں ۱۸۵۵ء میں فارسی کا اخبار "مزح القلوب" ایرانی قونصل کی ادارت میں شائع ہوا۔ ۱۸۵۲ء کے آغاز میں ملتان سے ایک اخبار "ریاض نور" شروع ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں گوجرانوالہ سے ایک اخبار "گلزار پنجاب" نکلا۔ اس کے بعد پشاور' گجرات اور راولپنڈی سے بھی اخبار نکلے۔ لاہور سے انگریزی کا ایک اخبار "لاہور کرانیکل" ۱۸۴۹ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ یہ اخبار بعد میں سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ضم ہوگیا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۸۷۲ء میں شملہ سے جاری ہوا۔ مگر دو برس کے بعد لاہور منتقل ہوگیا۔ پاکستان میں جدید صحافت کے بانی اخبارات "اخبار عامہ" اور "پیسہ اخبار" ہیں۔

قومی تعمیر میں اشتہارات

اشتہار کا بنیادی مقصد کسی نظریے' خیال یا پھر مصنوعات کی تشہیر ہوتا ہے۔ کوشش یہ ہوتی ہے کہ پیغام زیادہ لوگوں تک پہنچے۔ یہ دو دھاری تلوار ہے اور اسے تعمیری اور تخریبی دونوں مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً شراب یا سگریٹ کے اشتہارات سے ان اشیاء کے استعمال کی ترغیب دلائی جاتی ہے جب کہ سماجی خدمات میں شرکت' منشیات کے مضر اثرات' خون دینے کی اپیل ایسے اشتہارات ہیں جو معاشرے کی تعمیر اور فلاح و بہبود میں معاون ثابت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔ انتخابات' جنگ اور ہنگامی حالات کے دوران میں اشتہارات کو عوام میں جذبہ حب الوطنی' قربانی اور کچھ کر گزرنے کے جذبات ابھارنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران میں قومی دفاعی فنڈ میں کثیر سرمائے کا جمع ہونا اشتہارات ہی کی معجزہ نمائی تھی۔ انتخابات میں اور عوامی تحریکوں میں بھی اشتہارات انتہائی مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران میں لوگوں کو ہڑتال پر اکسانے' جلوس نکالنے اور کسی خاص مقام پر جمع ہونے کے لئے اشتہارات دیے جاتے تھے۔ ان اشتہارات کا ایک اثر تو یہ ہوتا تھا کہ اس تحریک کے حامی مطلوبہ عمل کے پروگرام سے باخبر ہوجاتے تھے۔ جب کہ مخالفین ذاتی تحفظ کے خوف سے دکانیں بند کردیتے یا بالواسطہ طور پر مطلوبہ عمل میں معاون بن جاتے تھے۔

پاکستان میں تھیٹر

برصغیر میں تقسیم سے قبل زیادہ تر تھیٹریکل کمپنیاں پارسیوں کی ملکیت تھیں جن کا مرکز بمبئی تھا۔ فلموں کی مقبولیت سے تھیٹر کو زوال آنا شروع ہوگیا۔ رہی سہی کسر تقسیم ملک کے وقت نکل گئی۔ تھیٹر کے زیادہ تر ایکٹر اور مالک ہندو یا پارسی تھے۔ وہ یا تو بھارت چلے گئے یا پھر اس کاروبار کو غیر منافع بخش جان کر اس سے الگ ہوگئے۔ قیام پاکستان کے وقت صرف لاہور ہی ایسا شہر تھا جہاں ثقافتی سرگرمیاں موجود تھیں۔ ۱۹۴۷ء سے قبل لاہور میں "لٹل تھیٹر گروپ" اور "پنجاب ڈرامہ لیگ" سرگرم تھے۔ آزادی کے ابتدائی ایام میں تھیٹر اور ڈرامے تعلیمی اداروں تک محدود رہے۔ بعد ازاں جن اصحاب فکر و فن نے تھیٹر کے فروغ میں حصہ لیا ان میں سید امتیاز علی تاج' عابد علی عابد' احمد علی' اظہار کاظمی' رفیع پیرزادہ' عشرت رحمانی' صفدر میر اور کمال احمد رضوی پیش پیش تھے۔ تھیٹر کو مقبول بنانے کا سہرا خواجہ معین الدین کے سر ہے۔ جن کا ڈرامہ "لال قلعہ سے لالوکھیت تک" انتہائی کامیاب ہوا اور ان کی وفات کے بعد بھی دو سو بار پیش کیا گیا۔

قومی تعمیر میں تھیٹر کا کردار:

تھیٹر' فلم اور ڈراما دیکھتے ہوئے دراصل فرد کے داخلی جذبات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ایسی خواہشات جن کی تکمیل فرد کے بس میں نہیں ہوتی وہ ڈرامائی روپ میں ان کی تکمیل دیکھتا ہے تو یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ خود اس عمل میں شریک تھا۔ تھیٹر اور ڈراموں نے ہماری معاشرتی ناہمواریوں' جہالت' رسوم کہن اور تفرقہ بازی جیسے مسائل کو موضوع بنایا اور ان پر کھل کر طنز کیا۔ یہ فلم' ڈرامے اور تھیٹر کی فضیلت ہے کہ جس ملک میں تیس برس قبل عورت کا گھر سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلنا محال تھا وہ آج زندگی کے ہر شعبہ میں مصروف کار نظر آتی ہے۔

آرٹس کونسلیں اور ثقافتی شو:

ملک میں ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے مختلف شہروں میں اور علاقائی سطحوں پر آرٹس کونسلیں اور ثقافتی انجمنیں قائم کی گئی ہیں جن میں سے بعض کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔ متحدہ پاکستان میں ڈھاکہ کی بلبل اکیڈی' دیگر ثقافتی سرگرمیوں کے علاوہ رقص کی تربیت بھی دیتی تھی۔ "اباسین آرٹس کونسل" صوبہ سرحد میں ثقافتی سرگرمیوں کی روح رواں ہے۔ لاہور میں الحمرا آرٹس کونسل پنجاب کے دارالحکومت میں ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کی ذمہ دار ہے۔ اس کے علاوہ ادارہ ثقافت پاکستان اور لوک ورثے کا ادارہ بھی مختلف ثقافتی تقریبات منعقد کراتے رہتے ہیں۔ غیر ملکی ثقافتی وفود ادارہ ثقافت پاکستان کے توسط سے ہمارے ملک کا دورہ کرتے ہیں۔ ضلعی صدر مقامات اور چھوٹے شہروں میں مقامی ثقافتی انجمنیں قائم ہیں جو مقامی سطح پر ڈرامے' مشاعرے اور موسیقی کے پروگرام منعقد کراتی ہیں۔ صدر ایوب خان کے زمانے میں بی این آر سنٹر (قومی تعمیر نو کے مراکز) اور موجودہ دور میں پاکستان نیشنل سنٹر بھی ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ میں اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ ایسی ثقافتی سرگرمیاں نہ صرف عوام کو سستی تفریح مہیا کرتی ہیں بلکہ انہیں مختلف علاقوں کی تہذیب' ثقافت اور روایات سے بھی متعارف کراتی ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جو قومی اتحاد اور ملکی یک جہتی کی بنیاد ہیں۔

مساجد:

مسجد کے معنی ہیں سجدہ کرنے کی جگہ' تاریخی حوالوں کے مطابق مسلمانوں کی پہلی مسجد وہ تھی جو صحابہ کرامؓ نے مکہ مکرمہ سے رسول کریم کی مدینہ ہجرت سے قبل تعمیر کی تھی۔ یہ مسجد مدینہ سے کچھ دور جنوب میں ایک مقام قبا میں تعمیر کی گئی تھی اور "مسجد قبا" کے نام سے مشہور ہے۔ جب حضور اکرمؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو صحابہ کرامؓ نے کچی اینٹوں اور کھجوروں کی شاخوں سے ایک مسجد تعمیر کی جو بعد میں "مسجد نبویؐ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے ساتھ رسول اکرمؐ کی رہائش کے لئے دو حجرے بھی تعمیر کئے گئے۔ رسول اکرمؐ کی رحلت کے بعد اس مسجد میں وقتاً فوقتاً اضافے ہوتے رہے۔ ترکوں کے عہد میں اس مسجد کو وسیع کیا گیا اور موجودہ سعودی حکومت نے اسے مزید وسعت دی۔ عالم اسلام کی چیدہ چیدہ مساجد میں مسجد حرام (مکہ معظمہ)' مسجد نبوی (مدینہ منورہ)' مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)' مسجد قرطبہ' قاہرہ کی مسجد محمد علی' دمشق کی الوی مسجد' جامعہ بغداد' استنبول کی جامع مسجد اباصوفیہ اور جامع قیروان اور تیونس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ مغلوں کے دور میں دہلی' آگرہ اور لاہور میں وسیع و عریض مساجد تعمیر کی گئیں۔ پاکستان میں سب سے بڑی مسجد اسلام آباد میں سعودی حکومت کی اعانت سے مکمل ہوئی ہے جسے "فیصل مسجد" کہتے ہیں۔

قومی تعمیر میں مسجد کا کردار:

ظہور اسلام کے وقت اور خلفائے راشدین کے دور میں مسجد کاروبار حکومت چلانے کا مرکز ہوتی تھی۔ مساجد ہی میں غیر ملکی وفود سے ملاقاتیں ہوتیں اور مساجد ہی میں خلیفہ اور گورنر بیٹھ کر امور مملکت چلاتے تھے۔ اس طرح اسلامی مملکت میں مساجد بیک وقت حکومت اور تعلقات عامہ کے مراکز کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جب خلافت بادشاہت میں تبدیل ہوئی تو کاروبار سلطنت شاہی محلوں اور دیوانوں میں چلا گیا۔ تاہم مسجد کی اہمیت برقرار رہی۔ مسجد نہ صرف انسانی مساوات کا درس دیتی ہے بلکہ اخوت' بھائی چارے اور اطاعت امام کا بھی عملی درس دیتی ہے۔ مساجد میں ائمہ کرام لوگوں کو سچی بات کہنے اور اپنی کمزوری کو تسلیم کرنے کا درس دیتے ہیں۔ اس طرح مسجد مسلمانوں کے لئے ایک تعلیمی مرکز کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ مساجد نہ صرف لوگوں کو باہمی میل ملاپ کے مواقع فراہم کرتی ہیں بلکہ انہیں ایک ملت ہونے کا احساس بھی دلاتی ہیں۔ (ابلاغ عامہ: ناشر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد' ۱۹۸۸ء ایڈیشن' صفحات ۲۸-۲۹' نیز صفحات: ۱۶۶-۱۶۸)

صحافت تاریخ کے آئینے میں

اخبارات' پمفلٹ' ریڈیو' ٹیلی ویژن اور کتابوں کے ذریعے سے مختلف علوم اور خبروں کی اشاعت ہوتی ہے۔ جہاں تک کہ صحافت کے آغاز کا تعلق ہے قدیم روم میں صحافت کا آغاز ہوا' انسٹھ صدی قبل عیسوی (59 B.C.) میں روم میں ایک اخبار Daily Events (Act Diurna) شائع ہوا۔ چین میں پہلا اخبار تان کے دور میں "Tang" کے نام سے شائع ہوا جس کا انگریزی ترجمہ Pao or (Report) ہے۔ یہ ایک سرکاری گزٹ تھا اور یہ گزٹ ۱۹۱۱ء تک چلتا رہا۔ جنوری میں پہلا اخبار ۱۶۰۹ء میں اینٹا ورپ کے شہر میں شائع ہوا۔ انگریزی میں پہلا اخبار "The Weekly News" ۱۶۲۲ء میں انگلینڈ میں شائع ہوا۔ پہلا روزنامہ "Daily Courant" ۱۷۰۲ء میں شائع ہوا اور اسی طرح سترویں صدی میں رسائل کا سلسلہ شروع ہوا جنہیں Tatler کہا جاتا ہے جو ۱۷۰۹ء سے لے کر ۱۷۱۱ء کے دوران شائع ہوئے اور اسی طرح ایک رسالہ ۱۷۱۱ء سے لے کر ۱۷۱۲ء کے دوران شائع ہوا جسے "Spectator" کہا جاتا تھا۔ صحافت کا پیشہ باقاعدہ اپنی موجودہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکل میں ۱۸۸۳ء میں بنا جب صحافیوں کی ایک جماعت بنی۔ اسے "England's Charted Institute of Journalists" کہا جاتا تھا۔ اسی طرح ۱۹۳۳ء میں امریکہ میں Guild نامی ایک ایسا ادارہ قائم ہوا جسے "American Newspaper" کہا جاتا ہے اور یہ اخبارات کا ایک مرکز سمجھا جاتا ہے جہاں تک کہ اخبارات اور صحافت کے پیشے کا تعلق ہے اس کی بڑی اہمیت ہے اگر ہم اپنے ملک پاکستان کی طرف بہ نظر غور دیکھیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ کون سا لفظ ouncil of Islamic Ideology نے ۱۹۸۲ء میں Report on Publicity Media شائع کی۔ ۱۹۶۵ء میں سنسر شپ بورڈ بنے اور ۱۹۶۵ء میں ہی سینما گھروں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا کہ ایسی فلمیں پاکستان میں قطعی طور پر نہ دکھائی جائیں جو کہ خلاف شرع ہوں۔ البتہ ایسی فلمیں جائز ہیں جو تعلیمی نوعیت کی ہیں۔ بہر کیف اسلام کا اپنا ایک تصور ہے وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر تعلیمی سلسلہ ہو پھر تو جائز ہے۔ بصورت دیگر سینماؤں کے ذریعے سے اور اسی پریس کے ذریعے سے اگر فحاشی پھیلے تو وہ قطعی طور پر حرام ہے۔ صحافت کے ضمن میں میں زرد صحافت Yellow Journalism پر بھی روشنی ڈالوں گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸۸۶ء میں لائینو ٹائپ مشین ایجاد ہوئی اور اخبارات عام ہوئے اور اسی طرح اخبارات کی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ زرد صحافت نے بھی اسی دور میں جنم لیا اور کارٹون کی دنیا میں ایک کردار Yellow Kid کا شائع ہوا۔ اس کے اصل روح رواں رچرڈفیلٹن Richard Felton اور آوٹ کالٹ تھے جو کہ امریکہ کے باسی تھے۔ ان کی مختلف تحریروں اور کارٹونوں نے بڑی اہمیت اختیار کی اور اسی طرح اس زرد صحافت کی وجہ سے کردار کشی کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اس ضمن میں پورنوگرافی کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔ پورنوگرافی یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب طوائفوں کے بارے میں لٹریچر اور بدکار لوگوں کے بارے میں تحریرات۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کا غلط اور گندہ مواد معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کرکے رکھ دیتا ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اسلام میں صحافت کا کیا تصور ہے؟ اسلامی صحافت کے خدوخال کیا ہیں؟ اسلام میں صحافت کا تصور اچھے تصورات اور نظریات کا پہنچانا ہے یعنی ایسی صحافت جائز ہے جن کے ذریعے سے اچھے تصورات اور اچھے نظریات کو قوم تک پہنچایا جائے۔

صحافت کی دنیا میں خبر کی بڑی اہمیت ہے "خبر سے مراد ایسے واقعات اور مشاہدات ہیں جو خلاف معمول نوعیت کے ہوں اور قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث بنیں۔" آج بے شمار خبررساں ایجنسیاں اور ادارے مختلف ممالک کی خبریں اور مختلف خطوں کے واقعات لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ مثلاً رائٹر' اس کا آغاز ۱۹۶۵ء سے ہوا اور ایک جرمن باشندے پال جوئیس رائٹر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کی داغ بیل ڈالی۔

ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ (APA)، یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل (UPI)، ایجنسی فرنچ پریس (AFP)، تاس (TASS)، ارنا (IRNA) اور پاکستان کے خبر رساں اداروں میں سے پاکستان پریس انٹرنیشنل (PPI) اور ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (APP) اپنی اہمیت کے حامل ہیں۔

خبروں کے ماخذ:

پولیس، عدالتیں، مردہ خانے، فائر سٹیشن، ہسپتال، پی آئی اے، بڑے ہوٹل، حکومت کا محکمہ تعلقات عامہ، کارپوریشن، یونیورسٹی، ثقافتی تقریبات، پریس کانفرنس، اخبارات کا مطالعہ، مقامی ڈاکٹر، روز مرہ زندگی میں تبادلہ خیالات اور مشاہدات خبروں کے ماخذ ہیں۔ ایک صحافی کو پرکشش شخصیت کا حامل اور فن گفتگو کا ماہر ہونا چاہئے۔ حفظ مراتب کی اداؤں سے واقف ہو۔ مصالح شناس ہو، جری، چوکس، جہاں دیدہ، تجربہ کار اور سیاسیات کے نشیب و فراز سے آگاہ اور سیاست کاروں کے داؤ پیچ سے واقف ہو۔ آج کل کئی قسم کے نامہ نگار خبریں پہنچاتے ہیں اور صحافت کے میدان میں بڑا مفید کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً پارلیمانی نامہ نگار، سیاسی نامہ نگار، سفارتی نامہ نگار اور غیر ملکی نامہ نگار۔

برطانوی سیاستدان ایسکوئتھ (Asquith) کا خیال ہے کہ سیاست دانوں کی شہرت کا دار و مدار صحافیوں پر ہوتا ہے۔ انٹرویو کے ذریعے سے بھی صحافت کے فن کی عکاسی ہوتی ہے۔ ایمل لڈوگ (Emil Ludwig) لکھتے ہیں "انٹرویو صحافت کا نفیس ترین اور دلچسپ ترین روپ ہے۔ انٹرویو دراصل باضابطہ ملاقات کا نام ہے، خبری انٹرویو، معلوماتی انٹرویو، مذاکراتی انٹرویو اور شخصیتی انٹرویو اپنی اپنی اہمیت کے حامل ہیں۔"

اداریہ نگاری بھی معاشرے کے خدوخال کی عکاسی کرتی ہے۔

خطوط بنام ایڈیٹر:

نظم و نسق پر تنقید کرتے ہیں۔ متفرق شکایات اور نیک کاموں کی اعانت نئے تصورات اور خیالات کو پیش کرتے ہیں اور شہری زندگی کی سہولیات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ صحافت کا ایک اور پہلو فیچر نگاری ہے۔ اس میں سفرنامے، تحقیقاتی اور تجزیاتی مضامین، نفسیاتی مضامین، سائنسی فیچر اور عمومی مضامین شامل ہیں۔ صحافت کے ضمن میں کالم نویسی بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں مزاحیہ، نیم مزاحیہ، دینی سائنسی، طبی مواد اور قانونی کالم ہوتے ہیں۔ اسی طرح مختلف موضوعات اور مختلف کتب اور نئی فلموں پر تبصرہ نگاری بھی صحافت کا ایک شعبہ ہے۔ مصوری کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمائش اور تھیٹر' ریڈیو' ٹیلی ویژن' رقص و موسیقی کی محفلیں' علمی اور ادبی محفلیں' مشاعرے۔ یہ سب صحافت کے زمرے میں آتے ہیں۔ آج کے اس دور میں تصویری صحافت کا بھی بڑا کردار ہے۔ اس سے خبر کا اہم ترین حصہ فوراً بے نقاب ہوجاتا ہے اور ذہن پر صحیح نقش واضح ہوجاتا ہے۔

میگزین سیکشن (Magazine Section):

مجلاتی صحافت بھی اپنی اہمیت کی حامل ہے۔ مختلف رسائل کے ذریعے سے مختلف معلوماتی مضامین پڑھنے لکھنے میں آتے ہیں۔ آج کے اس دور میں میدان صحافت میں بھی خواتین کا بڑا حصہ ہے۔ خواتین کی اس میدان میں دلچسپی اس امر سے واضح ہوتی ہے کہ امریکہ میں ۱۹۰۳ء میں تین سو خواتین نامہ نگار کا کام کرتی تھیں۔ ۱۹۴۰ء میں ان کی تعداد بڑھ کر بارہ ہزار تک ہوگئی۔ ۱۹۶۰ء میں ان کی تعداد پینسٹھ ہزار تھی۔ روس اور انگلینڈ میں بھی خواتین اس میدان میں بڑی دلچسپی سے کام کرتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی خواتین کا ادارت کا سلسلہ "تہذیب نسواں" سے شروع ہوا۔ اس کا دور ۱۸۹۸ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک تھا۔ اس میں مشہور ادیبہ محمدی بیگم' شمس العلماء مولوی ممتاز علی مرحوم اپنی اہمیت کی حامل ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ کا قیام ہوا اور وہاں صحافی خواتین کا بین الاقوامی مذاکرہ کروایا گیا۔ سویڈن کے مائیکیل کیٹس (Mikeal Katz) نے کہا کہ خوراک' نئی مصنوعات' مشین اور شاپنگ ایسے موضوعات ہیں جن پر خواتین ہی بطرز احسن لکھ سکتی ہیں اور صحافت کے اس میدان میں خواتین ہی اچھا کام کرسکتی ہیں۔ دور جدید میں بچوں کے اخبارات بھی صحافت کا ایک اہم پہلو ہیں۔ مولوی سید ممتاز علی' منشی محبوب عالم' عبدالمجید سالک' چراغ حسن حسرت' سید امتیاز علی تاج' تاجور نجیب آبادی' میلا رام وفا' پنڈت ہری چند اختر نے بچوں کے اخبارات شائع کرکے بچوں کی صحافت میں ایک متعدد بہ اور گراں قدر اضافہ کیا۔ عبدالمجید بھٹی' راجہ مہدی علی خان' احمد ندیم قاسمی اور حفیظ ہوشیار پوری نے بھی اس ضمن میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

بین الاقوامی ضابطہ اخلاق:

بین الاقوامی ضابطہ اخلاق میں لکھا ہے کہ "آزادی صحافت کی بہتر طور پر حفاظت کا تقاضا یہ ہے کہ صحافت اور ابلاغ اجتماعی کے دوسرے اداروں میں کام کرنے والے مسلسل اور رضاکارانہ طور پر جدوجہد کریں کہ ذمہ داری کا اعلیٰ احساس قائم رہے اور واقعات کی رپورٹنگ اور حقائق کی ترجمانی اور تاویل میں صداقت کا اصول ان کے لئے مشعل راہ بنا رہے"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحافت کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ فلاح عامہ' ۲۔ عظمت آدم اور شرافت انسانی' ۳۔ تعلیمی' معلوماتی اور تفریحی مواد کی خبروں کو احتیاط سے چھاپا جائے' ۴۔ ہر تعمیری کام اور سرگرمی کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جہاں تک کہ مثالی ضابطہ اخلاق کا تعلق ہے تو اس کے نمایاں خدوخال حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ صداقت' ۲۔ صحت معلومات' ۳۔ غیرجانب داری' ۴۔ شائستگی' ۵۔ معاشرتی اقدار کی ترجمانی' ۶۔ مملکت اور قوم کے بارے میں ذمہ داریاں اور اس ضمن میں تشدد کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور عدالتوں کے نظم و نسق میں مداخلت نہ کی جائے' ۷۔ جنس اور جرم کی خبریں' طلاق کے مقدمات' اغوا شدہ لڑکیاں' اغوا شدہ لڑکے' جنسی جرائم کے شکار افراد اور بچوں کے جرائم کو صیغہ راز میں رکھا جائے تاکہ لوگوں کی عزت محفوظ رہے اور برائی نہ پھیلے' ۸۔ تصویری صحافت: اس ضمن میں مثالی ضابطہ اخلاق یہ ہے کہ بغیر اجازت فوٹو نہ لی جائیں' رقاصاؤں کی نیم عریاں تصویریں اور فاحشہ عورتوں کی تصاویر نہ شائع کی جائیں تاکہ عریانی نہ پھیلے' ۹۔ کارٹون: کارٹونوں کا سلسلہ ۱۸۴۰ء میں شروع ہوا تھا۔ تصویری کارٹونوں میں کسی کی تضحیک نہ کی جائے لیکن جائز تنقید اور گورنمنٹ کی مشینری اور نظم و نسق تبصرہ بصورت کارٹون جائز ہے' ۱۰۔ اشتہارات: یہ فحش اور نیم عریاں نہ ہوں' ۱۱۔ مزاحیہ کالم: اس میں بھی تضحیک نہ ہو۔

پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے ۱۹۵۱ء میں ایک ضابطہ اخلاق شائع کیا تھا۔ اس کا مدعا بھی یہی تھا کہ فحاشی کو روکا جائے۔ جہاں تک آزادی صحافت کا تعلق ہے اس میں مختلف نظریات ہیں۔

اشتراکی نظریہ لینن (Lenin) کے نظریات کی پیداوار ہے۔ مغربی جمہورتیوں کی دنیا آزادی تقریر و تحریر اور آزادی صحافت کو تحفظ دیتی ہے مثلاً دستور ریاست ہائے متحدہ امریکہ آزادی تقریر و تحریر اور آزادی صحافت کو مکمل تحفظ دیتا ہے۔ انگلینڈ کا آئین بھی آزادی اظہار کو تحفظ دیتا اور آزادی اظہار کو قانونی شکل دیتا ہے بشرطیکہ قومی مفادات کے منافی معلومات یا خفیہ دستاویزات شائع نہ کی جائیں۔ مذہب کی بے حرمتی نہ کی جائے اور مذہبی منافرت نہ پھیلائی جائے۔ آج کل مختلف قوانین صحافت موجود ہیں اور جدید ترین قانون ڈیکلیریشن کی صورت میں لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً سنسر شپ (Censorship) کا قانون' سیکیورٹی آف پاکستان ایکٹ (Security of Pakistan Act) توہین عدالت کا قانون یا کسی کی تضحیک' اس کے بارے میں پاکستان پینل کوڈ یعنی تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۴۹۹۔۵۰۲ میں قوانین دیے ہوئے ہیں۔

جہاں تک کہ اشتہارات کا تعلق ہے تو ان کا مقصد معلومات کی فراہمی اور ترغیب ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اشتہارات کئی قسم کے ہیں مثلاً قومی اشتہارات' عدالتی اشتہارات' صنعتی اشتہارات' تفریحی اشتہارات' تجارتی اشتہارات' ڈسپلے اشتہارات' پیشہ وارانہ اشتہارات' غیر مصنوعاتی یا نظریاتی اشتہارات' ٹی وی' روشنی کے حروف' پوسٹر' بل بورڈ' سائن بورڈ ان اشتہارات کے ذریعے سے بھی کافی معلومات کی فراہمی ہوتی ہے

جدید دور میں اخبارات کی اشاعت کا سلسلہ بہت بڑھ چکا ہے۔ برطانیہ میں ایک ہزار آبادی کے تناسب کے مقابلے میں ۵۶۰ اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ سویڈن میں آبادی ہزار ہو تو چار سو باسٹھ' لکسمبرگ ہزار کے مقابلے میں چار سو پینتالیس' امریکہ اور سویت یونین میں ہزار کے مقابلے میں دو سو پچاس' پاکستان میں ہزار کے مقابلے میں ساٹھ اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ جاپان میں اخبارات کی اشاعت بہت زیادہ ہے۔ مثلاً ایک اخبار کی اشاعت ستر لاکھ تک ہے۔ لندن میں "ڈیلی مرر" اخبار کی اشاعت یومیہ پچاس لاکھ ہے۔ نیوز آف دی ریڈرز ڈائجسٹ (News of the World Reader's Digest) کی تعداد یومیہ ساٹھ لاکھ ہے اور ریڈرز ڈائجسٹ (Reader's Digest) جو امریکہ سے شائع ہوتا ہے اور چودہ زبانوں میں اس کی اشاعت ہوتی ہے اس کی کل اشاعت دو کروڑ ساٹھ لاکھ ہے جب کہ پاکستان میں اردو روزناموں کی اشاعت ایک ایک لاکھ ہے اور رسالوں کی اشاعت اسی ہزار تک ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی کتاب "فن صحافت" مکتبہ کارواں لاہور' مطبوعہ ۱۹۸۸ء' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں ریڈیائی صحافت کی بڑی اہمیت ہے۔ ریڈیو کے ذریعے سے خبرنامے اور دیگر معلومات عوام تک پہنچائی جاتی ہیں۔ ٹیلی ویژن کی صحافت بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور بین براعظمی پروگرام بھی اپنی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح تعلقات عامہ کے ادارے بھی صحافت کے میدان میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً حکومت کا محکمہ اطلاعات' نیم سرکاری ادارے' صنعتی اور تجارتی ادارے' تعلیمی ادارے' مذہبی جماعتیں' اور مخبر ادارے' سیاسی اور معاشرتی جماعتیں' تفریحی ادارے اور غیر ملکی اطلاعاتی ادارے صحافت کے میدان میں اپنی مثال آپ ہیں۔ موجودہ دور میں صحافت اس حد تک ترقی کرچکی ہے کہ آلات نہ صرف سمعی ہیں بلکہ بصری اور تحریری بھی ہیں۔ کتابیں اور کتابچے' پوسٹر' ٹیون سائن اور براہ راست رابطے کے ذریعے سے پبلسٹی کا کام کیا جاتا ہے۔

تربیت یافتہ صحافیوں کے لئے نہ صرف ٹیلی ویژن بلکہ ریڈیو اور اخبارات باقاعدہ روزگار مہیا کرتے ہیں۔ رنگین طباعت کی وجہ سے بھی صحافت کے میدان میں ایک انقلاب برپا ہوچکا ہے۔ فلم' ریڈیو' ٹی وی' ادب اور ادیب' نسوانی دنیا' اشاعت ملی' برسیاں' تعلیم' معاشی مسائل'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرتی مسائل' سفرنامے' عجیب و غریب واقعات' طب' ایلوپیتھی' ہومیوپیتھی' روحانی علاج' کارٹون' بچوں کا سپلیمنٹ' خانہ داری' خانگی امور' ازدواجی تعلقات' جوڑوں کے انٹرویو' فیملی انٹرویو کے ذریعے سے صحافت کے میدان میں بڑا مفید کام لیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم اور صحافت کے اصول

۱۔ اہل قلم ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ایسی صحافت جائز ہے جو ظلم کے خلاف آواز اٹھائے۔ سورت شعراء میں ارشاد ربانی ہے:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ○ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتی ہے۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

اور ہر طرح کی جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور ہر لغو و باطل میں سخن آرائی کرتے ہیں' جھوٹی مدح کرتے ہیں' جھوٹی ہجو کرتے ہیں' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پر ہو۔ مسلمان شعراء جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ کئے گئے۔

اس میں شعرائے اسلام کا استثناء فرمایا گیا۔ وہ حضور سید عالمؐ کی نعت لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں۔ اسلام کی مدح لکھتے ہیں۔ پند و نصائح لکھتے ہیں اور اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبویؐ میں حضرت حسانؓ کے لئے منبر بچھایا جاتا تھا' وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا: "بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔" رسول کریمؐ کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ترمذی میں جابرؓ بن سمرہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ "شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے بعض برا۔ اچھے کو لو' برے کو چھوڑ دو۔" شعبی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ شعر کہتے تھے۔ حضرت علیؓ ان سب سے زیادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر فرمانے والے تھے اور شعر ان کے لئے ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب نہ ہوسکا بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی توحید اور رسول کریمؐ کی نعت اور اصحاب کرامؓ و صلحائے امت کی مدح اور حکمت و موعظت اور زہد و ادب میں کہے۔ (بحوالہ احمد رضا خانؒ) صفحہ نمبر ۶۰۲۔

۲۔ فواحش پھیلانا قطعی حرام ہے:

سورت النحل کی آیت ۹۰ ملاحظہ ہو:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔

اوپر کی تین بھلائیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تین برائیوں سے روکتا ہے جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پوری معاشرے کو خراب کرنے والی ہیں۔ پہلی چیز فحشاء ہے جس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو، فحش ہے مثلاً بخل، زنا، برہنگی و عریانی، عمل قوم لوط، محرمات سے نکاح کرنا، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا اور بد کلامی کرنا وغیرہ۔ اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ مثلاً جھوٹا پروپیگنڈا، تہمت تراشی، پوشیدہ جرائم کی تشہیر، بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے اور ڈرامے اور فلمیں، عریاں تصاویر، عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا، علی الاعلان مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا اور سٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا وغیرہ۔

دوسری چیز "منکر" ہے جس سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان بالعموم برا جانتے ہیں۔ ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن، جلد دوم ص:۵۶۶)

فواحش پھیلانا حرام ہے۔ سورت النور کی آیات ۲۲-۱۹) ملاحظہ ہوں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑی شفیق و رحیم ہے (تو یہ چیز جو ابھی تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بد ترین نتائج دکھا دیتی) اے لوگو جو ایمان لائے ہو' شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو' اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

موقع و محل کے لحاظ سے تو آیت کا براہ راست مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر اور انہیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوششیں کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بد کاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بد اخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لئے جذبات کو اکسانے والے قصوں' اشعار' گانوں' تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں۔ جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہئے۔ لہٰذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سدباب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستوجب سزا' قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہئے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔ یعنی تم لوگ نہیں جانتے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کی ایک ایک حرکت کے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں' کتنے افراد کو متاثر کرتے ہیں اور مجموعی طور پر ان کا کس قدر نقصان اجتماعی زندگی کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس چیز کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ لہٰذا اللہ پر اعتماد کرو اور جن برائیوں کی وہ نشان دہی کر رہا ہے انہیں پوری قوت سے مٹانے اور دبانے کی کوشش کرو۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں جن کے ساتھ روا داری برتی جائے۔ دراصل یہ بڑی باتیں ہیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہئے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن جلد سوم' صفحات ۳۷۰-۳۷۱)

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع "معارف القرآن" جلد ششم' صفحہ نمبر ۳۸۰ پر رقم طراز ہیں:

قرآن حکیم نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پاوے اور شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہو تاکہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حد زنا اس پر جاری کرکے اس شہرت ہی کو سبب انسداد بنا دیا جائے اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت کر دینا جب کہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں۔ طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں' نوجوان مرد اور عورتیں ان کو دیکھتے رہتے ہیں' روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جب کہ وہ ثبوت شرعی کے ساتھ ہو اس کے نتیجہ میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے' سننے والوں کے سامنے آجائے اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔

۳۔ پاک دامن خواتین کے بارے میں صحافیوں کی احتیاط:

سورت النور کی آیات ۴-۵ میں ارشاد ربانی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں' پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں' سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہوجائیں اور اصلاح کرلیں کہ اللہ ضرور (ان کے حق میں) غفور و رحیم ہے۔

اس حکم کا منشا یہ ہے کہ معاشرے میں لوگوں کی آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کے چرچے قطعی طور پر بند کردیے جائیں کیونکہ اس سے بے شمار برائیاں پھیلتی ہیں اور ان میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس طرح غیر محسوس طریقے پر ایک عام زنا کارانہ ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص مزے لے لے کر کسی کے صحیح غلط گندے واقعات دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ دوسرے اس میں نمک مرچ لگا کر اور لوگوں تک انہیں پہنچاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کچھ مزید لوگوں کے متعلق بھی اپنی معلومات یا بدگمانیاں بیان کردیتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ شہوانی جذبات کی ایک عام رو چل پڑتی ہے بلکہ برے میلانات رکھنے والے مردوں اور عورتوں کو یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ معاشرے میں کہاں کہاں ان کے لئے قسمت آزمائی کے مواقع موجود ہیں۔ شریعت اس چیز کا سدباب پہلے ہی قدم پر کر دینا چاہتی ہے۔ ایک طرف وہ حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شہادتوں سے اس کا جرم ثابت ہوجائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی اور دوسری طرف وہ فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے وہ یا تو شہادتوں سے اپنا الزام ثابت کرے ورنہ اسی پر اسی کوڑے برسادو تاکہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرات نہ کرے۔ بالغرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھوں سے بھی بدکاری کرتے ہوئے دیکھ لیا ہو تب بھی اسے خاموش رہنا چاہئے اور دوسروں تک اسے نہ پہنچانا چاہئے تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے' آگے نہ پھیل سکے۔ البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بے ہودہ چرچے کرنے کے بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت میں ملزم کا جرم ثابت کرکے اسے سزا دلوادے۔

اس قانون کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تفصیلات نگاہ میں رہیں۔ اس لئے ہم ذیل میں ان کو نمبروار بیان کرتے ہیں۔

۱۔ آیت میں الفاظ "والذین یرمون" استعمال ہوئے ہیں جن کے معنی ہیں "وہ لوگ جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الزام لگائیں" لیکن سیاق و سباق یہ بتایا ہے کہ یہاں الزام سے مراد ہر قسم کا الزام نہیں بلکہ مخصوص طور پر زنا کا الزام ہے۔ پہلے زنا کا حکم بیان ہوا ہے اور آگے لعان کا حکم آرہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان اس حکم کا آنا صاف اشارہ کررہا ہے کہ یہاں "الزام" سے مراد کس نوعیت کا الزام ہے۔ پھر الفاظ "یرمون المحصنت" (الزام لگائیں پاک دامن عورتوں پر) سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ مراد وہ الزام ہے جو پاک دامنی کے خلاف ہو۔ اس پر مزید یہ کہ الزام لگانے والوں سے اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے جو پورے قانون اسلامی میں صرف زنا کا نصاب شہادت ہے۔ ان قرائن کی بنا پر تمام امت کے علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت میں صرف الزام زنا کا حکم بیان ہوا ہے۔ جس کے لئے علماء نے "قذف" کی مستقل اصطلاح مقرر کردی ہے تاکہ دوسری تہمت تراشیاں (مثلاً کسی کو چور یا شرابی یا سود خور یا کافر کہہ دینا) اس حکم کی زد میں نہ آنے پائیں۔ "قذف" کے سوا دوسری تہمتوں کی سزا قاضی خود تجویز کرسکتا ہے یا مملکت کی مجلس شوریٰ حسب ضرورت ان کے لئے توہین اور ازالہ' حیثیت عرفی کا کوئی عام قانون بنا سکتی ہے۔ بحوالہ تفہیم القرآن جلد سوم (صفحات: ۳۴۷-۴۸)

صحافت کے ذریعے سے کسی کی دل آزاری نہ کی جائے:

سورۃ الحجرات کی آیت ۱۱ ملاحظہ ہو:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو' ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔

پچھلی دو آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی لڑائی کے متعلق ضروری ہدایات دینے کے بعد اہل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان کو یہ احساس دلایا گیا تھا کہ دین کے مقدس ترین رشتے کی بناپر وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ان کو خدا سے ڈرتے ہوئے اپنے آپس کے تعلقات کو درست رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اب آگے کی دو آیتوں میں ان بڑی بڑی برائیوں کے سد باب کا حکم دیا جارہا ہے جو بالعموم ایک معاشرے میں لوگوں کے باہمی تعلقات کو خراب کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ' ایک دوسرے کی دل آزاری' ایک دوسرے سے بدگمانی اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس' درحقیقت یہی دو اسباب ہیں جن سے آپس کی عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر دوسرے اسباب کے ساتھ مل کر ان سے بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو احکام آگے کی آیتوں میں دیے گئے ہیں اور ان کی جو تشریحات احادیث میں ملتی ہیں ان کی بناپر ایک مفصل قانون ہتک عزت مرتب کیا جاسکتا ہے۔ مغربی قوانین ہتک عزت اس معاملے میں اتنے ناقص ہیں کہ ایک شخص ان کے تحت دعویٰ کرکے اپنی عزت کچھ اور کھو بیٹھتا ہے۔ اسلامی قانون اس کے برعکس ہر شخص کی ایک بنیادی عزت کا قائل ہے جس پر حملے کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ حملہ واقعیت پر مبنی ہو یا نہ ہو اور جس پر حملہ کیا گیا ہے اس کی کوئی "حیثیت عرفی" ہو یا نہ ہو۔ مجرد یہ بات کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی تذلیل کی ہے اسے مجرم بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ الا یہ کہ اس تذلیل کا کوئی شرعی جواز ثابت کردیا جائے۔

مذاق سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے بلکہ کسی کی نقل اتارنا' اس کی طرف اشارے کرنا' اس کی بات پر یا اس کے کام یا اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں' یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہیں۔ اصل ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی کسی نہ کسی طور پر تضحیک کرے کیونکہ اس تضحیک میں لازماً اپنی بڑائی اور دوسرے کی تذلیل و تحقیر کے جذبات کار فرما ہوتے ہیں جو اخلاقاً سخت معیوب ہیں اور مزید برآں اس سے دوسرے شخص کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جس سے معاشرے میں فساد رونما ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اس فعل کو حرام کیا گیا ہے۔

مردوں اور عورتوں کا الگ الگ ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوں عورتوں کا مذاق اڑانا یا عورتوں کے لئے مردوں کا مذاق اڑانا جائز ہے دراصل جس وجہ سے دونوں کا ذکر الگ الگ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سرے سے مخلوط سوسائٹی ہی کا قائل نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی تضحیک عموماً بے تکلف مجلسوں میں ہوا کرتی ہے اور اسلام میں یہ گنجائش رکھی ہی نہیں گئی ہے کہ مرد اور عورتیں کسی مجلس میں جمع ہوکر آپس میں ہنسی مذاق کریں۔ اس لئے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کو ایک مسلم معاشرے میں قابل تصور ہی نہیں سمجھا گیا ہے کہ ایک مجلس میں مرد کسی عورت کا مذاق اڑائیں یا عورتیں کسی مرد کا مذاق اڑائیں گی۔

اصل میں لفظ "لمز" استعمال ہوا ہے جس کے اندر طعن و تشنیع کے علاوہ متعدد دوسرے مفہومات بھی شامل ہیں مثلاً چوٹیں کرنا' پھبتیاں کسنا' الزام دھرنا' اعتراض جڑنا' عیب چینی کرنا اور کھلم کھلا یا زیر لب یا اشاروں سے کسی کو نشانہ ملامت بنانا۔ یہ سب افعال بھی چونکہ آپس کے تعلقات کو بگاڑتے اور معاشرے میں فساد برپا کرتے ہیں اس لئے ان کو حرام کردیا گیا ہے۔ کلام الٰہی کی بلاغت یہ ہے کہ "لا یلمزو بعضکم بعضا" (ایک دوسرے پر طعن نہ کرو) کہنے کے بجائے "لا تلمزوا انفسکم (اپنے اوپر طعن نہ کرو) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن سے خود بخود یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ دوسروں پر زبان طعن دراز کرنے والا دراصل خود اپنے آپ کو مطعون کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی شخص کی زبان دوسروں کے خلاف بدگوئی کے لئے اس وقت تک نہیں کھلتی جب تک اس کے دل میں برے جذبات کا لاوا خوب پک کر پھوٹ پڑنے کے لئے تیار نہ ہوگیا ہو۔ اس طرح ان جذبات کی پرورش کرنے والا دوسروں سے پہلے اپنے نفس کو تو بدی کا آشیانہ بنا چکتا ہے پھر جب وہ دوسروں پر چوٹ کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے اوپر چوٹیں کرنے کے لئے دوسروں کو دعوت دے رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنی شرافت کی بناپر اس کے جملوں کو ٹال جائے مگر اس نے تو اپنی طرف سے یہ دروازہ کھول ہی دیا کہ وہ شخص بھی اس پر حملہ آور ہو جس کو اس نے اپنی زبان کے تیروں کا ہدف بنایا ہے۔ اس حکم کا منشا یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے نام سے نہ پکارا جائے یا ایسا لقب نہ دیا جائے جو اس کو ناگوار ہو اور جس سے اس کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہو۔ مثلاً کسی کو فاسق یا منافق کہنا کسی کو لنگڑا یا اندھا یا کانا کہنا۔ کسی کو اس کے اپنے یا اس کی ماں یا باپ یا خاندان کے کسی عیب یا نقص سے ملقب کرنا' کسی کو مسلمان ہوجانے کے بعد اس کے سابق مذہب کی بناپر یہودی یا نصرانی کہنا' کسی شخص یا خاندان یا برادری یا گروہ کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کی مذمت اور تذلیل کا پہلو رکھتا ہو۔ (بحوالہ تفہیم القرآن' جلد پنجم' صفحات: ۸۴-۸۶)

۵- صحافی پرائیویٹ معاملات میں تجسس نہ کریں:

سورت الحجرات کی آیات مبارکہ (۱۲-۱۳) ملاحظہ ہوں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ○ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں' تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو' اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

لوگوں کے راز نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کے عیب نہ تلاش کرو۔ دوسروں کے حالات اور معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو۔ یہ حرکت خواہ بدگمانی کی بناپر کی جائے یا بدنیتی سے کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر کی جائے یا محض اپنا استعجاب دور کرنے کے لئے کی جائے۔ ہر حال میں شرعاً ممنوع ہے۔ ایک مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسروں کے جن حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے ان کی کھوج کرید کرے اور پردے کے پیچھے جھانک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کسی میں کیا عیب ہے اور کس کی کون سی کمزوریاں چھپی ہوئی ہیں۔ لوگوں کے نجی خطوط پڑھنا' دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سننا' ہمسایوں کے گھر میں جھانکنا اور مختلف طریقوں سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے ذاتی معاملات کی ٹٹول کرنا۔ ایک بڑی بد اخلاقی ہے جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں تجسس کرنے والوں کے متعلق فرمایا اے لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو مگر ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا ہے مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو' کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیوب کے درپے ہوجائے گا اور اللہ جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درپے ہوجائے اُسے اس کے گھر میں رسوا کرکے چھوڑتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

انک ان اتبعت عورات الناس افسدتهم اوکدت ان تفسدهم (ابوداؤد)

تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہوگئے تو ان کو بگاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے:

اذا ظننتم فلا تحققوا (احکام القرآن للجصاص)

جب کسی شخص کے متعلق تمہیں کوئی برا گمان ہوجائے تو اس کی تحقیق نہ کرو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا من رئای عورة فسترها کان کمن احیاء موئودة جس نے کسی کا کوئی مخفی عیب دیکھ لیا اور اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسا ہے جیسے کسی نے ایک زندہ گاڑی ہوئی بچی کو موت سے بچا لیا۔ (الجصاص)' تجسس کی ممانعت کا یہ حکم صرف افراد ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ اسلامی حکومت کے لئے بھی ہے۔ شریعت نے نہی عن المنکر کا جو فریضہ حکومت کے سپرد کیا ہے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ جاسوسی کا ایک نظام قائم کرکے لوگوں کی چھپی ہوئی برائیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے اور ان پر سزا دے بلکہ اسے صرف ان برائیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنی چاہئے جو ظاہر ہوجائیں۔ رہیں مخفی خرابیاں تو ان کی اصلاح کا راستہ جاسوسی نہیں ہے بلکہ تعلیم' وعظ و تلقین' عوام کی اجتماعی تربیت اور ایک پاکیزہ معاشرتی ماحول پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ بہت سبق آموز ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک گزرا اور دیوار پر چڑھ گئے' دیکھا کہ وہاں شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی۔ آپ نے پکار کر کہا "اے دشمن خدا کیا تو نے سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا؟" اس نے جواب دیا "امیر المومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں' اللہ نے تجسس سے منع کیا تھا اور آپ نے تجسس کیا' اللہ نے حکم دیا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لئے بغیر نہ جاؤ اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لے آئے۔ یہ جواب سن کر حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ اپنی غلطی مان گئے اور اس کے خلاف انہوں نے کوئی کارروائی نہ کی البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ (مکارم الاخلاق لابی بکر محمد بن جعفر الخرائیطی)۔ اس سے معلوم ہوا کہ افراد ہی کے لئے نہیں خود اسلامی حکومت کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے راز ٹٹول ٹٹول کر ان کے گناہوں کا پتہ چلائے اور پھر انہیں پکڑے۔ یہی بات ایک حدیث میں بھی ارشاد ہوئی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

ان الامیر اذا ابتغی الریبة فی الناس افسدھم

حکمران جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب تلاش کرنے لگے تو وہ ان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

اس حکم سے مستثنیٰ صرف وہ مخصوص حالات ہیں جن میں تجسس کی فی الحقیقت ضرورت ہو۔ مثلاً کسی شخص یا گروہ کے رویے میں بگاڑ کی کچھ علامات نمایاں نظر آرہی ہوں اور اس کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہوجائے کہ وہ کسی جرم کا ارتکاب کرنے والا ہے تو حکومت اس کے حالات کی تحقیق کرسکتی ہے یا مثلاً کسی شخص کے ہاں کوئی شادی کا پیغام بھیجے یا اس کے ساتھ کوئی کاروباری معاملہ کرنا چاہے تو وہ اپنے اطمینان کے لئے اس کے حالات کی تحقیق کرسکتا ہے۔ ان مستثنیٰ صورتوں کے ماسوا پیٹھ پیچھے کسی کی بدگوئی کرنا مطلقاً حرام ہے۔ یہ بدگوئی اگر سچی ہو تو غیبت ہے، جھوٹی ہو تو بہتان ہے اور دو آدمیوں کو لڑانے کے لئے ہو تو چغلی ہے۔ شریعت ان تینوں چیزوں کو حرام کرتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ اگر اس کے سامنے کسی شخص پر جھوٹی تہمت لگائی جارہی ہو تو وہ اس کو خاموشی سے نہ سنے بلکہ اس کی تردید کرے اور اگر کسی جائز شرعی ضرورت کے بغیر کسی کی واقعی برائیاں بیان کی جارہی ہوں تو اس فعل کے مرتکبین کو خدا سے ڈرانے اور اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جارہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حمایت ایسے مواقع پر نہیں کرتا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہاں ہو۔ اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جارہی ہو تو اللہ عزوجل اس کی مدد ایسے مواقع پر کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے۔ (تفہیم القرآن، جلد نمبر ۵ (ص: ۹۳) ۸۹-۸۸)

حدیث مبارکہ ہے ان من اربی الربا الا استطالة فی عرض المسلم بغیر حق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ابوداؤد)

۶۔ صحافی تحقیقات کے بغیر خبر نہ شائع کریں:

سورت الحجرات کی آیت نمبر۶ میں حکم ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ○

اے ایمان والو! اگر آئے تمہارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر تو تحقیق کر لو کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتانے۔

اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو (بغیر تحقیق اس پر عمل نہ کیا کرو بلکہ اگر عمل کرنا مقصود ہو تو) خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو۔ پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ (بحوالہ معارف القرآن' جلد ہشتم (ص:۱۰۳)

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کریں گے۔

۷۔ صحافی خود احتسابی سے کام لیں:

زرد صحافت نہ صرف اس دنیا میں وبال کا باعث ہے بلکہ اعمال کو بھی خراب کرتی ہے اور آخرت میں مؤاخذہ کا باعث بھی بنتی ہے۔ سورت النباء کی آیات مبارکہ ۲۴-۳۰) ملاحظہ ہوں:

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا○ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا○ جَزَآءً وِّفَاقًا ○ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا○ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا○ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا○ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا○

اس کے اندر کسی ٹھنڈک اور پینے کے قابل کسی چیز کا مزہ وہ نہ چکھیں گے۔ کچھ ملے گا تو بس گرم پانی اور زخموں کا دھوون' (ان کے کرتوتوں) کا بھرپور بدلہ۔ وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انہوں نے بالکل جھٹلا دیا تھا۔ اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی۔ اب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکھو مزہ، ہم تمہارے لئے عذاب کے سوا
کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔

اصل میں لفظ غساق استعمال ہوا جس کا اطلاق پیپ، لہو، کچ لہو، اور آنکھوں اور کھالوں سے بہنے والی ان تمام رطوبتوں پر ہوتا ہے جو شدید تعذیب کی وجہ سے بہہ نکلتی ہوں۔ اس کے علاوہ یہ لفظ ایسی چیز کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس میں سخت تعفن اور سڑاند ہو۔

یہ ہے وہ سبب جس کی بنا پر وہ جہنم کے اس خوف ناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔ ایک یہ کہ دنیا میں وہ یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے کہ کبھی وہ وقت نہیں آنا ہے جب انہیں خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے ان کی ہدایت کے لئے جو آیات بھیجی تھیں انہیں ماننے سے انہوں نے قطعی انکار کردیا اور ان کو جھوٹ قرار دیا۔ یعنی ان کے اقوال و افعال، ان کی حرکات و سکنات، حتیٰ کہ ان کی نیتوں اور خیالات اور مقاصد تک مکمل ریکارڈ ہم تیار کرتے جارہے تھے جس سے کوئی چیز چھوٹی ہوئی نہ تھی اور وہ بے وقوف اس لئے بے خبر اپنی جگہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ وہ کسی اندھیر نگری میں جی رہے ہیں۔ جہاں وہ اپنی مرضی اور خواہش سے جو کچھ چاہیں کرتے رہیں، اس کی بازپرس کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر۲۳۰)

۸۔ صحافت اور کلام دل فریب:

ایسی صحافت جو اسلام کے احکام کے خلاف ہو اور ایسی ثقافتی سرگرمیاں جو شریعت کی روح کے منافی ہوں، خدا کے غضب کا باعث ہیں۔ سورت لقمان کی آیات مبارکہ ۶-۷ ملاحظہ ہوں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکادے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ اس طرح رخ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے انہیں سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔ اچھا' مژدہ سنا دو اسے ایک دردناک عذاب کا۔

اصل الفاظ ہیں "لھوالحدیث" یعنی ایسی بات جو آدمی کو اپنے اندر مشغول کر کے ہر دوسری چیز سے غافل کر دے۔ لغت کے اعتبار سے تو ان الفاظ میں کوئی ذم کا پہلو نہیں ہے لیکن استعمال میں ان کا اطلاق بری اور فضول اور بیہودہ باتوں پر ہی ہوتا ہے۔ مثلاً گپ' خرافات' ہنسی مذاق' داستانیں' افسانے اور ناول' گانا بجانا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں۔

لہو الحدیث "خریدنے" کا مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ وہ شخص حدیث حق کو چھوڑ کر حدیث باطل کو اختیار کرتا ہے اور ہدایت سے منہ موڑ کر ان باتوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن میں اس کے لئے نہ دنیا میں کوئی بھلائی ہے نہ آخرت میں لیکن یہ مجازی معنی ہیں۔ حقیقی معنی اس فقرے کے یہی ہیں کہ آدمی اپنا مال صرف کرکے کوئی بیہودہ چیز خریدے اور بکثرت روایات بھی اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کفار مکہ کی ساری کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جارہی تھی تو نضر بن حارث نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ جس طرح تم اس شخص کا مقابلہ کررہے ہو اس سے کام نہ چلے گا۔ یہ شخص تمہارے درمیان بچپن سے ادھیڑ عمر کو پہنچا ہے' آج تک وہ اپنے اخلاق میں تمہارا سب سے بہتر آدمی تھا۔ سب سے زیادہ سچا اور سب سے بڑھ کر امانت دار تھا۔ اب تم کہتے ہو وہ کاہن ہے' ساحر ہے' شاعر ہے' مجنوں ہے' آخر ان باتوں کو کون باور کرے گا؟ کیا لوگ ساحروں کو نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی جھاڑ پھونک کرتے ہیں؟ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ کاہن کس قسم کی باتیں بتایا کرتے ہیں؟ کیا لوگ شعر و شاعری سے ناواقف ہیں؟ کیا لوگوں کو جنون کی کیفیات کا علم نہیں ہے؟ ان الزامات میں سے آخر کون سا الزام (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر چسپاں ہوتا ہے کہ اس کا یقین دلا کر تم عوام کو اس کی طرف توجہ کرنے سے روک سکو گے۔ ٹھہرو' اس کا علاج میں کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ مکہ سے عراق گیا اور کہیں سے شاہان عجم کے قصے اور رستم و اسفندیار کی داستانیں لاکر اس نے قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنی شروع کردیں تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹے اور وہ ان کہانیوں میں کھو جائیں (سیرت ابن ہشام ج۱' ص:۳۲۰-۳۲۱) یہی روایت اسباب النزول میں واحدی نے کلبی اور مقاتل سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کی ہے اور ابن عباسؓ نے اس پر مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ نضر نے اس مقصد کے لئے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھیں جس کسی کے متعلق وہ سنتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں سے متاثر ہو رہا ہے اس پر اپنی ایک لونڈی مسلط کر دیتا اور اس سے کہتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا سنا تاکہ تیرے ساتھ مشغول ہو کر اس کا دل ادھر سے ہٹ جائے۔ یہ قریب قریب وہی چال تھی جس سے قوموں کے اکابر مجرمین ہر زمانے میں کام لیتے رہے ہیں۔ وہ عوام کو کھیل تماشوں اور رقص و سرود (کلچر) میں غرق کر دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ انہیں زندگی کے سنجیدہ مسائل کی طرف توجہ کرنے کا ہوش ہی نہ رہے اور اس عالم مستی میں ان کو سرے سے یہ محسوس ہی نہ ہونے پائے کہ انہیں کس تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

حضرت انسؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من جلس الی قینہ یسمع منھا صب فی اذنیہ الانک یوم القیامۃ "جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (اس سلسلے میں یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ اس زمانے میں گانے بجانے کی "ثقافت" زیادہ تر بلکہ کلیۃً لونڈیوں کی بدولت زندہ تھی۔ آزاد عورتیں اس وقت تک "آرٹسٹ" نہ بنی تھیں۔ اس لئے حضورؐ نے مغنیات کی بیع و شرا کا ذکر فرمایا اور ان کی فیس کو قیمت کے لفظ سے تعبیر کیا اور گانے والی خاتون کے لئے "قینہ" کا لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں لونڈی کے لئے بولا جاتا ہے)۔

"علم کے بغیر" کا تعلق "خریدتا ہے" کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور "بھٹکاوے" کے ساتھ بھی۔ اگر اس کا تعلق پہلے فقرے سے مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ جاہل اور نادان آدمی اس دل فریب چیز کو خریدتا ہے اور کچھ نہیں جانتا کہ کیسی قیمتی چیز کو چھوڑ کر وہ کیسی تباہ کن چیز خرید رہا ہے۔ ایک طرف حکمت اور ہدایت سے لبریز آیات الٰہی ہیں جو مفت اسے مل رہی ہیں مگر وہ ان سے منہ موڑ رہا ہے۔ دوسری طرف یہ بیہودہ چیزیں ہیں جو فکر و اخلاق کو غارت کر دینے والی ہیں اور وہ اپنا مال خرچ کر کے انہیں حاصل کر رہا ہے۔ اور اگر اسے دوسرے فقرے سے متعلق سمجھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ علم کے بغیر لوگوں کی رہنمائی کرنے اٹھا ہے۔ اسے یہ شعور نہیں ہے کہ خلق خدا کو راہ خدا سے بھٹکانے کی کوشش کر کے وہ کتنا بڑا مظلمہ اپنی گردن پر لے رہا ہے۔ یہ شخص لوگوں کو قصے کہانیوں اور گانے بجانے میں مشغول کر کے اللہ کی آیات کا منہ چڑانا چاہتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی صحافت کے خدوخال

اسلامی صحافت میں صحافت کا مقصد یہ ہے کہ تعمیر ملت ہو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہ نیکی کی تلقین کی جائے اور برائی سے روکا جائے۔ قوم کو صحیح اطلاعات سے آگاہ کیا جائے اور صحافی ہوا کے رخ کے مطابق نہ چلے بلکہ وہ قوم کو سچائی کے ساتھ موقع دے کہ وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکے۔ اسلامی صحافت کا ایک اور خدوخال فکر کی حریت اور فرد کی حریت اور انسانیت کی تعظیم اور انسانیت کی قدر اور اس کا فروغ ہے۔ اسلامی صحافت کا ایک خدوخال قدروں کا تحفظ اور تعمیر شخصیت ہے۔ اسلامی صحافت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں زرد صحافت کا قطعی طور پر کوئی تصور نہیں۔ اسلامی صحافت کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ یہ بے حیائی سے روکتی ہے اور شائستگی کی تلقین دیتی ہے۔ اسلامی صحافت کا ایک اور مقصد یہ ہے کہ قول اور فعل میں تضاد نہ ہو اور حق گوئی سے کام لیا جائے اور اچھی اقدار کا فروغ ہو۔ اس میں کمرشل ذہنیت کا کوئی تصور نہیں اور جتنے بھی فلمی ایکٹریا ایکٹریس ہیں ان تمام کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ گندی گندی اور فحش فلموں کی بذریعہ اخبار تشہیر کرکے زیادہ سے زیادہ پیسہ کمایا جائے لیکن اسلامی صحافت میں اس قسم کا کوئی تصور نہیں۔ اسلامی صحافت کا ایک اور خدوخال تبلیغ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اسلام کی تعلیمات صحافت کے ذریعے پھیلیں۔ اسلامی پریس کا ایک اور مقصد اتحاد بین المسلمین کا فروغ ہے۔ اسلامی ذرائع ابلاغ کو ایسے خیالات کا پرچار کرنا چاہئے جو مسلمان ممالک و قوم میں اخوت کا جذبہ پیدا کرنے کا موجب ہوں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کا بنیادی مشن بھی یہی تھا کہ حق کا زیادہ سے زیادہ فروغ کیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے بھلائی کو پھیلایا اور برائی سے لوگوں کو روکا اور ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کی سیرت مبارکہ کا ہر پہلو نہی عن المنکر اور امر بالمعروف سے متعلق تھا۔ نبی اکرمؐ کے دور مبارک میں کاغذ نہیں تھا۔ ہمیں اس وقت قطاس الیمانی یعنی یمنی کاغذ کا تصور ملتا ہے اور دور جاہلیت کے اشعار میں اس کا ذکر موجود ہے۔ کاغذ اگر موجود بھی تھا تو بہت کم تھا۔ چمڑے، کھال اور کھجور کے پتوں پر قرآن پاک لکھا جاتا تھا اور اسی کے ذریعے سے قرآن پاک کو محفوظ کیا جاتا اور اگر کوئی پیغامات بھیجے جاتے تو وہ چمڑے پر، چھال اور کھجور کے پتوں پر تحریر کئے جاتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے حق گوئی سے کام لیا اور نبی اکرمؐ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ بہترین جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ تبلیغ کے دوران نبی اکرمؐ نے اس حد تک ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج رکھ دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو پھر بھی میں اس مشن سے باز نہیں آؤں گا۔ چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اپنے دور مبارک میں ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا۔ آپؐ نے تمام مشکلات' مخالفتوں اور تمام رکاوٹوں کے باوجود استقامت سے کام لیا اور نبی اکرمؐ ایک مصلح اعظم' مبلغ اعظم اور داعی الی الحق بن کر اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

آپؐ ایک غیر معمولی مصلح (Outstanding Social Reformer) ہیں اس لئے کہ نبی اکرمؐ اس دنیا میں اس وقت انقلاب لائے جب نہ پریس تھا' نہ ریڈیو تھا' نہ اخبارات تھے۔ نبی اکرمؐ نے ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کا پیغام صحابہ کرامؓ کے ذریعے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ نبی اکرمؐ نے خالص دین کی تعلیمات دیں جن میں فرقہ واریت کا کوئی تصور نہیں اسلامی صحافت کا ایک اور خدوخال یہ ہے کہ اس میں خدا کے حضورؐ جواب دہی کا تصور ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور ہر انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا۔ نبی اکرمؐ کی حدیث مبارکہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ یعنی بہ الفاظ دیگر کہ ہر شخص پر فرائض عائد ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابندی عائد ہے اور کل اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کس حد تک حق کا ساتھ دیا؟ کس حد تک تو نے برائی کو روکا؟ اسلامی صحافت کی ایک اور خوبی یکجہتی اور اتحاد ہے اور اس میں مفاد پرستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں ملک' ملت اور دین اور قوم کی اجتماعی بھلائی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ذاتی اغراض ملک و ملت کے تقاضوں سے مشروط ہوتی ہیں۔ اے کے بروہی نے ایک دفعہ بڑی خوبصورت تمثیل دی کہ اگر ایک جہاز ہے اور اس میں مسافر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس میں سونے کی میخیں لگی ہوئی ہیں اور ہر شخص اس میخ کو نکالنا شروع کردے تو وہ جہاز یقیناً کسی دن یا کسی وقت طوفان میں آکر ڈوب جائے گا۔ ہر شخص اگر اس جہاز کو نقصان پہنچانا شروع کردے اور اس کی بیخ کنی شروع کردے تو وہ جہاز ڈوب جائے گا یا ڈوبنے کے قریب ہوجائے گا اور یہی ایک قوم کا حال ہوتا ہے کہ جب قوم کی پوری ناؤ اور قوم کا پورا جہاز چل رہا ہے اور ہر شخص اس میں میخیں چبھو رہا ہے تو کسی نہ کسی وقت یہ جہاز ڈوب جائے گا اور پوری قوم برباد ہوجائے گی اور پوری قوم اس نقصان کا خمیازہ بھگتے گی۔

مندرجہ بالا ضابطہ اخلاق کو اگر ہم سامنے رکھیں تو یہ اسلامی صحافت کی روح کے عین مطابق ہے۔ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اور اس میں اہل قلم قافلہ کو اسلامی صحافت کے نمایاں خدوخال کی پیروی کرنا ہوگی تاکہ ملک کی صحیح طور پر خدمت کی جاسکے۔

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے رپورٹ "اسلامی نظام عدل" میں ذرائع ابلاغ کی اصلاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے جو مفید تجاویز پیش کی ہیں پاکستانی صحافیوں کو چاہئے کہ وہ ان پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔ (صفحہ:۲۶۳)

جنسی جرائم کی تشہیر اور ذرائع ابلاغ:

اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس (منعقدہ ۲۲-۲۴ ستمبر۱۹۸۱ء اسلام آباد) میں چیئرمین کونسل جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے سعودی عرب میں اپنے دورے کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سعودی عرب میں عام تاثر یہ ہے کہ پاکستان میں زنا' اغوا اور لواطت کے واقعات بہت زیادہ ہورہے ہیں۔ دراصل ایسے مقدمات کی تفصیلات کی وسیع پیمانے پر اخبارات میں تشہیر سے پاکستانی معاشرہ متاثر ہو رہا ہے اور اس کے سبب بے حیائی کو مزید فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے اشاعت فاحشہ یعنی جنسی جرائم پر پابندی عائد کی جائے۔ کونسل نے جناب چیئرمین کے گراں قدر افکار سے اتفاق کرتے ہوئے حسب ذیل قرارداد منظور کی:

اسلامی نظریاتی کونسل یہ تجویز کرتی ہے کہ حکومت پاکستان فوری طور پر یہ احکام جاری کرے کہ وفاقی شرعی عدالت اور دیگر عدالتوں میں فیصلہ شدہ یا زیر سماعت اغواء' زنا اور لواطت سے متعلق شواہد' واقعات اور تفصیلات اخبارات و رسائل اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعے شائع کرنے کی ممانعت ہو۔ البتہ وفاقی شرعی عدالت میں جرم ثابت ہونے پر حد یا تعزیر کی صورت میں جو سزا دی جائے اس کو شائع کرنے کی اجازت ہوگی مگر وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا فوٹو شائع نہ ہو اور ان مقدمات کی سماعت بند کمرے میں ہو۔

سماجی برائیوں کے خاتمے کے لئے صحافت کا کردار

پاک دھرتی پاک اجالوں کی وراثت' راحتوں کا روپ' قائداعظم کے درد کی امین' اقبال کے خوابوں کی تعبیر' خوشحال خان خٹک کی زمین' بولانیوں کا دھن اور مہرانیوں کے فن کا آئینہ خانہ ہے:

تجھے زخمی چھوڑ کے جاؤں کہاں؟
مرے جیتے جی تیرے شہروں پر
آسیب کی زردی چھائے کیوں؟
تیرے سر سے آنچل ڈھلکے کیوں؟
تیرے نین کنول مرجھائیں کیوں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری سرخی لب شاداب سدا
تیرے بازو گجرے لال سدا
(سید ضمیر جعفری)

اس دھرتی کی زعفرانی وادیاں' چاندی کے آبشار' کھرے سونے کے کھیت' جواں دریا' باجبروت بانکے کہسار' شام رنگیں' جفاکش محنتی مزدور (جابر آقاؤں کے موروثی غلام)' سخت کم اجرت پر مشقت کرنے والے مجبور لوگ' پیاری کنواری چاندنی راتیں' بکھری رتیں' ۱۹۴۷ء میں اجڑی بہنیں' بچھڑی مائیں' جلتے گھر' کٹتے سر' مقہور و مجبور لوگ' دیمک زدہ معاشرہ' طوائف خانوں میں گلابی' ہلکے ہلکے خدوخال والی سڈول اندام جوانی' شب بسری کے خیمے کی عارضی رفیق' اجنبی راستوں پر نوجوان کی ہم طریق' زندگی کی دوڑ میں عارضی لپٹی ہوئی' شب گزارنے والی دلبر' کوئی آنچل لچکا' کوئی زلف لہرائی' صحراؤں میں گدر بادلوں کی بجتی ہوئی سیٹیاں' آوارہ تشریانوں کے گیت' شکستہ و ویران کنوئیں' ہانپی کانپتی کھوکھلی زندگی' رنگ بہار لبادے' گلزاروں کی نکھری رنگت' اودے اودے کرمچی گلوں کے رنگ' دہکتے سرخ رخسار' وڈیروں' سرداروں' خانوں' ملکوں اور شاہوں کے اونچے برج اور ان کا غرور' تکبر و نخوت' ان کے اونچے اونچے ڈیروں' جھروکوں' حویلیوں' کوٹھیوں اور ایوان کے سائے میں مفلسوں کی جھونپڑیاں' زردغلاموں کے دھندلے چہرے' کشکول کی گدائی' رنگ و نسل کے خلیج' تپتے صحراؤں کے زرد باسی ہمیں گہری سوچ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ان گنت زخموں اور دکھوں کی دھرتی' اس کے خوشنما کھیت' کھلیان' راستے' میدان' گوٹھ اور شہر ہماری چھاؤں بھی ہیں۔ ہمارا دم بھی' ہماری جان بھی اور ہماری آن بھی۔ یہ دھرتی ہم نے بڑی قربانی دے کر حاصل کی تھی۔ آج ہم اپنی منزل بھول چکے ہیں۔ نظریہ پاکستان کے ہر باب کو بھلا چکے ہیں۔

تیری آہٹ کے تعاقب میں ہوں صدیوں سے رواں
راستوں کے پیچ و خم میں ٹھوکریں کھاتا ہوا

آج پھر اس دور پر آشوب میں علامہ اقبال جیسے رہنماء کی ضرورت ہے۔ آج پھر شورش کاشمیری جیسے مرد بے باک کی ضرورت ہے۔ آج پھر حمید نظامی جیسے حق گو صحافی کی ضرورت ہے۔ آج پھر محمد علی جوہر جیسے بطل حریت اور عظیم قلم کار کی ضرورت ہے۔ آج پھر عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے شعلہ بیان مقرر کی ضرورت ہے۔ آج پھر عبدالمجید سالک جیسے قلندر صحافی کی ضرورت ہے۔ آج پھر چراغ حسن حسرت جیسے غیور اہل قلم بزرگوں کی ضرورت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحافت کا کردار:

۱۴۴۰ء میں گیوٹن برگ نے پریس ایجاد کیا۔ اس وقت سے اب تک صحافت کے میدان میں زبردست انقلاب آیا ہے۔ اخبارات' ہفت روزے' ڈائجسٹ' رسائل' پیشہ وارانہ رسائل' ریڈیو' ٹیلی ویژن' خبری انٹرویو' معلوماتی انٹرویو' مذاکراتی انٹرویو' شخصی انٹرویو' خطوط بنام ایڈیٹر' مصوری' اشتہارات' کارٹون اور مختلف کالموں کے ذریعے سے معاشرتی برائیوں کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

اسلامی صحافت کی ضرورت:

سماجی اور معاشرتی برائیوں کے روک تھام میں اسلامی صحافت زبردست کردار ادا کرسکتی ہے۔ قرآن حکیم میں اسلامی صحافت کے اصول درج ہیں۔ چنانچہ ان پر عمل پیرا ہوکر ہم صاف ستھری اور پاک و شفاف صحافت کرسکتے ہیں۔ حال ہی میں راولپنڈی میں سید اکرام الحق جاوید کی سرپرستی میں اسلامک یونین آف جرنلسٹس کا قیام انہی خیالات کا ایک عملی پہلو ہے۔ سورت النحل کی آیت ۹۰ میں فواحش کو نہ پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فواحش پھیلانا قطعی حرام ہے۔ سورت الشعراء میں صحافیوں اور اہل قلم کو یہ حکم ہے کہ وہ ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں۔ سورت النور کی آیات ۴-۵) میں یہ حکم ہے کہ پاک دامن خواتین کے بارے میں صحافی احتیاط برتیں۔ سورت الحجرات کی آیت ۶ میں یہ حکم ہے کہ صحافی تحقیقات کے بغیر خبر شائع نہ کریں۔ سورت النباء میں یہ حکم ہے کہ صحافی خود احتسابی سے کام لیں۔ سورت لقمان میں یہی حکم ہے کہ کلام دل فریب سے بچا جائے۔ حضرت انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ جو شخص کسی لونڈی سے گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

سماجی برائیاں:

ہمارا معاشرہ اسلامی معاشرہ ہے۔ اسلام سماج کے لئے صالح اصول فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اسے بگاڑ دیں یا محدود اور غیر مفید بنادیں۔ اسلامی معاشرہ اور سماج چونکہ فکری اور اخلاقی معاشرہ ہے اس لئے وہ اپنے بنیادی اصولوں پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ وہ انسانوں کی تفریق کا قائل نہیں۔ ان کے درمیان مخصوص وجود' رنگ' وطن' یا زبان اور نسل کی بناپر فضیلت کو نہیں مانتا۔ سورت الحجرات کی آیت ۱۳ میں حکم ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو' اللہ کے نزدیک تم سب میں قابل عزت وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

اسلام ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا داعی ہے۔ اسلام نے وحدت فکر انسانی کا درس دیا ہے۔ اسلام ایسا معاشرہ چاہتا ہے جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں اور افراد معاشرہ ان سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔ اگر تجاوز ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قاعدہ اپنایا جائے۔ تاج دار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی نہیں ہوتی وہ بالاخر ہلاک ہوجاتا ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے ان امور کی نشان دہی کردی جو سماج کے لئے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً کبائر' بدگمانی' تجسس' حسد و بغض' ناجائز حمایت اور غلط سفارش' غیب اور جھوٹی گواہی وغیرہ۔

حضرت اوس بن شرجیلؓ نے ایک حدیث مبارک نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے:

"جس نے ظالم کے ساتھ اس کی تقویت کی خاطر قدم اٹھایا حالانکہ اسے جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔" (مشکوٰۃ المصابیح' باب الظلم)۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایک اور روایت ہے:

"اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہیں ضرور نیکی کو رائج کرنا ہوگا اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا (اگر تم نے ایسا نہ کیا) تو اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے اشرار کو مسلط کردے گا' پھر ان کے شر کو دور کرنے کے لئے تمہارے اخیار دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی۔"

حضرت جریر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت محمدؐ کو فرماتے سنا کہ کوئی آدمی بھی لوگوں میں گناہ کرے اور لوگ اس کو درست کرنے پر قادر ہونے کے باوجود درست نہ کریں تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور عذاب دے گا۔ (ابن ماجہ)۔

ان آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معاشرتی نظام کو ہر قیمت پر برائیوں سے پاک رکھنا ہوگا۔ اسلامی معاشرہ باہمی خیر و فلاح کا نظام دیتا ہے۔ پاکیزگی' ضبط نفس' لہو و لعب سے اجتناب' رواداری' فاسد رسوم سے کنارہ کشی اور معاشرتی عدم توازن سے بچاؤ کے اصول نافذ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ اسلام میں ہمدردی اور ایثار کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

"محتاج بے شوہر عورت اور مسکین کے لئے سعی کرنے والا اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ اس شب خیز کی طرح ہے جو ناغہ نہیں کرتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو روزہ نہیں کھولتا۔"

نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے۔

ایک اسلامی معاشرے میں ایک صحافی معذور اور فاتر العقل کی حفاظت' اقلیتوں کے احترام' غریبوں اور مسکینوں کی امداد' جرائم پیشہ افراد اور اشخاص کی بحالی' جنسی مریضوں اور منشیات کے عادی افراد' زچہ بچہ کی بہبود' ناگہانی حادثات سے بچاؤ' نفسیاتی امراض کی روک تھام' تعلیمی میدان میں بہبود' بھکاریوں کی بحالی' عدالتوں کی زبوں حالی' مہاجرین کی آباد کاری' میونسپل کمیٹیوں اور لوکل گورنمنٹ کے اداروں کی زبوں حالی اور گورنمنٹ کے محکمہ جات کی بے حسی اور احساس ذمہ داری کے فقدان کی ترجمانی بطرز احسن کرسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل سماجی برائیوں کے انسداد اور روک تھام کے لئے صحافت بڑا موثر کردار ادا کرسکتی ہے:۔

۱۔ سفارش
۲۔ منشیات کا استعمال
۳۔ گداگری
۴۔ قحبہ گری
۵۔ رشوت کی لعنت
۶۔ جرائم' قتل و اغوا' اغوا برائے تاوان
۷۔ دولت کی نمائش
۸۔ دہشت گردی' کلاشنکوف کلچر
۹۔ جوا' شراب نوشی و دیگر رزائل
۱۰۔ اسراف
۱۱۔ نوجوان طبقے میں عریانی اور فحاشی' فحاشی کا فروغ اور تشہیر
۱۲۔ سودی کاروبار
۱۳۔ ریڈیو کا ناجائز استعمال
۱۴۔ ذخیرہ اندوزی' ناجائز منافع خوری' ملاوٹ' جعلی ادویات' دھوکہ دہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ منافقت اور جھوٹ

۱۶۔ طبقاتی کشمکش، معاشرتی اونچ نیچ

۱۷۔ شادی بیاہ کی فضول رسمیں، جہیز وغیرہ، زیورات کی نمائش

۱۸۔ پتنگ بازی اور آتش بازی کا استعمال بالخصوص شادیوں اور شب برات کے موقع پر

۱۹۔ تعلیم برائے فیشن، مہنگے ترین سکولوں میں بچوں کو داخل کرانا

۲۰۔ موت فوت کی فضول رسمیں

۲۱۔ فرقہ واریت

۲۲۔ اتحاد کا فقدان معاشرے میں پھیلی ہوئی غیبت

مندرجہ بالا معاشرتی اور سماجی برائیاں معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ بے باک صحافی لالچ، رشوت، دولت، رعب، ڈر اور دھونس سے بالاتر ہو کر وقت کے شداووں، فرعونوں اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکر لے سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے انہیں جیل کی صعوبتیں جھیلنا ہوں گی، لیکن حق گو اور حق شناس صحافیوں کو کالی بھیڑوں کی بھی نشان دہی اور حوصلہ شکنی کرنا ہوگی جو بلیک میلنگ کرتی ہیں اور اس پیشے کو کھوکھلا کرتی ہیں۔ ہمیں نظریہ پاکستان کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کرنا ہوگی تاکہ حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہو۔ ہمیں اسلامی تعلیمات کے دائرہ میں رہ کر زیادہ سے زیادہ خدمت خلق اور ملک و ملت کی اصلاح کرنا ہوگی۔ ہمیں اپنے اندر خود احتسابی اور خوف خدا کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ ہمیں پاکستانی بن کر اس ملت اور قوم کی فلاح و بہبود اور استحکام کے لئے محنت کرنا ہوگی:

ہم سب پاکستانی ہیں
سب مل کر ایک کہانی ہیں
نام اس کا راوی سندھ سہی
ہم اک چشمے کا پانی ہیں
(سید ضمیر جعفری)

ہمیں علماء کے اندر یہ جذبہ پیدا کرنا ہوگا کہ وہ کسی کی دل آزاری نہ کریں اور رہنمائے کاروان انسانیتؐ کے نقش قدم پر چل کر امن اور رواداری سے دین اسلام کی ترویج اور اشاعت کا کام کریں۔

سماجی برائیوں میں ناجائز سفارش نے معاشرے میں زہر ہلاہل گھول کر رکھ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے عجیب سی گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔ ناجائز اقربا پروری اور عدل و انصاف کے فقدان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور میرٹ کے فقدان نے معاشرے کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ دندناتی ہوئی فرعونی بیوروکریسی' بدعنوان اور حب الوطنی کے جذبہ سے عاری ٹیکنو کریسی اور دیمک زدہ کلیروکریسی نے معاشرے کی بنیادوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ سماجی برائیوں کی گھمن گھیری نے دل بسمل کو اور زیادہ رنجور کردیا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے فوری انصاف دینے کی بجائے انصاف کی راہ میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔ صحافت اپنے پاکیزہ اور مئوثر کردار سے ان سماجی برائیوں کا قلع قمع کر سکتی ہے لیکن اس کے لئے حمید نظامی اور شورش کاشمیری کا سا جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ تب جا کر آج کا یہ قلم قافلہ اپنی منزل تک کشاں کشاں پہنچ سکتا ہے۔ ویراں راستوں کے ہر درندے اور غول بیاباں پر ضرب کاری لگانا ہوگی۔

ناچ رہی ہے ساری دنیا چاندی کی جھنکاروں پر
انسانوں کی قیمت لکھ دی دنیا کے دیناروں پر
راوی روپا' جہلم جھلمل' سندھ سویرا' شام چناب
کیسے کیسے موسم دیکھے ان کچے رخساروں پر
تیرے میرے سرخ لبادے وقت کی دھوپ سے ماند ہوئے
جلتے جلتے آخر اک دن سو گئی آگ چناروں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۴

اسلام کا مالیاتی نظام

اسلام میں ایک جامع مالیاتی نظام موجود ہے۔ یہ نظام نافذالعمل بھی ہے اور وقت کی اہم ضرورت بھی۔

اسلام کا اقتصادی نظریہ:

قرآن کا اقتصادی نظریہ اخلاقیات پر مبنی ہے۔ اخلاق (Ethics) اسلام کے اقتصادی نظریے کی روح رواں ہے۔ سورت النور کی آیت ۳۷ میں ارشاد ربانی ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ — خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی خرید و فروخت اور تجارت۔

اسلام کے اقتصادی نظریہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی اقتصادی نظام کا مقصد معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ یعنی معاشی عدل

۲۔ اسلامی اقتصادی نظام کا مقصد غربت کا خاتمہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے نسل کشی حرام ہے۔ حکم خداوندی:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ○ (بنی اسرائیل:۳۱) — اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے خوف سے قتل نہ کرو۔

۳۔ اسلامی اقتصادی نظریہ کی بنیاد طیب اور حلال رزق پر ہے۔ ناجائز منافع خوری منع ہے۔

۴۔ اس نظریہ میں اسراف ممنوع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ یہ نظریہ منصفانہ تقسیم دولت (Equal Distribution of Wealth) کا داعی اور دولت جمع کرنے کا مخالف ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ○ — برائی ہے اس شخص کے لئے جو مال کو جمع کرتا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔

دولت کی منصفانہ تقسیم حسب ذیل طریقوں سے ہوتی ہے:

i زکوٰۃ

ii صدقات

iii صدقات واجبہ' فطرانہ وغیرہ

iv انفاق فی سبیل اللہ

v حق سوی الزکوٰۃ مثلاً ضرائب یا زائد ٹیکسوں کا نفاذ مفاد عامہ کی خاطر۔ ترمذی شریف میں درج ہے:

ان فی المال لحق سوی الزکوٰۃ

vi عفو کا نظریہ: یعنی فالتو رقم فی سبیل اللہ خرچ کرنا۔ (سورت البقرہ آیت ۲۱۹) ملاحظہ ہو:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ — آپ سے (لوگ) پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں (اللہ کی راہ میں) (آپؐ) کہیں کہ عفو۔

vii قانون وراثت: ان طریقوں سے دولت ایک ہاتھ میں نہیں رہتی بلکہ معاشرے میں گردش کرتی رہتی ہے اور معاشی استحکام لاتی ہے۔

۶۔ سرمایہ دارانہ نظام کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ مشینی دور نے بے روزگاری اور افرادی قوت کا ضیاع کیا ہے۔ خود کار مشینری (Automation) سے بے روزگاری خوب پھیلی۔ بقول علامہ اقبالؒ۔

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

اسلام شخصی ملکیت کا حق دیتا ہے۔ آجر و مستاجر کے حقوق کو متعین کرتا ہے۔ ریاست کی عدم مداخلت' ذاتی منافع کا لالچ' سودی نظام کی بیخ کنی' مالکان کی انجمنیں جو مزدوروں کے حقوق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سلب کرتی ہیں' مصنوعی قیمتیں اور ذخیرہ اندوزی اسلامی اقتصادی روح کے خلاف ہیں۔

۷۔ اسلام سرمایہ وارانہ نظام اور سوشلزم کی درمیانی راہ اختیار کرتا ہے۔

۸۔ اسلامی اقتصادی نظریے کے مطابق بیت المال قوم کو معاشی استحکام عطا کرتا ہے۔ اس کے ذرائع حسب ذیل ہیں:

i زکوٰۃ

ii عشر

iii مال غنیمت کا خمس

iv مال فے

v جزیہ

vi خراج

۹۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور عظیم ترین رئیس مملکت بہترین معاشی نظریات کو اپنایا ان کی توضیح فرمائی جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظریہ کا بنیادی سرچشمہ قرآن و سنت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات مہینے گزر جاتے ہم دو چیزوں پر اکتفا کرتے "کھجور اور پانی۔" ہمارے گھر مہینوں چولھا نہیں جلتا تھا۔ آج بھی سرکار دو عالمؐ کا گھرانہ اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کی اقتداء ہماری فلاح کی راہ ہے۔

۱۰۔ زکوٰۃ کا ادارہ اور اس قسم کے ادارے اسلامی اقتصادی نظام کو مضبوط کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھی زکوٰۃ دی۔ فقراء' عاملین زکوٰۃ' مؤلفۃ قلوب' فی الرقاب' غارمین' فی سبیل اللہ' جہاد اور ابن السبیل کی مدد اس کے مصارف میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ معاشی زندگی کا کفیل ہے:

قرآن حکیم میں بے شمار جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود:۶)

اور زمین پر چلنے والے ہر جان دار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ میں لی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ○ (الذاریات:۲۲)

اور تمہارا رزق اور جس شے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذمہ) ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (انعام:۱۵۱)

اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو۔ ہم ہی تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی۔

وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ (نمل:۶۴)

اور آسمان اور زمین سے تم کو روزی کون پہنچاتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ○ (الذاریات:۵۸)

بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے۔ بڑی مضبوط قوت والا ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ○ (الحجر:۲۰)

اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں معیشت کے سامان بنا دیے اور ان کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ:۲۹)

وہ (خدا) وہ ذات پاک ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

قرآن حکیم یہ تصور پیش کرتا ہے کہ ہر جان دار کی معیشت کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے۔ اس آیت کی روح یہ ہے کہ معیشت اور اسباب معیشت خدائے تعالیٰ کے خزانہ عامرہ کی ایسی عطا اور بخشش ہیں کہ جس سے فائدہ اٹھانے کا ہر شخص کو برابر اور مساوی حق ہے۔ قرآن حکیم کے اقتصادی نظریے کی یہ ایک بڑی اہم خصوصیت ہے۔ نیز اسلام خود انحصاری کا درس دیتا ہے۔ حدیث شریف میں قرضہ حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اگر ہم ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو اسلامی ممالک بیرونی امداد اور قرضہ جات سے نجات پالیں اور صحیح اقتصادی ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

لغت میں قصد و اقتصاد "میانہ روی" اور اچھے "چال چلن" کو کہا جاتا ہے۔ علمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاح میں علم الاقتصاد سے مراد "ایسے وسائل کی دریافت ہے جو دولت اور ثروت پیدا کرنے کے مناسب طریقے' اس کے صحیح خرچ' اس کی ہلاکت اور بربادی کے حقیقی اسباب اور وجوہات بتا سکے" کے علم کو کہتے ہیں۔ یہ علم ان وسائل سے بحث کرتا ہے اور اس کے صحیح و غلط ہونے پر مطلع کرتا ہے۔ علم الاقتصاد کی دو قسمیں ہیں:

اجتماعی

انفرادی یا منزلی

اقتصاد اجتماعی زندگی کی اصل بنیاد ہے اور انفرادی و منزلی اقتصاد کے لئے دلیل راہ۔ یونان کے قدیم فلسفی افلاطون نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف جمہوریت (The Republica) میں اور جدید مفکرین مثلاً کیسل (Cassel)' مل (Mill)' سمتھ (Smith)' جون (John) اور کارل مارکس نے علم اقتصاد کی ترویج کے لئے کام کیا۔ کارل مارکس نے نظریہ اشتراکیت سے یورپ اور روس میں انقلاب برپا کیا۔ اسلام کے اقتصادی نظریہ کو بیان کرنے سے قبل علم اقتصاد کے تاریخی پس منظر کو سامنے رکھنا ہوگا بالخصوص اہل مغرب کے نظریات کو۔

تاریخی پس منظر:

تاریخی پس منظر میں علم الاقتصاد کے مندرجہ ذیل نظریات کے بارے میں بحث کی جائے گی۔

۱۔ افلاطون اور قدیم معاشی افکار

۲۔ قرون وسطیٰ کے معاشی افکار

۳۔ نظام نو کے ترجمان

۴۔ ٹامس کا نظریہ

۵۔ فرانس میں تجارتی نظریہ زر۔ کولبرٹ (J.B.Colbert)

۶۔ تجارتی نظریہ اور اس کے فوائد

۷۔ کلاسیکی ماہرین

۸۔ ایڈم سمتھ' ایک کلاسیکی مجتہد

۹۔ کلاسیکی قنوطی' مالتھس (Thomas Robert Malthus)

ڈیوڈ ریکارڈو (David Ricardo) (۱۷۷۲ تا ۱۸۲۳)

۱۱۔ کارل مارکس' اولین اشتراکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ جرمی بینتھم کا نظریہ افادیت
۱۳۔ جان سٹارٹ مل کا نظریہ
۱۴۔ الفریڈ مارشل کا نظریہ
۱۵۔ مینارڈ کینیز کا انقلابی نظریہ (John Maynard Keynes)
۱۶۔ اے سی پیگو کا نظریہ فلاح عامہ

افلاطون اور قدیم معاشی افکار

افلاطون کے معاشی افکار کا نچوڑ اس کی تصنیف (The Republica) میں درج ہیں۔ قدیم زمانے کے معاشی افکار کی زیادہ تر دستاویزیں مذہبی تعلیمات' قانونی ضوابط یا اخلاقی مواعظ میں شامل ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ نے حمورابی کے بابلی ضابطوں میں معاشی عملیات کے متعلق تفصیلی احکام کا انکشاف کیا ہے۔ بائبل میں ابتدائی دور کے یہودیوں کی الٰہی حکومت کا سراغ ملتا ہے۔ اس میں حرص اور استحصال بالجبر کے خلاف بہت سے احکام موجود ہیں اور مادی دولت پر ضرورت سے زیادہ توجہ کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ لوگوں کے لئے واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ معاشی تعلقات میں رحم و انصاف کو اپنا شیوہ بنائیں۔ انبیاء کرام کی یہ تنبیہات اس حقیقت کی شہادت پیش کررہی ہیں کہ یہودی' عہد قدیم کے ایک قبیلے سے اعلیٰ درجے کے تجارتی نظام پر پہنچے تو اس دوران ان کے معاشرے کے اندر بہت سے شگاف پڑ گئے تھے اور بہت سی کشمکشیں شروع ہوگئی تھیں۔

یونانی معاشرے کے ارتقاء میں بھی اس قسم کے تجربات پیش آئے۔ یہ لوگ بھی ابتدا میں قبیلوں ہی میں بٹے ہوئے تھے۔ ہر گھرانہ بڑی حد تک اپنی ضروریات کا کفیل تھا۔ بادشاہ اور پروہت ان پر حکمران تھے۔ رفتہ رفتہ بڑے مالکان اراضی کا طبقہ وجود میں آگیا۔ اس کے برعکس کسانوں اور فنکاروں کے لئے زمین کے ساتھ خاص دلچسپی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ افلاطون کو اعتراف تھا کہ پیداوار ہر مملکت کی بنیاد ہے۔ وہ کہتا تھا "مختلف پیشوں کا وجود معاشرے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہم میں سے کوئی بھی خود کفیل نہیں بلکہ ہر شخص کے ساتھ بہت سی ضرورتیں لگی ہوئی ہیں..... اگر ایک آدمی وہی کام کرتا رہے جس کے ساتھ اس کی طبیعت کو مناسبت ہے۔ صحیح وقت پر اسے انجام دیتا رہے اور باقی کاموں سے دست کش ہوجائے تو تمام چیزیں بکثرت تیار ہوسکیں گی۔ ان کی تیاری میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی اور ان کی حیثیت بھی بہتر ہوگی۔ بعدازاں ایڈم سمتھ تخصیص کے اس اصول کو بہت آگے لے گیا۔ انسان شروع ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ جنگ کرتا رہا ہے۔ رزم و پیکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیدی پکڑے جاتے جن سے محنت و مشقت کا کام لیا جاتا۔ اس طرح غلاموں کا ایک جداگانہ طبقہ پیدا ہوگیا۔ جہاز رانی کو فروغ حاصل ہوا تو تاجروں نے خرید و فروخت سے خوب دولت جمع کرلی۔ اس طرح کاروبار کرنے والے لوگوں اور بڑے بڑے مالکان اراضی کے درمیان جو موروثی حکمران چلے آتے تھے، کشمکش شروع ہوگئی۔ بدلتے ہوئے معاشرے کی کھینچ تان میں قانون سازوں، سیاست دانوں اور فلسفیوں نے ایک طرف معاشی تعلقات مضبوط کرنے کے لئے اصول وضع کرنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی وہ عمل کے دوسرے طور طریقوں اور نظام حکومت کی اصلاح میں لگ گئے۔ ایتھنز میں آگے چل کر جو جمہوری نظام رائج ہوا وہ بڑی حد تک تجارتی مفاد کی ترجمانی کرتا تھا۔ یقیناً اس میں غلاموں اور دوسرے دستکاروں کا کوئی حصہ نہ تھا۔ افلاطون چوتھی صدی قبل مسیح میں اس وقت گزرا ہے جب ایتھنز کی ثقافت کمال پر پہنچی ہوئی تھی۔ وہ بھی متمول طبقے کی روایات میں حصہ دار تھا، جن کی رو سے دولت کی فراہمی اور محنت و مشقت کو اچھا نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ جنگجوؤں، مدبروں اور کھیتی باڑی کے ذمہ داروں کی بڑی ستائش کی جاتی تھی۔ افلاطون نے اس منفعت جوئی کے شوق سے بے زاری کا اظہار کیا۔ جو تجارت کے فروغ کے ساتھ رائج ہوگئی تھی۔ اپنی کتاب جمہوریت میں اس نے اپنے تصور کے مطابق مثالی ریاست کا خاکہ کھینچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حکمرانوں کو بچپن ہی سے پیش آنے والی ذمہ داریوں کی تعلیم دینی چاہئے اور ان کا انتخاب مقابلے کے امتحان کی بنا پر ہونا چاہئے۔ دست کاروں کو سیاسی حقوق سے محروم رکھنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے پیشوں کی وجہ سے شہریت کے اعلیٰ فرائض پر ضرورت کے مطابق متوجہ نہیں ہوسکتے۔ ہاں دولت و ثروت میں ایسی کوئی خلیج متصور نہ تھی کیونکہ افلاطون حکمران طبقے کے لئے ان کے گزارہ سے زیادہ جائیداد پر قابض رہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک جائیداد کی مشترکہ ملکیت کا اصول عام طور پر رائج ہونا چاہئے تھا۔ جہاں تک تقسیم کے اصول انصاف کا تعلق ہے یہ آمدنی معمول کی ضروریات اور کسی شخص کی حیثیت کے مطابق ہونی چاہئے۔ باقی رہا مبادلہ تو اس میں بنیادی اصول یہ ہے کہ قیمت جنس پیدا کرنے والے اور لینے والے دونوں فریقوں کے نقطہ نگاہ سے مناسب ہونی چاہئے۔ جہاں کہیں کوئی چیز پائی جائے اس کی حقیقی حیثیت اس کے صحیح پیمانے سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ معاشی نظریات میں منصفانہ اجرت اور مناسب قیمت کو دائمی اور مستقل حیثیت حاصل ہے۔ کلیسا کے دوسرے ارباب فکر و نظر کی طرح ایکوئی ناس نے کوئی بھی قرض لئے ہوئے روپے پر سود لینے کی مذمت کردی۔ اس لئے کہ ارسطو کے قول کے مطابق روپیہ محض مبادلے کا ذریعہ تھا اور خود کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتا تھا۔ تاہم ایکوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناس نے بعض مستثنیات بھی رکھ دیں۔ مثلاً جب روپیہ دور و گردش میں نہ ہو بلکہ ایک خاص مدت کے لئے جمع پڑا رہے جیسا کہ کرایہ وغیرہ یا خریدی ہوئی چیزوں کی قیمت ادا کرنے کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ آگے چل کر اس نظریے میں مزید اصلاحات ہوئیں اور مندرجہ ذیل صورتوں میں سود وصول کرنے کی منظوری دے دی گئی۔

۱۔ روپیہ قرض دینے والا نفع حاصل کرنے کے مواقع سے محروم ہوجائے۔

۲۔ روپیہ قرض دینے والے کو نقصان یا صدمہ پہنچے۔

۳۔ قرض لیا ہوا روپیہ ادا نہ ہونے کی صورت میں نقصان کا خطرہ۔

۴۔ قرض لینے اور دینے والے فریقوں کے درمیان روپے کی واپسی کے لئے جو مدت مقرر ہوجائے اس کے اندر اندر روپیہ ادا ہونے میں تاخیر۔

سود خوری کو معصیت اور بد عملی قرار دینے کا معاملہ محض نظری حیثیت نہ رکھتا تھا۔ گزشتہ اور موجودہ دور کے دوسرے نہایت اہم معاشی نظریات کی طرح یہ بھی ان لوگوں کا ایک بہت بڑا مقصد پورا کرتا تھا جنہوں نے اسے جاری کیا۔ یہ نظریہ قدیم یونانی ریاستوں میں پیدا ہوا تھا۔

قرون وسطیٰ کے معاشی افکار

جب رومی سلطنت کا شیرازہ بکھرا اور یورپ میں جاگیرداری کا نظام قائم ہو گیا تو معاشی تعلقات نے بھی معاشرے کے نئے ڈھانچے سے مطابقت پیدا کرلی۔ جاگیردار امراء برسراقتدار تھے۔ زراعت وقت کا سب سے اہم پیشہ تھا۔ زیادہ تر جنسیں وہی لوگ پیدا کرتے تھے جو امراء کے دامن سے وابستہ تھے۔ ہر امیر کے حلقے میں پیداوار کی درجہ بندیاں بھی موروثی چلی آتی تھیں۔ معاشرہ طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر طبقے کی ایک خاص حیثیت اور خاص فرائض و حقوق تھے۔ اگرچہ آج کل کے مقابلے میں اس وقت منڈیوں اور روپے کے استعمال کو اقتصادیات میں بہت کم حیثیت حاصل تھی تاہم ایک قوت تاجر بھی تھے' صراف بھی اور آزاد دست کار بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ موجود تھے۔ مختلف تاجروں اور دست کاروں نے ویسی ہی انجمنیں بھی منظم کرلی تھیں جیسی تجارتی انجمنیں آج کل کے کاروباری آدمیوں نے منظم کر رکھی ہیں۔ یہ انجمنیں ہنرمندی کے درجے قائم کرتی تھیں۔ خرید و فروخت کے نرخ اور مزدوروں کی اجرت کا تعین بھی انہیں کے ذریعے سے ہوتا تھا۔

اس زمانے میں مسیحی کلیسا کو پورے یورپ کے اندر قریباً اقتدار عام کا درجہ حاصل تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیارات کے حصول کے لئے کلیسا نے دنیوی حکمرانوں کے ساتھ مقابلہ شروع کر رکھا تھا اور وہ وقت کے تمام اداروں پر ایک اخلاقی نظام عائد کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ پہلے کی طرح اس زمانے میں بھی معاشی نظریے اسی کوشش سے پیدا ہوئے اور انہوں نے ایک مستقل نظریاتی نظام کی حیثیت میں نہیں بلکہ عام اخلاقی ضوابط کے ایک جزو کی صورت میں نشوونما پائی۔

سینٹ ٹامس ایکوئی ناس St. Thomas Aquinas کا نظریہ:

اس زمانے میں سینٹ ٹامس ایکوئی ناس وقت کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے ارسطو کا نظریہ قبول کرلیا کہ انصاف کو دو صنفوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ صنف جس کا تعلق تقسیم سے ہے یعنی کسی خاندان' جاگیر یا دوسرے اقتصادی جزو کی پیداوار بانٹنے کے معاملات وغیرہ۔ انصاف کی دوسری صنف وہ ہے جس کا تعلق معاوضے سے ہے۔ یعنی جس کا تعلق سرو سامان کی فراوانی کے حکمران طبقوں کو روپے کی ضرورت تھی۔ پس جن لوگوں کے پاس ضرورت سے زیادہ روپیہ موجود تھا انہوں نے بلا تامل قرض دے کر سود وصول کرنا شروع کیا۔ روپیہ ادھار دے کر سرمایہ بڑھا لینے کا نتیجہ وقتاً فوقتاً یہ بھی ہوتا تھا کہ ادھار لینے والے لوگ ختم ہوجاتے تھے۔ وہ عام طور پر سمجھا کرتے تھے کہ سرمائے کی اجارہ داری کے شکار ہوئے ہیں۔ محض یہی نہیں بلکہ اس طرح اس معاشرے کا پورا نظام خطرے میں پڑ گیا تھا۔ جس کی پیداوار کا مقصد نفع حاصل کرنا نہیں' چیزوں کو استعمال میں لانا تھا اور جس میں ہر شریک کے متعلق سمجھا جاتا تھا کہ اسے مناسب حصہ مل رہا ہے۔ چنانچہ قرون وسطیٰ کے کلیسا اور اس کے جاگیردار حلیفوں نے سرمایہ داری کے فروغ کو بجاطور پر اپنی حفاظت اور اقتدار کے لئے ایک خطرہ محسوس کیا۔ اگرچہ اس وقت کسی نے اسے خطرے کا نام نہ دیا۔ سود خوری کی مذمت اس حقیقت کا نشان تھی کہ پیداوار اور مبادلے کے نئے طریقوں پر عمل جاگیرداری کے نظام کی بنیاد کھوکھلی کرکے رکھ دے گا۔

نظام نو کے ترجمان:

نظام نو کے ترجمانوں میں سرفہرست میکیاولی ہے جس کی کتاب (The Prince) میں اس کے نظریات تفصیل کے ساتھ دیکھے جاسکتے ہیں۔

اگرچہ سرمایہ داری کے ترقی پذیر نظام نو کی ایجاد کے ذمہ دار مفکرین نہ تھے تاہم اس کے ارتقاء میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس سے بھی اہم امر یہ ہے کہ انہوں نے ایسے ایسے نظریات پیش کئے جن کی وجہ سے اس نظام کو استحکام و توقیر کے حصول میں خاصی مدد ملی۔ جیسا کہ ہمیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہے کہ جاگیردار اور اہل کلیسا مختلف صورتوں میں اس نظام کی مخالفت کرتے چلے آرہے تھے۔ نکولو میکاولی (۱۴۶۹ء-۱۵۲۷ء) کو فلارنس کا مشہور علمی سیاست دان سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ حاکم شہر کے لئے فکر و نظر کا امین اور احیائے علوم کی تحریک کے فکری رہنماؤں میں سے ایک تھا۔ اس نے سیاست کے حوالے سے اہل کلیسا کے بنائے ہوئے ان تمام اخلاقی قواعد کو رد کردیا جنہیں کلاسیکی رہنماؤں کی حمایت کے باعث رواج ملا تھا۔ اس کے برعکس اس نے کلاسیکی عہد کے طرز عمل اور طریق کار کی طرف رجوع کیا اور اسی سے ضروری چیزیں لیں۔ اپنی کتاب "دی پرنس" میں اس نے دولت و سلطنت کو تمام دوسرے مراکز اختیارات سے جن میں کلیسا بھی شامل تھا بالا تر قرار دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک اچھا فرماں روا اپنے سرکاری کام سرانجام دینے کے سلسلے میں اخلاقیات سے بہت بلند ہے بشرطیکہ اس کے پیش نظر جائز مقاصد کی تکمیل ہو۔ اس کے نزدیک حکومت کے سب سے ضروری مقصد صرف دو تھے' اول اپنے اقتدار کو بڑھانا اور دوم مادی خوش حالی حاصل کرنا۔

ژاں بودین (Jean Bodin) کے نظریات:

ژاں بودین (۱۵۳۰ء-۱۵۹۶ء) نے بھی جو ایک فرانسیسی تھا' فرماں روا کی بالادستی کی حمایت میں بہت کچھ لکھا اور اس سے اقتدار کی عملی تحسین میں بہت مدد ملی۔ اس کا ہنری سوم کے دربان سے تعلق تھا جہاں اس نے مذہبی فرقہ بندیوں کے خلاف بادشاہ کی حمایت کی۔ اس کے نظریے کے مطابق جو زمانہ قریب تک سیاسی افکار میں بہت مؤثر رہا۔ حکومت کو شہریوں پر کامل اختیار ہے اور اس کا درجہ قانون سے بھی بالا تر ہے۔ میکیاولی کی طرح بودین کی کیفیت بھی یہ تھی کہ ابھرتی ہوئی قومی ریاست کو مزید اختیارات کی ضرورت تھی تاکہ امن و نظم قائم رکھا جاسکے اور دولت کی تخلیق و فراہمی میں سہولت رہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے سلسلے میں بودین کو مبالغہ آمیز احساس رہا اور اس نے اختیارات کی برتری پر اصرار کی صورت اختیار کرلی۔ ہسپانیہ کو سونے اور چاندی پر بلاواسطہ دسترس حاصل ہوگئی اور اسے حاصل کرنے کے لئے جبر و تعدی کا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس نے صنعت و تجارت کی طرف توجہ نہ کی اور نہ اسے ان کی خاص ضرورت ہی تھی۔ اس کے برعکس اٹلی کی شہری ریاستوں کے معدنیاتی ذرائع بہت قلیل تھے۔ لیکن بحیرہ روم کے علاقوں میں اسے وسطی حیثیت حاصل تھی۔ اس وجہ سے اس ملک کے باشندے بڑے ماہر فنکار اور تاجر بن گئے تھے۔ اینٹونیو سیرا' (۱۵۸۰ء-۱۶۵۰ء) ساکن کیلبریا (جنوبی و مغربی اٹلی) سب سے پہلا شخص تھا جس نے قوم کے سامنے تجارت کے فوائد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظری صورت میں پیش کیے۔

ٹامس کا نظریہ:

چونکہ ٹامس من خود غیر ملکی تجارت میں شریک رہا تھا اس لئے تجربے سے اس نے چند ایسے حقائق معلوم کئے جنہیں معاشیات کے طالب علم اس وقت سے آج تک استعمال کرتے رہے۔ اس سلسلے میں اس نے سب سے اہم چیز جو پیش کی وہ ایک بنیادی قسم کا "گوشوارہ" تھا جسے آج کل کی اصطلاح میں "توازن ادائیگی" کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے توازن کی تفصیل کو ان دنوں اعداد و شمار کی شکل میں ٹھیک ٹھیک مرتب نہیں کیا جاسکتا تھا بلکہ اب بھی بعض ضروری مواد دستیاب نہیں ہوتے تاہم جہاں تک اصول کا تعلق ہے ٹامس من نے ٹھیک ٹھاک مرتب کردیے۔

اس گوشوارے کے ایک جانب اس نے برآمد کی مالیت درج کردی اور اس کے ساتھ وہ مدات جو آج کل غیر مرئی برآمد کہلاتی ہیں مثلاً جہازوں کا کرایہ اور بیمے کی فیس' جو انگریزوں کو ادا کی جاتی تھی اور تاجروں کا منافع' دوسری جانب اس نے وہ رقوم درج کیں جو درآمد کے لئے ادا کی جاتی تھیں ان میں وہ منافع شامل نہیں تھا جو ان اشیاء کو انگلستان کے اندر ہی فروخت کرنے سے حاصل ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ بیمے کی فیس' درآمدی محصولات اور اسی قسم کی دوسری رقوم جو غیر ممالک کو ادا نہیں کی جاتی تھیں' شامل نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ یہ تمام رقوم انگریز' انگریزوں ہی کو ادا کرتے تھے۔ البتہ ان کے ساتھ غیر مرئی درآمد شامل کی جاتی تھی۔ مثلاً جہازوں کا کرایہ' بیمے کی فیس' محصولات اور ایسی ہی دوسری رقوم جو غیر ممالک کو ادا کی جاتی تھیں۔

فرانس میں کولبرٹ (J.B.Colbert) کا تجارتی نظریہ:

اس کا نظریہ یہ تھا کہ انفرادی دولت بڑھانے کی بجائے حکومت کے اقتدار اور شان و شوکت کو بڑھایا جائے۔ اس طرح تجارتی پالیسی بہتر ہوگی۔

تجارتی نظریے کے فوائد:

اس قسم کے نظام معیشت کو بعد میں آنے والے نقادوں نے جن میں ایڈم سمتھ' سب سے زیادہ مشہور ہے "مرکنٹائل [illegible]" کا نام دیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یہ نام خود اس نظام اور نظریے کے حامیوں اور اس پر عمل کرنے والوں نے اختیار نہیں کیا تھا۔ دراصل ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے معاشیات کے کسی مکتب فکر کی باقاعدہ بنیاد نہیں ڈالی تھی اور نہ ان کے وہم و گمان میں یہ بات تھی کہ ایک نظام فکر قائم کریں۔ وہ زیادہ تر عملی سیاست دان' سیاسی مفکر اور تاجر تھے جنہوں نے اپنے مرغوب مسالک اور مخصوص مفادات کی حمایت میں بہت کچھ لکھا اور عملی طور پر اس میں کامیاب بھی رہے۔ ایک لحاظ سے اس نظریے کے لئے "مرکنٹائل ازم" کا نام بالکل موزوں ہے کیونکہ اس کے مطابق کسی قوم کی بہترین پالیسی وہی ہوسکتی ہے جو ایک منفرد تاجر کی ہوتی ہے۔ وہ زیادہ اشیاء فروخت کرتا ہے اور کم خریدتا ہے۔ اس طرح اپنی قوم کے راس المال کو بڑھاتا رہتا ہے۔ تاجر کے مانند ایک تجارت پیشہ قوم بھی غیروں کو اپنا حریف سمجھتی ہے اور ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ اجارہ داریاں قائم کرکے یا دوسری تدبیروں سے کام لے کر مدمقابل اقوام کے ہاتھوں سے تجارت چھین لے جائے۔ جس طرح ایک تاجر عام طور پر اسی چیز کی قیمت گرانے کی کوشش کرتا ہے جو اسے خریدنی ہو بالکل اسی طرح ایک تجارت پیشہ حکومت بھی ارزاں نو آبادیاتی ذرائع اور ارزاں اجرت پر مزدوروں سے فائدہ اٹھا کر دولت سمیٹنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگرچہ ایڈم سمتھ کا یہ دعویٰ بڑی حد تک درست ہے کہ حکومت کی مداخلت عوام کی فلاح و بہبود میں اضافہ نہیں کرتی جیسا کہ ہم تیسرے باب میں دیکھیں گے تاہم تجارتی نظریے نے اس دور میں بڑے مفید کام انجام دیے اور مخالفین نے ان کے لئے جو نام وضع کیا اس کے مفہوم سے قدرے وسیع مسالک اس میں شامل رہے۔ سب سے پہلے "بلینسٹون" کا یہ نظریہ سامنے رکھیے کہ حکومت کا نصب العین سونے چاندی سے خزانہ بھرلینا ہے اس لئے یہ حقیقت ایک حد تک وجہ جواز بن سکتی تھی کہ تجارت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ منڈیوں کی باگ ڈور افراد کے ہاتھ میں نہ تھی اس لئے گھر اور تعلق کا معاشی نظام جڑ سے اکھڑ چکا تھا جو مبادلہ اجناس پر مبنی تھا۔ جب نقد روپے کا نظام معیشت اس نظام معیشت کی جگہ لے رہا تھا جس میں منڈیوں کی حیثیت بہت معمولی تھی تو مبادلے کے لئے زیادہ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ حقیقت ہے کہ روپے کی ضرورت لامتناہی نہیں ہوسکتی۔ اگر کاروبار کے مقابلے میں روپے کی گردش تیز ہوجائے تو چیزوں کے بھاؤ چڑھ جائیں گے جیسا کہ تجارتی نظریے کے حامیوں نے خود معلوم کرلیا تھا۔ پھر بھی بہت کم لوگ اس امر سے اختلاف کریں گے کہ منڈیوں کا ایسا نظام جس میں روپے کے ذریعے سے اشیاء کا مبادلہ سہل ہو عام دولت اکٹھی کرنے اور عوام کی فلاح و بہبود کو بڑھانے کے لئے اس قدیم نظام معیشت سے کہیں زیادہ مفید اور کارآمد ہے جس کے تحت ہر مقام کو اپنی ضروریات خود ہی پیدا کرنی پڑتی تھیں اور باقی چیزیں صرف مبادلہ اشیاء سے حاصل کی جاسکتی تھیں۔ ان صنعتوں کے اجرا کے لئے بھی نقد سرمایہ حد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ ضروری تھا جو تجارت اور صنعت کی ترقی کے ساتھ معرض وجود میں آگئی تھیں اس کے بغیر مشترکہ سرمائے کی کمپنیاں قائم کرنا ہی غیر ممکن تھا۔ قومی حکومت کے اقتدار میں ترقی کے ساتھ ساتھ امن و امان بھی قائم ہوتا گیا اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور امیروں کے تنازعات بھی ختم ہوگئے۔ چنانچہ وسیع پیمانے پر داخلی منڈیوں کے قیام کے لئے ایک ڈھانچہ تیار ہوگیا۔ قیام امن کے دوسرے وسائل بھی بروئے کار آگئے۔ بعد کے آنے والے لوگ تجارتی نظریے کے مخالف تھے۔ مگر وہ بھی اس کے خلاف لب کشا نہ ہوسکے اور ان میں سے بہت کم لوگ تھے جو جاگیرداری کا نظام بحال کرنے کے حق میں تھے۔ مزید برآں نئے نئے غیر سرکاری کاروبار کے استحکام کے لئے بھی حکومت کی مثبت حوصلہ افزائی ضروری تھی اور اس کی امداد کے بغیر کاروبار پاؤں نہ جما سکتے تھے۔ شاہراہوں اور نہروں کی تعمیر کے لئے حکومت کی امداد کی ضرورت تھی جو اس نے ہر جگہ بہم پہنچائی۔ ان تعمیرات میں غیر سرکاری لوگوں نے بھی حصہ لیا۔ اجارہ داری کی رعایات اور ہر حکومت کے مالی تعاون سے نئی صنعتوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد ملی۔ اگرچہ صنعتی ترقیات کے لحاظ سے اعلیٰ پیمانے پر پہنچے ہوئے ملکوں میں تحفظاتی محاصل کا فائدہ مشتبہ ہوتا ہے۔ ابتدا میں شاید ان کی ضرورت پڑی ہوگی۔ آج تک کوئی پسماندہ قوم ایسی پابندیاں عائد کئے بغیر اپنی صنعتی بنیادیں مضبوط کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سائنس، ایجادات، تعلیم، کرخنداری، ثقافت کی ترقی اور عروج میں حکومت کی امداد نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ نوآبادیاتی سامراج کی پالیسی جو اب غیر مقبول ہوچکی ہے ابتدا میں جدید براعظم امریکا کی آبادکاری کا واحد ذریعہ تھی۔ کوئی غیر سرکاری ادارہ حکومت کی امداد کے بغیر اس قابل نہ تھا کہ اپنے محدود وسائل کے بل پر نئے علاقوں کا کھوج لگانے کی جرات کرتا، آبادکاری کے کام کا بیڑا اٹھاتا یا نو آبادکاروں کو پاؤں پر کھڑا ہونے تک معیشت مہیا کرتا۔ ایشیائی علاقوں جیسے زیادہ آباد خطوں میں بھی تجارت کی توسیع نے جو تجارتی نظریے کے طفیل عمل میں آئی، بعد و بیگانگی کی وہ رکاوٹیں ختم کیں جو مشرق و مغرب کو ہزاروں سال سے الگ کئے ہوئے تھیں۔ غرض اگر اہم واقعات کے وسیع سلسلے پر نظر ڈالیں تو یہ نتیجہ نکالنا تاریخی لحاظ سے درست نہ ہوگا کہ تہذیب جدید معاشی و سیاسی معاملات میں حکومت کی مداخلت اور قومیت کا جذبہ نہ ہونے کے باوجود بھی جنم لے سکتی تھی جو اس کے جلو میں آئے۔

کلاسیکی ماہرین:

اٹھارویں صدی میں نئے نئے افکار بڑی کثرت سے پنپ رہے تھے۔ انہیں حرکت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانے کے لئے بہت سے اثرات جمع ہوگئے تھے' اول شہروں کی آبادی میں اضافہ جس سے لوگوں کو آپس میں میل جول کا موقع ملا' جو گوناگوں آراء میں مبادلے کے لئے سازگار تھا۔ دوم دولت بہت بڑھ گئی' سوم وسیع تر دنیا میں سفر کی سہولتیں پیدا ہوگئیں جن سے افق فکر و نظر بہت وسیع ہوگیا۔ چہارم انگلستان میں نئی روشنی کی تحریک اس فکری بے چینی کا مرکز قرار پائی۔ اگرچہ افکار کی اس کشمکش کو اختصار سے خاطر خواہ طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اس زمانے کے نظریات کے کچھ رجحانات معاشی نقطہ نظر سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

ایڈم سمتھ: ایک کلاسیکی مجتہد:

معاشیات کے کلاسیکی نظریے کا اصل بانی ایڈم سمتھ تھا جو سکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا اس کی تحریروں نے باقی معیشت دانوں کی تصانیف کے مقابلے میں غالباً زیادہ طویل عرصے کے لئے اور زیادہ وسیع اثرات چھوڑے۔ حالات کا ایک غیر معمولی اجتماع ایڈم سمتھ کی عظیم کامیابی کا سبب بنا۔ ان میں ایک چیز تحریک تنویر کا نیا نظریہ فراخ دلی تھی۔ جس نے محض فرانس میں فزیوکریسی ہی کی تحریک پیدا نہ کی بلکہ برطانیہ کے ترقی پسند ذہین حلقوں میں بھی یہ نظریہ سب کچھ اپنی رو میں بہالے گیا۔ برطانیہ میں اس کا سب سے قوی اور مضبوط حامی ڈیوڈ ہیوم تھا جو سکاٹ لینڈ ہی کا باشندہ تھا اور کئی سال تک ایڈم ستمھ کا گہرا دوست اور رفیق رہا۔ سمتھ خود کئی مرتبہ فرانس گیا اور اس نے کوئسنے کی قیام گاہ پر فزیوکریسی کی کئی مجلسوں میں شرکت کی۔ جان لاک' روسو اور دوسرے فلسفیوں کے افکار نے انقلاب امریکا کے بعض رہنماؤں پر بھی گہرے اثرات چھوڑے۔ سمتھ کے لئے ایک اور سازگار حالت یہ تھی کہ اسے صنعتی انقلاب کا ابتدائی دور دیکھنے کا موقع ملا۔ جب مشینری پیداوار کو بڑی سرعت سے بڑھا رہی تھی۔

کلاسیکی قنوطی: مالتھس: (Thomas Robert Malthus)

مالتھس کا مشہور مقالہ An Essay on the Principle of Population ہے۔ مالتھس نے "زندگی کے لئے جدوجہد" کے نظریے پر زور دے کر چارلس ڈارون اور ایلفرڈ رسل ویلیس کے نظریات کی تشکیل میں مدد کی۔ جنہوں نے سب سے پہلے نظریہ ارتقاء پیش کیا۔ مالتھس کا نظریہ بالکل سیدھا سادہ ہے۔ یعنی یہ کہ انسانی نسل کی افزائش کو اگر روکا نہ جائے تو وہ سلسلہ ہندسیہ میں بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کے مقابلے میں خوراک کی رفتار اتنی تیزی سے نہ بڑھ سکے گی۔ اس کی ترقی عام عددی تناسب سے ہوگی۔ مالتھس لکھتا ہے کہ ۱۰ باتیں بالکل جانی بوجھی اور مسلم ہیں۔ پہلی یہ کہ انسان کی بقائے نسل کے لئے خوراک نہایت ضروری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے' دوسرے یہ کہ عورت اور مرد میں جنسی تعلق اور کشش کا ہونا فطری امر ہے اور یہ کشش قریباً موجودہ حالت میں قائم رہے گی۔ انسانی غذا پر بڑھتی ہوئی آبادی کا دباؤ تاریخی لحاظ سے جنگ' وبا اور قحط کے ذریعے سے کم ہوتا رہا ہے۔

اس نے بیان کیا کہ حقیقی اجرتیں لایموت سے اوپر نہیں جاسکتیں کیونکہ جونہی مزدور طبقہ خوش حال ہوگا اس میں شرح پیدائش زیادہ ہوجائے گی۔ مزدوروں کی رسد بڑھ جائے گی یعنی اجرتیں پھر سے پہلے معیار پر آجائیں گی۔ اگر اجرتیں اس پست ترین معیار زندگی سے گر جائیں تو بیکار اور فالتو مزدور اموات کی وجہ سے کم ہوجائیں گے۔ یہ نظریہ "اجرتوں کے آہنی قانون" کے نام سے معروف ہے۔ سمتھ کی طرح مالتھس نے یہ بیان کیا کہ امریکہ میں مزدوروں کی اجرتیں خاصی بلند ہیں لیکن اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہاں زمین کا رقبہ مزدوروں کی آبادی کی ضرورت سے زیادہ ہے۔ آبادی وہاں بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور یہ زیادتی نقل مکانی کی وجہ سے اتنی نہیں جتنی شرح پیدائش سے عمل میں آرہی ہے۔ اس لئے توقع کی جاسکتی ہے کہ امریکہ کی آبادی کے زیادہ ہوجانے کے بعد وہاں بھی مزدوروں کی اجرتیں گر جائیں گی۔ اگرچہ مالتھس کو عموماً صرف اپنے موضوع ہی سے دلچسپی تھی تاہم اس نے ایک ایسا نظریہ بھی پیش کیا جسے عام معاشی نظریات کا جزو بنا لیا گیا اور وہ کلاسیکی تجزیے کا ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے۔

ڈیوڈ ریکارڈو (۱۷۷۲ء-۱۸۲۳ء) (David Ricardo)

ایڈم سمتھ اور مالتھس کے فوراً بعد ریکارڈو رونما ہوا۔ وہ پیشہ ور ماہرین معاشیات میں ایڈم سمتھ کے سوا سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس نے اپنے صحیح انداز فکر' اعلیٰ تخیل اور بے پناہ غیر جانب دار طریق استدلال میں بہت نمایاں حیثیت حاصل کی۔ اس کا طریقہ استدلال استخراجی منطق کا ہے اس کی تحریر چٹ پٹی باتوں اور روز مرہ کی عملی زندگی کی مثالوں سے خالی ہے جن کی وجہ سے ایڈم سمتھ کی تصانیف پڑھنے میں حد درجہ دل آویز بن گئی تھیں۔ ایڈم سمتھ کے مقابلے میں ریکارڈو کی تحریر روکھی اور قدرے مشکل ہے۔ تاہم اس کے افکار نہایت اہم نتائج کا باعث بنے۔ ریکارڈو ہسپانیہ کے ایک یہودی خاندان کا فرد تھا۔ اس نے اپنے باپ کی فرم میں جو لندن میں تھی دلالی کا کاروبار سیکھا۔ اس طرح اس نے دنیا کے سب سے بڑے مالی بینک کاری کے اصول' مبادلات خارجہ اور مالیات سے گہری واقفیت حاصل کرلی۔ اپنے والد کی مرضی کے خلاف اس نے کوئکر لڑکی سے شادی کرلی اور اینگلیکی کلیسا کا مذہب قبول کرلیا اور اپنی علیحدہ فرم کھول لی۔ وہ جلد ہی ایک دولت مند آدمی بن گیا۔ پینتیس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے وہ کرڑو پتیوں میں شمار ہونے لگا۔ پھر اسے مطالعے کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو ریاضی اور سائنس کے مطالعے کے لئے وقف کرلیا۔ ایڈم سمتھ کی کتاب "دولت اقوام" پڑھنے کے بعد معاشیات اور اپنے نظریات کی ترتیب پر اپنی توجہ مرتکز کردی۔ لگان کے مشہور و معروف نظریے کے پیش نظریہ چیز دلچسپی سے خالی نہیں کہ وہ خود ایک بہت بڑا زمیندار بن گیا۔

نظریہ معاشیات میں ریکارڈو کا کام:

اپنی کتاب "معاشیات اور محاصل کے اصول" میں جو ۱۸۱۷ء میں شائع ہوئی۔ ریکارڈو نے اپنی توجہ زیادہ تر تقسیم دولت کے مسائل کی طرف مبذول رکھی کیونکہ اس کے خیال کے مطابق ایڈم سمتھ اور مالتھس دونوں نے اس مسئلے کا اطمینان بخش حل پیش نہ کیا تھا حالانکہ خود اپنی کتاب مرتب کرتے وقت ریکارڈو نے ان دونوں کے نظریات سے خاصی مدد لی۔ ایڈم سمتھ کا دعویٰ یہ تھا کہ لگان ایک قیمت ہے جو اجارہ داری کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ریکارڈو نے ایڈم سمتھ کے اس نظریے سے اتفاق کرتے ہوئے زیادہ تفصیل سے بحث کی۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر زمین کی مقدار بھی ہوا کی طرح وافر ہوتی اور جو کوئی چاہتا اسے حاصل کرسکتا تو اس کی کچھ قیمت نہ ہوتی اور اسے ایک "مفت شے" سمجھا جاتا۔ وہ لکھتا ہے کہ قدیم زمانے میں زمین کی حیثیت ایسی ہی تھی۔ اولین کاشتکاروں نے سب سے پہلے زرخیز زمین پر قبضہ کیا لیکن زرخیز ترین زمین آہستہ آہستہ ختم ہوگئی تو انہوں نے اس سے کم زرخیز ٹکڑوں پر قبضہ کرنا شروع کردیا۔ اس صورت میں زرخیز ترین زمین کی مقدار چونکہ ضرورت سے کم ہوگئی اور وہ مفت دستیاب نہ ہوسکی تھی اس لئے وہ ایک مفت شے ہونے کے بجائے ایک قیمتی چیز بن گئی کیونکہ اگر اس زرخیز ترین زمین کے ایک ایکڑ کا مقابلہ اس سے کم زرخیز زمین کے ایکڑ سے کیا جائے تو اول الذکر زمین یقیناً زیادہ پیداوار دے گی۔ اور چونکہ اس قسم کی زمینیں مزید مقدار میں موجود نہ تھیں کہ مفت مل سکتیں اس لئے قیمتاً ملنے لگیں۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے اور گھٹیا زمینوں پر قبضہ ہونے لگے تو ان سے بہتر درجے کی تمام زمینیں قیمتاً ملنے لگیں گی۔

کارل مارکس: اولین اشتراکی

اب تک ہم ان مفکرین کے افکار کا مطالعہ کرتے رہے ہیں جنہوں نے اٹھارویں صدی نیز انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں آزادی' انسانی شرف اور طبعی قانون کی برتری کو ایسے انداز میں پیش کیا جس سے ابھرتے ہوئے معاشی نظام سرمایہ داری کی حمایت ہوتی تھی۔ وہ لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفاد پرست فرد کو ضروری اور منفعت بخش مجلسی قوت سمجھتے تھے اور اسی پر زور دیتے تھے۔ فطری قانون کے حامیوں یعنی فزیوکریٹوں اور ایڈم سمتھ کی رجائیت پسندی نے زوال پذیر ہوکر مالتھس اور ریکارڈو کے نظریات کی شکل اختیار کرلی تھی۔ ان نظریات کے مطابق مزدور کبھی زیادہ دیر تک اس سے زائد اجرت نہ لے سکتے تھے جس سے ان کے لئے قوت لایموت کا بندوبست ہوسکتا بلکہ بعض اوقات اجرت اس سے بھی نیچے گر جاتی تھی۔ خواہ سرمایہ داروں کی دولت کتنی ہی بڑھ جائے۔ مزدور اور سرمایہ دار ایک دوسرے کے مخالف بن گئے تھے۔ مالکان اراضی تمام دوسرے صارفین کے دشمن قرار پائے تھے۔ آمدنیوں میں وسیع نامساوات کو طبعی اور ناگزیر سمجھا جاتا تھا۔ معاشی یا مجلسی مساوات جیسی کسی شے کو ایک بعید نصب العین کی حیثیت بھی حاصل نہ تھی۔ ہمدردی بنی نوع اور فیاضی کے بارے میں بھی سمجھا جاتا تھا کہ ان سے مصائب میں اضافہ ہی ہوسکتا ہے کمی نہیں ہوسکتی۔

جرمی بینتھم کا نظریہ افادیت:

جرمی بینتھم کے نظریہ کو نظریہ افادیت (Utilitarianism Theory) کہا جاتا ہے۔ جرمی بینتھم (۱۷۴۸ء-۱۸۳۲ء) ایک انگریز اشتراکی فلسفی تھا۔ اگرچہ وہ ایڈم سمتھ کی طرح عدم مداخلت کے نظریے کا ہی معتقد تھا تاہم اس نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا جسے اشتراکی نظام فکر کے نشو و ارتقاء میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ ایک دولت مند وکیل کا بیٹا تھا۔ قانون کی تعلیم پائی۔ چونکہ وجہ معاش سے بے فکری تھی اس لئے اس نے اپنی زندگی انسانی فلاح و بہبود کے لئے وقف کردینے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کا اعلان کردہ نصب العین یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچنا چاہئے۔ ہر مجلسی ادارے کو پرکھنے کے لئے اس کے نزدیک صحیح معیار بھی یہی تھا کہ اس سے بہ اعتبار افادیت افراد کی بہبود میں کس قدر اضافہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نظریہ "نظریہ افادیت" کے نام سے معروف ہوا۔

یہ مسئلہ بھی غور طلب تھا کہ فلاح و بہبود کی پہچان کیا ہوسکتی ہے۔ بینتھم نے کہا کہ ہر وہ چیز جو کسی انسان کی خوشی کو بڑھائے یا اس کے رنج و تکلیف کو گھٹائے اسے فلاح و بہبود سمجھنا چاہئے۔ اس طرح تمام افراد کی فلاح و بہبود کا مجموعہ مجلسی فلاح و بہبود کی دستاویز ہے۔

جان سٹارٹ مل کا نظریہ:

مل کی کتاب نے کلاسیکی روایات فکر میں جو سب سے بڑی تبدیلی پیدا کی وہ یہ تھی کہ تقسیم دولت قدرت کے غیر متبدل قوانین کے تابع نہیں۔ بلکہ اس پر انسان کی مرضی بھی اثر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز ہوسکتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ پیدائش دولت کے بارے میں کلاسیکی نظریات تھوڑی سی ترمیم و توسیع سے سب کے نزدیک محکم بن جاتے ہیں اور ان کا اطلاق ہر قسم کے معاشرے پر ہوسکتا ہے۔ لیکن دولت کی تقسیم کا تعلق فقط انسانی ضوابط سے ہے۔ اس کا انحصار معاشرے کے قوانین و روایات پر ہوتا ہے۔ جن قوانین سے تقسیم دولت کا تعین ہوتا ہے وہ دراصل معاشرے کے با اقتدار طبقے کے آزاد احساسات کا ہی دوسرا نام ہے۔ یہ قوانین مختلف ممالک اور زمانوں میں مختلف ہوتے ہیں اور خود انسان چاہے تو اور بھی مختلف صورت اختیار کرسکتے ہیں۔ مل کا خیال تھا کہ ایسے قدرتی قوانین بھی موجود ہیں جن سے خود انسانی آراء کی تشکیل ہوتی ہے لیکن ان کی تحقیق معاشیات سے بھی ممکن ہے۔ اگرچہ معاشیات کا دائرہ نسبۃً تنگ ہے چنانچہ اس کے بارے میں اس نے قیاس آرائی کی کوشش نہ کی۔ اس کے نزدیک ماہر معاشیات صرف یہ کرسکتا ہے کہ اس طریقے کی نشان دہی کردے جس کے مطابق کسی نظام کا بہتر انداز میں چلنا ممکن ہو' یہ معاشرہ تقسیم دولت کو انہی قواعد کے ماتحت رکھ سکتا ہے جنہیں وہ بہتر سمجھتا ہے لیکن جو نتائج ان قوانین کے عمل سے پیدا ہوں گے ضرور دریافت ہونے چاہئیں۔ ٹھیک اسی طرح مادی یا ذہنی صداقتیں مشاہدات یا استدلال سے دریافت کی جاتی ہیں۔

اس طرح مل نے بیک جنبش قلم کلاسیکی نظریات کی یاس افزا خشکی دور کردی جس نے لوگوں کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر رکھا تھا کہ ان کا نجی کاروبار ایک مفروضہ فطری قانون کے مطابق نظام سرمایہ داری کے ماتحت چل رہا ہے۔ ایسا قانون جسے افلاس اور بے انصافی کے دوام کا حامل سمجھا جاتا تھا۔

ایلفرڈ مارشل کا نظریہ:

۱۸۹۰ء میں' یعنی مل کی کتاب شائع ہونے سے قریباً چالیس سال بعد ایک اور انگریزی ماہر معاشیات ایلفرڈ مارشل نے کلاسیکی نظریات کی طرف رجوع کیا اور علم معاشیات کو نئے سرے سے بیان کرنے کی کوشش کی۔ مل کی کتاب چھپنے کے بعد سے مارشل کے زمانے تک مفکروں کے مشاہدات و نظریات میں کئی انقلابی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ اشتراکیت کا نظریہ ایک حد تک ترقی کرچکا تھا۔ برطانوی نظام سرمایہ داری جو پوری مہذب دنیا پر غالب تھا اس وقت اپنے عروج پر تھا۔ مزدور سبھائیں قائم ہوگئی تھیں۔ کام کے اوقات کم اور اجرتیں زیادہ کر دی گئی تھیں۔ وکٹوریا کے زمانے کی رجائیت پسندی نے افکار و نظریات پر اپنا گہرا رنگ چڑھا دیا تھا' لیکن بہت سے معاشرتی مسائل حل کرنے ابھی باقی تھے۔ یہ عقیدہ بھی عام ہوچکا تھا کہ اگر مناسب ماحول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرکے اس میں پورے خلوص سے کوشش کی جائے تو مسائل بخوبی حل کئے جاسکتے ہیں۔ پرانی کتابیں بدلے ہوئے حالات و واقعات کے لئے ساز گار نہ تھیں۔ مارشل نے اپنی کتاب "معاشیات کے اصول" صرف یہ دیکھتے ہوئے مرتب کی کہ ہر نسل اپنے مسائل کو اپنے ہی نقطہ نگاہ کے مطابق حل کرتی ہے۔ جس زمانے میں وہ کیمبرج میں تھا اس نے انسانی فلاح و بہبود کے مسائل سے دلچسپی لینا شروع کردی تھی۔ اس سلسلے میں بڑے بڑے مفکرین معاشیات کی کتابیں اس نقطہ نگاہ سے پڑھیں کہ آیا ان سے مجلسی مسائل کا حل مل سکتا ہے۔ اس مضمون سے اس کی دلچسپی محض اس وجہ سے تھی کہ وہ انسانی فلاح و بہبود کے لئے کچھ نہ کچھ کوشش کرے۔ عمر بھر اس کا یہ عقیدہ رہا کہ معاشیات ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسانیت کی خدمت انجام دی جاسکتی ہے۔ اس (معاشیات) کا مقصد یہ نہیں کہ جو حالات اس وقت موجود ہیں ان کی توضیح یا حمایت کی جائے۔

مارشل نے "معاشی آدمی" کے تخیل کو تنگ نظر اور محدود قرار دیا' کیونکہ اس کا تعلق حقیقی انسانوں سے ہے تاہم مارشل نے "معاشی آدمی" کا نظریہ قائم رکھا تاکہ کاروبار کے تجزیے میں کام دے۔ اس میں فقط مالی مقاصد ہی عمل کے مناسب معیار سمجھتے جاتے ہیں' شریک ہونے والوں کے محرکات خواہ کچھ ہوں اس نے مکمل اور آزادانہ مقابلے کی ستائش کی' ساتھ ہی اعتراف کیا کہ جہاں اس کے اچھے پہلو ہیں وہاں برے پہلو بھی ہیں۔ اس لئے بعض حالات میں مقابلے کو تعاون و اجتماع کے عناصر سے اعتدال پر ضرور لانا چاہئے۔ اس نے "نظام مقابلہ" کی اصطلاح کو مسترد کرکے اس کی جگہ "صنعت و کاروبار کی آزادی" کا تخیل پیش کیا' کیونکہ یہی اصطلاح ہمارے نظام معاشیات کی خصوصیات کو صحیح طور پر واضح کرتی ہے۔ اس نے اس قدیم تصور کو مسترد کردیا کہ ماضی میں ایک ایسی بہشت تھی جس میں ہر شخص خوش اور نیک تھا' کیونکہ تاریخی طور پر اس بہشت کا یا ایسی سوسائٹی کا وجود ثابت نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ یہ تصور موجودہ نظام پر ایک غیر مناسب طنز ہے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ موجودہ نظام معاشیات میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے اصلاح کے بعد ہم کسی وقت ایسی حالت پر پہنچ جائیں جو بہشت کے قریب تر ہو۔ مارشل نے انسانی غربت و افلاس کی وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کی' وہ ان دونوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ نجی ملکیت کا ضابطہ انسانی معاشرے کے لئے بہت مفید ہے۔ اس لئے اس منسوخ نہیں کرنا چاہئے۔ اس کا خیال تھا کہ محض نمائش اور اظہار ثروت کے لئے روپیہ صرف نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے ایسے مقاصد میں لگانا چاہئے جو اعتدال اور خوش ذوقی کے آئینہ دار ہوں۔ یہ تلقین بھی کی کہ مال و دولت کو فلاح عامہ کے لئے خرچ کرنا لازم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مینارڈ کینز کا انقلابی نظریہ:

قدیم معاشی روایات و نظریات کی شائستہ اور مہذب بنیادوں کو پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) نے سخت دھچکا لگایا۔ اس جنگ نے بین الاقوامی تجارت اور ادائیگیوں کے سلسلے کو درہم برہم کردیا۔ بہت سی حکومتیں مجبور ہوگئیں کہ معاشی معاملات میں ایسی مداخلت کریں جس کا خواب و خیال بھی نہ تھا' تاکہ جنگ کے لئے ساز و سامان بنانے پر توجہ مرکوز کی جا سکے۔ اس طرح سرکاری قرضے بہت بڑھ گئے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں نپولین کی جنگوں کے بعد اس قسم کی ہلچل دیکھنے میں نہیں آئی تھی اور نپولین کی جنگوں میں بھی آبادی کا اتنا بڑا حصہ مسلح فوج میں شامل نہیں ہوا تھا اور قومی سرگرمیاں اس پیمانے پر جنگی تیاریوں میں نہ لگی تھیں۔ مزید برآں نپولین کی جنگیں اس زمانے میں ہوئی تھیں جب صنعتی توسیع کی عظیم الشان لہریں اٹھنے لگی تھیں۔ لیکن جنگ عظیم کے وقت مہذب دنیا کے بہت بڑے حصے میں صنعتیں عام طور پر جاری ہوچکی تھیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کو بھی دوسرے یورپی ملکوں کی طرح ایسے خطرات سے دوچار ہونا پڑا جن سے وہ پیشترازیں آگاہ تک نہ ہوا تھا۔ اس نے جو سرمایہ سمندر پار لگا رکھا تھا اس کا بیشتر حصہ ان ملکوں کے ہاتھ بیچ دیا گیا تھا جنہوں نے اسے جنگ کا ساز و سامان مہیا کیا تھا۔ اس کا یہ نظریہ تھا کہ ان بدلتے ہوئے حالات میں مفکرین معاشیات اپنے نظریاتی موقف کا از سر نو جائزہ لیں اور ایسی پالیسی دریافت کریں جس سے سابقہ حالت بحال ہوجائے۔

اے سی پیگو کا نظریہ فلاح عامہ:

اے سی پیگو (A.C.Pigou) نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف معاشیات فلاح (Economy of Welfare) میں فلاح عامہ کا نظریہ تفصیل سے پیش کیا۔ افکار کی دوسری بڑی رو جس نے اس معاشی تجزیے کے طریق پر گہرا اثر ڈالا اور اسے بعد میں کینز نے بڑی قابلیت سے پیش کیا' یہ تھی کہ بے کاری کو کم کرنے کے لئے حکومت بہت کچھ کرسکتی ہے اور اسے کرنا چاہئے۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہوچکی ہے کہ بے کاری اور بے روزگاری کے عناصر نجی کاروبار کے نظام معیشت میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس نظریے میں حصہ لینے والے مفکرین معاشیات میں کلاسیکی روایات کے دوسرے پیرو بھی شامل تھے۔ مثلاً اے سی پیگو' جو کیمبرج یونیورسٹی میں مارشل کا جانشین تھا اس کی کتاب "معاشیات فلاح" ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی۔ پیگو (ولادت ۱۸۷۷ء) نے اپنے تمام نظریات کا محور اس سوال کو قرار دیا کہ کون سی پالیسی یا پالیسیاں کسی ملک کی اکثریت کے لئے مفید اور کار آمد ثابت ہوسکتی ہیں؟ اپنی اس کتاب میں پیگو نے قومی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمدنی کی اصطلاح بکثرت استعمال کی ہے۔ قومی آمدنی سے مراد کسی ملک کے تمام باشندوں کی مجموعی آمدنی ہے۔ اسی کو مارشل نے قومی مقسوم کا نام دیا تھا۔ قابل اعتماد اعداد و شمار جس کی بنیاد پر قومی آمدنی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے' ۱۹۱۴ء سے پہلے بہت کم میسر آتے تھے۔ فلاح دوست مفکرین معاشیات نے قومی آمدنی کی تخمین و تعیین کے طریقے گنوائے۔ انہوں نے وہ عمدہ ذرائع بھی بتائے جن سے قومی آمدنی بڑھائی جاسکتی ہے اور یہ کہ دولت کی تقسیم درجہ مساوات کے قریب تر پہنچنے کی کیا تدبیریں ہوسکتی ہیں۔ یہ دونوں موضوع ایسے تھے جنہیں ماضی میں بہت سے مفکرین معاشیات زیر بحث لاچکے تھے۔ ان کے علاوہ فلاح دوست علمائے معاشیات نے اس بات کی طرف بھی توجہ مبذول کی کہ یکے بعد دیگرے مجموعی آمدنی میں زیادتی یا کمی کیوں ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں معاشی بحران کی وجوہ کیا ہیں۔ یہ ایسا موضوع تھا جسے قدامت پسندوں نے بہت کم چھیڑا تھا۔ پیگو نے اپنی کتاب میں یہ علاج بتایا کہ کساد بازاری کے دوران میں رفاع عامہ کے کاموں کو بڑھانا چاہئے اور گرم بازاری کے دوران میں رفاہ عامہ کے کام کم کردینے چاہئیں۔ وہ مزدوروں کے لئے محکمہ روزگار اور سوشل انشورنس کا بہت بڑا حامی تھا۔

اسلام کے معاشی نظام کی خصوصیات

۱۔ معاش اور دین کا تعلق:

اسلام کے معاشی نظام کی سب سے اولین بنیاد یہ ہے کہ اسلام میں معاشی سرگرمیاں مذہب و اخلاق سے جدا نہیں بلکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے معاش دین کا ایک حصہ ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم مال کو خیر اور معاش کو اللہ کے فضل کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ سورت جمعہ میں ارشاد ربانی ہے: "اے ایمان والو! جب جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور لین دین چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ پھر نماز ختم ہوجائے تو تم زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (آیات:۸ تا ۱۱) قرآن حکیم میں مسلمانوں کا کردار یوں بیان کیا گیا ہے۔ وہ لوگ جنہیں کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرتے (سورت نور' آیت:۳۷)۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام معاش کو دین اور مذہب سے الگ نہیں کرتا بلکہ معاشی قوانین کو مذہب و اخلاق کی حدود میں رکھتا ہے۔ اسلامی معاشیات کا انداز اخلاقیات ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حلال اور حرام کی تمیز:

اسلام کے نقطہ نظر سے ہر مفید چیز جائز و حلال اور ہر ناپاک چیز ناجائز و حرام ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: "لوگو! زمین میں جو کچھ ہے اس میں سے حلال و پاکیزہ کھاؤ۔" (البقرۃ:۱۶۸) آپؐ کا ارشاد ہے کہ "بہترین عمل حلال روزی کمانا ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ رزق حلال کی تلاش ایسے ہے جیسے خدا کی راہ میں جہاد و قتال ہے اور رزق حلال کی تلاش میں تھک کر رات کو سو جانے والے سے اللہ راضی ہے۔ اس کے برعکس حرام روزی کے بارے میں فرمایا "حرام روزی سے پرورش پایا ہوا گوشت دوزخ کی آگ میں ڈالے جانے کا زیادہ مستحق ہے"۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ "حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی"۔

۳۔ اسلام میں معاشی جدوجہد کا مقام:

حضور نبی کریمؐ نے کسب حلال کو فریضہ بعدالفریضہ یعنی عبادت کے بعد سب سے بڑا فرض قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "البتہ ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے معاش مہیا کیا"۔ (الاعراف:۱۰)۔ اس حقیقت کو اجاگر کرنے کے بعد کہ تمام زمین اور پوری کائنات کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں اسلام انسان کو کسب حلال کے لئے جدوجہد کی ترغیب دیتا ہے۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بے کار بیٹھے رہنا مومن کے شایان شان نہیں اور نہ اسے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور صرف دعا مانگتا رہے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا کر بلکہ دعا کے ساتھ عملاً بھی جدوجہد لازم ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان تو سونا چاندی نہیں برساتا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ گداگری عزت و ناموس پر بدنما داغ ہے۔ گداگر کے چہرے پر قیامت کے روز گوشت نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے روز چہرے پر گداگری کا داغ لے آنے سے بہتر ہے کہ تم کام کرو' حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ رسی اور کلہاڑی لے کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا اور معاشی فکر کرنا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے کیونکہ مانگنے والے کو دینا یا نہ دینا لوگوں کے اختیار میں ہے۔ مگر محنت کرنے والا لازماً روزی حاصل کرلیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال و پاکیزہ کھاؤ" دوسری جگہ فرمایا: "دنیا سے اپنا حصہ لینا بھول نہ جاؤ" (القصص)

حضور نبی کریمؐ نے رزق حلال کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا "نیک آدمی کے لئے اچھا مال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہی اچھی چیز ہے"۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "نماز فجر کی ادائیگی کے بعد رزق حلال تلاش کیا کرو اور غفلت کی نیند نہ سوتے رہو"۔ نیز فرمایا کہ "دنیا کی شرافت مال داری اور سخاوت ہے اور عقبیٰ کی شرافت تقویٰ و پرہیزگاری ہے"۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ صنعت و حرفت سے روزی کمانا انسان پر فرض ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ روزی کمانے کی جدوجہد میں مغموم و متفکر رہنا بعض گناہوں کا کفارہ ہے۔ ہمارے فقہاء نے معاشی جدوجہد کو فرض عین اور نکیر پیدوار کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ امام ابن تیمیہ متعدد فقہاء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس طرح جہاد فرض کفایہ ہے اسی طرح صنعت و حرفت کا قیام بھی فرض کفایہ ہے کیونکہ ان کے بغیر معاش کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔

۴۔ تجارتی ضابطہ اخلاق:

اسلام کا معاشی نظام دنیا کے تمام اقتصادی نظاموں میں اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس نے تجارتی کاروبار کے لئے ایک ضابطہ اخلاق مقرر کیا ہے۔ اسلام میں تجارت اور لین دین کی بنیاد باہمی رضامندی پر ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے "اے ایمان والو' آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طور سے نہ کھاؤ' ہاں اگر باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو درست ہے۔ (النساء:۲۹) اسلامی تجارت کا دوسرا اصول دیانت داری ہے۔ تجارت کو فروغ دینے کے خفیہ ہتھکنڈے مثلاً ناپ تول میں کمی' معاملے پر معاملہ' وعدہ خلافی' خیانت اور بددیانتی وغیرہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ "سچ بولنے والا ایمان دار تاجر قیامت کے روز نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔" اسلامی تجارت کا تیسرا اصول یہ ہے کہ جس چیز کی خرید و فروخت کی جائے وہ فی نفسہ جائز و حلال ہو۔ حرام اشیاء مثلاً شراب' مردار وغیرہ کی تجارت جائز نہیں۔ شراب کی ممانعت کا حکم آیا تو بعض لوگ جو شراب کی تجارت کرتے تھے انہوں نے اسے فروخت کرنے کی اجازت چاہی تو حضورؐ نے فرمایا کہ "اب شراب حرام کر دی گئی ہے اور اس کی قیمت بھی" یہی حکم دوسری حرام اشیاء کے لئے ہے۔ اسلامی تجارت کا ایک اہم اصول احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ہے۔ حضور اکرمؐ نے احتکار کے مرتکب پر لعنت بھیجی ہے۔ اسلامی تجارت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ہر وہ ذریعہ جس سے بغیر محنت کسی ایک فریق کو فائدہ پہنچتا ہو ناجائز ہے مثلاً جوا وغیرہ کی تمام صورتیں ناجائز ہیں کیونکہ اس طرح معاشرے میں انتشار و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی تجارت کا ایک اہم اصول تاجروں کا اعلیٰ کردار کا حامل ہونا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ تاجر ایسے اخلاق و کردار کا مظاہرہ کریں جس سے دوسرے متاثر ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵- حرمت سود:

ارشاد باری تعالیٰ ہے اے ایمان والو' سود کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ قرآن حکیم نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے (البقرہ:۲۷۵) پس اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لئے خبردار ہوجاؤ (البقرہ:۲۷۹) جو لوگ سود کھاتے ہیں کھڑے نہ ہوسکیں گے مگر اس طرح جیسے شیطان نے چھوکر خبطی بنا دیا ہو۔ (البقرہ:۲۷۵) حضور نبی کریمؐ نے سود لینے والے' سود دینے والے' سود کا کاغذ لکھنے والے اور سود کے گواہوں سب پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ان سب کو گناہ میں برابر شمار کیا ہے۔ آپؐ نے سود سے بچنے کی اس حد تک تلقین فرمائی ہے کہ قرض خواہ کو قرض دار سے ہدیہ لینے سے بھی منع فرمایا ہے۔

۶- ارتکاز زر کی ممانعت:

اسلام دولت کی گردش کا قائل ہے اور ارتکاز زر یعنی دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہوجانے کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ تاکہ دولت پھر کر تمہارے مال داروں کے پاس ہی نہ رہے (الحشر:۷) حضور نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ مال کو مقررہ حصوں میں کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کرو۔ ارتکاز زر کو روکنے کے لئے اسلام نے زکوٰۃ سمیت بہت سے اقدامات تجویز کئے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور ضروری عبادت ہے۔ ہر صاحب نصاب مسلمان یعنی جس کے پاس خاص مقدار میں مال سال بھر جمع رہے اس پر فرض ہے کہ وہ اس میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے۔ زکوٰۃ کے مصارف قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور یہ محتاج' مصیبت زدہ' معذور اور معاشرے کے گرے پڑے لوگوں کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہ کوئی خیرات نہیں بلکہ فقراء و مساکین کا حق ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ ارتکاز زر کو مزید روکنے کے لئے اسلام نے صدقات مقرر کئے ہیں مثلاً صدقہ فطر' عیدالاضحیٰ کی قربانی' عقیقہ اور نذر وغیرہ۔ ارتکاز زر کے سدباب کے لئے اسلام نفلی صدقے کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں انفاق فی سبیل اللہ کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔ ان تمام اقدامات کے بعد اسلام ارتکاز زر کو ختم کرنے کے لئے عفو یعنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے (اے نبیؐ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بچ رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عفو کا تصور:

بعض علماء اور اسلامی معیشت دان "العفو" کو انفاق فی سبیل اللہ کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے اپنی ذات پر خرچ کرلو' اس نے عرض کیا میرے پاس اس کے علاوہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا' اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرلو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس اور بھی ہے' آپؐ نے فرمایا' اپنے والدین پر خرچ کرلو' اس نے عرض کیا میرے پاس اور بھی ہے آپؐ نے فرمایا یہ تمہاری صواب دید پر ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا' جب تم میں سے کوئی تنگ دست ہو تو اپنے خرچ کا آغاز اپنی ذات سے کرلے۔ اگر اس کے پاس اپنی حاجت سے زیادہ ہو تو اپنے خرچ کا آغاز اپنے اور ان افراد سے کرے جن کی کفالت اس کے ذمہ ہو۔ پھر اگر اس کے پاس اب بھی بچ جائے تو دوسروں کو صدقہ دے۔ ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں انڈے کے برابر سونا لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول' اسے میری طرف سے صدقہ میں قبول کیجئے۔ اللہ کی قسم' اس کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے اس سے اعراض فرمایا' وہ آپؐ کی داہنی طرف سے آیا اور اپنا سوال دہرایا۔ آپؐ نے اعراض فرمایا' وہ پھر آیا اور اپنا سوال دہرایا۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ جب اس نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپ نے غصہ میں فرمایا' لاؤ' آپ نے وہ سونا پکڑ کر اس شخص کی طرف اتنے زور سے چلایا کہ اگر وہ اسے لگ جاتا تو اسے زخمی کردیتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم میں کوئی ایک اپنا سارا مال صدقہ کرنے کے لئے لے آتا ہے اور بعد ازاں خود لوگوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ صدقہ تو وہی اچھا ہے جو غناء کے ہوتے ہوئے دیا جائے۔ امام طبری لکھتے ہیں "ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ نبی کریمؐ نے اپنی امت کو صدقہ کرنے کی ترغیب صرف ان کے ضرورت سے زائد اموال میں سے دی ہے اور زائد مال ہی کو "العفو" کہا جاتا ہے۔" کلام عرب میں العفو کا استعمال مال ادر ہر ایک شے کے لئے ہوتا ہے اور اس کے معنی زیادتی اور کثرت کے ہیں۔ "العفو" کا حکم زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی فریضہ ہے جبکہ "العفو" ایک مالی ترغیب ہے۔ مگر یہ ترغیب اسلام کے عادلانہ نظام تقسیم دولت کی شاہ کلید کا درجہ رکھتی ہے جس کے ذریعہ گردش دولت کی راہیں کھل سکتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ اسراف و تبذیر کی ممانعت:

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو' (الاعراف:۳۱) اور بے جا خرچ نہ کرو' بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں (الاسرا: ۲۶-۲۷) حضور نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص جائز ضروریات پوری کرنے کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو محض آن بان کے لئے دولت کماتا ہے وہ شیطان کی راہ پر کام کرتا ہے۔"

۸۔ عدل اجتماعی:

عدل اجتماعی سے مراد یہ ہے کہ حکومت اپنی تمام رعایا کو بنیادی ضروریات زندگی لازماً فراہم کرے۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا "جس کا کوئی والی نہ ہو حکومت اس کی والی ہے۔"

۹۔ انفرادی ملکیت و تصرف:

اسلام کے تصور ملکیت کی رو سے تمام کائنات کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے لیکن معاملات زندگی کے لئے انسان کو محدود انفرادی ملکیت کا حق و تصرف دیا گیا ہے۔

سرمایہ داری کا نظریہ

نظام جاگیرداری:

پانچویں صدی عیسوی میں جب رومن امپائر کا نظام درہم برہم ہوا تو یورپ کی تمدنی' سیاسی اور معاشی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔ ساری مملکت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں متفرق ہو گئی۔ اس طرح یورپ میں اس نظام زندگی کا آغاز ہوا جس کو اصطلاحاً نظام جاگیرداری کہا جاتا ہے۔ اس نظام کی یہ خصوصیات تھیں:

۱۔ بنائے اقتدار ملکیت زمین قرار پائی۔

۲۔ مسیحی کلیسا نے اس نوخیز نظام جاگیرداری سے موافقت کر لی۔

۳۔ تجارتیں' صنعتیں ا، حرفتیں سب چھوٹے چھوٹے جغرافیائی خطوں میں سکڑ کر رہ گئیں۔

۴۔ صنعت اور تجارت کا ایک ایک شعبہ اور ایک ایک کاروبار پیشہ ور برادری کا اجارہ بن گیا۔ یورپ میں آخر کار ایک تحریک اٹھی جسے نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں۔ اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھویں صدی تک یورپ کے مختلف ملکوں میں چھوٹی چھوٹی جاگیرداریاں ٹوٹ ٹوٹ کر بڑی بڑی قومی ریاستیں بنیں۔ اس طرح چرچ اور جاگیرداری کے مشترک غلبے کی بندشیں ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ "بورژوا" طبقہ ان معاشرتی اور روایتی رکاوٹوں سے آزاد ہوتا چلاگیا۔ کلیسا اور جاگیرداری کے خلاف یہ جنگ جن نظریات کی بنا پر لڑی گئی ان کا سر عنوان تھا لبرلزم (Liberalism) یعنی "وسیع المشربی" اس گروہ نے مذہب و اخلاق کی ان صداقتوں کو بھی متزلزل کرنا شروع کردیا جو ہمیشہ سے مسلم چلی آتی تھیں۔ میکیاولی نے کھلم کھلا اس نظریہ کی حمایت کی اس گروہ نے پہلی بار سود کو جائز و مباح قرار دیا۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں مشین کی ایجاد نے اس انقلاب کی رفتار کو تیز تر کردیا جس کی ابتداء نشاۃ ثانیہ کے دور میں ہوئی تھی۔ اس عظیم الشان انقلاب نے ترقی، خوش حالی اور قوت و اقتدار کے نئے دروازے کھولے۔ اس سے فائدہ اٹھانے والا طبقہ وہی تھا جسے "بورژوا" کہا جاتا ہے۔ اس طبقے نے سرمایہ، فنی قابلیت اور تنظیمی صلاحیت کے اشتراک سے صنعت اور کاروبار کا ایک نظام کھڑا کیا جسے "جدید نظام سرمایہ داری" کہا جاتا ہے۔ اس دور میں وہی لبرلزم جس نے پچھلی لڑائی جیتی تھی نئے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر اٹھا اور اس نے سیاست میں جمہوریت کا، تمدن و معاشرت ادب میں انفرادی آزادی کا اور معاشیات میں بے قیدی کا صور پھونکا۔ بے قید معیشت (Free Enterprises) کا یہی اصول جدید نظام سرمایہ داری کا بنیادی فارمولا قرار پایا۔ لیکن اس کی دو بڑی خامیاں یہ تھیں:

۱۔ خود غرضی

۲۔ انتہاء پسندی

جدید نظام سرمایہ داری (Modern Capitalism)

بے قید معیشت کے اصول: اس نظام کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شخصی ملکیت کا حق:

نظام سرمایہ داری کی یہ اولین خصوصیت ہے اور دراصل یہی حق اس نظام کا سنگ بنیاد ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ آزادی سعی کا حق:

یعنی افراد کا یہ حق کہ وہ فرداً فرداً یا چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں مل کر اپنے ذرائع کو جس میدان عمل میں چاہیں استعمال کریں نفع و نقصان کے وہ خود ذمہ دار ہوں' مال کی جتنی قیمت چاہیں لگائیں اور بائع و مشتری اور اجیر و مستاجر اور مالک اور نوکر کے درمیان کاروبار کی حد تک سارے معاملات آزادانہ طے ہونے چاہئیں۔

۳۔ ذاتی نفع کا محرک عمل ہونا:

یعنی فائدے کی طمع اور نفع کی امید پر ہی پیداوار اور ترقی ہوتی ہے اور یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ فائدے کی طمع کرتا ہے اور یہی فطرت سعی و عمل پر اسے ابھارتی ہے۔

۴۔ مقابلہ اور مسابقت:

نظام سرمایہ داری کے وکلاء کہتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جو بے قید معیشت میں افراد کی خود غرضی کو بے جا حد تک بڑھنے سے روکتی ہے اور ان کے درمیان اعتدال و توازن قائم کرتی ہے۔ کھلے بازار میں ایک ہی جنس کی بہت سی اشیاء آتی ہیں اور بہت سے سوداگر اور بہت سے خریدار ہوتے ہیں تو مقابلے میں قیمتوں کا ایک مناسب معیار قائم ہوجاتا ہے۔

۵۔ اجیر و مستاجر کے حقوق کا فرق:

نظام سرمایہ داری میں مالک اور مزدور یا ملازم ہوتے ہیں۔ مزدور یا ملازم طے شدہ اجرت لیتا ہے چاہے مالک کو کاروبار میں گھاٹا ہو۔ اجیر مناسب اجرت کا حق دار ہے لیکن مالک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اجرت کم ہو اور منافع زیادہ۔ اگر کام لینے والے کم اور کام کے خواہش مند زیادہ ہوں تو اجرتیں کم سے کم ہوں گی۔ اس معاملہ میں فطری طور پر کسر انکسار سے ایسی اجرتیں طے پائی جاتی ہیں جو فریقین کے لئے قابل قبول ہوتی ہیں۔

۶۔ ارتقا کے فطری اسباب پر اعتماد:

نظام سرمایہ داری کے وکیل کہتے ہیں کہ جب کاروبار میں منافع کا سارا انحصار ہی اس پر ہے کہ لاگت کم ہو اور پیداوار زیادہ تو کاروباری آدمی پیداوار بڑھانے کے لئے زیادہ بہتر سائنٹیفک طریقے استعمال کرتا ہے۔ اس طرح اجتماعی ترقی اور خوش حالی عمل میں آتی ہے۔ یہ فطرت کی منصوبہ بندی ہے جو غیر محسوس طور پر عمل میں آتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷- ریاست کی عدم مداخلت:

اس نظام کے حامیوں کے خیال کے مطابق سوسائٹی کی فلاح و بہبود کا کام اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کاروبار میں ریاست کی مداخلت نہ ہو۔ ریاست کا یہ منصب نہیں کہ نگران اور محافظ کی خدمات سرانجام دینے کی بجائے خود تاجر اور صناع بن بیٹھے۔

۸- خرابی کی وجوہات:

یہ تھے جدید سرمایہ داری کے وہ اصول و فوائد جن کا جدید سرمایہ داری کی پیدائش کے زمانہ میں زور و شور کے ساتھ پرچار کیا گیا لیکن اب ہم ان خرابیوں جو اس نظام معیشت نے ہمیں دیں کے اسباب کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس نظام میں کسی حد تک مبالغہ کے باوجود صداقت پائی جاتی تھی۔ ساری باتیں وہی تھیں جن پر غیر معلوم زمانے سے انسانی معیشت کا کاروبار انجام پاتا چلا آرہا تھا۔

۱- بوژوا سرمایہ داروں کا ساز باز:

اس طبقہ نے خریدار عوام' اجرت پیشہ کارکن اور پر امن حالات پیدا کرنے والی حکومت، تینوں کے مفاد کے خلاف جتھہ بندی کی اور باہم یہ سازش کرلی کہ صنعتی انقلاب کے سارے فوائد لوٹ لیں اور کینز نے بالکل سچ کہا ہے کہ دنیا پر اخلاقی و فطری قوانین کی ایسی مضبوط حکومت قائم نہیں جو اجتماعی مفاد کی حفاظت کرسکے۔ یہی وجہ تھی کہ آخر کار ایڈم سمتھ (Adam Smith) نے یہ کہہ دیا:

"کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ جب کاروباری لوگ کہیں باہم جمع ہوں اور اجتماع عوام کے خلاف کسی سازش پر اور قیمتیں چڑھانے کے لئے کسی قرارداد پر ختم نہ ہو۔"

۲- بے روزگاری کا مسئلہ:

مشینی طریق پیداوار سے انسانی سوسائٹی میں بے روزگاری کا ایک مستقل مسئلہ پیدا ہوگیا۔ یہ سب مشینی طریقہ کار (A itomation) کی وجہ سے ہوا۔ ہزاروں لوگ بے کار کردیے گئے۔ صرف چند لوگوں کو کام پر لگایا گیا۔

۳- مزدوروں کا استحصال:

اس طبقے نے لاکھوں آدمیوں کو بے روزگار کردیا اور روزگار کے طالب کم سے کم اجرتوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جو سرمایہ داروں نے ان کے سامنے پیش کیں' کام کرنے کے لئے مجبور ہوگئے۔ سوسائٹی میں افلاس اور خستہ حالی بڑھتی چلی گئی اور اس طرح بوژوا کا یہ استدلال غلط ثابت ہوا کہ کھلے میدان میں اجیر و مستاجر کے درمیان کسر و انکسار سے مناسب اور منصفانہ اجرتیں طے ہوتی رہتی ہیں۔

۴۔ مالکان کی انجمنیں:

بوژوا طبقہ جو وسیع المشربی اور جمہوریت کا زبردست قائل تھا۔ لوگوں کی روزی کا مالک بن بیٹھا۔ اور یہ اپنا حق سمجھ بیٹھا کہ ایک ایک پیشے کے مالکان کاروبار اپنی اپنی انجمنیں بنائیں اور قرارداد سے اشیاء کی قیمتیں' نوکروں کی تنخواہیں اور مزدوروں کی اجرتیں تجویز کریں۔ مزدور کے حقوق کو نظر انداز کیا گیا اور سوشل سیکورٹی نہ مہیا کی گئی۔ مزدور کا مستقبل المناک اور تاریک ہوگیا۔

۵۔ مصنوعی قیمتیں اور ذخیرہ اندوزی:

سرمایہ دار طبقہ نے کاروبار کے فطری اور معقول طریقوں سے ہٹ کر اپنی ذات کے لئے ایسے طریقے اختیار کرلئے جو قطعی طور پر اجتماعی مفاد کے خلاف تھے اور جن سے مصنوعی طور پر قیمتیں چڑھتی ہیں اور جن سے دولت کی پیداوار رکتی اور ترقی کی رفتار سست ہوتی ہے۔ اس طبقہ نے اشتہار بازی سے سامان تعیش اور مضر صحت اور مخرب اخلاق اور مفسد تہذیب و تمدن کی چیزوں کو فروخت کیا اس سے غریبوں کی آمدنیاں اور زیادہ ضائع ہوئیں۔ اس طبقہ نے دنیا کو مختلف حلقہ ہائے اثر میں تقسیم کر دیا' کمزور قوموں کے تجارتی اور مالی مفاد پر ڈاکہ ڈالا اور معاشی و سیاسی طاقت بھی اس گروہ کے ہاتھ آگئی۔

۶۔ سودی نظام:

بوژوا مفکرین نے سودی نظام کو کاروبار کی ایک معقول صورت دے کر اسے پورے نظام مالیات کی بنیاد بنا کر رکھ دیا اور ملکی قوانین کو اس طرز پر ڈھالا کہ وہ قرض دار کے بجائے سود خوار کے مفاد کے تحفظ کا ذریعہ بن گئے۔

۷۔ افرادی قوت کا ضیاع:

سوسائٹی میں لاکھوں آدمی بے [illegible] گئے اور کروڑوں اس قدر قلیل المعاش ہوگئے کہ سخت حاجت مند ہونے کے باوجود وہ دکانوں میں بھرا پڑا مال نہ خرید سکے۔ اس طرح صنعت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارت کو پوری طرح فروغ حاصل نہ ہوسکا۔ بوڑوا طبقے نے اپنی نادانی سے خود اپنے منافع کے راستے بھی مسدود کردیے۔

۸۔ اخلاقیات پر اثر:

جدید سرمایہ داری کی ان بنیادوں پر جو نیا معاشرہ وجود میں آیا وہ ہمدردی، تعاون، رحم، شفقت اور اس نوع کے تمام جذبات سے عاری اور ان کی برعکس صفات سے لبریز تھا۔ یہ تھے وہ اصل اسباب جن کی بدولت صنعتی انقلاب کے پیدا کئے ہوئے نظام تمدن و معیشت میں خرابیاں رونما ہوئیں۔

مضاربت

مضاربت ایک قسم کی تجارتی شراکت ہے جس میں ایک شخص کا سرمایہ اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ مضاربت کا لفظ ضرب سے نکلا ہے۔ ضرب کے معنی مارنے اور چلنے پھرنے کے ہوتے ہیں۔ اس کے ایک معنی رزق کے لئے زمین میں چلنے پھرنے اور دوڑ دھوپ کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس میں ایک آدمی پیسہ دیتا ہے اور دوسرا آدمی اپنی محنت اور دوڑ دھوپ سے مزید سرمایہ پیدا کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس معاملہ کو مضاربت کہتے ہیں۔ سورت المزمل میں ارشاد ہے: "زمین میں چل پھر کر (تجارتی سفر کرکے) اللہ کے فضل سے روزی تلاش کرتے ہیں۔" امام شوکانی (نیل الاوطار) میں فرماتے ہیں کہ "مضاربت (یہ زمین میں سفر سے ماخوذ ہے) سفر، بھاگ دوڑ اور کام ہے۔ اس لئے کہ کام کرنے والا زمین میں بھاگ دوڑ کرتا اور سفر کرتا ہے۔"

علامہ مرغینانی کتاب الہدایہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "مضاربت ایک ایسا معاملہ ہے جس میں شرکت واقع ہوتی ہے دونوں میں سے ایک کی طرف سے مال ہونے کے ساتھ شرکت سے نفع میں شراکت مراد ہے اور یہ نفع ایک جانب سے مال ہونے اور دوسری جانب سے عمل ہونے پر حاصل ہوتا ہے اور نفع میں ایسی شراکت کے بغیر مضاربت نہیں ہوتی۔" فتاویٰ عالمگیری کے مطابق ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل کے ساتھ نفع میں شریک ہونے کے معاہدہ کو شرعاً مضاربت کہتے ہیں۔ پس اگر باوجود ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل ہو لیکن نفع میں شرکت نہ ہو بلکہ یہ شرط ہو کہ نفع تمام تر رب المال (سرمایہ دار) کا ہوگا تو یہ بضاعت ہوگی اور اگر یہ شرط ہو کہ سارا نفع مضارب یعنی عامل کا ہوگا تو قرض ہے۔ لہٰذا اگر کارکن نے دوسری شرط پر مال اپنے قبضے میں لے لیا اور قبضہ کرنے کے بعد ابھی کوئی کام نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تھا کہ اس کو کچھ نفع حاصل ہوگیا یا اس کو خسارہ ہوگیا یا مال ضائع ہوگیا تو نفع بھی کارکن کا ہوگا اور خسارہ اور مال ضائع ہونا بھی اسی کا ہوگا۔ شرعی اصطلاح میں مضاربت نفع میں شرکت کے معاہدے کو کہتے ہیں۔ یہ معاہدہ مال اور عمل سے ہوتا ہے۔ مال تو رب المال کی جانب سے ہوتا ہے اور عمل مضارب کی جانب سے۔ امام ابن حنبلؒ کے مطابق "مضاربت یہ ہے کہ صاحب المال اپنے مال کی ایک خاص مقدار کسی کے حوالے اس شرط پر کردے کہ وہ اس مال سے تجارت کرے۔ اس کے نفع میں ایک مقررہ حصہ کا وہ شریک ہوگا اس میں ضروری ہے کہ سرمایہ نقدی سکوں میں ہو۔" کتاب "الفقہ علی المذاھب الاربعہ" میں ہے کہ لغت کے اعتبار سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرارداد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا برداشت کرے گا۔ لفظ مضاربت مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی "سفر" کے ہیں۔ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ سورۃ المزمل میں اس جانب اشارہ ہے "اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو زمین میں چل پھر کر اللہ کریم کا رزق تلاش کرتے ہیں۔" امام مالکؒ کے مطابق مضاربت اس طرح درست ہے کہ کوئی کسی سے اس شرط پر روپیہ لے کہ وہ محنت اور کام کرے گا لیکن اگر نقصان ہوا تو وہ ذمہ دار نہیں اور سفر میں کھانے پینے اور سواری کا خرچہ دستور کے مطابق اسی مال میں سے دیا جائے گا۔ اقامت کی مدت میں نہیں دیا جائے گا۔

اصطلاحیں:

روپے دینے والے کو رب المال اور محنت کرنے والے یعنی کارکن کو مضارب کہتے ہیں۔ سرمایہ یعنی جو روپیہ کام کے لئے دیا جاتا ہے اسے راس المال کہتے ہیں۔ کسی زمانے میں مسلمان مضاربت کے اصولوں پر بین الاقوامی تجارت کیا کرتے تھے۔ مضاربت کی دو قسمیں ہیں۔

نمبر ۱ مقید: اس میں روپے دینے والا کسی خاص جگہ، کسی خاص مدت یا کسی خاص کاروبار کی قید لگا دیتا ہے یعنی وہ یہ کہہ دے کہ اس روپے سے کسی خاص شہر میں ہی کام کرسکتے ہو دوسری جگہ نہیں۔ نمبر ۲ مطلق مضاربت وہ ہے جس میں کسی قسم کی کوئی قید نہ ہو بلکہ یہ معاملہ مضارب یعنی کارکن کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے مضاربت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے "معاونت باہمی کی چند قسمیں ہیں ان میں سے ایک مضاربت ہے۔ وہ یہ کہ مال ایک شخص کا اور محنت دوسرے شخص کی ہو اور رضامندی طرفین کی تصریح کے ساتھ نفع دونوں کے درمیان ہو"۔ بقول ڈاکٹر نور محمد غفاری "مضاربت لوگوں کی ضروریات کے لئے جائز رکھی گئی ہے کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگ مال دار ہوتے ہیں مگر کاروبار تجارت سے بالکل نابلد ہوتے ہیں جب کہ بعض لوگ کاروبار کے ماہر ہوتے ہیں اور مالی طور پر تہی دست۔ اسلام نے امیر اور غریب دونوں کے مصالح کے پیش نظر اس طریقہ تجارت کو جائز قرار دیا ہے۔ نیز نبی کریمؐ نے اسے بہتر خیال فرمایا اور اسے جاری رکھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا۔ نبی کریمؐ نے نبوت سے قبل بصریٰ (شام) کی منڈی میں مضاربت ہی کے طریقہ پر حضرت خدیجہؓ کے مال سے تجارت کی تھی۔ غیور اور دیانت دار غریب جو تجارتی رموز سے آگاہ ہے اور مال دار جس کا مومنانہ دل غریبوں کی الفت میں دھڑکتا ہے وہ دونوں اس طریقہ تجارت کے ذریعے معاش پیدا کرلیں گے۔ سرمایہ زحمت کی بجائے رحمت بن جائے گا۔ ابن رشد کہتے ہیں کہ اصل دار اپنے سرمایہ کی مالیت اور مقدار زر کی صورت میں متعین کردے کیونکہ اس پر تمام فقہائے اسلام کا اتفاق ہے کہ مضاربت کا کاروبار صرف درہم اور دینار (نقد) ہی میں درست ہوسکتا ہے۔ سامان (عروض) سے مضاربت کا کاروبار درست نہیں۔ فقہائے اسلام میں سے صرف ابن ابی لیلیٰؒ سامان کے ساتھ بھی مضاربت کے قائل ہیں۔ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سامان میں مضاربت کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح دھوکہ دہی کا امکان باقی رہے گا۔ علاوہ اصل کے زر کی صورت میں اصل اور نفع بھی نامعلوم نہیں رہیں گے۔ مضارب کے پاس سرمایہ امانت کے مماثل ہے۔ لہٰذا اگر سرمایہ ضائع ہوجائے تو مضارب سے اصل دار تاوان کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ مضارب کی حیثیت وکیل کی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے تمام تصرفات میں اصل دار کی اجازت اور مشورہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اصل دار کی اجازت سے اسے خرید و فروخت کرنے، کسی کو وکیل بنانے اور سامان کسی کے پاس ودیعت رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اپنے شہر ہی میں کاروبار کرنے کی صورت میں مضارب کو صرف نفع ہی میں سے حصہ لینے کا حق ہوگا البتہ اگر اسے دور جانا پڑے یا سفر کرنا پڑے اور کہیں باہر قیام کرنا پڑے تو اس صورت میں سفر خرچ اور دیگر اخراجات تاجروں کے رواج کے مطابق لینے کی اجازت ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں اسے بیماری کی صورت میں علاج کے اخراجات لینے کی بھی اجازت ہوگی کیونکہ صحت کے بغیر تو کوئی کاروبار نہیں کیا جاسکتا۔ مضارب نفع کی صورت میں نفع میں حصہ پائے گا۔ معاہدہ مضاربت فاسد ہونے کی صورت میں وہ اجرت پانے کا مستحق ہوگا۔ اگر وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو غاصب شمار ہوگا کیونکہ اس نے دوسرے کے مال پر زیادتی کی ہوگی۔ مضارب نفع کی تقسیم بہر صورت اصل دار کی موجودگی میں کرے گا۔ اس پر سب فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ امام [illegible] اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ مضاربت کو فریقین (اصل دار اور مضارب) سے جو کوئی جس وقت چاہے فسخ کرسکتا ہے، البتہ اس کی خبر فریق ثانی کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور کرے۔ فریقین میں سے کسی کے فوت ہوجانے کی صورت میں اصل معاہدہ مضاربت فسخ ہوجائے گا۔ البتہ اس کے ورثاء چاہیں تو تجدید معاہدہ کرسکتے ہیں۔" بحوالہ مولانا نور محمد غفاری "اسلام کا قانون تجارت" صفحات ۱۳۲-۱۳۴)۔

کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" میں عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں کہ مضاربت کا ثبوت صرف اجماع سے ہوتا ہے۔ درحقیقت اس معاملہ کے جائز ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔

اسلامی عہد میں معاملہ قراض (یا مضاربت) کی سب سے پہلی مثال حضرت عمرؓ کے دو صاحبزادوں عبداللہؓ اور عبیداللہؓ کا واقعہ ہے۔ روایت میں جو کچھ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ اور ان کے بھائی عراقی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان دنوں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر تھے۔ یہ دونوں ان کے پاس فروکش ہوئے۔ انہوں نے دونوں کو خوش آمدید کہا اور عزت افزائی فرمائی اور وہاں پر انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ بن پڑے تو میں تم دونوں کے لئے کوئی ایسا کام نکالوں کہ جو تمہارے لئے سود مند ہو۔ پھر کہنے لگے کہ میرے پاس اللہ کا مال ہے میں اسے امیرالمومنینؓ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہوں تم اسے قرض کے طورپر لے لو اور عراق سے مال تجارت خرید کر لے جاؤ اور مدینہ میں اسے فروخت کرکے راس المال امیرالمومنینؓ کے حوالے کردو۔ جو فائدہ ہو اس سے تم دونوں مستفید ہو۔ وہ دونوں اس پر راضی ہوگئے اور ایسا ہی کیا اور اس رقم سے تجارت کی اور نفع ہوا۔ جب وہ مال امیرالمومنین کے حوالے کرنے لگے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ آیا ابوموسیٰ نے تمام لشکریوں کو مال دیا ہے یا خاص طورپر تم دونوں کو دیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ خصوصیت کے ساتھ ہم دونوں کو دیا تھا۔ امیرالمومنینؓ نے فرمایا کہ یہ رعایت انہوں نے تمہارے ساتھ اس لئے کی ہے کہ تم امیرالمومنینؓ کے فرزند ہو۔ غرض ان کو قصور وار ٹھہرایا اور حکم دیا کہ اصل مال اور اس کا منافع سب بیت المال میں جمع کرادو۔ اس پر عبداللہؓ تو خاموش رہے لیکن عبیداللہؓ نے کہا اے امیرالمومنینؓ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہم اس مال کے ضامن ہیں؟ اگر وہ تلف ہوجاتا تو ہمیں بھرنا پڑتا۔ یعنی ایک ضمانتی قرضہ ہے اور قرض دینے والے کو یہ حق نہیں ہے کہ قرض دار سے کوئی فائدہ حاصل کرے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور وہی بات پھر دہرائی اور حکم دیا کہ مال مع منافع ان کے حوالہ کیا جائے۔ عبیداللہؓ نے پھر اس پر اعتراض کیا۔ اس وقت حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے امیرالمومنین، یہ تو قراض (مضاربت) کا معاملہ ہے یعنی اس کے نفع میں سے نصف بیت المال میں داخل فرمایا جائے اور نصف ان کا حق ہے۔ امیرالمومنین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا کہ اچھا اسے معاملہ قراض قرار دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ محمد اکرم خان اپنے مقالہ "بلاسود بینکاری" میں رقم طراز ہیں کہ اسلامی معاشیات کے لٹریچر میں بلا سود بینکاری کے مختلف ماڈل پائے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ جامع ماڈل ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا ہے۔ جنہوں نے بلا سود بینکاری کی بنیاد مضاربت کے فقہی اصول پر رکھی ہے۔ مختصراً مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق کا سرمایہ ہو اور دوسرے فریق کی محنت' کاروبار کے نتیجہ میں اگر منافع ہو تو فریقین ایک طے شدہ نسبت سے اس میں شریک ہوں' لیکن اگر نقصان ہو تو نقصان صرف صاحب مال کا ہے اور محنت کرنے والے فریق کی محنت ضائع گئی اور اسے اس کا کچھ اجر نہ ملا۔ بینکاری کے کاروبار میں بچت کنندہ اپنے سرمایہ کو بینک کے حوالے مضاربت کے بنیاد پر کریں اور بینک اور بچت کنندہ میں نفع کی تقسیم ایک طے شدہ اصول کے مطابق انجام پائے۔ بینک مضاربت در مضاربت کے اصول پر کام کرتے ہوئے اس سرمایہ کو سرمایہ کاروں کے حوالے کرے۔ سرمایہ کار اپنے کاروبار میں منافع کو بینک اور اپنے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کریں اور نقصان کی صورت میں فریقین اپنے اپنے سرمایہ کا نقصان خود برداشت کریں۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ نفع کی تقسیم کسی بھی شرح سے ہوجائے۔ البتہ نقصان اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے ہی برداشت کرنا ہوگا۔ جدید بنکوں کے اسلوب پر بلاسود بینک بھی مختلف قسم کے کھاتے کھول سکتے ہیں۔ مثال کے طورپر چالو کھاتے اور بچت کھاتے' بچت کھاتے مختلف المیعاد ہوسکتے ہیں اور ان کو اس ماڈل کی اصطلاح میں مضاربت کھاتے کہا جائے گا۔ چالو کھاتے رائج الوقت بینکوں کے چالو کھاتوں کی مانند ہی ہوں گے۔ جن پر بینک کوئی سود یا منافع نہ دے گا۔ البتہ حساب رکھنے کے معاوضے کے طورپر تھوڑا بہت عوضانہ وصول کرسکے گا۔ مضاربت کھاتے رائج الوقت بچت کھاتوں سے قدرے مختلف ہوں گے۔ ان میں سے رقم کم سے کم ایک خاص مدت مثلاً تین ماہ' چھ ماہ سے پہلے نکلوائی نہیں جاسکے گی۔ ان کھاتوں میں رکھی ہوئی رقوم بینک سرمایہ کاری کے لئے مضاربت ہی کی بناپر سرمایہ کاروں کو دے گا۔ ان کھاتوں پر نفع و نقصان کا حساب بینک کے مجموعی نفع و نقصان کی بنیاد پر ہوگا۔ چنانچہ اگر بینک بعض سرمایہ کاروں سے نقصان اٹھائے گا تو اکثر سرمایہ کاروں سے اسے نفع حاصل ہوگا۔ اس طرح بینک کانقصان اس کے نفع میں جذب ہوجائے گا۔ اور عملی زندگی میں بہت کم اس کا احتمال ہوگا کہ مضاربت کھاتہ داروں کو بینک سے نقصان اٹھانا پڑے۔

سودی نظام کی ممانعت:

سود کی کہانی بڑی قدیم ہے۔ سودی کاروبار کے آثار ہمیں ۳۰۰ سال قبل مسیح سے ملتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ بابل میں سودی نظام رائج تھا۔ ۱۹۰۰ سال قبل مسیح میں بابل میں یہ کاروبار عام تھا۔ اس دور میں بعض جگہ سود کی شرح بیس سے لے کر ساڑھے تینتیس فیصد تھی۔ حمورابی کے قانون مجریہ ۱۸۰۰ء سال قبل مسیح میں بھی سودی کاروبار کو جائز قرار دیا گیا۔ یونان کی قدیم ریاستوں میں یہ نظام رائج تھا۔ بحری معاہدات میں سود کی شرح ۲۰٪ سے لے کر ۱۰۰ فیصد تک تھی۔ جائیداد کے رہن کے معاہدات میں شرح سود ۸ سے ۱۰ فیصد تک تھی۔ رومیوں کے قدیم دور میں بھی سودی کاروبار عام تھا۔ سود کی شرح ساڑھے سات فیصد سے بارہ فیصد تک تھی۔ مغربی دنیا میں ایسے واقعات بھی گزرے ہیں کہ قرض دہندہ مقروض کا ایک پونڈ گوشت بھی حاصل کرلیتا۔ تاہم مذاہب عالم نے ہمیشہ سود کی لعنت کو دور کرنے کی کوشش کی اور اسے حرام قرار دیا۔ اس کی دو وجوہات تھیں:

۱۔ مقروض کا استحصال نہ ہو۔

۲۔ دولت چند ہاتھوں میں مرکوز نہ رہے۔

یورپ میں کئی قوانین کے ذریعے سے اسے جائز قرار دے دیا گیا۔ ۱۸۵۴ء میں انگلینڈ میں سودی نظام پر تنقید کی گئی' تاہم اسے رائج کیا گیا اور آج بھی تمام دنیا ماسوائے چین اور سعودی عرب کے اس لعنت سے دو چار ہے۔ آج بھی ہم اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اس لعنت سے نجات پاسکتے ہیں۔ تفصیل کے لئے سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شہرہ آفاق کتاب "سود" ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت کے باوجود احیائے اسلام کی تحریکیں سرگرم ہیں۔ اب بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمان معیشت دان سر جوڑ کر اسلام کے اقتصادی نظام کے تصور پر غور و خوض کریں اور ربا سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم اور نبی کریمؐ کے معاشی و اقتصادی تصورات سے استفادہ کریں۔ قرآن حکیم میں سود کے لئے ربٰوا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ابوبکر حصاصؒ کہتے ہیں کہ لغت میں ربٰو کے معنی ہیں زیادتی اور اسی سے لفظ "الربتیہ" ہے۔ اس لئے کہ اس میں آس پاس کی زمین کے مقابلے میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ الربٰو من الارض بھی اسی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں زمین کا بلند حصہ' شریعت میں ربٰو ایسے معانی کے لئے مستعمل ہے جن کے لئے یہ لفظ لغت میں وضع نہیں کیا گیا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے اسامہ بن زیدؓ والی حدیث میں "نسا" کو ربٰو کا نام دیا ہے۔ "نسا" کے لغوی معنی ہیں جھڑک دینا' پیچھے ہٹا دینا' موخر کردینا' فقہ کی اصطلاح میں بیع نسیئۃ ایسے سودے کو کہا جاتا ہے جس میں قیمت کی ادائیگی مؤخر کردی جائے یا قیمت تو پہلے ادا کردی جائے مگر شے بیع کی ادائیگی مؤخر ہو۔ عرب جس ربٰو کو جانتے تھے اور جس کا کاروبار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے وہ تو بس یہی تھا کہ وہ لوگ درہم دوناںیر کا اصل زر سے زیادتی کی شرط پر ایک مقررہ مدت تک کے لئے باہمی رضامندی سے بطور قرض لین دین کرتے تھے۔ وہ لوگ نقد بیع اور جنس واحد کے تبادلے میں زیادتی کے سود ہونے سے ناواقف تھے۔ سود کی بس یہی شکل ان کے ہاں متعارف و مشہور تھی اس لئے اللہ نے فرمایا "اور جو دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں وہ نہیں بڑھتا اللہ کے ہاں۔" اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ مشروط زیادتی اصل مال (زر) پر ہوتی تھی اس لئے قرض دہندہ کی جانب سے اس زیادتی کا کوئی بدل مقروض کو نہیں ملتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "مت کھاؤ سود دونے پر دونا" دوگنا زیادتی کی شرط لگانے کی صورت حال کی اطلاع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس ربٰو کو بھی جس کا وہ کاروبار کرتے تھے اور بیع کی چند دوسری اقسام کو بھی سود کہہ کر باطل قرار دے دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور خدا نے سود کو حرام کردیا۔" تحریم ربٰو کی جملہ اقسام کو حاوی ہے اس لئے کہ شرعی اصطلاح میں لفظ ربٰو میں سود کی تمام اقسام شامل ہیں۔ اسلام میں سود کو جرم عظیم قرار دیا گیا ہے لیکن وہ چیز جو عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اس کی حرمت کے احکام تدریجاً نازل ہوئے۔ پہلے اس کی اخلاقی قباحت کی طرف متوجہ کیا گیا اور جو مال تم ربا میں لگاتے ہو تاکہ لوگوں کی دولت میں جاکر یہ بڑھ جائے تو اللہ کے نزدیک یہ بڑھوتری نہیں ہے ہاں جو زکوٰۃ تم دیتے ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو تو یقیناً اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی دولت کئی گنا ہوجاتی ہے (سورت الروم:۳۹) پھر اس کی ممانعت کے لئے یہ حکم نازل ہوا "ایمان والو! یہ دو چند و سہ چند کرکے سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو' امید ہے کہ فلاح پاؤ گے (آل عمران:۱۳۰) پھر ممانعت پر ہی معاملہ بس نہیں ہوگیا بلکہ اس سے بھی سخت الفاظ میں اس کی حرمت کا اعلان ہوا بلکہ اس کاروبار کو ترک نہ کرنے والوں کو سخت وعید بھی کی گئی۔ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے اس کو چھوڑ دو' اگر تم ایمان رکھتے ہو' اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہوجاؤ۔" (البقرۃ:۲۷۹) قرآن مجید میں اور بھی بہت سے گناہوں کی ممانعت آئی ہے اور ان پر سخت وعیدیں بھی ہیں لیکن اتنے سخت الفاظ کسی دوسرے گناہ کے بارے میں وارد نہیں ہوئے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ ہیں۔ سود کا گناہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ اس کے باوجود لوگ ایک طرف اسلام میں اس کی حرمت کے قائل ہیں دوسری طرف مختلف تاویلات سے بعض سودی معاملات کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تفصیل کے لئے (رفیع اللہ شہاب کی کتاب "اسلام کا مالیاتی نظام") دیکھئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام ربٰو قرآن حکیم کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں حرمت سود کے بارے میں بے شمار آیات ہیں "جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں انھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیے ہوں' جن نے لپٹ کر' یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ویسی ہی ہے جیسے سود لینا' حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو' پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہوچکا ہے اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" (البقرہ:۲۷۵)۔ "اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ پسند نہیں کرتا کسی ناشکر گنہگار کو" (البقرہ:۲۷۶)۔

حرمت سود احادیث کی روشنی میں:

نبی اکرمؐ نے حرمت سود کے بارے میں کئی احادیث بیان فرمائیں۔ "لوگو' تمہارے خون (جانیں) تمہارے اموال ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جس طرح تم پر اس دن کی اس مہینے اور اس شہر کی حرمت واجب ہے۔ خبردار' زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے روندی گئی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون (خواہ وہ کسی کے بھی ہوں) سب معاف ہیں (اب طرفین میں سے کوئی اس کا بدلہ نہیں لے سکے گا) میں اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کا ایک خون جو کہ ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا ہے معاف کرتا ہوں۔ (واقعہ یہ تھا کہ عامر بن ربیعہ نے بنی سعد سے کسی دودھ پلانے والی کو طلب کیا تھا جسے ہذیل نے قتل کرڈالا تھا) دور جاہلیت کا ہر سود معاف ہے (اس قانون کی ابتدا بھی اپنی طرف سے کرتا ہوں) اور اپنے عم محترم عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ ان کا سود سب کا سب معاف اور کالعدم ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سونے کو سونے کے عوض' چاندی کو چاندی کے عوض' گیہوں کو گیہوں کے عوض' جو کو جو کے عوض' کھجور کو کھجور کے عوض' نمک کو نمک کے عوض' مت فروخت کرو مگر اس طرح کے دونوں برابر سرابر اور دست بدست ہوں۔ البتہ اگر سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے گیہوں کو جو کے بدلے یا جو کو گیہوں کے بدلے' کھجور کو نمک کے بدلے اور نمک کو کھجور کے بدلے فروخت کرو تو جس طرح چاہو خرید و فروخت کرسکتے ہو۔ بشرطیکہ دست بدست ہو سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر برابر سرابر' چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کرنا سود مگر برابر سرابر' گیہوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیہوں کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر برابر سرابر' اور جو کو جو کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر برابر سرابر۔ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سونے کا تبادلہ سونے سے' چاندی کا چاندی سے' گیہوں کا گیہوں سے' جو کا جو سے' کھجور کا کھجور سے اور نمک کا نمک سے برابر سرابر اور ہاتھ در ہاتھ ہونا چاہئے جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی معاملہ کیا۔ لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلالؓ برنی کھجوریں (جو کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے) لے کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے ہو۔ بلالؓ نے عرض کیا ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجوریں تھیں میں نے ان کے دو صاع کے بدلہ میں یہ ایک صاع خرید لیں۔ آپؐ نے فرمایا' نہیں! یہ تم نے کیا کیا' یہ تو قطعی سود ہے' ایسا ہرگز مت کرو۔ جب تمہیں عمدہ کھجوریں لینی ہوں تو پہلے خراب کو نقد فروخت کردو۔ پھر ان پیسوں کے عوض اچھی کھجوریں خرید لو۔ فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے غزوہ خیبر کے موقع پر ایک سونے کا جڑاؤ ہار بارہ دینار میں خرید لیا۔ پھر میں نے اس کو توڑا اور اس میں سے سونا اور نگ الگ الگ کرلئے تو اس کے اندر سے بارہ دینار سے زیادہ کا سونا نکلا۔ میں نے اس کا ذکر نبی اکرمؐ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا: آئندہ سے سونے کا جڑاؤ زیور' خالص سونے کے عوض فروخت نہ کیا جائے جب تک کہ نگ اور سونے کو الگ الگ نہ کرلیا جائے۔ امام غزالیؒ نے اپنی تصنیف "مکاشفۃ القلوب" (صفحات ۵۳۱-۵۳۶) میں سود پر تفصیل سے بحث کی ہے اور احادیث کی روشنی میں اس کی حرمت پر دلائل دیے ہیں۔ احمد ابویعلٰی ابن خزیمہ اور ابن ہبان کی حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سود کھانے والا جو سود کھلائے اس کے گواہوں اور اس کے لکھنے والا جب کہ وہ اسے جانتا ہو اور حسن کی خاطر کودنے والی اور کودوانے والی اور صدقہ (زکوٰۃ) کی ٹال مٹول کرنے والے اور ہجرت کے بعد مرتد ہونے والا اعرابی حضرت محمدؐ کی زبان سے ملعون ہیں۔ حاکم کی صحیح روایت میں ہے کہ چار آدمیوں کا اللہ پر حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور انہیں جنت کا مزہ نہ چکھائے: ۱۔ شراب کا عادی ۲۔ سود خور ۳۔ یتیم کا مال ناحق کھانے والا ۴۔ والدین کا نافرمان۔ حاکم کی روایت ہے اور صحیحینؒ کی شرط پر صحیح ہے۔ سود کے تہتر (گناہ کے) دروازے ہیں۔ سب سے کم تر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرے۔ احمد نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا سود کا ایک درہم جو انسان کھائے اور وہ اسے جانتا ہو تو یہ چھتیس زنا سے زیادہ شدید جرم ہے۔ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا: سود کے ستر گناہ ہیں' سب سے کمتر یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرلے۔ ابویعلٰی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا "جس قوم میں بھی زنا اور سود عام ہوا انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا لیا۔" سند احمد میں ہے اور اس کی اسناد قابل نظر ہیں "جس قوم میں بھی سود عام ہوجائے ان پر دشمن کا خوف اور عام قحط سالی آجاتی ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہوجائے ان پر دشمن کا خوف اور قحط مسلط کر دیا جاتا ہے چاہے بارش ہو یا نہ ہو۔" احمد کی ایک طویل حدیث اور ابن ماجہ کی مختصر حدیث میں اور اصفہانی کی روایت میں ہے "جس رات مجھے معراج کرایا گیا جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر دیکھا تو گرج' بجلیاں اور شدید آندھیاں تھیں۔ فرمایا پھر ہم اس قوم کے پاس آئے جن کے پیٹ کمروں کی طرح (بڑے بڑے) تھے۔ ان میں سانپ بچھو تھے جو ان کے پیٹوں سے باہر نظر آتے تھے' میں نے پوچھا اے جبرائیل' یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ سود خور ہیں۔" زوائد المسند میں حضرت عبداللہ بن احمد سے روایت ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میری امت میں کچھ لوگ ضرور بدترین حال میں تکبر اور لہو و لعب کی حالت میں رات گزاریں گے اور صبح کو بندر اور خنازیر بن جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ حرام کو حلال سمجھیں گے اور گانے بجانے والی عورتیں حاصل کریں گے۔ شراب نوشی کریں گے' سود کھائیں گے اور ریشم پہنیں گے۔ احمد نے مختصر طور پر اور بیہقی نے تفصیلاً روایت کیا ان کے الفاظ یہ ہیں "اس امت میں ایک گروہ خورد و نوش اور لہو و لعب کی حالت میں رات گزارے گا اور صبح کو لوگ کہیں گے رات کو فلاں آدمی دھنس گیا اور رات فلاں گھر ہی دھنس گیا اور بعض قبائل پر اور بعض گھروں پر آسمان سے اس طرح پتھر برسائے جائیں گے جیسے قوم لوط پر پتھر برسائے گئے' اس لئے کہ وہ شراب پئیں گے' ریشم پہنیں گے' گانے بجانے والی عورتیں رکھیں گے' سود کھائیں گے' قطع رحمی کریں گے اور ایک اور عادت ہوگی جس کو راوی بھول گئے۔ بقول مولانا نجیب اللہ ندوی ("اسلامی قانون محنت و اجرت" صفحات ۵۶-۵۹) موجودہ دور میں تقریباً تمام حکومتوں نے غریبوں' ناداروں اور بے وسیلہ لوگوں کو حکومت کے خزانہ سے قرض دینے کے اصول کو تسلیم کرلیا ہے مگر عملاً حکومت کی طرف سے قرضے کا انتظام اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی ارضی یا سماوی افتاد پڑجائے مثلاً قحط پڑجائے یا سیلاب آجائے تو حکومت قحط زدہ اور سیلاب زدہ لوگوں کو قرض کی سہولتیں دیتی ہے لیکن اگر اس کو کوئی ہنگامی ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے حکومت کا خزانہ بند ہے۔ اس کو اگر اپنی لڑکی کی شادی کرنا ہو' اپنے بچے کی تعلیم کا انتظام کرنا ہو' اس کے گھر میں موت ہوجائے اور اس کے پاس پیسہ نہ ہو تو اس کو ہر حال ان مہاجنوں کے پاس دوڑنا پڑے گا جن کے جال میں پھنسنے کے بعد وہ نکل نہیں سکتا۔ پھر حکومت جو قرض حسنہ ضرورتوں کے لئے دیتی ہے وہ سب سودی قرضے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں غریبوں اور ناداروں کو اگر مہاجنوں کے سود سے نجات ملی تو حکومت کے سود سے واسطہ پڑگیا۔ اب اگر کوئی شخص ایک ہزار روپیہ بنک سے دس سال کے لئے قرض لے تو اس کو کم از کم تیرہ فیصد سالانہ سود بھی ادا کرنا ہوگا اس طرح اس کو دس برس میں اصل کے ساتھ کم از کم گیارہ سو تین روپے مزید ادا کرنے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ایک بے وسیلہ غریب اور مزدور پیشہ آدمی جس کے لئے اصل روپیہ کی ادائیگی ہی ایک مسئلہ ہے اس کے لئے سود کی اتنی رقم کی ادائیگی کتنا زیادہ بار ثابت ہوگی۔ اس کے برخلاف اسلام انسان کی ہر جائز ضرورت کے لئے بلاسودی قرض کا انتظام کرتا ہے خواہ وہ ضرورت غم و مسرت کی ہو یا معاشرتی و معاشی ہو اس کے لئے وہ معاشرہ کو بھی تیار کرتا ہے اور حکومت پر بھی اس کی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ حکومت کے بیت المال کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ عام لوگوں کے حادثات میں کام آئے۔ بیت المال کا روپیہ مسلمانوں کی ناگہانی ضرورتوں کے لئے ہے۔ ابتداء میں جب اسلامی حکومت کا خزانہ خالی تھا تو حضور کریمؐ قرض داروں کے قرض کا بار زیادہ تر معاشرہ کے خوش حال افراد پر ڈال دیتے تھے۔ مگر جب اسلامی خزانہ خود اس بار کے اٹھانے کے قابل ہوگیا تو آپ نے عام اعلان فرما دیا کہ یہ ذمہ داری حکومت پر ہے۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابتدا میں نبی کریمؐ کے سامنے جب کسی مقروض مردہ کا معاملہ پیش ہوتا تو آپؐ اس کے ورثہ سے دریافت فرماتے کہ کیا اس نے قرض ادا کرنے کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر اس نے کچھ چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا کیا جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے تھے ورنہ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ لیکن خدا نے جب فتح نصیب کی اور بیت المال میں روپیہ آنے لگا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان سے بھی زیادہ ذمہ دار ہوں۔ جس نے قرض چھوڑا اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میرے اوپر یعنی بیت المال پر ہے اور اگر اس نے ترکہ چھوڑا ہے تو اس کے ورثا کا ہے۔ قرآن حکیم اور نبی اکرمؐ کی احادیث اور سنت سے سود کی حرمت کا بیان تفصیل سے ہوا۔ اس کے بعد سود سے چھٹکارا پانے کے لئے حکومت کو معاشی نظام میں تبدیلی لانا ہوگا۔

چند تجاویز

ذیل میں سود سے نجات حاصل کرنے کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مضاربت:

اسلامی معاشیات کے لٹریچر میں بلاسود بینکاری کے مختلف ماڈل پائے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے جامع ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا ماڈل ہے۔ بینکاری کے کاروبار میں بچت کنندہ اپنا سرمایہ بینک میں مضاربت کے مطابق لگائے۔ سرمایہ کار اپنے کاروبار میں منافع کو بینک اور اپنے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کریں اور نقصان کی صورت میں فریقین اپنے اپنے سرمایہ کا نقصان خود برداشت کریں۔ یہ نظام خود حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

۲۔ سروس چارج:

بینک کاروباری ادارے نہ ہوں بلکہ یہ سرمایہ کار اور بچت کنندہ کے درمیان ایک ایجنٹ کے فرائض سرانجام دیں۔

۳۔ شراکت کا نظام رائج کیا جائے۔

۴۔ خصوصی بلا سود قرضے جاری کئے جائیں جو اسلام کے خالصتاً قرض حسنہ کی بنیاد پر ہوں۔

۵۔ بیت المال ہماری معیشت کا ایک اہم ادارہ رہا ہے۔ نبی اکرمؐ کے دور سے ہی اس کا تصور اجاگر ہوگیا تھا۔ اس کا آغاز باقاعدہ طور پر حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔ اس معاشی ادارے سے استفادہ کیا جائے۔

ملکی معیشت سے استیصال سود

اس ضمن میں اسلامی نظریاتی کونسل کی مجموعی سفارشات اسلامی نظام معیشت ۱۹۸۳ء ملاحظہ ہوں۔ (صفحات:۱۱۱-۱۱۶):

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ کراچی مورخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۸۳ء تا ۲ر جنوری ۱۹۸۴ء بصدارت چیئرمین کونسل جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، ملکی معیشت میں استیصال سود کے لئے وزارت ہائے خزانہ و اقتصادی امور نیز مالی اداروں سے متعلق تمام افسروں کی تربیت کے سلسلے میں خصوصی پروگرام منعقد کرنے کی غرض سے حسب ذیل قرارداد منظور فرمائی:

قرآن مجید میں جابجا برے افعال و کردار کی مذمت کی گئی ہے اور اہل ایمان کو اس امر سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے کہ وہ اخلاقی برائیوں میں ملوث ہوں یا گناہوں اور بدکاری کی زندگی بسر کریں اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود توڑیں انہیں بھی شدید عذاب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ لیکن قرآن مجید نے کفر اور شرک کے بعد جس شدت سے سودی لین دین کی مذمت کی ہے اس کی مثال کسی اور برائی کے ضمن میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے اپنی قائم کردہ نئی اسلامی ریاست میں سود کا لین دین اس کی ہر صورت میں ختم کردیا تھا۔ نجران کے عیسائیوں سے حضورؐ کا جو معاہدہ ہوا اس میں بھی یہ شرط واضح طور پر شامل کی گئی تھی کہ اگر معاہدہ کرنے والے عیسائیوں نے کسی صورت میں سود کا لین دین کیا تو یہ معاہدہ کالعدم ہوجائے گا اور مسلمان ان کے خلاف ہتھیار اٹھالیں گے۔ عرب کے قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگ سود پر رقمیں قرض دینے کے لئے مشہور تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریمؐ نے ان کا پورا سود منسوخ کردیا اور مکہ میں اپنے عامل کو ہدایت کی کہ اگر یہ لوگ سودی لین سے باز نہ آئیں تو ان کے خلاف جنگ کرکے انہیں اس فعل شنیع سے روک دیا جائے۔ خود حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ دور جاہلیت کے بڑے مہاجن تھے جو سود پر لوگوں کو قرضے دیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر صاف صاف اعلان فرمایا کہ: "دور جاہلیت کا پورا سود کالعدم ہوگیا ہے اور سب سے پہلے میں اس سود کو منسوخ ٹھہراتا ہوں جو میرے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کا لوگوں کی طرف نکلتا ہے۔"

۲۔ مذکورہ بالا اسلامی احکام کی پابندی کرتے ہوئے قرن اول کے مسلمانوں نے سود سے پاک معیشت کو اپنایا اور سود سے پاک نظام تجارت و بنکاری قائم کیا اور اسے انتہائی حد تک ترقی دی۔ خود ہندوستان میں یہ نظام مغل سلطنت کے اختتام تک کارفرما رہا۔ یہ برطانیہ کے نوآبادکار تھے جن کے دور تسلط و تغلب میں ہمارا سارا معاشی نظام سود کے خبیث جراثیم سے آلودہ ہوا اور اپنی ساری افادیت کھوبیٹھا۔ آج کل کے مسلمان ممالک میں غالباً اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں جسے ایسی ڈھٹائی سے تحقیر و تمسخر کا نشانہ بنایا جارہا ہو جس ڈھٹائی سے سود کے بارے میں قرآن مجید کے واضح احکام کو بنایا جارہا ہے۔ اسی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمان ممالک میں ہر طرح کے مادی وسائل وجود ہونے کے باوجود اتنی غربت، پسماندگی اور عوام کا استحصال کیوں ہے؟ ابھی وقت ہے کہ ہم اپنی صریح اور فاش غلطی کا احساس و اعتراف کریں اور سودی نظام کو ترک کرکے پاکیزہ بنیادوں پر نیا نظام قائم کریں۔ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو سودی نظام کے شکنجوں سے چھڑا کر اسلامی روایات و اقدار کے مطابق ایک نئے عادلانہ نظام کا قیام عمل میں نہ لاسکیں اور اسے ترقی نہ دے سکیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے صدیوں تک ایک انتہائی کامیاب معاشی نظام چلایا اور سود کو کبھی اس میں در آنے کا موقع نہیں دیا۔ تاہم اخلاقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقدار کے انحطاط اور بعدازاں مغربی اثرات کے پھیل جانے کے باعث سودی لین دین کا رواج مسلم معاشروں کا بھی روگ بن گیا۔ مسلم ممالک پر مغربی طاقتوں کے نوآبادیاتی تسلط کے دور میں سودی نظام نے اپنی جڑیں بڑی گہرائی تک مضبوط کرلیں۔

۳۔ ہمارے عقیدے کا ایک لازمی تقاضا یہ ہے کہ جونہی کوئی مسلم ریاست وجود میں آئے اسے اپنی معیشت اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر از سرنو ترتیب دینی چاہئے۔ معیشت کو انسان کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنانا' اقتصادی کوششوں اور معاشرتی ذمہ داریوں کے بارے میں صحیح رویوں کا پیدا کرنا' سود کا استیصال اور نظام زکوٰۃ کا قیام' منصفانہ معاشی تعلقات اور اداروں کی ترقی' حقیقی اقتصادی محرکات کا احیاء' نشوونما اور معاشرتی زندگی کے ہر شعبے میں باہمی تعاون اور باہمی شراکت کے اداروں کا قیام چند ایسی بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا معاشی نظام قائم ہوتا ہے۔ اس نظام کے کلیدی عوامل میں اس سود کا خاتمہ اور نظام زکوٰۃ کا قیام ہے۔ زکوٰۃ اور اسلام کے معاشی تحفظ کے نظام کا مقصد ناداروں' مسکینوں اور غیر معمولی حالات کے باعث سخت مالی مشکلات میں گھر جانے والے لوگوں کی بنیادی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ اسلام کے دور عروج میں ایسے تمام لوگوں کی ضرورتیں مسلمانوں کے بیت المال سے پوری کی جاتی تھیں۔ ہمارے معاشرے میں بھی ایسے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے بیت المال کا قیام عمل میں آنا چاہئے۔ ایک لحاظ سے یہ عوامل دوسری ہر چیز کا خلاصہ ہیں۔ یہ اپنے اندر ایک پوری فروغ پذیر انسانی معیشت کے قیام کے امکانات رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بیج اپنے اندر ایک بڑا درخت بننے کے امکانات رکھتا ہے' انسداد سود کا مطلب سرمایہ دارانہ ذہنیت اور معاشی زندگی سے استحصال کا استیصال کرنا ہے۔ اس سے ہماری پوری معاشی زندگی برائیوں سے پاک ہوجائے گی۔ اسی طرح نظام زکوٰۃ کے قیام سے ہمارے پوری نظام تقسیم میں انقلاب آجائے گا اور حقیقی معنوں میں معاشرتی عدل کی بنیادیں پڑ جائیں گی۔

۴۔ مادہ پرستانہ ذہن رکھنے والے لوگوں کی یہ سوچ صحیح نہیں کہ سود پر مبنی بنکاری نظام ان کی دولت کے تحفظ اور اس میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ قرآن مجید واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ:

یمحق اللہ الربوٰا ویربی الصدقٰت واللہ لا یحب کل کفار اثیم○ (البقرہ ۲:۲۷۶)	اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔

اور اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خواہ سود کی مقدار کتنی زیادہ ہو آخر یہ غربت و ناداری کی طرف ۔ لے جاتا ہے۔" (ابن ماجہ)

۵۔ سود ایک خاص ذہنیت کی پیداوار ہوتا ہے اور اسی خاص ذہنیت کو تحفظ فراہم کرتا ہے یعنی حرص' خود غرضی اور اپنے مال میں دن رات اضافہ کرنے کی ذہنیت' سود خور آدمی زندگی کا جائزہ اخلاقی نقطہ نظر سے لینے کے بجائے اپنے اندر ایک خالص مادہ پرستانہ ذہنیت پیدا کرلیتا ہے جس میں دولت کی محبت' بھائی چارہ کا احساس اور انسانوں کے درمیان باہمی اخوت جیسی اعلیٰ اقدار کو مٹا کر ان کی جگہ خود غرضی لے لیتی ہے۔ قرآن مجید کے مطابق انسانی معاشرے کے بہت سے مسائل اور مشکلات کا بنیادی سبب سود کا وجود ہوتا ہے کیونکہ سودخوری ایک ظالمانہ فعل ہے۔ یہ استحصال اور جور و استبداد کی بدترین شکل ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اعلان کرتا ہے:

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (البقرہ ۲:۲۷۹)

لیکن تم نے سود (کا کاروبار) نہ چھوڑا تو آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔

یہ شدید ترین تنبیہ ہے جو قرآن مجید میں انسان کے کسی گناہ پر کی گئی ہے۔ جو معاشرہ سود کا لین دین کرتا ہے وہ مستقل طورپر اللہ کی مرضی اور اس کے احکام و قوانین کے خلاف برسرجنگ ہوتا ہے۔ جب تک کسی ریاست میں سود کی بدترین معاشی اور معاشرتی برائی موجود ہو اسے یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اسلامی ریاست کہے کیونکہ وہ تو درحقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے خلاف برسرپیکار ہے لہٰذا اس برائی سے نجات حاصل کرنا ہر اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری محسوس کی جانی چاہئے کیونکہ سود تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جب ہم اسلام کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چل کھڑے ہوں گے تو انشاء اللہ ہمارے تمام مسائل اطمینان بخش طورپر حل ہوجائیں گے۔

۶۔ پاکستانی بینکوں کے اندرون ملک لین دین سے سودی عناصر کا مکمل استیصال کردینے کے لئے درکار جرات مندانہ اقدام جو آج سے بہت پہلے کیا جانا چاہئے تھا اب اس میں مزید تاخیر نہ ہونی چاہئے۔ اس ضمن میں سوڈان کی قابل تقلید مثال ہمارے سامنے ہے جس نے ۲۱ر ستمبر ۱۹۸۳ء سے تین ماہ کی قلیل مدت میں تیزی سے کامیابیاں حاصل کی ہیں اور قانونی ذرائع سے سود کی وصولی ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔ فطری طورپر نئے نظام کے تحت اب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں کے بینک سودی بنیاد پر قرضے جاری نہ کرسکیں گے۔ اسلامی احکام کے پیش نظر اسلامی نظام معیشت میں سود کا مثالی متبادل حل یہ ہے کہ کاروبار میں سرمایہ نفع نقصان میں شرکت اور قرض حسن کی بنیاد پر لگایا جائے۔ اگرچہ اسلام نے مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر سود کو حرام ٹھہرایا ہے لیکن اگر سرمایہ لگانے والا کاروبار کرنے والے فریق کے ساتھ نقصان میں بھی شریک ہونے کے لئے تیار ہو تو اسلام اس کے لگائے ہوئے سرمائے پر منافع حاصل کرنے سے اسے نہیں روکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معیشت میں نفع نقصان میں شرکت کے نظام کو سود کا حقیقی متبادل حل تصور کیا جاتا ہے۔

۷۔ عدل و انصاف کے نقطہ نظر سے قطع نظر اسلام میں سود کو حرام قرار دینے کا مقصد بحیثیت مجموعی پیداواری سرگرمیوں میں اضافہ کرنا خصوصاً روزگار کے زیادہ سے زیادہ وسائل پیدا کرکے اور نئے نئے خیالات' نئی نئی سکیموں کی جو تعمیر و ترقی کا بنیادی سرچشمہ ہوتی ہیں حوصلہ افزائی کرکے عوام کی ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے یہ برکات و حسنات صرف اس صورت میں حاصل کی جاسکتی ہیں جب کہ ہمارے منصوبہ سازوں اور منتظموں کا نقطہ نظر تعلیم و تربیت کے ذریعے بدل دیا جائے۔ اس لئے کہ قیام نظام اسلامی کے دو پہلو ہیں۔ ایک علم اور دوسرا عمل۔ مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں عناصر کو جمع کیا جائے۔

۸۔ لہٰذا یہ امر ضروری ہے کہ اقتصادیات و خزانہ کی وزارتوں' بینکوں اور دیگر مالی اداروں کے افسروں کو جنہوں نے مغربی خطوط پر تعلیم و تربیت حاصل کی ہے' یہ بتانے کے لئے کہ جس مالی نظام کی پیروی وہ پاکستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں کررہے ہیں اس کے بارے میں قرآن مجید اور سنت نبویؐ میں کیا رائے ظاہر کی گئی ہے۔ اسلامی نظام معیشت پر مبنی خصوصی پروگرام مرتب کرنا چاہئے ایسے لوگوں کی تربیت کے لئے جو مغربی طرز کے نظام معیشت کو اپنی سوچ اور عمل کا محور بنا چکے ہیں اور ان کے ذہن پراگندگی اور انتشار کا شکار ہیں۔ ایسے لوگوں کی ذہنی پراگندگی کا سبب یہی سودی نظام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں تشخیص کیا گیا ہے کہ:

الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس (البقرۃ ۲:۲۷۵)	جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کردیا ہو۔

۹۔ ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کو جن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مالی لین دین سے تعلق رکھتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں' اس ذہنی انتشار اور غلط فہمی سے نکالنے کے لئے کونسل سفارش کرتی ہے کہ قومی سطح پر اس امر کی بھرپور کوشش کی جانی چاہئے کہ وہ لوگ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن مجید اور سنت نبویؐ کی بنیادی تعلیمات پر مبنی سود سے پاک معیشت اور مالی نظام کے حقیقی خدوخال کیا ہوتے ہیں اور وہ کسی طرح بروئے کار آتے ہیں؟

انسداد سود سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ۱۹۸۰ء پر نظرثانی (دسمبر ۱۹۸۳ء) "مجموعی سفارشات اسلامی نظام معیشت" (اسلامی نظریاتی کونسل ۱۹۸۳ء) ملاحظہ ہوں' (صفحات ۱۰۲ سے ۱۰۶ تک)

ملک کے اسلامی حلقے اس امر کا حقیقی خطرہ محسوس کررہے ہیں کہ اگر نفع نقصان میں شرکت کے لین دین میں سود کے بجائے مارک اپ کے طریقے کا وسیع پیمانے پر استعمال جاری رہا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سود کو حقیقی معنوں میں ختم کرنے کے بجائے صرف اس کا نام بدل دیا گیا ہے۔ مارک اپ کے تحت نفع نقصان میں شرکت کا نظام پرانے سودی نظام کو ایک نئے نام سے دوام بخشنے کی ایک صورت ہے۔ اس طریقے کی بنیاد جس اصول پر رکھی گئی ہے وہ اگرچہ حنفی اور حنبلی مذاہب فقہ کے نزدیک بعض استثنائی صورتوں میں ممنوع نہیں لیکن وسیع پیمانے پر اس کا بے دریغ استعمال ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے کہ مارک اپ کا نظام اپنے جوہر اور خصوصیات کے اعتبار سے سودی نظام سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ کونسل کی رائے میں اس امر کا حقیقی اور شدید خطرہ موجود ہے کہ نفع نقصان میں شرکت کے موجودہ (بچت اور معیاری امانتی) کھاتے اپنی موجودہ صورت میں سودی لین دین کے لئے ایک چور دروازہ کھولنے کے ذریعے کی حیثیت سے ناجائز طورپر استعمال ہوتے رہیں گے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بینک کاری اور مالیاتی نظام سے سودی عناصر کا خاتمہ ایک جرات مندانہ اقدام ہوگا اور یقیناً اس کے نتیجے میں ابتدا میں بڑی مشکلات پیدا ہوں گی لیکن جب ایک مرتبہ پورے اخلاص اور جوش و جذبہ کے ساتھ نئے نظام پر عمل درآمد کا آغاز ہوجائے گا اور پوری سنجیدگی کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے گا تو جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے تمام رکاوٹوں پر غلبہ پالیا جائے گا۔

ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز○ (الحج ۲۲:۴۰)

جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے' بیشک اللہ بڑا طاقتور اور غالب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے اقتصادی نظام کی برکات صرف اس صورت میں محسوس کی جاسکیں گی جب کہ ملکی معیشت سے حقیقی معنوں میں ربٰو کا استیصال ہوجائے گا۔ لہٰذا یہ امر ضروری ہے کہ نفع نقصان میں شرکت کے نظام میں جو خامیاں اور کوتاہیاں راہ پاگئی ہیں انہیں فوری طور پر دور کیا جائے تاکہ قوم سود کی لعنت سے نجات پاسکے جس کے باعث ہمیں بے شمار مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حضور نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "جب کسی قوم میں زنا کاری اور سود خوری عام ہوجاتی ہے تو ان پر اللہ کے غضب کا نزول جائز ہوجاتا ہے۔"

غیر ممالک سے بنکوں کا سودی لین دین:

کونسل نے اس مسئلے پر دوبارہ غور کیا اور اب سمجھتی ہے کہ پاکستانی بینکوں کی غیر ممالک میں قائم شاخوں کو چاہئے کہ وہ بھی سودی بنیادوں پر ہر قسم کا لین دین بالکل ترک کردیں۔ اسی طرح پاکستانی بینکوں میں جو رقمیں غیر ملکی کرنسی کی صورت میں جمع ہوں انہیں بھی سود سے پاک ذرائع سے کاروبار میں لگایا جانا چاہئے۔ کونسل کی رائے ہے کہ جہاں تک پاکستانی بینکوں کی ان شاخوں کا تعلق ہے جو مسلم ممالک میں قائم ہیں ان کی حد تک اس سفارش پر عمل درآمد میں کوئی مشکل محسوس نہیں کی جانی چاہئے۔ البتہ غیر مسلم ممالک کے معاملے میں وہاں کے بینکاروں اور متعلقہ احکام سے سرکاری سطح پر بات چیت کے ذریعے لین دین کے غیر سودی ذرائع تلاش کرکے انہیں زیر استعمال لایا جانا چاہئے۔ غیر ممالک کے اسلامی بینک جو اپنے اپنے ملکوں میں اپنی کاروباری صلاحیت ثابت کرکے ضروری اعتماد و اعتبار قائم کرچکے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے کہ وہ پاکستان میں بھی اپنی شاخیں قائم کریں۔ سودی کاروبار کرنے والے غیر ملکی بینکوں کو اس امر کی کھلی چھٹی دینا کہ وہ پاکستان میں اپنی شاخیں جب چاہیں قائم کریں لیکن سود سے پاک لین دین کرنے والے اسلامی بینکوں کو اپنی شاخیں کھولنے سے روکنا ایک ایسا امتیازی طرز عمل ہے جو ہماری اس اعلان کردہ پالیسی سے قطعاً کوئی مطابقت نہیں رکھتا کہ ہم اپنا مالی نظام اسلام کے طے کردہ اصول و خطوط پر چلائیں گے' چونکہ اسلام کی رو سے ربٰو کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں لہٰذا ہماری حکومت کو چاہئے کہ وہ مذہبی بنیادوں پر غیر ملکی حکومتوں اور مالی اداروں کے سربراہوں کو اس امر کا قائل کرے کہ وہ پاکستان کے ساتھ لین دین ایسے طریقوں اور ایسی بنیادوں پر کریں جو احکام شریعت سے ہم آہنگ ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیرونی ذرائع سے حکومت کی قرضہ گیری:

اس عنوان کے تحت جو پیرا کونسل کی رپورٹ میں شامل کیا گیا ہے اس کے اختتامی جملے "دریں اثنا بیرونی قرضہ جات کو موجودہ صورتحال پر برقرار رکھنا پڑے گا" کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ یہ عمل ایک غیر محدود مدت تک جاری رہے گا۔ کونسل کی اس سفارش کا مقصد ملک کی وسعت پذیر معیشت کو خاتمہ سود کے ابتدائی مراحل میں ہر قسم کی رکاوٹوں اور مشکلات سے بچا کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن رکھنا تھا نہ کہ اسے سودی نظام کی بقا و دوام کے لئے بطور پالیسی اپنالیا جائے۔ اب وقت آگیا ہے کہ غیر ملکی حکومتوں اور بین الاقوامی مالی اداروں کو بتادیا جائے کہ پاکستان میں نفاذ شریعت کا عمل شروع ہوچکا ہے جس کی رو سے سود کا لینا دینا حرام ہے۔ یہ مسئلہ متعلقہ حکومتوں اور حکام سے بات چیت اور باہمی مشورے کے ذریعے لین دین کے ایسے طریقے دریافت کرکے حل کیا جاسکتا ہے جو سودی عناصر سے پاک ہوں۔ (جیسے سادی شراکت داری وغیرہ) سود سے پاک نظام کو اپنانے کے لئے ایسی بات چیت اور باہمی مشورہ اب سے بہت پہلے ہونا چاہئے تھا لیکن اب اس میں مزید تاخیر نہ ہونی چاہئے۔

غیر ملکی قرضوں پر گزران کرنے کا یہ رجحان ہماری قوم میں شدید قسم کا احساس کمتری پیدا کرنے کے علاوہ اس کے اخلاق اور معاشرتی رویے کو بری طرح تباہ کررہا ہے۔ ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی کا بین الاقوامی مظاہرہ ہمارے عوام میں غیر ممالک کے رہنے والے ان لوگوں کے طرز زندگی اور معیار بود و باش کی ریس کرنے کا رجحان پیدا کررہا ہے جن کا رہناسہنا نہ صرف یہ کہ ہمارے نظام کی ترقی و نشوونما سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا بلکہ وہ اس سے کلی طور پر مغائر ہے۔ یہ اور اسی طرح کی دیگر اقتصادی برائیوں کا مؤثر علاج یہ ہے کہ غیر ملکی قرضے کم سے کم لئے جائیں اور اپنے وسائل آمدنی کے اندر زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ ہمیں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ غیر ملکی امداد سے ہماری آزادی کہ ہم اپنی پسند کی چیز منتخب کریں اور اپنی ترجیحات خود متعین کریں محدود ہوکر رہ جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایسی نام نہاد (سود پر مبنی) غیر ملکی امداد ہمارے کس کام کی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق و مالک کائنات کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر حاصل کی جائے۔ ہمیں اپنا ترقیاتی پروگرام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ ہم قرآن و سنت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور نہ ہوں۔

یہاں اس حقیقت کا یاد دلانا بے جا نہ ہوگا کہ ۱۹۵۳ء تک جب کہ اونچی شرح سود پر غیر ملکی تجارتی قرضے لینے کا آغاز ہوا تھا پاکستان خوراک اور بعض دیگر اشیاء میں خود کفیل تھا لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب صورتحال بالکل برعکس ہو چکی ہے اور ہمیں اپنے لئے ہوئے قرضوں کا سود ادا کرنے کے لئے مزید سودی قرضے لینے پڑتے ہیں اور قرضوں پر قرضے لینے کا یہ تباہ کن سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جارہا ہے۔ یہ دلدل جس میں ہم نے خود دوسرے گناہوں کے علاوہ نوآبادکاروں کے قائم کئے ہوئے سودی نظام کو سہارا اور تحفظ دے کر اور ہر صورت میں اس کی حوصلہ افزائی کرکے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے کر اپنے آپ کو پھنسا لیا ہے اس سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بغیر کسی ذہنی تحفظ کے اپنی معیشت اور معاشرے سے سودی عناصر کا کلیۃً استیصال کردیں۔

۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت نے سود کو مکمل طور پر حرام قرار دے دیا ہے اور سود معاف کردیا ہے چاہے یہ بینکوں کے قرضوں کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں۔

مغربی معاشی نظریات اور اسلام کا نظریہ اقتصاد:

تقابلی مطالعہ:

ادارہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار اپنے مقالہ "علم معاشیات" کے صفحات: ۳۸۶ تا ۳۸۸) پر رقم طراز ہے:

موجودہ دور میں معاشیات کے نام سے جو فکر متعارف ہے وہ سراسر انسانی تجربات اور عقلی سوچ پر مبنی ہے۔ مغرب میں آج سے دو سو سال قبل بطور باضابطہ علم' اس کی بنیاد آدم سمتھ (Adam Smith) کی "دولت اقوام" 'Inquiry into the Nature and Causes of the Wealth of Nations' ۱۷۷۶ء سے پڑی۔

معاشی تنظیم کے متعلق اصول یا طریقے یا روایات قدیم زمانے سے چلے آتے تھے۔ یونانیوں نے اس کا نام Ekinomis رکھا جسے مسلم ادب میں "تدبیر منزل" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جدید دور سے بہت پہلے مسلمانوں نے بھی اپنے اپنے انداز میں رہنمائی کی اور کتابیں لکھیں جنہیں "اخلاق" میں شامل کیا جاتا ہے۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آدم سمتھ وغیرہ بھی اس اخلاقی اجتماعیاتی فکر سے متاثر ہوئے ہوں گے چنانچہ کتاب "دولت اقوام" سے اس کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ بہرکیف یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ مذہب اور اخلاق سے منقطع کرکے اسے محض ایک دنیوی تجزیاتی علم کی حیثیت سے جدید دور ہی میں دیکھا گیا۔ "دولت اقوام" کی تصنیف کے بعد جب مغرب کے اخلاقی تصورات میں مادیت کا زور بڑھا اور عام خوشحالی کی خواہش سے کہیں زیادہ زر اندوزی اور منافع پرستی نے غلبہ پایا تو مسلسل پیش آنے والے معاشی واقعات' ان کی تعبیر و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجزیہ اور نت نئے معاشی مسائل کے حل کی سعی سے معاشیات کا علم اپنی موجودہ شکل میں مدون ہوا۔ دیگر عمرانی علوم کی طرح علم معاشیات میں زندگی کے مسائل اسی حوالے سے آئے ہیں اور اسی حوالے سے اعمال اور ان کی جزا و سزا اور عقبیٰ کا موضوع بھی زیر بحث آیا ہے (دیکھئے تفہیم القرآن ۱۹۱)۔ لہٰذا یہ عام معنوں میں ایک معاشیات کی کتاب نہیں (بایں ہمہ یہ قطعی ہے کہ معاشیات کی اخلاقی بنیادیں قرآن مجید میں قائم کی گئی ہیں) اور کتاب مبین میں مختلف مقامات پر معاشی زندگی کے کچھ عملی اصول بھی بیان کئے گئے ہیں (دیکھئے مولانا مودودی کی کتاب "قرآن کی معاشی تعلیمات") جن سے معاشی مسئلے پر وافر رہنمائی ملتی ہے۔ ان اصولوں کو سرور کائنات نے اپنے فرمودات اور عمل کے ذریعے واضح کیا۔ اس طرح قرآن و حدیث میں دیے گئے بنیادی اصولوں کی روشنی میں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا اور آنے والی نسلوں کے لئے اپنے فیصلوں کی نظیریں چھوڑیں۔ جسے اسلامی معاشیات (بلکہ عمومی معاشیات) بیش قیمت ذخیرہ کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اگلے گیارہ بارہ سو سال تک مختلف ملکوں میں مسلمان حکومتوں نے اپنے معاشی معاملات کو جن میں نئی اور علاقائی صورتحال شامل تھی شریعت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں استوار کیا۔ مسلمانوں کی معاشی تاریخ سے بہت سے ایسے اصولوں کی نشان دہی ہوتی ہے جس سے بدلتے ہوئے حالات میں شریعت کے انطباق کے طریقے پر روشنی پڑتی ہے۔

عموماً یہ مغالطہ پھیلایا جاتا ہے کہ اسلامی معاشیات صرف راشدین کے دور تک محدود ہے لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے' آنے والے مسلم ادوار حکومت میں مقامی مسائل سے جو معاشیاتی عمل ظہور میں آیا وہ اصولی معاشیات سے منقطع نہیں تھا۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات غلط تعبیر یا بے اعتدالی کی وجہ سے بعض باتیں ایسی بھی ہوئیں جن کا جواز شریعت میں موجود نہ تھا۔ مثلاً ضرائب میں مگر ان صورتوں میں جنہیں مجبوریاں کہا جاتا ہے۔ معاشیات کے متعلق آزاد مسلم فکر کی ایک روایت نظر آتی ہے جسے مطالعے سے اس لئے خارج نہیں کردینا چاہئے کہ انہیں فقہی انداز میں نہیں سوچا گیا۔ غرض مسلمانوں کا اصولی و عملی علم معاشیات ایک مسلسل اور باضابطہ علم ہے۔ ان مختلف عوامل سے مل کر اسلامی معاشیات کا بنیادی ڈھانچہ جدید اور مغربی معاشیات سے بالکل مختلف بنتا ہے (مغربی معاشیات سے مراد وہ علم معاشیات ہے جو آج کل دنیا میں رائج ہے اور جس کی نشوونما مغرب میں ہوئی ہے لیکن جو مشرق کے تمام ممالک میں بھی ایک مسلمہ علم کے طور پر پڑھایا جاتا ہے)۔ مغربی معاشیات میں تمام علم انسانی تجربات اور ان کے عقلی تجزیے پر مبنی ہے جو تغیر پذیر' ناقابل اعتبار اور غیر یقینی ہے جبکہ اسلامی معاشیات کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد وحی الٰہی' رسول اللہؐ کی تشریح اور امت کا کم و بیش ڈیڑھ ہزار برس کا عمل ہے۔ ان عناصر کے امتزاج سے جو ڈھانچا تیار ہوتا ہے وہ ہر دور کے مسائل کے لئے ایک کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس دور میں جتنے بھی جدید مسائل پیدا ہوں یا لوگوں کے افعال میں جتنے بھی رجحانات ظہور پذیر ہوں ان کو اس بنیادی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ ان مسائل کے حل کے لئے اس بنیادی ڈھانچے کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر وہاں ان کا حل موجود نہ ہو تو پھر نئے فیصلوں کے ذریعے مذکورہ بنیادی اصولوں کی روشنی میں مسائل کو حل کیا جائے گا۔ اس طرح تمام نئے رجحانات یا واقعات کا تجزیہ اس بنیادی ڈھانچے کی روشنی میں کیا جائے گا اور اس پر صحیح یا غلط ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ:

سورت البقرہ کی آیت ۲۱۹ میں ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ عفو سے مراد فالتو مال یا وہ رقم ہے جو زائد ہو۔

دائرہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہے (صفحہ ۴۰۶ ملاحظہ ہو)۔

انفاق: اس کا لغوی معنی تو "خرچ کرنا" ہے لیکن قرآن و سنت میں اسے اصطلاحی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مراد ہے اپنی جان' اپنے اہل و عیال' عزیز و اقارب' معاشرے کے مستحق لوگوں اور اجتماعی مفاد کے کاموں پر حلال مال میں سے رضاکارانہ طور پر اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنا (البقرہ ۲۶۷' النساء ۳۹' الرعد ۲۲' الحدید ۷' المنفقون ۱۰' التغابن ۱۶)۔ اس تعریف کی رو سے انفاق صدقات و خیرات سے بڑھ کر ان تمام مصارف پر حاوی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کئے جائیں۔ ایک حدیث میں وہ انفاق افضل ہے جو آدمی اپنے نفس پر کرے (البخاری' کتاب الزکوٰۃ' باب ۴۴' ۴۸' وکتاب الوصایا' باب ۱۰' ۱۳' ۱۷' ۲۶' مسلم' کتاب الزکوٰۃ' عدد ۴۷ تا ۶۲) اور ایک اور روایت میں ہے کہ اپنے قریب اعزہ و اقارب کو چھوڑ کر دور کے لوگوں پر انفاق (خرچ کرنا) اللہ کو مطلوب نہیں۔ اسی طرح انفاق صرف فلاح عامہ کے کاموں پر خرچ کرنے کا نام نہیں کیونکہ اس میں اصل مقصود اللہ کی رضا ہے نہ کہ لوگوں کی فلاح' لہٰذا یہ مغربی معاشرے کے مخیر حضرات کے خرچ سے مختلف صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے خرچ کرنا ہے۔ خواہ وہ اپنے نفس پر ہو یا دوسروں پر' اس طرح یہ اسلامی ریاست کے واجبات مثلاً زکوٰۃ و عشر سے مختلف ہے کیونکہ یہ رضاکارانہ ہے اور زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی ایک قانونی فریضہ ہے۔ انفاق اسلام کی ایک اہم قدر ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی جگہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ (النساء ۳۶ تا ۳۹' الحدید ۲۳' ۲۴' الیل ۸ تا ۱۰) آخرت میں اجر کثیر کے علاوہ دنیا میں اسے مال کے فروغ کا کلیہ بیان کیا گیا ہے اور یہ جو بظاہر لگتا ہے کہ انفاق سے مال کم ہوجاتا ہے اس کی تردید کی گئی ہے (البقرہ ۲۶۵' ۲۶۸' ۲۷۶') اللہ کے مبغوض لوگوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے اپنے مال کو خرچ نہیں کرتے تھے۔ (التوبہ ۳۴' ۹۸' الحدید ۱۰' المنٰفقون ۷) قرآن مجید کے علاوہ بکثرت احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو انفاق کی تعلیم دی ہے۔ (مسند احمد' ۲' ۲۶۸' ۳۱۸' ۳۱۹' ۳۳۱' ۴۷۱' ۵۳۸' ۵۴۱' ۴:۱۴۷' ۵:۳۴۳' ۴۱۱)۔ حضورؐ کا اپنا عمل یہ تھا کہ جو مال کسی طرف سے ملتا وہ رات گزرنے سے پہلے پہلے صدقہ کردیتے۔ حتیٰ کہ عین وصال سے قبل جو تھوڑا سا مال گھر میں موجود تھا وہ بھی صدقہ کردیا اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو کوئی مال و دولت جمع نہ تھی۔ آپؐ کے صحابہ کا عمل بھی ایسا ہی تھا۔ ان میں سے ہر ایک انفاق میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا حتیٰ کہ بعض نے اپنا سارا اثاثہ اللہ کی راہ میں خرچ کردیا اور بعض نے نصف اثاثہ' اسی طرح درجہ بدرجہ جس کو جتنی توفیق ہوتی وہ اس سے گریز نہ کرتا۔ قرون اولیٰ کے مسلم معاشرے پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص اپنے مال کو دوسروں پر قربان کرنے کے لئے بے تاب رہتا تھا۔

کسب حلال:

دائرہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہے' (صفحہ ۴۰۸ ملاحظہ ہو):

اسلام کی معاشی حکمت میں ضابطہ حلال و حرام کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کسی دوسرے معاشی نظام میں اس طرح کا ضابطہ حلال و حرام موجود نہیں۔ حلال و حرام کے اس ضابطے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی کاروبار یا پیشہ' خواہ مادی نقطہ نظر سے کتنا ہی منفعت بخش ہو' اگر وہ حرام ہے تو کوئی فرد اسے اختیار نہیں کرسکتا اور نہ اسلامی ریاست کا قانون اس کی اجازت دیتا ہے (ذمی اس سے مستثنیٰ ہیں' یعنی مسیحی اور یہودی وغیرہم اہل کتاب اپنی کتاب کے احکام کے مطابق خنزیر اور شراب کا کاروبار آپس میں کرسکتے ہیں)۔ ایک طرح سے اسلامی ریاست میں تمام سرمایہ کاری کا بنیادی معیار حلال و حرام کی یہی تمیز ہے۔ سرمایہ کاری کے وقت سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ شریعت کی نگاہ میں یہ کاروبار حرام تو نہیں۔ اس کے بعد صرف حلال مدوں پر سرمایہ کاری کے لئے تجزیہ لاگت و منفعت کا اصول یا کوئی اور معیار استعمال کیا جائے گا۔ جہاں تک حرام پیشوں یا مشاغل کا تعلق ہے۔ اس کی تفصیل قرآن و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں موجود ہے۔ (البقرہ ۲۷۵ تا ۲۷۸' آل عمران ۱۶۱' النساء ۱۰' المائدہ ۳۷' النور ۳۳' لقمٰن ۶' المطففین ۱ تا ۶) اس کی روشنی میں ہر دور میں مزید اجتہاد کرکے یہ جانا جاسکتا ہے کہ کوئی پیشہ یا مشغلہ حرام تو نہیں۔ اس کے سوا باقی تمام پیشے حلال ہیں۔ اسلامی معاشرے میں حلال ذرائع سے روزی کمانا بجائے خود ایک قابل تحسین کام ہے (البقرہ ۱۶۸' المائدہ ۸۸' الانفال ۶۹' النحل ۱۱۴) معاشرے میں جو لوگ جائز اور حلال پیشوں میں مشغول ہیں ان کو عزت و اکرام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس حرام ذرائع سے روزی کمانے والے قابل نفرت اور نکو ٹھہرتے ہیں۔ اس کی بنیاد ایسی متعدد ہدایات پر ہے جو ہمیں کسب حلال کے سلسلے میں قرآن و حدیث سے ملتی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر حرام ذرائع کی تنکیر کی گئی ہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسب حلال کی بہت سی فضیلتیں بیان فرمائیں (مسند زید' عدد ۵۳۹' ۵۴۰' ۵۴۴) حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں کوئی صدقہ بھی اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک وہ حلال ذرائع سے حاصل شدہ آمدنی میں سے نہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کمانے والے سے بہتر روزی کسی کی نہیں۔ تجارتی معاملات میں بھی بہت سے معاہدات بیع فاسد کے ضمن میں آتے ہیں۔ حضورؐ نے ان سب کی مذمت فرمائی اور ان سے لوگوں کو منع فرمایا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اسلامی معاشرے میں "کسب حلال" ایک قدر کے طور پر ابھرا۔

حلال و حرام کا تصور:

دائرہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہے (صفحہ ۳۹۳):

حلال و حرام کا یہ تصور مغربی معاشیات میں سرے سے عنقا ہے۔ وہاں پر انسان اپنے تمام معاملات میں خودمختار ہے اور کسی بالائی ضابطے کو اس کی آزادی سلب کرنے کا کوئی حق نہیں۔ الا یہ کہ وہ کسی دوسرے انسان کی آزادی پر تصرف کررہا ہو۔ مادی زندگی کو مرکزی حیثیت سے ہٹا کر صرف ایک پہلو کی حیثیت دینے سے اسلامی معاشی اقدار اور مغربی معاشی اقدار میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں صورتوں میں جو معاشرے میں برپا ہوتے ہیں تاریخ میں ان کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک طرف خلفائے راشدین کا دور ہے جو اسلامی اقدار کے بھرپور عملی انطباق کا زمانہ ہے اور دوسری طرف موجودہ دور کی مغربی معیشت جو کہ مغربی افکار کے مکمل نفاذ کا مظہر ہے قطع نظر اس کے کہ ہم کس دور کو پسند کرتے ہیں ان کا باہمی اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشیات اور مغربی معاشیات بالکل مختلف بنیادوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استوار ہیں۔ ان کا نفس مضمون' ان کا طریق تجزیہ' ان کے بنیادی مفروضات اور ان کے نتائج ایک دوسرے سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشیات کے ایک معروف علم کی موجودگی میں اسلامی معاشیات کو علم کی ایک علیحدہ شاخ کے طور پر مدون کیا جارہا ہے۔

اسلام کی معاشی حکمت:

اسلام کی بنیاد چند عقائد پر ہے جن میں توحید' رسالت اور آخرت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان عقائد کے بارے میں باطل تصورات کی نفی' تصحیح اور تزکیے کے لئے اللہ نے آخری شریعت نازل فرمائی۔ چنانچہ اسلام میں توحید' رسالت اور آخرت کا جو مفہوم پایا گیا وہ دنیا کے تمام نظریہ ہائے حیات اور مذاہب سے مختلف ہے۔ اس وجہ سے اسلامی طرز حیات کی عمارت بھی دوسرے مسالک سے مختلف نقشہ لئے ہوئے ہے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ توحید' رسالت اور آخرت کے تصورات ہی اصل بنا ہیں' اسلامی معاشیات اور مغربی معاشیات میں بنیادی اختلاف کی۔

اگر اسلامی معاشیات کی بنیاد توحید' رسالت اور آخرت پر نہ ہو تو پھر شاید یہ مغربی معاشیات سے زیادہ مختلف نہ ہو۔

اگرچہ اسلام کے یہ بنیادی عقائد ساری زندگی پر حاوی ہیں اور اسلام کے پورے طرز زندگی پر ان کی گہری چھاپ ہے' تاہم معاشیات کے میدان میں بھی ان کے اثرات و نتائج کچھ کم نتیجہ خیز نہیں۔

اسلامی ریاست کے محاصل:

مرکزی بیت المال کے محاصل حسب ذیل ہیں:

۱۔ زکوٰۃ
۲۔ عشر
۳۔ ارض المملکت' ارض الحوزہ یعنی ریاست کی سرکاری زمینوں کا کرایہ یا لگان
۴۔ اموال فاضلہ و لاوارث ترکے وغیرہ
۵۔ معادن
۶۔ دفینے (رکاز)
۷۔ عشور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ ضرائب یا ہنگامی ٹیکس (Emergency Taxes)

۹۔ صدقات

۱۰۔ خراج

۱۱۔ جزیہ

۱۲ خمس

۱۳۔ فئی

۱۴۔ باج

۱۵۔ اجارے

۱۶۔ اوقاف و ہبہ

ادارہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہے (صفحہ ۴۱۸) ریاست بہت سے ذرائع سے ملکیت حاصل کرسکتی ہے۔ ان سب ذرائع پر تفصیلی ضابطہ قوانین کے ذریعے حدود و قیود نافذ کی گئی ہیں تاکہ ریاست اور افراد کے درمیان بنیادی توازن نہ بگڑنے پائے۔ ریاست مندرجہ ذیل ذرائع سے ملکیت حاصل کرسکتی ہے۔

۱۔ ملک کی ساری غیر مملوکہ زمین' جنگلات' چراگاہیں' دریا' جھیلیں' چشمے' معدنیات وغیرہ سے ریاست کو افراد کی طرح مکمل حق انتفاع حاصل ہے۔

۲۔ اسلامی ریاست ملک کی بعض املاک کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنے اور افراد کو ان سے استفادہ کرنے سے روک دے۔ شریعت میں اس حق کو حق حمٰی کہتے ہیں۔ حضورؐ نے اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ نے بعض چراگاہوں کو حمٰی قرار دیا۔ جن میں بیت المال کے اونٹ چرتے تھے۔ حمی قرار دینے کا حق صرف ریاست کو ہے (البخاری' کتاب الشرکۃ' باب ۱۱' ابوداؤد' الخراج والامارۃ' باب ۳۸) افراد میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی ایسی قدرتی چراگاہ یا ذریعہ ملکیت کو حمٰی قرار دے جو افادہ عام کے لئے کھلا ہو۔

۳۔ معادن باطنہ:

ریاست ان معدنیات کے حصول کے لئے خصوصی انتظامات کرسکتی ہے اور قانوناً عام لوگوں کو ان معدنیات کی کھدائی سے روک سکتی ہے۔

۴۔ زکوٰۃ' عشر اور خمس سے حاصل ہونے والی آمدنی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ جزیہ' خراج اور غیر مسلم شہریوں سے حاصل ہونے والے دیگر محاصل۔
۶۔ ریاست اپنی املاک کی سرمایہ کاری کے ذریعے اس میں اضافے کے ذرائع اختیار کر سکتی ہے۔
۷۔ نئے ٹیکس۔
۸۔ بیرونی امداد' دوست ممالک کے عطیے وغیرہ۔
۹۔ جنگ کے غنائم۔
۱۰۔ رکاز' دفینہ' لقطے۔
۱۱۔ لاوارث افراد کے ترکے۔

لقطہ کا قانون:

لقطہ اس چیز یا سامان کو کہتے ہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو اور کسی کو گری ہوئی ملے۔ اگر کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کا سامان کہیں ملے تو اس شخص کا فرض ہے کہ وہ اس شخص کے گرے ہوئے سامان کو اپنی تحویل میں لے لے۔ اس کے وہی فرائض ہیں جو کسی امین کے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا سامان جو تلف ہونے والا ہو تو اسے بچایا جاسکتا ہے لیکن فقہ اسلامی میں اس طرح مال پانے والا اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ ضروری یہ ہے کہ اس کی منادی کرائی جائے۔ ایک سال کے اندر اندر اگر کوئی مالک نہیں ملتا تو سامان پانے والا اس کا مالک بن سکتا ہے۔ انگریزی قانون میں تو یہ معیار نہیں' سامان پانے والا مالک بن جاتا ہے۔ مجلّہ الاحکام العدلیہ میں لکھا ہے:

"کسی شخص کو راستے میں اگر کوئی چیز ملے یا کسی اور جگہ یہ چیز نظر آئے تو اس چیز کو حاصل کرنے والا اسے اپنی ملکیت بنالے تو وہ غاصب ہے۔"

اگر کسی کا مویشی بغیر مالک کے ملے تو وہ بھی لقطہ ہے۔ بقول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس مال کی حفاظت کی جائے تاوقتیکہ مالک مل جائے۔ چارے وغیرہ کا معاوضہ لیا جائے۔ فقہ میں لقیط یعنی جس کے پاس گم شدہ سامان ہو دراصل ایک امین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے خیانت جائز نہیں۔ اگر مالک مل جائے تو متعلقہ گم شدہ اشیاء مالک کو لوٹا دی جائیں۔ لیکن اس کے برعکس انگریزی قانون مختلف ہے۔ برطانیہ میں (Bridges V. Hawkes 1851) میں یہ فیصلہ ہوا کہ وہ شخص جو کسی دکان میں داخل ہوا اور وہاں اسے بینک نوٹ نظر آئے جو اس نے اٹھا لئے' بعدازاں مالک بھی نہ ملا' دکان دار کے مقابلے میں نوٹوں کو حاصل کرنے والا زیادہ حق دار تھا۔ Elwes V. Brigg Gas Co. (1886) میں مدعی کو اپنی زمین سے ایک بڑی قدیم کشتی ملی۔ عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ مدعی کا حق [illegible] کے مقابلے میں زیادہ ہے کیونکہ مالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامعلوم ہے۔

لقطہ کا قانون کافی حد تک برطانوی قانون سے مماثلت بھی رکھتا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ مالک مل جانے کی صورت میں اشیاء واپس کرنا ہوں گی۔ فقہ میں سامان یا چیز حاصل کرنے والا ایک سال تک انتظار کرے اور خوب اس کی منادی کرائے۔ مثلاً مساجد میں اعلان یا اخبارات میں اشتہار دے۔

معاشرے کے سفید پوش لوگ اور زکوٰۃ:

ایسے لوگ بھی زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ ادارہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار اپنے مقالہ کے صفحہ ۴۹۲ پر رقم طراز ہے:

"مستحقین زکوٰۃ میں فقراء و مساکین' بھیک مانگنے والے پیشہ ور گداگر' معذور و حاجت مند بیوہ و یتیم ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو بظاہر سفید پوش ہیں اور کسی نہ کسی کام کاج میں بھی لگے ہوئے ہیں لیکن اتنا نہیں کما سکتے کہ جو ان کی بنیادی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ حضرت صحابہ کرامؓ میں بھی فقراء و مساکین کا ایسا گروہ موجود تھا جس کی تعریف خود قرآن مجید میں کی گئی ہے کہ وہ عزت نفس کے مارے کسی سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے' (البقرہ ۲۷۳)۔

معاشرے میں ایسے لوگ عام طور پر پہچانے نہیں جاتے جب تک کہ کوئی قریبی واقف حال ان کے بارے میں آگاہ نہ کرے۔ فقراء و مساکین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے پاس رہنے کو مکان تو ہو لیکن گزر اوقات کے لئے کافی آمدنی نہ ہو۔ امام حسن بصریؒ کا فتویٰ ہے کہ جس کے پاس مکان اور خادم ہو وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہو سکتا ہے۔ (کتاب الاموال' اردو ترجمہ ۳۲۶) امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں اگر کسی کے پاس غیر منقولہ جائیداد ہو جس سے آمدنی ہوتی ہو یا دس ہزار درہم یا اس سے بیش کوئی جائیداد ہو لیکن وہ اپنی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو تو وہ زکوٰۃ سے کچھ لے سکتا ہے (القرضاوی' در ترجمان القرآن ۳۰۲) شوافع کی رائے بھی یہی ہے کہ ایسے شخص کو جائیداد نہیں بیچنی چاہئے بلکہ زکوٰۃ سے مدد لینی چاہئے (القرضاوی' محل مذکور)۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس زکوٰۃ کے نصاب یا اس سے زیادہ دولت ہو اور موزوں و مناسب گھر اور خادم بھی ہو تو کثرت عیال کی وجہ سے اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (القرضاوی' محل مذکور) احناف اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس رہنے کو گھر ہو' ضرورت کی ہر چیز حتیٰ کہ خادم' سواری' اسلحہ' تن کے کپڑے وغیرہ موجود ہو (اور اگر وہ اہل علم میں سے ہو تو کتابیں بھی موجود ہوں) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اسے زکوٰۃ دے دی جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الکاسانی ۲:۴۸)۔

بایں ہمہ ایسے قابل کار افراد زکوٰۃ کے مستحق نہیں جو جان بوجھ کر بے کار رہ رہے ہوں کیونکہ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینے کا مطلب معاشرے میں نکھٹو لوگوں کا ایک طبقہ پال لینے کے مترادف ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ شریعت نے پسند فرمایا کہ فقراء و مساکین کو زکوٰۃ کی اتنی مقدار دی جائے اور ایسی شکل میں دی جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ معذوروں اور نابالغ بچوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں کے لئے کوئی مستقل ذریعہ آمدنی پیدا کردینا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ ان کو ہر سال زکوٰۃ کی مدد سے نوازا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص دستکاری کے قابل ہو تو اسے ضروری اوزار لے دیے جائیں اور اگر کوئی زراعت کرسکتا ہو تو اسے کاشت کے قابل زمین اور آلات لے کر دے دیے جائیں۔ اس طرح بیوہ عورتوں کو بھی گھریلو دستکاری کا وسیلہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔

بیت المال

ادارہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے (صفحات ۴۵۸) "اسلامی حکومت کے مالیات عامہ میں بیت المال کا ادارہ ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ حضورؐ کے دور میں بیت المال کا تصور بنیادی طور پر موجود تھا لیکن اس نام کا ادارہ خلفائے راشدین کے دور میں باضابطہ طور پر قائم کیا گیا۔ اس زمانے کے حالات کے مطابق بیت المال بیک وقت ملکی خزانے، مرکزی بینک، کفایت عامہ اور اجتماعی تحفظ کی خدمات انجام دیتا تھا۔ ریاست کے تمام محاصل بیت المال میں داخل کردیے جاتے اور وہیں سے اس کے تمام اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ بیت المال کا حساب کتاب رکھنے کے لئے باقاعدہ خازن اور دیگر عملہ مقرر ہوتا تھا۔ خلفائے راشدین کے عمل سے بیت المال کا جو تصور امت مسلمہ میں رائج ہوا ہے اس کے تحت بیت المال ایک مقدس ادارہ قرار پایا ہے جس کے تمام محاصل امت مسلمہ کی ملکیت اور امانت تصور ہوتے ہیں اور ان میں انتظامیہ کے سربراہ (خلیفہ) یا بیت المال کے سربراہ (خازن) کسی کو بھی کلی یا حتمی اختیارات حاصل نہیں۔ خلیفہ کی حیثیت بیت المال کے لئے یتیم کے ولی سے زیادہ نہیں کہ اگر حاجت مند ہو تو بقدر حاجت لے لے اور اگر صاحب حیثیت ہو تو رکا رہے۔ (ابویوسف، کتاب الخراج، اردو ترجمہ، ص:۳۷۳)

خلفائے راشدینؓ بیت المال کے بارے میں بے حد حساس تھے اور ان کے دور کی بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ذاتی املاک اور بیت المال کی املاک میں بہت باریکی کے ساتھ امتیاز کرتے تھے۔ اسلامی ریاست میں بیت المال کے محاصل و مصارف کے بارے میں ملک کی انتظامیہ مکمل طور پر جواب دہ ہے۔ اس احتساب میں جہاں یہ بات اہم ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بیت المال کی املاک کو ذاتی مصرف میں نہ لائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اجتماعی مقاصد کے لئے مصارف بھی پوری سوجھ بوجھ اور مالی بصیرت کے ساتھ کئے جائیں۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اجتماعی مقاصد کے لئے بھی بیت المال کے اموال میں اسراف کرے۔ (مسند احمد ۱:۷۸) ایسے تمام اخراجات اسراف کی زد میں آتے ہیں اور ان کے لئے وہی وعیدیں ہیں جو ذاتی صرف کے سلسلے میں دی گئی ہیں۔ بیت المال کے اموال میں مکمل مالی بصیرت کے استعمال کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست ان کے استعمال میں وہ تمام فنی اور تکنیکی معلومات کو کام میں لائے جن کے ذریعے اموال سے زیادہ سے زیادہ اجتماعی فوائد حاصل کئے جاسکتے ہوں۔ ہمارا اشارہ اس دور میں رائج بہت سی حسابیاتی، شماریاتی اور مشینی ایجادات کی طرف ہے جن کے استعمال سے اموال پر مصرف میں ضیاع کو کم سے کم اور انتفاع کو زیادہ سے زیادہ کیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر محمد یعقوب "نظام زکوٰۃ میں اصلاح کی ضرورت" نوائے وقت میگزین، راولپنڈی، ۱۷ اگست ۱۹۹۰ء میں رقم طراز ہیں:

پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا احیاء جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ یہ نفاذ دراصل اسلام کی طرف بڑی پیش رفت تھی۔ صدیوں بعد کسی مسلمان حکومت نے قرآن حکیم کے اس حکم کو زندہ کرنے کی تدبیر کی تھی۔ اگرچہ مسلمان انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرتے تھے لیکن یہ انفرادی عبادت اسلام کے اجتماعی مزاج سے مشابہت نہ رکھنے کی وجہ سے ان بے شمار سماجی فوائد و برکات سے محروم تھی جو اسلام اپنے ماننے والے معاشرہ میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس نظام کے نفاذ سے یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ اس سے معاشرتی ناہمواریوں کو دور کرنے میں مدد ملے گی۔ لیکن افسوس کہ بوجوہ یہ نظام منطقی نتیجہ تک نہ پہنچ سکا۔ چند وجوہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ "نظام زکوٰۃ" اور سودی نظام کی جگہ "بلاسود بینکاری" کا نظام وضع کرنا چاہا لیکن اس مقصد کے لئے جس طرح کے ہوم ورک کی ضرورت تھی وہ موجود نہیں تھا۔ ایک نظام کی ہیئت کو مکمل طور پر بدلنے کے لئے جس محنت، ریاضت اور خلوص کی ضرورت تھی..... اور تجدید نو کے لئے جو بصیرت درکار تھی اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ عرصہ دراز سے ہم جن قدروں، سیاسی اور سماجی ضابطوں اور نظام زندگی میں سانس لے رہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ روح اسلام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ ہمارے بہت سے مصالح اور مسائل دنیا کے دوسرے ممالک سے وابستہ ہیں۔ جہاں کا معاشی نظام اسلامی اقدار کی عین ضد ہے۔ اسلامی نظام معیشت کو از سر نو استوار کرنے کے لئے ایک متبادل معاشی ڈھانچا درکار ہے جسے چلانے کے لئے عزم صمیم ہی کافی نہیں بلکہ ایسی افرادی قوت بھی درکار ہے جو نہ صرف اسلامی نظام معیشت کو اچھی طرح سمجھتی ہو بلکہ عصر حاضر کے معاشی مسائل سے باخبر ہو۔ بدقسمتی سے حکومت کے پاس اس طرح کی اجتہادی بصیرت رکھنے والے دانشوروں کا کوئی گروہ موجود نہ تھا۔ نتیجہ کے طور پر "سود" کو ہی "منافع" کا نام دے دیا گیا۔

۲۔ "نظام زکوٰۃ" لولی لنگڑی شکل میں نافذ ہوا۔ اس کی ابتدا اس طرح کی گئی کہ سودی کاروبار کرنے والے بینکوں کے کھاتہ داروں سے یکم رمضان کو اڑھائی فیصد کٹوتی کرکے زکوٰۃ فنڈ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس بات کا کوئی التزام نہ کیا گیا کہ یہ دیکھا جائے کہ کسی "سیونگ اکاؤنٹ" میں رقم کو پورا ایک سال ہوا ہے یا نہیں؟ شریعت کی پابندی کرنی ہو تو پھر شرعی اصولوں کی رعایت بہر حال ملحوظ رکھنا پڑے گی۔ شرعی اصول یہی ہے کہ زکوٰۃ اسی مال پر عائد ہوتی ہے جو صاحب نصاب کے پاس پورا سال رہا ہو۔ یہ گمان کرنا صحیح نہیں ہے کہ لوگ مال زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے اپنی رقم دوسرے اکاؤنٹس میں ٹرانسفر کریں گے۔ عامۃ المسلمین کو یہ اعتماد حاصل ہوجائے کہ ان کی ادا کردہ زکوٰۃ کا مصرف صحیح ہے تو لوگ خوشی خوشی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تیار ہوں گے بلکہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ بھی حکومت کو دینے میں تامل نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص ہیر پھیر سے کام لینا چاہے تو اس کے انسداد کے لئے قانون بنایا جاسکتا ہے..... لیکن یہ بات کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ اموال زکوٰۃ کو وصول کرنے کے لئے غیر شرعی طریقہ استعمال کیا جائے۔ مجھے بے شمار ایسے لوگوں کا علم ہے جنہوں نے مختلف ذرائع سے قرض مانگ کر رقم حاصل کی اور اپنی ضروریات کے لئے اسے گھر کی بجائے اپنے سیونگ اکاؤنٹ میں رکھا اور دوسرے ہی دن اس کی رقم سے زکوٰۃ کی کٹوتی ہوگئی۔ متعدد ایسے شواہد موجود ہیں کہ ملازمین نے اپنی ماہانہ تنخواہ کا چیک اپنے سیونگ اکاؤنٹ میں جمع کرایا۔ جب ان کے اکاؤنٹ میں یہ رقم ٹرانسفر ہوئی تو اگلے دن زکوٰۃ کی سالانہ کٹوتی کی تاریخ تھی۔ چنانچہ ماہانہ تنخواہ سے زکوٰۃ کی کٹوتی کر دی گئی حالانکہ بینک سالانہ یا ششماہی سود دیتے وقت اس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلقہ کھاتے داروں کی رقم کتنا عرصہ بینک میں رہی۔ اسی طرح زکوٰۃ کی کٹوتی کرتے وقت یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ رقم کتنا عرصہ بینک میں رہی۔ لیکن زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے والوں نے بینک کو ایسی کوئی ہدایت نہ دی۔

۳۔ زکوٰۃ کے نظام کو مؤثر، نتیجہ خیز اور بابرکت بنانے کے لئے ضروری تھا کہ اسے شریعت کی مقرر کردہ مدات کے مطابق خرچ کیا جاتا لیکن بدقسمتی سے ایسا کوئی قانون نہ بن سکا اگر کوئی حدود قائم کی گئیں تب بھی ان پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ آگے چل کر کئی مفاسد نے جنم لیا اور اموال زکوٰۃ کو شیرمادر سمجھ کر اپنی مرضی سے خرچ کیا گیا۔ موجودہ دور میں شریعت کی متعین کردہ مدات سے تجاوز کرنے کی ایسی قبیح صورتیں پیدا ہوگئی ہیں کہ اس نظام سے عامتہ المسلمین کا اعتماد جاتا رہا ہے۔ مثلاً:

الف "زکوٰۃ فنڈ" کو بینکوں کے "سیونگ اکاؤنٹس" میں رکھ کر اس رقم سے باقاعدہ طور پر سود حاصل کیا گیا اور سود کی رقم کو سرکاری عمارت کی تعمیر، اعلیٰ پیجارو گاڑیوں کی خرید اور اسی طرح کے دیگر کاموں میں صرف کیا گیا۔ بہانہ سازی یہ کی گئی کہ اصل رقم تو وہیں موجود ہے۔ سود کی رقم سے ہر حکمران طبقہ نے اپنی عیاشیوں کے سامان باہم پہنچائے اور یوں زکوٰۃ کے اصل مقاصد ہی کو سرے سے ختم کردیا گیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عبادت فرض کی تھی۔

ب "زکوٰۃ" کی رقم کو مختلف محکموں کے ترقیاتی مصارف کے لئے وقف کیا گیا جس کا شریعت میں کوئی جواز نہیں۔ مثال کے طور پر (ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کی رپورٹ کے مطابق) سال رواں میں آزاد حکومت نے "جموں و کشمیر یونیورسٹی" کے لئے زکوٰۃ فنڈ سے پچاس لاکھ روپے مختص کئے تاکہ وہ اپنے مصارف پورے کرسکے۔

ج اخبارات میں مسلسل ان الزامات کی اشاعت ہوتی رہی ہے کہ وفاقی حکومت نے اموال زکوٰۃ کو اپنی تحویل میں لے کر من مانے طریقوں سے استعمال کیا۔ حتیٰ کہ لوگوں کے ضمیر کا کاروبار بھی اسی رقم سے کیا گیا۔ اگر یہ بات سچ ہے تو یہ خدا کے دین کے ساتھ مذاق اڑانے اور اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

۴۔ نظام زکوٰۃ کو اتنا پیچیدہ بنا دیا گیا کہ حاجت مندوں تک یہ رقم پہنچ نہیں پاتی۔ زکوٰۃ فنڈ میں اربوں روپے موجود ہیں لیکن اس کا استفادہ صرف بااثر لوگ ہی کرسکتے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ لوگ اس رقم سے استفادہ کرتے ہیں جو خود صاحب نصاب ہیں اور جنہیں یہ رقم لینے کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ گداگروں کی بہتات اسی طرح موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے حالات کا جائزہ لینے والا کوئی نہیں اور نہ یہ لوگ زکوٰۃ فنڈ سے اپنا حق وصول کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ ہمارے معاشرہ میں لاکھوں ایسے نادار مریض ہیں جنہیں علاج کے لئے وسائل موجود نہیں۔ لاکھوں طلبہ ہیں جن کے پاس حصول تعلیم کے ذرائع نہیں لیکن ان لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جو معمولی رقوم تعلیمی اداروں کو مہیا کی جاتی ہیں وہ کسی جائزہ پر مبنی نہیں بلکہ علی الحساب کچھ خیرات دے دی جاتی ہے اور سب کو ایک لاٹھی سے ہانک دیا جاتا ہے۔

۵۔ جہاں تک راقم الحروف کو علم ہے ابھی تک "زکوٰۃ" کی تحصیل میں "اموال باطنہ" کی تشخیص کا سرے سے کوئی نظام ہی موجود نہیں۔

ان چند اشارات سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام کا "نظام زکوٰۃ" اپنی اصل شکل میں نافذ نہیں ہے اور اس میں بہت کچھ اصلاح درکار ہے۔ قرآن حکیم نے زکوٰۃ کے نفاذ کی ایک مصلحت یہ بیان فرمائی ہے کہ "تاکہ دولت تمہارے مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہی۔" اس مقصد کو اب تک غیر مؤثر بنا دیا گیا ہے۔ اندریں حالات اسلام کا درد رکھنے والے حضرات اور ارباب حکومت سے یہ گزارش کرنا بے جا نہیں کہ زکوٰۃ اللہ کی عبادت اور اسلام کا بنیادی رکن ہے اس لئے اس نظام کو کامیاب بنانے کے لئے شرعی اصولوں کو سامنے رکھا جائے اور مصارف کے معاملہ میں حد درجہ احتیاط کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس طرز عمل سے ہم نہ صرف اللہ کے سامنے سرخرو ہوں گے بلکہ ہمارا معاشرہ خودکفالت کی طرف گامزن ہوگا۔ یہاں پر ہم چند تجاویز پیش کرتے ہیں جن پر عمل درآمد کرکے "زکوٰۃ" کے نظام کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ زکوٰۃ فنڈ کو "سیونگ اکاؤنٹس" میں رکھنے کی بجائے قومی یا صوبائی سطح پر کسی ایسے نفع بخش کاروبار پر لگایا جائے جو ملک کے بہترین مفاد میں ہو اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو بھی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کیا جائے۔ اس طرح "زکوٰۃ" کی رقم سودی لعنت سے پاک ہوجائے گی اور نفع بھی زیادہ حاصل ہوگا۔

۲۔ زکوٰۃ کی رقم کو شریعت کی مقرر کردہ مدات کے علاوہ کسی اور شعبہ میں خرچ کرنا جائز نہیں اس لئے اموال زکوٰۃ کو بہرصورت نادار طبقات کے لئے مختص رہنا چاہئے۔

۳۔ زکوٰۃ فنڈ کے مصارف کے لئے نظام آسان تر بنایا جائے اور کسی صورت میں بھی اس کی تقسیم میں سرخ فیتہ حائل نہیں ہونا چاہئے۔ طلبہ کی مدد کرنے کے لئے تحقیقی طریقہ اختیار کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ حاجت مند طلبہ کے گھریلو حالات کیا ہیں اور انہیں کتنی مدد درکار ہے؟ اسی حساب اور تناسب سے ان کی مدد کی جائے۔ اسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح بیماروں کے علاج کے لئے باقاعدہ امداد کی صورتیں تشکیل کی جائیں کیونکہ سب بیماروں کی بیماری ایک جیسی نہیں ہوتی۔

۴۔ جو لوگ متمول اور صاحب نصاب ہیں اور محض اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقوم ہتھیا لیتے ہیں ان کو زکوٰۃ کا مال کسی صورت زیب نہیں دیتا۔ اموال زکوٰۃ کی تقسیم میں عادلانہ رویہ ہی اس نظام کو مؤثر اور بابرکت بنا سکتا ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ اس کا اپنا معاشی' سیاسی اور سماجی نظام ہے۔ پیوند کاری سے اس نظام کی برکات کا ظاہر ہونا ناممکن ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ریڈیو سیٹ کے لئے سلائی کی مشین کا پرزہ بے کار ہوتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے معاشرہ میں مکمل اسلامی طرز زندگی کا احیاء کریں۔ غیر اسلامی نظام میں اسلام کے کسی ایک اصول کی پیوند کاری کبھی مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتی۔ نظام زکوٰۃ کی برکات کا ظہور بھی تب ہوگا جب معاشرہ سودی لعنت سے پاک ہو اور جس مشینری کے ہاتھ میں اس نظام کی باگ ڈور ہو وہ واقعی دیانت دار ہو۔ بددیانت اور خائن لوگوں کے ہاتھ میں اچھے سے اچھا اصول بھی نہیں چل سکتا اور نہ اس کے مطلوبہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

عشر:

ادارہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

عشر زکوٰۃ کی ایک قسم ہے۔ عشر بارانی زمینوں پر پیدا ہونے والی فصلوں پر دس فی صد شرح سے وصول کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر زمینوں پر مصنوعی ذرائع سے آبپاشی کی جاتی ہو تو صدقے کی شرح نصف ہوجاتی ہے۔ (مسلم' الزکوٰۃ' عدد ۱۰' مسند احمد ۳۴۱۰۳) عشر کے مصارف کی مدات بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کی ہیں۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام پیداوار پر اخراجات وضع کرنے سے قبل عشر وصول کرنا لازم ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک پانچ وصق سے کم پیداوار پر عشر واجب نہیں (کتاب الخراج' اردو ترجمہ' ص:۱۸۸) اگر فصل کسی آسمانی آفت یا کیڑے لگنے سے تباہ ہوجائے تو اسی قدر عشر میں تخفیف کر دی جائے۔

اموال فاضلہ:

یعنی متفرق آمدنی جیسے کوئی شہری اگر لاوارث فوت ہو تو اس کی کل جائیداد اسلامی حکومت کی ملکیت قرار پاتی ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان مرتد ہوجائے تو اس کا کل مال بھی بیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المال میں داخل ہوجاتا ہے اور اگر کوئی غیر مسلم شہری بغاوت کا مرتکب ہوجائے تو اس کی کل میراث بھی اسلامی حکومت کا حق ہے۔ بحوالہ ڈاکٹر اسرار احمد (اسلام کا معاشی نظام' ص:۴۷)

معادن:

سرکاری زمینوں سے نکلی ہوئی کانیں کل کی کل بیت المال میں داخل ہوں گی' لیکن اگر غیر سرکاری زمین سے نکلیں تو پانچواں حصہ (۱/۵) بیت المال میں داخل ہوگا۔ (بحوالہ ادارہ معارف اسلامیہ' ص:۴۸۴)

دفینے (رکاز):

ادارہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ "اس کا حال بھی معادن کی طرح ہے۔ سرکاری زمین سے نکلے ہوئے دفینے بیت المال میں داخل ہوں گے لیکن اگر غیر سرکاری زمین سے نکلیں تو پانچواں حصہ (۱/۵) بیت المال میں داخل ہوگا۔

عشور (Customs Duty)

عشور یا درآمدی و برآمدی محصولات جن کے بارے میں ایک زمانے میں شرح کا تعین کچھ اس طرح ہوگیا تھا کہ مسلمانوں کے اموال میں سے ڈھائی فیصد' اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہریوں یعنی ذمیوں کے اموال میں پانچ فیصد اور دوسرے غیر مسلموں سے دس فیصد لیا جاتا تھا۔ لیکن یہ شرحیں کسی نص پر مبنی نہیں ہیں اور ان میں بھی کمی بیشی ہوسکتی ہے جس میں ظاہر ہے درآمد و برآمد کے کاروبار کے توازن اور عالمی منڈی کے اتار چڑھاؤ کو اصل دخل حاصل ہوگا۔ بحوالہ راجہ محمد افسر خان' مؤلف "اسلامی نظام مالیات" ناشر الزکوٰۃ' اسلام آباد' ۱۹۸۹ (صفحہ ۷۳)

ادارہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

غیر مسلم تاجر اسلامی ریاست کی حدود میں داخل ہوں تو ان پر دس فیصد ٹیکس عائد کیا جاسکتا ہے۔ یہ ٹیکس حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں باضابطہ طور پر اس وقت عائد کیا گیا جب بیرون عرب تجارت کی غرض سے جانے والے مسلمان تاجروں کو غیر ممالک میں ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ اسلامی ریاست نے جوابی عمل کے طور پر غیر مسلم تاجروں پر ٹیکس لگا دیا۔ یہ ٹیکس سال میں ایک دفعہ وصول کیا جاتا تھا خواہ کوئی شخص کئی دفعہ اسلامی ریاست کی حدود میں داخل ہو۔ عشور مسلمانوں سے وصول نہیں کیا جاتا اور نہ ان غیر مسلموں سے جن کے ممالک میں مسلمانوں پر کوئی ٹیکس نہ لیا جاتا ہو۔ (کتاب الخراج' اردو ترجمہ' ص ۴۰۰ تا ۴۰۲) عشور کا نرخ شرعاً مقرر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ اس میں حسب ضرورت کمی بیشی کی جاسکتی ہے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے کے عشور کو موجودہ دور کے بین الاقوامی تجارت کے محاصل (Custom Duties) کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام بنیادی طور پر آزاد تجارت کا حامی ہے۔" (ص: ۴۶۸)

راجہ محمد افسر خان نے بھی اپنی تالیف "اسلامی نظام مالیات" کے صفحہ ۱۱۲ پر عشور کو کسٹم ڈیوٹی (Customs Duty) کا نام دیا ہے۔ تاریخ ابن خلدون کے حصہ اول صفحہ ۳۹۵ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی کے مطابق:

"دار الحرب کے باشندوں سے دس فیصد' اہل ذمہ سے پانچ فیصد اور مسلمانوں سے زکوٰۃ کی شرح سے ڈھائی فیصد عشور لیا جاتا تھا۔"

ادارہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے (ص:۴۸۴)

ابو عبیدؒ (کتاب الاموال' ۲۸۹:۲ تا ۳۰۰) کی تصریح کے مطابق حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم سالانہ (یہ زکوٰۃ کے ذیل میں آتا ہے)' ذمیوں سے ہر بیس درہم پر ایک درہم اور غیر ذمیوں سے ہر دس درہم پر ایک درہم لیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانے میں ذمیوں سے ہر بیس دینار پر ایک دینار لیا جاتا تھا۔ لیکن دس دینار سے کم تک کے لئے کچھ نہیں وصول کیا جاتا تھا۔

ضرائب یا ہنگامی ٹیکس (Emergency Taxes)

اسلامی مالیاتی نظام کے تحت ہنگامی ضروریات جن میں دشمن سے جنگ' سیلاب' زلزلہ' دیگر آفات سے تباہی شامل ہیں' پوری کرنے کے لئے ہنگامی ٹیکس عائد کئے جاسکتے ہیں۔ کسی بھی ریاست کو مع اسلامی ریاست ایسا ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے۔ البتہ اس کی شرائط یہ ہوں گی کہ یہ ٹیکس صاحب ثروت افراد پر لگایا جائے اور جیسے ہی ہنگامی ضرورت پوری ہوجائے اسے ختم کردیا جائے۔ اسلامی اصطلاح میں ایسے ٹیکسوں کو ضرائب کہا جاتا ہے۔" (بحوالہ راجہ محمد افسر خان مولف "اسلامی مالیاتی نظام" ص:۱۱۳۔)

صدقات:

اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کارہائے خیر کے لئے بطور ثواب حکومت کو رقم یا عمارت وغیرہ دے دیتا ہے تو یہ بھی قبول اوران مدات میں خرچ کی جاسکتی ہے جن کی طرف صدقہ دینے والے نے اشارہ کیا ہے اور اگر نہیں تو حکومت اسے مصالح عامہ میں خرچ کرسکتی ہے۔

(بحوالہ ادارہ معارف اسلامیہ' ص:۴۸۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خراج:

ادارہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

خراج اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ یہ خراجی زمینوں پر قابل کاشت رقبے کے تناسب سے وصول کیا جانے والا ٹیکس ہے۔ اس کی شروح شریعت نے متعین نہیں کیں بلکہ اسلامی ریاست کی صوابدید پر چھوڑ دی ہیں۔ خراج کی ابتدا تو حضورؐ کے زمانے ہی میں ہوگئی تھی جب حضورؐ نے خیبر کی زمینوں کو یہودیوں کے قبضے میں رہنے دیا اور ان سے نصف پیداوار خراج کے طور پر لینا قبول کیا تھا (ابن ماجہ' الزکوٰۃ' باب ۱۹) اس فیصلے سے بعض لوگوں نے مزارعت کی اباحت مراد لی ہے اور بعض نے خراج کی ابتدا۔ بہرحال اس کا باقاعدہ انضباط حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ہوا جب ایران و عراق اور مصر کے علاقے فتح کئے گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہؓ کے مشورے سے یہ طے کیا کہ ان مفتوح علاقوں کی زمینوں کو سابقہ دستور کے خلاف فوجیوں میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ خمس کی وصولی کے بعد فوجوں میں صرف مال غنیمت تقسیم کیا جائے اور زمینوں کو تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار دے کر وہاں کے مقیم لوگوں کو مسلمانوں کے ایماء پر کاشت کرنے دیا جائے اور ان پر خراج عائد کردیا جائے۔ یہ خراج بیت المال میں داخل کیا جاتا تھا جو کہ فوجوں کے قیام' سرحدوں کی حفاظت اور ملک کے دیگر انتظامات پر خرچ ہوتا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے بعد خراج اسلامی ریاست کے مستقل ذرائع آمدن میں شامل ہوگیا (کتاب الخراج' اردو ترجمہ' ص :۱۵۹ تا ۱۶۳)۔

جزیہ:

اسلامی ریاست میں قابل کار مردوں پر فوجی خدمات سے استثناء اور ان کی حفاظت کے صلے میں جزیہ عائد کیا جاتا ہے (کتاب الخراج' اردو ترجمہ' ص:۳۸۲ تا ۳۸۴)۔ جزیے کی کوئی شرح شریعت نے مقرر نہیں کی۔ اگر کوئی علاقہ جنگ کے ذریعے فتح ہوجائے تو اسلامی حکومت کو حق حاصل ہے کہ غیر مسلموں کی استطاعت کے مطابق جو جزیہ مناسب ہو عائد کردے۔ اسی طرح اگر کوئی علاقہ صلح کے ذریعے فتح ہو تو جزیہ صلح کی شرائط کے مطابق عائد کیا جاتا ہے اور اسلامی ریاست کو اس میں کوئی تبدیلی کرنے کا حق نہیں ہے۔ ذمیوں کے بوڑھوں' عورتوں اور بچوں پر جزیہ عائد نہیں کیا جاسکتا۔ بحوالہ ادارہ معارف اسلامیہ (ص: ۳۶۸)

ادارہ معارف اسلامیہ کے فاضل مقالہ نگار کے مطابق جزیہ کی دو صورتیں ہیں:

الف قبل از جنگ معاہدہ صلح ... تو جزیے کی مقدار وہی ہوگی جو طرفین میں باہمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضامندی سے طے پاجائے۔

ب کافر جنگ میں مفتوح ہوجائیں تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دولت مند پر ۴۸ درہم' متوسط الحال پر ۲۴ درہم اور غریب پر ۱۲ درہم سالانہ واجب ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک کوئی مقدار متعین نہیں بلکہ یہ امام کی صوابدید پر منحصر ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک جزیے کی مقدار چار دینار یا چالیس درہم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک امیر و غریب سب پر ایک دینار (دس درہم) ہے۔ (ص:۴۸۴)

خمس:

جنگ کے بعد مال غنیمت کا ۱/۵ حصہ سرکاری خزانے میں داخل کیا جاتا ہے اور باقی ۴/۵ حصہ اس جنگ میں شریک مجاہدوں میں (سوار دو حصے' پیادہ ایک حصہ کے حساب سے) تقسیم کردیا جاتا ہے۔ نجی یا ذاتی اراضی سے برآمد ہونے والی کانوں (معادن) کا بھی ۱/۵ حصہ سرکاری خزانے میں داخل کیا جاتا ہے۔ ادارہ معارف اسلامیہ' ص:۴۸۴)

فے:

یعنی وہ اموال جو غیر مسلموں سے جنگ کے سوا کسی اور طریق سے حاصل ہوں۔ اپنی اصل کے اعتبار سے جزیہ اور خراج بھی فے ہی کی قسمیں ہیں لیکن عرف عام میں یہ لفظ ان اموال پر بولا جاتا ہے جو حاصل تو متحارب غیر مسلموں (Hostile non-Muslims) سے ہوئے ہوں لیکن ان میں فی الواقع جنگ اور خونریزی کی نوبت نہ آئی ہو۔ (بحوالہ "اسلام کا معاشی نظام" ص:۳۷۳' از ڈاکٹر اسرار احمد)۔

اگر جنگ کے بعد یا جنگ کے بغیر ہی دشمن کچھ دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوجائے تو اس رقم کو فے کہا جاتا ہے۔ یہ تمام رقم سرکاری خزانے (بیت المال) میں جمع ہوتی ہے۔ (ادارہ معارف اسلامیہ' ص:۴۸۴)

اجارے:

انہیں سرکاری ٹھیکے بھی کہا جاسکتا ہے۔ بقول راجہ محمد افسر خان (اسلامی نظام مالیات ص:۹۰۱):

اسلامی ریاست سرکاری زمین یا کارخانہ کوئی بھی شے اجارے پر دے سکتی ہے اور اس کے بدلے مناسب رقوم وصول کرسکتی ہے جو معاہدے کے وقت دونوں فریقوں میں طے پائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مد سے بھی اچھی خاصی آمدنی ہوتی ہے۔ عہد رسالتؐ اور خلافت راشدہؓ کے ادوار میں ایسا کیا جاتا تھا۔ اجارے پر دی ہوئی زمینوں یا باغات سے لگان وصول کیا جاتا تھا۔ ایسے محاصل کو کراء الارض بھی کہتے ہیں۔

اس ضمن میں سنن ابی داؤد (کتاب الزکوٰۃ) ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اوقاف و ہبہ:

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اللہ کی راہ میں ضرورت سے زائد رقم خرچ کرنے کا حکم ہے۔ سورت البقرہ کی آیات ۲۱۹ اور ۲۷۲ میں ارشاد ربانی ہے:

ویسئلونک ماذا ینفقون' قل العفو

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیرات میں) کتنا خرچ کریں۔ آپؐ فرما دیجئے کہ جتنا ضرورت سے زیادہ ہو دے ڈالو۔

وما تنفقوا من خیر فلانفسکم وما تنفقون الابتغاء وجه الله وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون○

اور (اے مسلمانو!) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور نیز جو کچھ مال تم خرچ کررہے ہو اس کا ثواب پورا پورا تم کو مل جائے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جائے گی۔

اسی جذبے کے تحت مسلمانوں نے ہمیشہ وقف کے ذریعے سے اور ہبہ کے ذریعے سے دولت کے حصص راہ خدا میں کفالت اور رفاہ عامہ کے لئے وقف کئے یا ہبہ کئے۔ وقف اور ہبے اسلامی مالیاتی نظام کا مستقل ذریعہ آمدن بن گئے۔

زکوٰۃ:

ادارہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہے:

زکوٰۃ بحیثیت ایک ٹیکس: اگرچہ زکوٰۃ اسلامی عبادات کا ایک رکن ہے لیکن ایک مالی فریضے کے اعتبار سے یہ ایک ٹیکس ہے۔ "زکوٰۃ" بحیثیت ایک ٹیکس کے مندرجہ ذیل خصوصیات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حامل ہے:

۱۔ زکوٰۃ صرف صاحب نصاب لوگوں پر عائد کی جاتی ہے۔ اس سے وہ لوگ خود بخود مستثنیٰ ہو جاتے ہیں جو اپنی ضروریات کے بقدر یا اس سے کم املاک کے مالک ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ صرف ان لوگوں پر عائد کی جاتی ہے جو اسے دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

۲۔ زکوٰۃ کی شروح کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جس دولت کو پیدا کرنے میں محنت اور سرمائے کی کم مقدار صرف ہو اس میں اللہ تعالیٰ کا حق زیادہ ہے اور جس میں انسانی محنت اور سرمائے کی زیادہ مقدار صرف ہو اس کے لئے شرح زکوٰۃ کم ہے اور یہ بات عدل کے عین مطابق ہے۔

۳۔ نصاب زکوٰۃ اتنا کم ہے کہ آبادی کی ایک بڑی تعداد زکوٰۃ دینے والوں میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس سے بہت سے لوگ اپنی آبادی کے مستحقین کی امداد میں شریک ہو جاتے ہیں۔

۴۔ زکوٰۃ ایک ایسا ٹیکس ہے جس کو ادا کرنے والے خود اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ بنیادی طور پر زکوٰۃ اغنیاء سے لے کر فقراء میں تقسیم کی جاتی ہے (البخاری، الزکوٰۃ، باب ۱، ۱۸، ۶۳، ابن سعد، طبقات، ۷۶:۴، ابوداؤد، الزکوٰۃ، باب ۲۹، الترمذی، الزکوٰۃ، باب ۲۱)۔ دنیا میں کوئی دوسرا ٹیکس ایسا نہیں جس کا فائدہ خود ٹیکس دینے والوں کو نہ پہنچتا ہو۔

مساوی بوجھ: زکوٰۃ اگرچہ ایک متناسب (Proportionate) ٹیکس ہے لیکن چونکہ یہ بجٹ یا سرمائے پر لگتا ہے لہٰذا اس کے اثرات ویسے ہی ہیں جیسے کہ آمدنی پر متزائد (Progressive) ٹیکس کے۔ "سرمائے پر ایک مقررہ شرح سے ٹیکس" امیر لوگوں کے سرمائے کا بڑا حصہ ٹیکس کی صورت میں لے جاتا ہے جبکہ نسبتاً کم سرمائے والوں پر اس کا بوجھ کم پڑتا ہے۔

حتمیت: زکوٰۃ کا نصاب، شرح اور ادائیگی کا طریق کار ہمیشہ کے لئے شریعت میں طے کر دیا گیا ہے۔ ایک معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی اس کو یقینی طور پر جان سکتا ہے اور اس میں تبدیلی کا بھی کوئی امکان نہیں۔ اس لحاظ سے یہ دنیا کا سب سے زیادہ حتمی محصول ہے۔

سہولت: زکوٰۃ سال میں ایک دفعہ لگائی جاتی ہے البتہ فصلوں پر زکوٰۃ ہر فصل کے موقع پر عشر یا نصف عشر کی شکل میں وصول کی جاتی ہے۔ اسے ادا کرنے کے لئے جہاں قسطوں کی سہولت ہے وہاں یہ قبل از وقت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ اس طرح نقصان یا خسارے کی صورت میں وضع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجوائح کے تحت زکوٰۃ میں سہولت دی جاتی ہے۔

کفایت: زکوٰۃ ایک خود کفیل ٹیکس ہے۔ اس کے عاملین کو اس فنڈ میں سے ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس کی تحصیل بیت المال پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔

لچک: زکوٰۃ دو اعتبارات سے ایک لچک دار ٹیکس ہے: اول' آبادی میں اضافے کے ساتھ اس کے محصول میں اضافہ ہوتا ہے اور دوم' سال بہ سال زکوٰۃ کی تقسیم کے بعد زکوٰۃ لینے والوں کی تعداد کم ہوجاتی ہے اور دینے والوں کی زیادہ۔ اس طرح زکوٰۃ کی آمدنی میں بتدریج اضافہ ہوتا جاتا ہے جو اجتماعی تحفظ کی مختلف سکیموں پر لگایا جاسکتا ہے۔

زکوٰۃ کے معاشی اثرات:

زکوٰۃ کا ادارہ معیشت پر گہرے اثرات کا موجب ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کے چند اثرات کی طرف مختصراً اشارہ کریں گے:

۱۔ زکوٰۃ اغنیاء سے وصول کی جاتی ہے اور فقراء میں بانٹی جاتی ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ فقراء میں رجحان صرف (Propensity to Consume) اغنیاء کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کے نفاذ کے بعد کسی بھی معیشت میں مجموعی مقدار صرف (Aggregate Consumption) کا معیار بلند ہونے لگتا ہے۔ اشیائے صرف کی طلب میں اضافے کے ساتھ سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے اور ملک میں روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں۔ (محمد اکرم خان' The Theory of Employment in Islam)۔

۲۔ زکوٰۃ ملک میں سرمایہ کاری میں اضافے کا سبب بھی بنتی ہے چونکہ یہ سرمائے پر عائد کی جاتی ہے لہٰذا کسی بھی شخص کے لئے سرمائے کو بے کار رکھ کر اس پر زکوٰۃ ادا کرتے رہنا کوئی سود مند مشغلہ نہیں رہتا بلکہ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے سرمائے کو کاروبار میں لگائے تاکہ وہ اتنا کمائے کہ کم از کم اپنی زکوٰۃ ادا کرسکے۔ اس طرح زکوٰۃ بے کار سرمائے کو کاروبار میں دھکیلتی ہے۔ جس سے ملکی معیشت میں کاروباری سرگرمیاں بڑھتی ہیں اور تجارت و صنعت کے فروغ سے روزگار میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ زکوٰۃ اجتماعی کفالت عام (Public Maintenance) کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ملک میں بے روزگاری' بیماری' حادثات' کاروباری بحران وغیرہ کی صورت میں ہر شخص زکوٰۃ فنڈ سے مدد کا مستحق ہے۔ یہ ایک ایسا فنڈ ہے جس میں ہر شخص جب وہ صاحب حیثیت ہوتا ہے اپنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ جمع کراتا ہے اور پھر اگر حوادث اسے مستحق بنا دیں تو وہ اس سے وصول کر سکتا ہے۔ مغرب کے اجتماعی محاصل اور زکوٰۃ میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے استحقاق کے لئے اس فنڈ میں کسی شخص کے لئے کوئی چندہ دینے کی شرط بالکل نہیں بلکہ ایک شخص ساری عمر اس فنڈ میں ایک پیسہ دیے بغیر اس سے مدد لے سکتا ہے۔ جبکہ رائج الوقت معاشرتی بیمے (Social Insurance) کی سکیموں میں صرف انہیں لوگوں کو مدد دی جاتی ہے جنہوں نے قابل کار اور برسر روزگار ہونے کے زمانے میں اس فنڈ میں چندہ دیا ہوتا ہے۔

۴۔ زکوٰۃ بنیادی طور پر علاقائی منصوبہ بندی کی تدبیر سامنے لاتی ہے۔ ہر علاقے کے اغنیاء سے اکٹھی کی ہوئی زکوٰۃ اسی علاقے کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جانی چاہئے اور اگر کسی علاقے کی ضروریات سے زکوٰۃ بڑھ جائے تو وہ مرکزی بیت المال میں بھیجی جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں علاقے کی تعریف میں صوبے لائے جاسکتے ہیں۔ اس طرح علاقائی استحصال کی وہ شکایت جو بہت سے سیاسی اور تمدنی مسائل کا موجب ہے آپ سے آپ ختم ہو سکتی ہے۔

زکوٰۃ بحیثیت ایک مالیاتی آلہ: اسلامی معیشت میں زکوٰۃ ایک مؤثر مالیاتی آلہ (Monetary Tool) کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کی چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں:

الف **زکوٰۃ وثیقہ جات:** جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں، زکوٰۃ فنڈ کو نقدی کی صورت میں تقسیم کرنے کی بجائے صنعتوں میں سرمایہ کاری کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے ان صنعتوں میں زکوٰۃ کے مستحقین کو حقوق ملکیت دیے جاسکتے ہیں۔ اس تدبیر کو افراط زر پر قابو پانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے کہ ان صنعتوں کے منافع کو نقدی کے شکل میں بانٹنے کی بجائے زکوٰۃ وثیقہ جات (Zakat Certificates) جاری کر دیے جائیں جو کہ ایک خاص مدت کے بعد نقدی میں تبدیل ہو سکتے ہوں۔ اس طرح مجموعی معیار صرف کو کم اور افراط زر کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

ب **زکوٰۃ بجٹ:** چونکہ زکوٰۃ کی مدات صرف مقرر ہیں لہٰذا اسلامی ریاست میں زکوٰۃ کا بجٹ علیحدہ تیار کرنا لازم ہوگا۔ زکوٰۃ بجٹ کو مالیاتی انضباط (Monetary Control) کے آلے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ملک میں افراط زر ہو تو زکوٰۃ کا فاضل بجٹ تیار کیا جاسکتا ہے یعنی جتنی زکوٰۃ جمع ہو اس سے کم خرچ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اس سے شریعت کے کسی قاعدے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ کساد بازاری کے زمانے میں زکوۃ میں خسارے کا بجٹ تیار کرکے جتنی زکوۃ جمع ہو اس سے زائد خرچ کردی جائے اور آئندہ سالوں کے محصولات سے اس کی کمی کو پورا کرلیا جائے۔ وقتی طور پر یہ رقم بیت المال کی کسی دوسری مد سے قرض لی جاسکتی ہے۔

ج تناسب مصارف: اگرچہ زکوۃ کی مدات مصارف مقرر ہیں لیکن ان کا باہمی تناسب (Mix) طے شدہ نہیں۔ اسلامی ریاست معیشت کے حالات کے مطابق مختلف مدات میں زکوۃ کے اخراجات میں کمی بیشی کرسکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ملک میں افراط زر رونما ہوگیا ہو تو فقراء و مساکین پر خرچ کم کیا جاسکتا ہے اور اس کے بجائے غارمین کی مدات پر خرچ بڑھایا جاسکتا ہے کیونکہ غارمین پر خرچ بالاخر قرض خواہوں کو پہنچتا ہے جن میں غنی ہونے کی وجہ سے رجحان صرف فقراء کے مقابلے میں کم ہوتا ہے اس طرح سے مجموعی معیار طلب کو کم کرکے افراد زر کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر ۱۵

اسلام میں متفرق انتظامی قوانین

(i) وزراء کی حیثیت:

نبی اکرمؐ کے دور مبارک میں وزراء نہیں تھے اور نہ ہی خلفائے راشدینؓ کے دور میں ان کا وجود تھا۔ وزراء بعد کے ادوار کی پیداوار ہیں۔ عباسی دور میں وزراء بنے۔

ایک وزیر اپنے محکمے کا جواب دہ ہوتا ہے۔ اگر محکمہ زیادتی کرے تو وزیر کے خلاف اسلامی قانون ادارت کے تحت معاوضہ کے لئے دعویٰ ہو سکتا ہے۔ صاحبزادہ عبدالرسول "تاریخ اسلام" مطبوعہ ایم آر برادرز ایجوکیشنل پبلشرز' لاہور' میں لکھتے ہیں کہ:

وزیر کا لفظ عربی ہے جو "وزر" مادے سے نکالا گیا ہے جس کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں۔ اس لئے وزیر سے مراد وہ شخص ہے جو بادشاہ کی ذمہ داریوں اور فرائض کا بوجھ اٹھالے۔ وزارت کا منصب ساسانی دربار میں موجود تھا۔ اموی عہد میں یہ عہدہ نہیں تھا اور اموی خلفاء سارے نظام مملکت کو اپنی ذاتی نگرانی میں رکھتے تھے۔ لیکن عباسیوں نے برسراقتدار آتے ہی ساسانی حکمرانوں کی تقلید میں وزارت کا عہدہ قائم کیا۔ ابتداء میں وزراء کے اختیارات بالکل محدود تھے لیکن رفتہ رفتہ وہ سیاہ و سفید کے مالک ہوتے گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وزراء عموماً وہ اشخاص مقرر ہوتے تھے جو زمانہ شہزادگی میں خلفاء کے اتالیق ہوتے تھے اس لئے خلفاء ان کا احترام کرتے تھے۔ اس ضمن میں برامکہ کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

وزیر خلیفہ کا نائب ہوتا تھا اور اس کی طرف سے اسے حکومت کے جملہ اختیارات حاصل تھے۔ عہدیداروں کی تقرری اور برطرفی محصولات کی نگرانی حکومت کی آمدنی اور اخراجات کا حساب کتاب سرکاری خط و کتابت وغیرہ اسی کے ہاتھ میں تھی۔ ہر اہم کام میں وہ خلیفہ کا مشیر ہونے کے علاوہ تمام ملکی اور فوجی شعبوں کا نگران اعلیٰ تھا۔ منصب وزارت حقیقت میں کانٹوں کی سیج تھی۔ وزیر کو ایک طرف تو خلیفہ کو خوش رکھنا پڑتا تھا۔ دوسری طرف اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ عوام میں اپنی مقبولیت قائم رکھے۔ اس کے علاوہ حاسد امراء ہر وقت اس کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ ان حالات میں وزیر کے لئے ضروری تھا کہ وہ علم و فضل' سیاست و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدبر اور فہم و فراست میں یکتا ہو۔ عباسی عہد کے اکثر وزراء ان اوصاف کے مالک تھے اس کے باوجود اکثر اوقات ان کا انجام دردناک ہوتا تھا۔

(ii) تحقیقات (Inquiries)

اسلام کے قانون ادارت میں تحقیقات کا تصور موجود ہے۔ ولایت المظالم ایک ایسا ادارہ تھا جو نبی اکرمؐ نے قائم فرمایا تھا۔ اگر کوئی شکایت ہوتی تو آپؐ ولایت المظالم کے ذریعے اس کی تحقیقات اور چھان بین کرواتے۔ قاضی بھی کئی معاملات کی چھان بین کرواسکتا ہے۔ اس ادارے کا ذکر پروفیسر نکلسن نے بھی اپنی کتاب ہسٹری آف اسلامک لاء (سروے ۱) کے صفحہ ۱۲۲ پر تفصیل سے کیا ہے۔ یہ ادارہ مستشرقین نے بھی بڑا پسند کیا ہے۔ اسی طرح محتسب کے ذریعے بھی معاملات کی تحقیقات کروائی جاسکتی ہے۔ ملازمین کے خلاف بھی تحقیقات کروائی جاسکتی ہیں۔ اسلام کے نظام احتساب میں کوئی بھی احتساب سے ماورا نہیں۔ حضرت عمرؓ عمال کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ تقرری کے وقت ان کے تمام اموال اور جائیداد کی مکمل فہرست تیار ہوتی تھی اور محفوظ کرلی جاتی تھی۔ اگر ان کی معمولی حالت بھی بدلتی تو ان سے باز پرس ہوتی۔ حج کے موقع پر سارے عمال جمع ہوتے اور حضرت عمرؓ ان کے خلاف شکایات سنتے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری کے پاس ایک خاص محکمہ تھا جو شکایات کی تحقیق کے لئے مختص تھا۔ وہ اکثر موقع پر ہی تحقیقات فرماتے اور حکام کو سزا سناتے۔

تزکیۃ الشہود انکوائری کی ایک قسم ہے۔

فتح القدیر' المبسوط' فتاویٰ عالمگیری اور دیگر کتب میں تزکیۃ الشہود کے بارے میں مفصل ابواب موجود ہیں۔ سید محمد متین ہاشمی اپنی کتاب (اسلام کا قانون شہادت' حصہ اول' مطبوعہ مرکز تحقیق' ویال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور (۱۹۸۷ء) ایڈیشن کے صفحات ۵۰-۱۴۵ پر رقم طراز ہیں:

تزکیہ الشہود گواہوں کے چال چلن کا پتہ لگانے کو کہتے ہیں۔ تمام قسم کے مقدمات میں گواہوں کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف حدود و قصاص کے مقدمات میں گواہوں کا تزکیہ ضروری ہے۔ دیگر مقدمات میں ضروری نہیں۔ البتہ اگر فریق مخالف گواہوں پر عیب لگائے تو پھر ان کا تزکیہ کیا جائے گا۔ صاحبینؒ کے نزدیک تمام مقدمات میں گواہوں کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ تزکیہ کی دو قسمیں ہیں:

الف: تزکیۃ العلانیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب: تزکیۃ السر

تزکیۃ العلانیہ کی صورت یہ ہے کہ قاضی' شاہد اور معدل (مزکی) کو ایک جگہ جمع کرکے معدل سے دریافت کرے کہ کیا آپ اس کی تعدیل کرتے ہیں؟ (یعنی اس کو عادل قرار دیتے ہیں) یا گواہوں کی موجودگی میں دریافت کرے کہ کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک عادل مقبول الشہادۃ ہیں؟

تزکیۃ السر کی صورت یہ ہے کہ حاکم ایک کاغذ پر گواہ کا نام' ولدیت' حلیہ اور اس کی جائے سکونت سے قریب ترین مسجد کا نام لکھے اور اسے ایک لفافے میں بند کرکے اس پر اپنی مہر ثبت کردے۔ پھر اپنے کسی نہایت قابل اعتماد آدمی کے بدست وہ لفافہ مزکی (وہ آدمی جس سے گواہ کے حالات کا پتہ لگایا جارہا ہے) کے پاس بھیج دے۔ ضروری ہے کہ مزکی نیک' زاہد' متدین اور واقف کار ہو۔ گوشہ نشین قسم کا آدمی نہ ہو نہ لالچی اور بالکل ہی بے حیثیت ہو۔ اگر فقیہ ہو تو انسب ہے۔ معدل کو چاہئے کہ حاکم کا ملفوف پاتے ہی گواہ کے پڑوسیوں سے اس کے حالات معلوم کرے اور صرف اس کی عبادت و ریاضت ہی نہ دیکھے بلکہ یہ بھی پتہ کرے کہ معاملات کے اعتبار سے وہ کیسا آدمی ہے۔ اس کے بعد اگر گواہ معیار پر پورا اترتا ہو تو اس کے نام کے نیچے لکھ دے۔ عدل جائزۃ الشہادۃ (یعنی گواہ ثقہ اور مقبول الشہادت ہے) اور اگر بالفرض گواہ فاسق ہو تو کچھ نہ لکھے اور اسی حالت میں حاکم کا مکتوب واپس کردے یا لکھ دے "واللہ اعلم بالصواب" (اللہ بہتر جانتا ہے کہ درست کیا ہے) اور اگر گواہ مستورالحال ہو تو اس کے نام کے نیچے لکھ دے "مستور۔" پھر انتہائی خفیہ طریقے سے وہ مکتوب حاکم کو لوٹا دے۔ اس سارے عمل میں کمال رازداری کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ممکن ہے کہ مشہود علیہ اور اس کے ساتھی مزکی کو رشوت دینے یا کسی طور پر اس کی رائے کو متاثر کرنے کی کوشش کریں یا اس کو ایذا پہنچائیں۔ ہمارے دور میں تزکیۃ السر افضل ہے۔ اگر ایک ہی مزکی سے تزکیہ کرالیا جائے تو کافی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دو مزکیوں سے تزکیہ کرایا جائے۔ جب گواہ شہادت دے چکیں تب ان کا تزکیہ کرایا جائے گا اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ شہادت کے بعد گواہوں کا تزکیہ کرایا تھا۔ اگر کسی گواہ کا ایک مرتبہ تزکیہ کرلیا جائے پھر چھ ماہ بعد کسی دوسرے مقدمے میں وہ شہادت دے تو اس کا دوبارہ تزکیہ کیا جائے گا۔

"ادب القاضی" (مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد) کے صفحات ۹۵-۴۹۴ پر تزکیۃ الشہود کے بارے میں تحریر ہے کہ:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قاضی مسلمان کے ظاہری طور پر عادل ہونے پر اکتفا کرے گا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور گواہوں کے حالات کے بارے میں تفتیش نہیں کرے گا۔ الا یہ کہ فریق مخالف گواہوں پر اعتراض کرے۔ کیونکہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے لئے عادل ہیں سوائے محدود فی القذف کے۔ اسی طرح کی روایت حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے کیونکہ دراصل اسنے ایک ایسے کام سے روکنا ہوتا ہے جو دین نے حرام ٹھہرایا ہے اور ظاہری حالت اس مقصد کے لئے کافی ہے کیونکہ قطعی طورپر تو کوئی بات معلوم کرنا ناممکن ہے۔ البتہ حدود اور قصاص میں قاضی گواہوں کے بارے میں تفتیش کرے گا کیونکہ اس طرح وہ ان کو ساقط کرنے کے لئے تدبیر کرے گا اس لئے مکمل تفتیش ضروری ہے اور پھر یہ وجہ بھی ہے کہ اس میں شبہ کی گنجائش ہے۔ اگر فریق مخالف گواہوں پر اعتراض کرے تو پھر ان کے بارے میں خفیہ طورپر اور علانیہ طورپر تفتیش کی جائے گی۔ کیونکہ دو ظاہری صورتیں باہم مقابل ہیں۔ لہٰذا قاضی ایک صورت کو ترجیح دینے کے لئے تفتیش کرے گا۔ ابویوسفؒ اور محمدؒ فرماتے ہیں کہ تمام حقوق میں گواہوں کے بارے میں خفیہ اور علانیہ تفتیش ضروری ہے کیونکہ فیصلے کی بنیاد دلیل پر ہے جو کہ عادل گواہوں کی گواہی ہے۔ لہٰذا قاضی ان کے عادل ہونے کے بارے میں ضرور جاننے کی کوشش کرے گا کیونکہ اس طرح اس کا فیصلہ باطل ہونے سے محفوظ ہوجائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف زمانہ کی وجہ سے ہوا ہے (یعنی امام اعظم کے زمانے میں گواہ اکثر عادل ہوتے تھے جب کہ صاحبینؒ کے دور میں جعلی گواہوں کی بھی بھرمار ہونے لگی تھی) اور موجودہ زمانے میں فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔

اور پھر خفیہ تزکیہ یہ ہے کہ قاضی اپنے خفیہ خط کو مزکی (تزکیہ کرنے والا) کی طرف روانہ کرے گا جس میں گواہ کا نسب، محلہ، حلیہ وغیرہ کا ذکر ہو پھر مزکی (جو کہ خود بھی عادل ہو) اس کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اس خط کا جواب لکھے گا اور یہ سب کچھ خفیہ ہوگا۔ کیونکہ اگر یہ بات افشا ہوگئی تو وہ اسے رشوت دینے کی کوشش کرے گا یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرسکتا ہے۔

اور علانیہ تزکیہ یوں ہوگا کہ مزکی اور گواہ دونوں قاضی کے پاس اکٹھے لائے جائیں تاکہ یہ شبہ دور ہوجائے کہ اس نے کسی اور کا تزکیہ نہ کیا ہو۔ اپنی رپورٹ میں ضروری ہے کہ مزکی قطعی بات لکھے۔ مثلاً صاف صاف یہ لکھ دے کہ گواہ عادل ہے۔ اس انداز میں نہ لکھے کہ گواہ میرے نزدیک عادل ہے اس لئے کہ قابل اعتماد لوگوں نے مجھے بتلایا ہے کہ یہ عادل ہے۔ حدود و قصاص کے گواہوں کے [illegible] کافی چھان پھٹک اور تحقیق و تفتیش ضروری ہوتی ہے۔

غیر مسلم گواہ کے تزکیہ میں یہ دریافت کیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب پر عامل ہے یا نہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سچ بولتا ہے یا عادتاً جھوٹ بولتا ہے۔ دیانت دار ہے یا بددیانت' اور ہوش و خرد والا ہے یا نرا احمق۔

شاہدوں کا تزکیہ اس حلقے سے کرایا جائے گا جس سے ان کا تعلق ہو مثلاً اگر وہ طلبہ میں سے ہوں تو ان کا تزکیہ ان کے اساتذہ اور درس گاہوں کے قابل اعتماد لوگوں سے کیا جائے گا' اگر وہ فوجی ہوں گے تو ان کے افسروں سے ان کے چال چلن کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ اگر وہ سرکاری افسر ہوں تو ان کے افسران بالا سے' اگر تاجر ہوں تو ان کے حلقے کے قابل اعتماد تاجروں سے۔

تزکیۃ العلانیہ میں ضروری ہے کہ مزکیوں میں وہ تمام صفات پائی جائیں جو ایک عادل مقبول الشہادۃ گواہ میں پائی جاتی ہیں مثلاً عادل ہونا' عاقل اور بالغ ہونا' آزاد اور بینا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

قسامت کا طریقہ کار: سنن الدار قطنی جلد دوم ص:۵۱۸ طبع دہلی ۱۳۱۰ھ میں قسامت کے طریقہ کار کے بارے میں ایک حدیث شریف ملاحظہ ہو:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے کچھ یہودیوں کی بستی کے کنویں میں ایک مقتول کو پڑا دیکھا' لوگوں نے یہ واقعہ رسول اللہؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے ان لوگوں (یہودیوں) کو بلا بھیجا اور ان میں سے پچاس بہترین لوگوں کا انتخاب کیا۔ پھر آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کو یہ قسم دی: "خدا کی قسم نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ میں کسی قاتل سے واقف ہوں۔ پھر آپؐ نے ان سب لوگوں پر دیت عائد فرمائی۔ یہودیوں نے کہا: انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے مطابق ہے۔

ادب القاضی کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھا ہے:

لغوی اعتبار سے قسامت کے معنی ہیں اجتماعی طور پر قسم کھانا' قتل کے ایسے مقدمات میں جن میں نہ تو قاتل کا اتا پتا چلتا ہو اور نہ کوئی قابل اعتماد ذریعہ ایسا موجود ہو جس سے قاتل کا سراغ مل سکے اور نہ اس امر کے کوئی آثار موجود ہوں کہ مقتول کو کہیں اور سے لا کر یہاں پھینکا گیا ہے تو اس صورت میں قسامت کا اصول اختیار کیا جاتا ہے۔

اصول قسامت اور اصول تکافل:

یہاں یہ ذکر کردینا مناسب ہوگا کہ اصول قسامت کا اسلام کے اصول تکافل سے گہرا تعلق ہے۔ تکافل کے معنی یہ ہیں کہ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اس میں لوگوں کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے الگ تھلگ اور لاتعلق رہنے کا کوئی تصور موجود نہیں۔ اسلامی معاشرہ میں یہ بات بالکل ناقابل تصور ہے کہ محلّہ یا پڑوس میں ایک شخص بے گناہ قتل ہوجائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اسلامی معاشرے میں ہر شخص ایک دوسرے کا کفیل و مددگار ہے اور معاون و غمگسار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے بعد سب سے زیادہ جن لوگوں کے حقوق کی اسلام میں تاکید کی گئی ہے وہ پڑوسی ہیں۔ اب پڑوسیوں کے ان حقوق کے باوجود پڑوس میں کوئی شخص بے گناہ مارا جائے تو اہل محلّہ کا فرض ہے کہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کے مطابق اس ناحق خون کو بہنے سے بچائیں۔ اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کرتے ہیں تو اس کے صرف دو اسباب ہوسکتے ہیں یا تو وہ ایک دوسرے سے اس قدر غافل اور بے پروا رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے معاملات سے بے خبر ہیں اور یا وہ اس قدر بے حس ہوچکے ہیں کہ ان کی نظر میں انسانی جان کی بھی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ دونوں صورتوں میں وہ قصور وار ہیں اور اپنے اس قصور کی سزا اجتماعی جرمانہ کی صورت میں ان کو بھگتنا ہی چاہئے۔ (بحوالہ ادب القاضی' ص:۲۳۸)

iii ٹریبونل (Tribunals)

ٹریبونل کی کئی اقسام ہیں مثلاً:

i سروسز ٹریبونل
ii انسپکشن ٹیمیں
iii انٹی کرپشن ادارے
iv فوڈ ٹریبونل

یہ ادارہ بھی عدالت کی مثل ہوتا ہے' جو خصوصی مقاصد کے لئے ہوتا ہے۔ سروسز ٹریبونل میں ملازمین دعویٰ دائر کرسکتے ہیں اور انصاف حاصل کرسکتے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے بھی ایک خصوصی ٹریبونل تشکیل فرمایا جسے عدالت فوق العادۃ کہا جاتا تھا۔ اس دور میں محتسب کا ادارہ بھی بڑا مؤثر تھا۔

ادب القاضی کے صفحہ ۶۲۴ پر خصوصی ٹریبونل کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ معین الحکام طرابلسی' (ص:۱۴۰) بھی اس ضمن میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ قاضی کے دائرہ اختیار سے بعض قسم کے معاملات خارج کردیے جائیں یا کسی قاضی کو خاص شخص کے مقدمات سننے سے روک دیا جائے۔ ان صورتوں میں وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام معاملات جن کی سماعت کرنے سے روکا گیا ہے قاضی کے دائرہ اختیار سے باہر متصور ہوں گے اور ان معاملات میں وہ قاضی شمار ہی نہیں ہوگا۔

iv ذمی (Minorities)

The New Encyclopaedia Britannica کی جلد نمبر ۸ کے صفحات ۱۶۹-۱۷۰ پر ذمیوں کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ ذمی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی:

"Minority is a culturally, ethnically or racially distinct group living within a large society. When used to describe such a group, the term carries with it a web of political and social implications."

ایک بڑی سوسائٹی میں اقلیتی طبقہ کلچر، فرقے اور خاندان کے لحاظ سے متفرق ہوتا ہے۔ ایسے طبقے سے سیاسی اور سماجی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ابن قدامہ (المغنی) میں فرماتے ہیں کہ ایک اسلامی ریاست میں ذمیوں کی جان اور مال کی حفاظت حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی انہیں قتل کردے یا زخمی کردے تو مجرم اس صورت میں قصاص ادا کرے گا۔ نبی اکرمؐ نے ذمیوں کے حقوق یقینی فرمادیے۔ انوار احمد قادری اپنی کتاب Islamic Jurisprudence in the Modern World (صفحات ۸۵-۲۸۴) میں رقم طراز ہیں:

"اگر کوئی شخص ذمی کے خنزیر کا گوشت ضائع کردے تو اسے اس کا بھی ذمی کو معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔" لہٰذا ثابت ہوا کہ ذمیوں کے حقوق کا تعین کردیا گیا ہے۔

(v) قومیانا (Nationalisation)

اسلام میں قومی ملکیت میں لئے جانے کا تصور موجود ہے۔ ایس ایم یوسف (S.M.Yusuf) فرماتے ہیں کہ قومی دفاع کی صنعتیں (Defence Industries) قومیائی جاسکتی ہیں کیونکہ اس طرح حکومت کا کنٹرول نہیں رہتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد اپنی تصنیف "اسلام کا معاشی نظام اور اسلامی ریاست کا نظام محاصل" مطبوعہ مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۸۵ء ایڈیشن کے صفحات ۳۲-۳۳ پر رقم طراز ہیں:

دوسری طرف اگر کسی ذریعہ پیداوار کو پبلک سیکٹر میں رکھتے ہوئے عدل کا تقاضا پورا نہ ہونے پائے تو اسلامی ریاست میں اس ذریعہ پیداوار کو قومیانے (Nationalize) کی گنجائش بھی موجود ہے کیونکہ اصل شے عدل ہے۔ اگر عدل کا تقاضا پورا نہیں ہوتا تو کسی بھی صنعت وغیرہ کو قومیانے میں کوئی تذبذب اسلام کی رو سے نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل حضرت عمر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاروقؓ کا اجتہاد ہے۔ جب عراق کی زمینیں فتح ہوئیں اور دجلہ اور فرات کی سرزمین اور شام اور فلسطین کے انتہائی زرخیز علاقے اور سبزہ زار مسلمانوں نے فتح کئے تو مطالبہ کیا گیا کہ ان کو مجاہدین کے اندر تقسیم کردیا جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس پر غور کیا اور یہ بڑا نزاعی مسئلہ بنا رہا۔ اس پر بڑی لے دے ہوئی۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقد ہوئے۔ دونوں طرف سے بھرپور دلائل دیے گئے لیکن آخر کار حضرت عمرؓ کے اجتہاد پر اجماع ہوا کہ ایسا کرنے سے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے لہٰذا حضرت عمرؓ نے فرمایا: سب زمینیں اسلامی ریاست کی ملکیت (سٹیٹ لینڈ) ہوں گی اور اس پر کام کرنے والے (Tenants) مزارعے کی حیثیت سے برقرار رہیں گے۔ وہیں کے لوگوں کو حقوق دیے گئے اگرچہ وہ ملکیت کے حقوق نہیں تھے لیکن ایک نوع کی موروثی مزارعت تھی کہ وہ ان میں زراعت کریں گے اور اسلامی ریاست ان سے لگان یا خراج وصول کرے گی۔ ذہن میں رکھیے کہ اگر خدانخواستہ اس موقع پر حضرت عمرؓ کا یہ اجتہاد سامنے نہ آتا تو دنیا میں بدترین جاگیرداری نظام اسلام کے ذریعے سے رائج ہوجاتا۔ کیونکہ عراق اور شام کے فاتحین لاکھوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں تھے اور اگر وہ تمام زمینیں ان میں تقسیم کی جاتیں تو وہ سب بڑے بڑے جاگیردار بن جاتے۔

(vi) مارشل لاء

وی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا (جلد ۷) صفحہ ۸۸۶ ملاحظہ ہو:

"Martial law is temporary rule by military authorities of a designated area in time of emergency when the civil authorities are deemed unable to function."

جب سول انتظامیہ ایمرجنسی میں حالات پر قابو نہ پاسکے تو پھر فوج معاملات کو سنبھال لیتی ہے۔ مندرجہ بالا مفہوم کی روشنی میں فوج کا کام صرف عارضی طور پر حالات پر قابو پانا ہوتا ہے۔ نبی اکرمؐ سربراہ مملکت بھی تھے اور مسلح افواج کے کمانڈر انچیف بھی۔ آپؐ عدلیہ کے بھی سربراہ تھے۔ آپؐ نے تمام نظام کو بڑے احسن طریقے سے چلایا۔ خلفائے راشدینؓ نے بھی نبی اکرمؐ کی طرز پر نظام سلطنت چلایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کی۔ حضرت عمرؓ خود گورنر (عمال) مقرر فرماتے اور آپؓ نے مالیاتی نظام کو بھی مستحکم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صوبوں کے مقابلے میں مرکزی حکومت مضبوط تر تھی۔ دورِ امیہ میں تو عبدالمالک بن مروان نے فوجی ملازمت کو لازمی کردیا اور ایک اعلیٰ قسم کا احتساب کا نظام جاری رکھا جس کی بنیاد نبی اکرمؐ نے رکھی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بحث کے پیش نظر اسلامی حکومت میں مارشل لاء جائز ہے۔ اگر حالات تقاضا کریں تو مارشل لاء کا نفاذ مفاد عامہ کے تحت بہتر ہے۔

(vii) لائسنس

اگر حکومت وقت کسی کو ڈرائیونگ لائسنس یا اسلحہ کا لائسنس جاری کردے تو بغیر کسی معقول وجہ کے یہ لائسنس منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ لائسنس منسوخ کرنے سے پہلے متعلقہ شخص کو بلایا جائے اس کے موقف کو سنا جائے اور بعد ازاں انصاف کے تقاضے پورے کرکے لائسنس منسوخ کیا جائے۔ سورت نحل میں حکم ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ (آیت ۹۰)

عدل اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا انتظامیہ کا فرض ہے۔ بصورت دیگر حکومت کا حکم غیر قانونی تصور کیا جائے گا۔

(viii) ضوابط (Regulations)

ضوابط کی حیثیت بھی قانون کی سی ہوتی ہے۔ ان کی حکم عدولی پر جرمانہ بھی عائد ہوسکتا ہے۔ متعلقہ محکمہ اپنے لئے ضوابط بنا سکتا ہے جس پر اوروں کو پابند کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً صحافیوں کی انجمن اسلامی صحافت کو پیش نظر رکھ کر ضوابط بنا سکتی ہے جو ان پر لاگو ہوں گے۔

(ix) ہڑتالیں

جمہوری معاشروں میں اظہار بیزاری' ناراضگی اور احتجاج کے جہاں اور بہت سے طریقے رائج ہیں ان میں ایک طریقہ ہڑتال بھی ہے۔ یہ طریقہ برصغیر میں انگریزوں کے دور سے رائج ہے۔ ان کی غلامی سے بیزاری اور ان کے فیصلوں اور اقدامات کے خلاف احتجاج کے اظہار کے لئے ہڑتال کا طریقہ رائج ہوا اور اب یہ طریقہ اس سارے علاقے میں رائج ہے۔ یورپ بھی اس طریق احتجاج سے آشنا ہے اور بالعموم مزدور اپنے مطالبات منوانے کے لئے دنیا بھر میں ہڑتالیں کرتے ہیں۔ ہڑتال سے بلاشبہ بہت سا پیداواری' کاروباری اور تجارتی نقصان ہوتا ہے۔ قومی آمدنی میں کمی واقع ہوتی ہے اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ہڑتال کا خالص مادی پہلو ہے اور یہ مادی پہلو بھی قابل لحاظ ہے لیکن ہڑتال کا صرف مادی پہلو ہی نہیں ہے اس کا قومی'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملی، جذباتی اور نفسیاتی پہلو بھی ہے جو نہایت درجہ قیمتی ہے۔ اگر اسے نظرانداز کردیا جائے تو ملت کی عزت، آزادی، قوت مزاحمت اور جذبہ دفاع میں کمی اور کمزوری پیدا ہوجاتی ہے جو دوسرے کسی ذریعہ سے پوری نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک بھوک ہڑتال کا تعلق ہے یہ شریعت میں جائز نہیں۔ اسلام میں خود کشی حرام ہے۔ بھوک ہڑتال سے موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ ہڑتال کئی اور طریقوں سے کی جاسکتی ہے ضروری نہیں کہ خودکشی کی کوشش کی جائے۔ ہڑتالیں فساد فی الارض کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہڑتالیں دراصل اشتراکی ہتھکنڈہ ہیں۔ اسلام ان کی گنجائش نہیں۔ بطرز احسن اپنا مطالبہ پیش کیا جائے نہ کہ گھیراؤ جلاؤ۔

(X) معاہدات (Treaties)

Osborn's Concise Law Dictionary میں معاہدہ (Treaty) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

An agreement between the Governments of two or more states." p.330

"کسی دو یا اس سے زیادہ حکومت کے درمیان معاہدہ کو Treaty کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ان معاہدات کو نبھانے کا حکم ہے۔ سورت توبہ کی آیات ۳-۴ ملاحظہ ہوں۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

"اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسولؐ تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے۔ اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی مگر وہ مشرک جن سے تمہارا عہد تھا۔ پھر انہوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہ کی اور تمہارے مقابل کسی کی مدد نہ کی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

xi تفویض (Delegated Legislation)

تفویض سے انتظامی معاملات میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے اور وقت بھی بچ جاتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے تفویض کو پسند فرمایا۔ آپؐ نے فوجداری نظام میں نائبین مقرر فرمائے تاکہ عدالتوں کا کام آسان ہو۔ آپؐ نے حضرت انیس الاسلمیؓ کو ایک زنا کے مقدمہ میں نائب مقرر فرمایا۔

xii ضمنی قواعد (Bye-Laws)

Osborn's Concise Law Dictionary کے صفحات ۶۱-۶۲ پر اس اصطلاح کی تشریح درج ہے:

"Bye-Laws are rules made by some authority (subordinate to the Legislature) for the regulation, administration or management of a certain district, property, undertaking etc., and binding on all persons who come within their scope."

Bye-Laws سے مراد ایسے ضوابط کی تشکیل ہے جو ایک ایسا ادارہ یا اتھارٹی بنائے (بشرطیکہ وہ مقننہ کے ماتحت ہو) تاکہ اس ادارے کا نظام بطرز احسن چل سکے۔ ایسے ضوابط جو متعلقہ اتھارٹی بہتر کارکردگی کے لئے بناتی ہے وہ اس کے اراکین پر لازم ہوتے ہیں۔ اسلام کے انتظامی نظام میں ایسے ضوابط جائز ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں اور ان کا مقصد احسن انتظام چلانا ہو۔

xiii معاوضہ جات رقبوں کے حصول کے بارے میں (Acquisition & Compensation)

بعض دفعہ حکومت کو مفاد عامہ کے لئے رقبہ جات کے حصول کی کارروائی کرنا پڑتی ہے۔ مثلاً کسی کالج یا سکول یا ہسپتال کی تعمیر کے لئے لوگوں کا رقبہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں حکومت مالک کو معقول معاوضہ ادا کرے وگرنہ حکومت کا یہ فعل ظلم کے زمرے میں آئے گا۔ نبی اکرمؐ نے جب مسجد نبوی کی تعمیر کروانا چاہی تو دو یتیم بھائیوں سہل اور سہیل نے اپنا رقبہ مفت دینا چاہا لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معقول معاوضہ ادا فرمایا اور زمین کا متعلقہ ٹکڑا حاصل فرمایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

xiv کارپوریشن

دیگر ممالک میں رائج قوانین کی طرح فقہ اسلامی میں بھی کارپوریشن کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ کارپوریشن کے اراکین دعویٰ بھی کرسکتے ہیں اور ان کے خلاف بھی دعویٰ ہوسکتا ہے۔ عباسی دور میں لوکل گورنمنٹ کے ادارے اچھی طرح قائم ہوگئے تھے۔ اندلس میں عبدالرحمٰن سوم کے دور میں ۳۸۰ میونسپل کمیٹیاں تھیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مشتاق احمد چودھری کی کتاب "اسلام کا بلدیاتی نظام" صفحات: ۶۰-۶۱۔ اگر کوئی کارپوریشن کسی کا جانی یا مالی نقصان کرے تو کارپوریشن کے خلاف ہرجانے یا معاوضے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔

xv آڈٹ کا محکمہ:

آڈٹ کا محکمہ بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر آڈٹ نہ ہو تو پھر بے شمار مالی بے ضابطگیوں کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اسلام کے نظام احتساب کا ایک حصہ ہے۔ آڈیٹر صاحبان مختلف محکمہ جات کے معاملات کی جانچ پڑتال کرسکتے ہیں۔

xvi شاہرات (Highways)

شاہراہ (Highway) کی تعریف Osborn's Concise Law Dictionary میں یوں کی گئی ہے:

"A road or way open to the public as of right for the purpose of passing or repassing." pp.164-165.

شاہرات پر لوگوں کا حق ہے کہ وہ گزریں۔ نبی اکرمؐ نے راستوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا (بخاری شریف)۔

امام نووی منہاج الطالبین میں لکھتے ہیں کہ شاہرات پر رکاوٹ کھڑی کر دینا یا بند کر دینا ممنوع ہے۔ اگر اس صورت میں کوئی حادثہ ہوجائے تو شاہرات کا محکمہ یا حکومت مضروب کو معاوضہ ادا کرے۔ علامہ مرغینانی نے بھی کتاب الھدایہ میں اس ضمن میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

xvii پراسیکیوشن کا شعبہ (Prosecution)

Osborns Concise Law Dictionary کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Prosecutor is a person who takes proceedings in against another in the name of Crown; usually either the person injured, or the police, or the Director of Public Prosecutions."

انگلینڈ میں مسائل خود یا پولیس یا ڈائریکٹر آف پبلک پراسیکیوشنز فوجداری مقدمات میں مقدمہ دائر کرسکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ نظام عدل کے صفحات ۱۰۶-۱۰۷ میں لکھا ہے کہ پراسیکیوشن کا شعبہ پولیس کے ماتحت نہیں ہونا چاہئے تاکہ ان چالانوں کی صحیح چھان بین ہوسکے جو پولیس بھجواتی ہے۔ اس طرح پولیس پر کنٹرول رہے گا۔ یہ تجویز انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پاکستان میں شعبہ پراسیکیوشن کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے چونکہ اس کے افسران اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں بہتر سکیل دیے جائیں لیکن پولیس سے انہیں علیحدہ رکھا جائے (ملاحظہ ہو چودھری محمد اکرم مارتھ کا مضمون' شعبہ پراسیکیوشن اور محکمہ پولیس' روزنامہ جنگ' راولپنڈی ایڈیشن' مورخہ ۲۶ر اگست ۱۹۹۱ء)

xviii وکالت کا شعبہ:

ہر وہ معاہدہ جو انسان خود کرسکتا ہے اس کے لئے دوسرے شخص کو بھی وکیل بنا سکتا ہے۔ اس لئے کہ بعض خاص خاص حالات کے پیش نظر انسان بہت سے کام خود کرنے سے قاصر رہتا ہے اور اس کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کسی دوسرے کو ان کاموں کے لئے وکیل مقرر کردے۔ اس طرح وہ وکیل مقرر کرکے اپنی یہ ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے حضرت حکیم بن حزام کو (قربانی کی) خریداری کے لئے اور حضرت عمر بن ابی سلمہ کو شادی کے لئے اپنا وکیل مقرر کیا۔ اسی طرح ہر قسم کے حقوق میں وکیل بالخصومت (Agent in Suits or Attorney in litigation) بھی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ وجہ ہم نے پہلے بیان کی کہ ضرورت پڑتی رہتی ہے اس لئے کہ ہر شخص مقدمہ بازی کے معاملات کو نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ آپؓ نے اپنے متعدد مقدمات میں حضرت عقیلؓ کو اور ان کے زیادہ معمر ہوجانے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو وکیل مقرر کیا۔ اسی طرح حقوق کی ادائیگی اور وصولیابی کے لئے بھی وکیل مقرر کیا جاسکتا ہے۔ صرف حدود اور قصاص کے معاملات مستثنیات ہیں۔ اس لئے کہ اگر موکل عدالت میں موجود نہ ہو تو حدود و قصاص سے متعلق حقوق کی وصولیابی کے لئے وکیل کافی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حدود شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا موکل کی عدم موجودگی میں یہ شبہ بہر حال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود رہے گا کہ اس نے معاف کر دیا ہو بلکہ شریعت نے جو معافی کی ترغیب دی ہے اس کی موجودگی میں یہی زیادہ قرین قیاس ہے کہ مؤکل نے معاف کردیا ہو۔ (ملاحظہ ہو الھدایہ' للمرغینانی' طبع دہلی' ۱۳۵۸ھ' جلد سوم' ص:۱۶۲)

علامہ مرغینانی "کتاب الھدایہ" ص:۱۶۳-۱۶۲ پر رقم طراز ہیں کہ

اگر کوئی خاتون پردہ نشین ہو اور اس کی عادت باہر نکلنے اور عدالتوں میں آنے جانے کی نہ ہو تو ابوبکر رازی کی رائے میں اس کے لئے وکیل کرنا لازمی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر وہ عدالت میں بغیر وکیل کے پیش ہوئی تو شرم اور جھجک کی وجہ سے بول نہ سکے گی اور اس کو وکیل مقرر کرنا پڑے گا۔ مصنف کا کہنا ہے کہ بعد کے فقہاء نے اس چیز کو خصوصیت سے پسند کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر مؤکل بیمار یا تین روز یا اس سے زائد کی مسافت پر نہ ہو تو پھر اس صورت میں فریق مخالف کی اجازت کے بغیر وکیل کا (مؤکل کے بغیر) عدالت میں پیش ہونا جائز نہیں لیکن امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ کی رائے میں فریق مخالف کی رضامندی اور اجازت کے بغیر بھی وکیل کا تعین اور پیشی جائز ہے۔ یہی رائے امام شافعیؒ کی بھی ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس امر میں نہیں کہ فی نفسہ وکیل کا تقرر (اس صورت میں) جائز ہے یا نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ یہ تقرر فریق مخالت کے لئے بھی واجب العمل ہے یا نہیں؟ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل کا مقرر کرنے کا یہ فعل مؤکل کا بالکل ذاتی فعل ہے جو اس کے اپنے حق سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کا جائز ہونا کسی دوسرے کی رضامندی پر موقوف نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جواب دعویٰ داخل کرنے کی ذمہ داری بہرحال فریق مخالف کی ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کو عدالت میں طلب کیا جاتا ہے۔ اب چونکہ لوگ عدالتی معاملات اور مقدمہ بازیوں سے نبٹنے کی صلاحیتوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے اگر ہم یہاں وکیل کے تقرر کو لازمی کردیں تو اس سے فریق مخالف کو نقصان ہوگا۔ اس لئے یہاں وکیل کی تقرری کو فریق مخالف کی رضامندی پر موقوف کرونا چاہئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہدایہ' جلد سوم' ص:۱۶۲۔

کتاب الھدایہ' جلد سوم ص:۳۸۲' ملاحظہ کریں۔ صاحب الھدایہ لکھتے ہیں کہ:

مؤکل کو یہ حق حاصل ہے کہ وکیل کو وکالت سے ہٹا دے۔ اس لئے کہ جس طرح وکالت پر کسی کو مقرر کرنا یا نہ کرنا مؤکل کا حق ہے۔ اس طرح اس کو ختم کردینا بھی مؤکل ہی کا حق ہوگا۔ اگر وکیل کو معزولی کی اطلاع نہ ملے تو اس کی وکالت اس وقت تک برقرار اور اسکے تصرفات واقدامات اس وقت تک جائز مانے جائیں گے جب تک اس کو اپنی معزولی کا علم نہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدہ وکالت کن صورتوں میں کالعدم ہوجاتا ہے؟

معاہدہ وکالت حسب ذیل صورتوں میں فوری طور پر باطل ہوجاتا ہے:

۱۔ مئوکل کی موت

۲۔ مئوکل کا دائمی طور پر پاگل ہوجانا

۳۔ مئوکل کا مرتد ہوکر دارالحرب بھاگ جانا

کتاب الہدایہ (جلد سوم' ص:۱۸۴) میں لکھا ہے کہ:

اگر وکیل مرجائے یا دائمی طور پر پاگل ہوجائے تو اس کی وکالت فوری طور پر باطل اور کالعدم ہوجائے گی۔ اس لئے کہ اس کی موت اور پاگل پن کی صورت میں یہ معاملہ درست قرار نہیں پا سکتا۔ اگر وہ مرتد ہوکر دارالحرب بھاگ جائے تو جب تک وہ دوبارہ اسلام قبول کرکے واپس نہ آئے اس کا کوئی تصرف جائز قرار نہیں پائے گا۔ قدوری کا بیان ہے کہ یہ امام محمدؒ کی رائے ہے۔ امام ابویوسفؒ کے نزدیک اگر وہ دوبارہ مسلمان ہوکر دارالاسلام میں واپس بھی آجائے تو بھی اس کی وکالت ختم ہی سمجھی جائے گی۔

شعبہ وکالت کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ "اسلامی نظام عدل" (صفحہ:۲۲۰) ملاحظہ ہو:

پیشہ وارانہ وکالت کے لئے اصلاحی تجاویز (حلف نامہ برائے وکلا)

الف حکومت صوبائی اور مرکزی بار کونسلوں اور بار ایسوسی ایشن سے اسلامی نقطہ نگاہ سے اصلاحی تجاویز طلب کرکے ان پر عمل درآمد کرے تاکہ وکلاء کی کارگزاری میں امانت' راست بازی اور حق پسندی کا انعکاس لازمی طور پر ہوسکے۔ کیونکہ وکیل کا حقیقی منصب قضا اور عدل میں عدالت کی معاونت کرنا ہے۔

ب ریڈیو اور ٹی وی سے پیشہ وکالت سے منسلک اصحاب کے لئے اصلاحی پروگرام نشر کئے جایا کریں۔

ج بار روم میں پیشہ وکالت سے متعلقہ موزوں و برمحل آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتبات آویزاں کئے جائیں۔

د وکلاء کی کردار سازی کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا وکلاء کے لئے ایک حلف نامہ تجویز کیا گیا اور طے پایا کہ ایسا حلف اٹھانے کا اہتمام متعلقہ بار کونسل کرے۔ یہ حلف نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

xix جیل خانہ جات

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ:

اس صیغے میں حضرت عمرؓ کی یہ ایجاد ہے کہ جیل خانے بنوائے ورنہ ان سے پہلے عرب میں جیل خانے کا نام و نشان نہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اول مکہ معظمہ میں صوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے۔ علامہ بلاذری کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفے کا جیل خانہ نرسل سے بنا تھا۔ اس وقت تک صرف مجرم قید خانے میں رکھے جاتے تھے اور جیل خانے میں بھجوائے جائے تھے۔ جیل خانہ تعمیر ہونے کے بعد سزاؤں میں تبدیلی ہوئی۔ مثلاً ابومحجن ثقفی بار بار شراب پینے کے جرم میں ماخوذ تھے تو اخیر دفعہ حضرت عمرؓ نے اس کو حد کی بجائے قید کی سزا دی۔ (بحوالہ ساجد الرحمٰن کاندھلوی' پولیس اور اسلام کا احتساب' صفحہ ۴۸ ملاحظہ ہو۔)

جیل خانہ جات کی اصلاح
(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)

جرائم زر' زن' زمین' ذاتیات' ذات پات' ضرورت' غیرت اور شہرت حاصل کرنے کی خاطر سرزد ہوتے ہیں۔ معاشرے میں عدم تحفظ کا احساس' بے روزگاری اور مہنگائی نیز گھریلو ماحول اور عائلی زندگی میں توڑ پھوڑ اور شکست و ریخت کا عمل جرائم کو جنم دیتا ہے۔ پولیس کی ناقص کارکردگی' پراسیکیوشن کے شعبہ کی نا اہلی اور عدالتوں میں سالوں تک مقدمات کا التوا انصاف کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ روحانیت کا فقدان اور ماں باپ کی غلط تربیت جرائم کا سبب بنتی ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی:۔

بچے میں بو آئے کہاں ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

جب مجرم جیل خانہ جات میں جاتے ہیں تو ان میں وہ تربیت نہیں پاتے۔ یہ عقوبت خانے انہیں اور زیادہ جرائم کی طرف مائل کرتے ہیں۔ اسلام میں قید کی بجائے اصلاح پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن حکیم اصلاح' تزکیہ' عفو' درگزر' صلح' احسان' توبہ' رحم' ترس' بخشش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معافی' فدیہ اور گناہ کی صورت میں کفاروں کا تصور دیتا ہے یعنی گناہ کے ارتکاب کی صورت میں روزے رکھے جائیں۔ مقصد اصلاح ہے۔ اسی طرح جرائم کی صورت میں تاوان ادا کرنے کا بھی حکم ہے بشرطیکہ اگر جرائم حقوق العباد کے زمرے میں آئیں۔ حدود میں سزا کا تصور ہے۔ مثلاً شراب نوشی' زنا وغیرہ۔

جیل کا نظام قدیم ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی زندان میں رکھا گیا۔ آپ کئی سال قید میں رہے جیسا کہ سورت یوسف کی آیت نمبر ۴۲ میں ارشاد ہے:

"تو یوسف کئی برس اور جیل خانہ میں رہے۔"

سورت یوسف کی آیت نمبر ۳۹ سے بھی ثابت ہے کہ آپ جیل کے ساتھیوں کو شرک سے منع فرماتے اور ان کی اصلاح کے لئے کاوشیں فرماتے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر عثمانی' مطبوعہ شاہ فہد قرآن حکیم پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ' صفحہ ۳۱۸)۔

بابل (عراق) میں بھی حمورابی نے جیل خانہ جات کے لئے قوانین وضع کئے مثلاً پینل کوڈ آف موسز۔ اس میں سزاؤں کا تصور موجود ہے۔ قدیم ہندوستان میں دھرم شاستر' پران اور ویدوں میں بھی اس قسم کے قوانین موجود ہیں۔ تاہم جیل خانہ جات کا نظام ناپید تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے دور میں جیلوں کا وجود نہیں ملتا۔ آپؐ کے وقت میں ایک یمامہ کے حکمران ثمامہ کی قید کا واقعہ ملتا ہے جسے سازش کی سزا میں مسجد نبویؐ کے ستونوں سے باندھا گیا۔ وہ بعدازاں رہا کر دیا گیا۔ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جیل خانہ جات کے نظام کی داغ بیل ڈالی۔ اموی اور عباسی دور میں یہ نظام قائم رہا۔ ہندوستان میں کلکتہ اور مدراس میں انگریزوں نے پہلی دفعہ سٹیٹ پرزن ریگولیشنز ۱۸۱۸ء میں نافذ کئے۔ کلکتہ اور مدراس کے علاوہ سورتات میں بھی جیل خانہ جات بنے۔ انگریز کا نظام اب تک چل رہا ہے۔ قوانین بھی قریباً وہی ہیں۔

یورپ میں بڑھتے ہوئے جرائم نے زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ مثلاً ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء میں برطانیہ میں کم سن بچوں کے جرائم ملاحظہ ہوں:

۱۹۸۲ء: ۲۱ لاکھ ۲۱ ہزار تین سو چھبیس

۱۹۸۳ء: ۲۳ لاکھ دو ہزار آٹھ سو گیارہ

امریکہ میں ۶۸۰۰ جیل خانہ جات ہیں۔ صدر بش نے ۶۰۰ جیل خانہ بنوائے۔ ہر سال قریباً چار کروڑ امریکن جیل جاتے ہیں جن میں سے ۶۴ لاکھ سزا پاتے ہیں باقی عدالتوں سے بری ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان کی تعداد جو سزا یافتہ ہیں ۶۴ لاکھ ہے۔ ان میں سے ۴ لاکھ امریکی نژاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہیں۔ سنٹرل جیل شاف ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ لاہور کے پرنسپل چودھری عبدالمجید اولکھ کے مطابق جب انہوں نے امریکہ کی بے شمار جیلوں کا دورہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں میں اصلاح کی کوشش کی۔ قیدیوں نے قرآن حکیم کے مطالعہ کے شوق کا اظہار کیا چنانچہ دس ہزار قرآن پاک (انگریزی ترجمہ از عبداللہ یوسف علی) بھجوائے گئے۔

اصلاح کی تجاویز

پاکستان میں ۱۰۹ اضلاع ہیں جن میں ۵۶ جیل خانہ جات ہیں۔ ۲۰ سب جیل خانہ جات صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں ہیں۔ حکومت کا ان جیل خانہ جات پر سالانہ خرچ ۷۸ کروڑ روپے ہے جبکہ پنجاب میں خرچ ۳۵ کروڑ روپے ہے۔ حکومت صرف ۵ کروڑ روپے زرعی فارموں اور جیل خانہ جات کی مصنوعات سے کماتی ہے۔ باقی خطیر رقم قیدیوں اور شاف پر خرچ ہوتی ہے۔ (یہ اعداد و شمار ۱۹۹۴ء کے مطابق ہیں۔

جیل خانہ جات میں قیدیوں کی اصلاح حسب ذیل طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ جن میں چند اہم تجاویز پر روشنی ڈالی جائے گی۔

۱۔ پروبیشن:

یہ طریقہ کار اصلاح سے متعلقہ ہے۔ جاپان میں یہ طریقہ اصلاح کافی دیر سے رائج ہے۔ ۱۸۴۱ء میں بوسٹن میں اسے رائج کیا گیا۔ یورپ اور پاکستان کی عدالتوں میں بھی یہ رائج ہے۔ پاکستان میں بالغ مجرموں کی تعداد (جن میں عورتیں اور مرد شامل ہیں) ۷۰ فیصد ہے جبکہ بچوں کی تعداد ۷ فیصد ہے۔ عدالت چند قسم کے مقدمات میں جرم ثابت ہونے پر ملزم کو رہا کر دیتی ہے اور وہ پروبیشن آفیسر سے تربیت حاصل کرتا ہے مثلاً بچوں کی صورت میں یا عورتوں کی صورت میں یا کم سن لڑکوں کی صورت میں۔ انہیں جرم سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ اس طریقہ سے جیل خانہ جات پر اٹھنے والے اخراجات میں ۱۰ فیصد کمی آسکتی ہے۔ جاپان میں ۶۰ ہزار رضاکار پروبیشن آفیسرز یہ کام سرانجام دے رہے ہیں جو ہر سال ۳ لاکھ مجرموں کی اصلاح کرتے ہیں۔

۲۔ پیرول:

مجرم جب کچھ وقت سزا کاٹ لیتا ہے تو پھر باقی سزا جیل میں نہیں کاٹتا بلکہ پیرول پہ رہا کردیا جاتا ہے۔ اگر اس دوران وہ جرم کا ارتکاب نہ کرے اور اچھا شہری بن کر رہے تو قید کی مدت جو باقی ماندہ ہوتی ہے اس طرح گزار لیتا ہے۔ جاپان یورپ اور ناروے وغیرہ میں یہ طریقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کار رائج ہے۔ پاکستان میں بھی اس طریقہ کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

۳۔ دیگر طریقہ جات:

مندرجہ بالا اصلاح کے طریقوں کے لئے تبلیغ کا پہلو بھی بڑا مؤثر ہے۔ پاکستان کی جیلوں میں قرآن حکیم کا درس دیا جائے اور حدیث شریف پڑھائی جائے۔ نماز کی ادائیگی کی ترغیب ہو۔ علماء اور مبلغین مجرموں کی اصلاح تقاریر اور خطبوں کی صورت میں کریں۔ پنجاب میں اس ضمن میں پیش رفت اچھی ہے۔ عادی مجرموں پر اس کے اچھے اثرات ہوسکتے ہیں۔ عادی اور خطرناک مجرموں کی اصلاح پروبیشن اور پیرول کے ذریعے ممکن نہیں۔ ایسے خطرناک مجرموں کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔ البتہ وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اپنی اصلاح کرسکتے ہیں۔

پاکستان میں بڑھتے ہوئے جرائم خطرے کی گھنٹی ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ روزگار مہیا کرے۔ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو تاکہ جرائم کم ہوں اور جیلوں پر بوجھ کم پڑے۔ اسلام کے کفالت عام کے نظام کو رائج کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عائشہؓ اپنے خاندان اور انصار وغیرہ کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جاکر دل و جان سے پالتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ صحابی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی یتیم بچے کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اگر ایسی مثالی فلاحی ریاست ہوتو اس میں جرائم کیسے جنم لے سکتے ہیں۔ پاکستان میں بڑھتے ہوئے جرائم باعث تشویش ہیں۔ ان جرائم پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جرائم تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

جرائم (پاکستان میں جرائم کے اعداد و شمار)

سال	تعداد
۱۹۴۷	۷۴۱۰۵
۱۹۴۸	۸۳۴۴۹
۱۹۵۰	۷۹۹۳۶
۱۹۶۰	۷۴۳۶۵
۱۹۷۰	۴۲۷۳۸
۱۹۷۶	۴۲۸۳۲
۱۹۸۵	۲۰۹۵۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بحوالہ بیورو آف پولیس ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ)
وزارت داخلہ' حکومت پاکستان (صفحات ۲۸-۲۱)

ہمارے جیل خانہ جات میں اصلاح ہو سکتی ہے بشرطیکہ ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ نفاذ شریعت ہو۔ پھر اس کے فیوض و برکات سے جرائم میں کمی ہوگی۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ اسلامی نظام عدل میں حسب ذیل تجاویز قید خانوں کی اصلاح کے لئے پیش کی ہیں (صفحہ ۲۱۹ ملاحظہ ہو)۔

کونسل نے محسوس کیا کہ معاشرے کی اصلاح کے ساتھ ساتھ قید خانوں کے مخرب اخلاق ماحول میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ایک مفصل منصوبہ تیار کرنے کی ضرورت ہے تاہم فی الحال قید خانوں میں قرآن و سنت کی تعلیم کے لئے علمائے دین کے درس و تقریر اور نماز جمعہ کا اہتمام کم از کم ہفتے میں ایک بار ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں سفارش کی گئی کہ قید خانوں کے حکام و عمال کو مناسب ہدایات جاری کی جائیں تاکہ وہ ان پر بلا تاخیر عملدرآمد کریں۔ کونسل نے اس سلسلے میں مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی جس نے جیل خانوں میں تربیتی اداروں کا معائنہ کیا۔

xx معائنہ جات (Inspections)

افسران بالا ماتحت دفتروں کا معائنہ کرسکتے ہیں تاکہ کام کی نگرانی ہوسکے۔ اعلیٰ عدالتیں بھی ماتحت عدالتوں کا کام دیکھ سکتی ہیں۔ دیگر امور میں محتسب کا ادارہ معائنہ جات اور جانچ پڑتال کے لئے بڑا مفید ہے۔ امام ابوالحسن علی محمد بن حبیب الماوردی "الاحکام السلطانیہ" اردو ترجمہ از مولوی سید محمد ابراہیم) قانونی کتب خانہ' لاہور' پہلا ایڈیشن' کے صفحات ۳۹۸' ۳۹۶' ۳۷۸ پر رقم طراز ہے:

حقوق الناس میں سے تین قسم کے دعوے محتسب کے ہاں کئے جا سکتے ہیں اور محتسب سماعت کرسکتا ہے۔ ۱- ناپ تول کی کمی کا دعویٰ' ۲- مبیع یا ثمن میں دخل اور کھوٹ کا دعویٰ' ۳- واجب الادا دین کو باوجود قدرت کے نہ دینے اور ٹالنے کا دعویٰ۔ یہ تین دعوے ایسے ہیں کہ ان کا تعلق منکرات ظاہرہ سے ہے اور چونکہ محتسب کا فرض منصبی یہ ہے کہ دین داری کی باتیں جاری کرے اور بری باتوں کا استیصال کرے بلکہ حسب ضرورت پولیس سے امداد لے۔ ان تینوں دعووں کی سماعت کرے۔ ان کے علاوہ اور احکام اور انفصال مقدمات کرنے کا مجاز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ بعض لوگ جانور کو فروخت کرنے سے پہلے اس کا دودھ دوہنا ترک کر دیتے ہیں تاکہ تھن بڑھ جائیں۔ یہ بھی ایک طرح کی فریب کاری ہے۔ اس سے روک دے۔ محتسب کا یہ اہم فریضہ ہے کہ ناپ تول اور پیائش کم کرنے کا قطعی انسداد کرے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ اس پر سخت سزا دے اور سب کے سامنے دے۔ اگر کسی کے باٹ یا پیمانے کے کم ہونے کا شبہ ہو تو اس کا امتحان کرے اور ملا کر دیکھے اور جس باٹ یا پیمانے سے ملائے وہ محتسب کا مہر شدہ ہو۔ اور سب کو تحکم ہو کہ محتسب جن امور کو علی العموم روک سکتا ہے خاص کر کے نہیں روک سکتا۔ ان میں ایسے اوزان اور پیمانوں سے معاملہ کرنا بھی داخل ہے جو اس شہر میں مروج اور معروف نہ ہوں۔ اگرچہ کسی اور جگہ ان کا رواج ہو۔ اگر دو آدمی ان کے ساتھ معاملہ کرنے پر رضامند ہوں تو ان سے تعرض نہ کرے لیکن عام طور پر ان سے ناپ تول کی ممانعت کردے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص ان سے واقف نہ ہو اور دھوکے اور نقصان میں مبتلا ہو جائے۔

مارکیٹ کی پڑتال کے لئے صاحب السوق یا عامل السوق کا ادارہ قائم تھا۔ جہاں نرخ چیک ہوتے اور سامان تجارت اور سامان خوردونوش بھی۔ یہ نظام حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے دور میں رائج رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراجع

(عربی و اردو)

(۱) اَلقرآن الحکیم و ترجمہ، معانیہ و تفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ، اُردو ترجمہ از مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیری حواشی از مولانا صلاح الدین یوسف، شاہ فہد قرآن حکیم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، ۱۴۱۹ھ

(۲) ابن الاخوۃ محمد بن محمد بن احمد القرشی، معالم القربہ فی احکام الحسبۃ، مطبعۃ دارالفنون، کیمبرج، ۱۹۳۴ء

(۳) ابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم (م۷۲۸)، الجوامع السیاسیۃ الالٰہیۃ، دارالمعارف، مصر، ۱۹۳۴ء

(۴) ابن حزم، المحلی، بیروت، لبنان

(۵) ابن خلدون (م۸۰۸ھ) المقدمہ، دارالکتب اللبنانی، بیروت، ۱۹۶۱ء

(۶) ابن رشد، بدایہ المجتہد، احمد کمال آستانہ، ۱۳۳۳ھ

(۷) ابن عبد ربہ، العقد الفرید، طبع قاہرہ، ۱۹۵۳ء

(۸) ابن قیم، زادالمعاد، (اردو ترجمہ) ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری، ادبیات، لاہور، تاریخ اشاعت نا معلوم

(۹) ابن قیم، اعلام الموقعین، مطبعہ التجارۃ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء

(۱۰) ابن قیم (م ۷۵۱ھ)، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، مطبعہ التجارۃ، قاہرہ، ۱۹۶۲ء

(۱۱) ابن کثیر الدمشقی (م ۶۳۰ھ)، تفسیر القرآن الکریم، مکتبہ ملکیہ، مصر، ۱۳۶۷ھ

(۱۲) ابن نجیم، بحر الرائق، قاہرہ

(۱۳) ابن ہشام (م۲۱۸ھ)، السیرۃ النبویہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء

(۱۴) ابو عبید قاسم بن سلام (م۲۲۴ھ)، کتاب الاموال، مطبعہ الاستقامہ، مصر، ۱۹۵۳ء

(۱۵) ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، طبع قاہرہ، ۱۹۶۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۶) ابو یوسف الامام (م ۱۸۲ھ)' کتاب الخراج' مطبعہ الموسوعات' مصر' ۱۳۰۲ھ
(۱۷) احسان النص الخطابہ السیاسیہ فی عصر بنی امیہ' دار الفکر' دمشق
(۱۸) احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)' المسند' دار المعارف' مصر' ۱۹۳۶ء
(۱۹) احمد ذکی صفوت' جمہرۃ رسائل العرب فی العصور العربیہ الزاہرہ' قاہرہ' ۱۹۳۷ء
(۲۰) اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ نظام عدل' اسلام آباد
(۲۱) اسلامی نظریاتی کونسل' مجموعی سفارشات اسلامی نظام معیشت' اسلام آباد' ۱۹۸۳ء
(۲۲) اسمٰعیل شہید' منصب امامت' حکیم محمد احمد' لاہور' ۱۹۴۹ء
(۲۳) البخاری' محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)' الجامع الصحیح' مصطفی البابی الحلبی' مصر' ۱۹۵۴ء
(۲۴) الترمذی' محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)' الجامع الصحیح' مصطفی البابی الحلبی' مصر' ۱۹۵۴ء نیز دار احیاء التراث العربی' بیروت
(۲۵) الشوکانی محمد بن علی (م ۱۲۵۵ھ)' نیل الاوطار' مصطفی البابی الحلبی' مصر' ۱۳۷۴ھ
(۲۶) الکاسانی' بدائع الصنائع' مطبع جمالیہ' قاہرہ' ۱۳۲۸ھ
(۲۷) الکتانی عبدالحی' نظام الحکومۃ النبویہ' احیاء التراث الاسلامی' بیروت
(۲۸) امام ابوالحسن علی محمد بن حبیب الماوردی' الاحکام السلطانیہ' اردو ترجمہ از مولوی سید محمد ابراہیم' قانونی کتب خانہ' لاہور' اشاعت اول
(۲۹) امام شافعی' کتاب الام' بلاق' ۱۳۲۵ھ
(۳۰) امام غزالی' احیاء علوم الدین' قاہرہ
(۳۱) امام غزالی' مکاشفۃ القلوب
(۳۲) امام نووی' منہاج الطالبین' انگریزی ترجمہ از E.C.Howard' لندن' ۱۹۷۰ء
(۳۳) ایس ایم اکرام' حوض کوثر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۴) پروفیسر اشفاق علی خان' عدم استحکام کے دور میں بیوروکریسی کی اہمیت' (مضمون)' روزنامہ نوائے وقت' راولپنڈی' ۳۰ اگست ۱۹۹۰ء

(۳۵) پروفیسر خورشید احمد' اسلامی نظریہ حیات' شعبہ تصنیف و تالیف' کراچی یونیورسٹی

(۳۶) پروفیسر محمد یعقوب' نظام زکوٰۃ میں اصلاح کی ضرورت' (مضمون)' روزنامہ نوائے وقت میگزین' راولپنڈی' ۱۷ اگست ۱۹۹۰ء

(۳۷) چوہدری محمد اکرم مارتھ' شعبہ پراسیکیوشن اور محکمہ پولیس' (مضمون)' روزنامہ جنگ' راولپنڈی' ۲۶ اگست ۱۹۹۱ء

(۳۸) حفظ الرحمان سیوہاروی' اسلام کا اقتصادی نظام' ندوۃ المصنفین' دہلی' ۱۹۵۹ء

(۳۹) خالد علوی ڈاکٹر' اسلام کا معاشرتی نظام' مکتبہ علمیہ' لاہور' ۱۹۶۸ء

(۴۰) خطیب التبریزی محمد بن عبداللہ (م ۷۳۷ھ)' مشکوۃ المصابیح' المکتب الاسلامی' دمشق' ۱۹۶۱ء

(۴۱) دائرہ معارف اسلامیہ' علم معاشیات (مقالہ)' دانش گاہ پنجاب' لاہور' ۱۹۸۶ء

(۴۲) ڈاکٹر اسرار احمد' اسلام کا معاشی نظام اور اسلامی ریاست کا نظام محاصل' مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور' ۱۹۸۵ء

(۴۳) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن' اسلامی قوانین (حدود' قصاص' دیت' تعزیرات)' قانونی کتب خانہ' لاہور

(۴۴) ڈاکٹر حافظ محمد یونس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفارتی نظام' دارالفرقان' راولپنڈی' ۱۹۹۶ء

(۴۵) ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن' النظم الاسلامیہ (اردو ترجمہ' مسلمانوں کا نظم مملکت از مولانا علیم الدین صدیقی' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۷۵ء

(۴۶) ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن' تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۹۶۴ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴۷) ڈاکٹر رحیم بخش شاہین، اسلام میں علم کی اہمیت، (مضمون)، روز نامہ نوائے وقت راولپنڈی، ۳۰ اگست، ۱۹۹۱ء

(۴۸) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، لجنۃ التالیف، مصر، ۱۹۵۶ء

(۴۹) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، ۱۴۰۱ھ

(۵۰) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۷ء

(۵۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبویؐ کا نظام حکمرانی

(۵۲) ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ، علامہ اقبال اور جدید اسلامی ریاست میں تعبیر شریعت کا اختیار، (مقالہ)، لاہور، ۹ نومبر ۱۹۸۶ء

(۵۳) راغب الاصفہانی (م ۵۰۲ھ)، مفردات القرآن، مکتبہ قاسمیہ، لاہور، ۱۹۶۳ء

(۵۴) راجہ محمد افسر خان، اسلامی نظام مالیات، ناشر الزکوٰۃ، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

(۵۵) رفیع اللہ شہاب، اسلام کا مالیاتی نظام

(۵۶) ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۸ء

(۵۷) سرخسی شمس الائمہ (م ۴۸۳ھ)، المبسوط، مطبعہ السعادۃ، قاہرہ، ۱۳۲۴ھ

(۵۸) سید سلمان ندوی، خطبات مدارس، لاہور اکیڈمی، لاہور

(۵۹) سید قطب شہید، العدالہ الاجتماعیہ فی الاسلام، اردو ترجمہ از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

(۶۰) سید قطب، فی ظلال القرآن، دارالعربیہ، بیروت، (لبنان)

(۶۱) سید محمد متین ہاشمی، اسلام کا قانون شہادت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۷ء

(۶۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغہ، دارالکتب الحدیثہ، قاہرہ

(۶۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، فقہ عمرؓ، ترجمہ از لیٹ یحییٰ امام خان نوشہروی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶۴) شبلی نعمانی (علامہ)' الفاروق' مکتبہ رحمانیہ' لاہور' سال اشاعت نامعلوم
(۶۵) شیخ محمد بشیر' جدید اسلامی معاشرے میں مساجد کا کردار' (مضمون)' روزنامہ جنگ' راولپنڈی' ۲۴ مئی' ۱۹۸۹ء
(۶۶) صبحی محمصانی' فلسفہ التشریع فی الاسلام' دارالعلم للملایین' بیروت' ۱۹۶۱ء
(۶۷) عبدالرحمٰن الجزیری' الفقہ علی المذاھب الاربعہ' دارالکتب العربی' قاہرہ' ۱۹۵۰ء
(۶۸) عبدالقادر عودۃ' التشریع الجنائی الاسلامی' دارالکتب العربی' بیروت' ۱۹۶۸ء
(۶۹) عبدالقوی' پاکستان میں دینی مدارس کی زبوں حالی' (مضمون)' روزنامہ نوائے وقت' راولپنڈی' ۲۲ جنوری ۱۹۹۱ء
(۷۰) علامہ شبلی نعمانی و سید سلمان ندوی' سیرۃ النبیؐ' الفیصل ناشران' لاہور' ۱۹۹۱ء
(۷۱) علامہ شبیر احمد عثمانی' تفسیر عثمانی' مطبوعہ شاہ فہد قرآن حکیم پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ
(۷۲) علم حدیث' اسلامی خط و کتابت کورس' یونٹ نمبر ۲' دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد
(۷۳) علی بن ابی طالب (م ۴۰ھ)' نہج البلاغہ مع شرح شیخ عبدہ' مطبع عیسی البابی الحلبی' مصر
(۷۴) فتاوی عالمگیری' اردو ترجمہ از مولانا سید امیر علی' قانونی کتب خانہ' لاہور
(۷۵) فتاوی عالمگیری' طبع نول کشور' لکھنئو
(۷۶) قاضی سلیمان منصورپوری' رحمۃ للعالمین' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۶۲ء
(۷۷) کمال بن ہمام' شرح فتح القدیر
(۷۸) محمد حسین ہیکل' حیات محمد' مطبعہ النھضہ العصریہ' مصر' ۱۹۴۷ء
(۷۹) محمود احمد غازی و عبدالرحیم اشرف بلوچ' آدب القاضی' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد' ۱۹۸۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸۰) محمود بن محمد بن عرنوس، تاریخ القضاء فی الاسلام، اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد، پانی پتی، اسلام کا نظام عدل، ادارہ فروغ اسلام، لاہور، ۱۹۶۰ء

(۸۱) مرغینانی، کتاب الہدایہ، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، (انڈیا)، ۱۳۷۸ھ

(۸۲) مسلم بن الحجاج القشیری (م ۲۶۱ھ) الجامع الصحیح، دار المعارف، بیروت، نیز محمد بن علی صبیح واولادہ، مصر، ۱۳۳۴ھ

(۸۳) مشتاق اے چوہدری، اسلام کا بلدیاتی نظام، پاک عرب علمی فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۳ء

(۸۴) مودودی ابوالاعلیٰ سید (م ۱۹۷۹ء)، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، مکتبہ جماعت اسلامی، اچھرہ، لاہور، ۱۹۹۵ء

(۸۵) ایضاً، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۷۲ء

(۸۶) ایضاً، تفہیمات، مکتبہ جماعت اسلامی، لاہور، ۱۹۵۱ء

(۸۷) ایضاً، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۵۴ء

(۸۸) ایضاً، الجہاد فی الاسلام، مکتبہ جماعت اسلامی، لاہور

(۸۹) ایضاً، سود، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۷ء

(۹۰) ایضاً، معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۷۰ء

(۹۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی قانون اور دستور (Islamic Law and Constitution)، انگریزی ترجمہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۷ء

(۹۲) مولانا امین احسن اصلاحی، دعوت دین اور اس کا طریق کار، مکتبہ جماعت اسلامی، لاہور

(۹۳) مولانا حامد انصاری، اسلام کا نظام حکومت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۴ء

(۹۴) مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا قانون تجارت، مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

(۹۵) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، روائع اقبال، اردو ترجمہ نقوش اقبال از مولوی شمس تبریز خان، سروسز کلب، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۸ء

(۹۶) مولانا صفی الدین مبارک پوری، الرحیق المختوم، المکتبہ سلفیہ، لاہور، ۱۹۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۷) مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م ۱۹۷۴ء)، سیرۃ المصطفیٰ، مطبع تعلیمی، لاہور

(۹۸) مولانا محمد ادریس میرٹھی، سنت کا تشریعی مقام، مکتبہ اسلامیہ، کراچی

(۹۹) مولانا محمد اسحاق سندیلوی، اسلام کا سیاسی نظام، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۵۷ء

(۱۰۰) مولانا مُفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۹ء

(۱۰۱) میجر جنرل اکبر خان، اسلامی طریق جنگ، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۵۹ء

(۱۰۲) نسائی، احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ)، السنن، المطبعہ المصریہ، ۱۹۳۰ء

(۱۰۳) وزارت العدل، رپورٹ سعودی عرب، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

*****

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

BIBLIOGRAPHY
(ENGLISH BOOKS)

(104) Abdul Rahman Azzam, The Eternal Message of Muhammad, Translated from Arabic by Caesar E. Farah, Published by American Library, New York, 1965

(105) Abdul Rashid Khan, Islamic Jurisprudence, Premier Book House, Lahore

(106) Abdur Rahim, The Principles of Muhammadan Jurisprudence, P.L.D. Publishers, Lahore, 1958

(107) Akbar S. Ahmed and David M. Hart, Islam in Tribal Societies From the Atlas to the Indus, Routledge and Kegan Paul, London, 1984

(108) Ali Ibn Abi-Talib, Nahj al-Balagha, Sermons, Letters And Sayings of 'Ali, Ansariayah Publications, Qumm, Iran, 1981

(109) Anwar A. Qadri, Islamic Jurisprudence in the Modern World, Sheikh Muhammad Ashraf, Lahore, 1973

(110) Ashford, Douglas E., Bureaucrats and Citizens, Reprint No.79 (L) 3-3 N.I.P.A., Lahore, 1979

(111) Barry Donald D. and Whitcomb, Howard R., The Legal Foundations of Public Administration, West Publishing Co., Minnesota, U.S.A., 1981

(112) Bassiouni, M. Sharif, The Islamic Criminal Justice System, Oceana Publications, New York, 1982

(113) Braibanti, Ralph, Research on the Bureaucracy of Pakistan, N.C. Duke University Press, Durham, 1966

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(114) Brigadier S.K. Malik, The Quranic Concept of War, Wajidalis, Lahore, 1979

(115) Brohi, A.K., Human Rights and Duties in Islam; Philosophical Approach, Article in Islam and Contemporary Society, edited by Salem Azzam, Longman in association with Islamic Council of Europe, New York, 1982

(116) Burke, John, Osborn's Concise Law Dictionary, Sweet & Maxwell, London, 1976

(117) Ch. Muhammad Ashraf, The Evaluation and Expansion of Local Government Institutions in the Sub-continent, Public Administrative Review, Journal of the National Institute of Public Administration, Lahore, Jan-June 1987, Vol. XXV, Number I

(118) Cohen, Stephens P., The Pakistan Army, University of California Press, Berkley, U.S.A., 1984

(119) Consolidated Recommendations on the Islamic Economic System, Council of Islamic Ideology, Government of Pakistan, Islamabad, December, 1983

(120) Cornelius, A. R., Judicial System of Pakistan, National Institute of Public Administration, Lahore, May, 1969

(121) Davis, K.C.S., Administrative Law, Cases-Text-Problems, West Publishing Co., Minnesota, USA., 1960

(122) Dicey, A.V., Introduction to the Study of the Law of Constitution, millan & Co. Ltd. London, 1962

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(123) Dr. Abdul Rauf, Renaissance of Islamic Culture And Civilisation in Pakistan, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1965

(124) Dr. Abdul Rauf, 'Uplift Through Mosque', Article in the Pakistan Times, Midweek Edition, Lahore, July 5, 1988

(125) Dr. Bashir Ahmad Siddiqui, 'Dignity of Man in Islam', Article cited in the 'Light of Islam', A Monthly Organ of the World Mission of Islam, Vol. I, Lahore, December, 1966

(126) Dr. F.R. Faridi, 'Theory of Fiscal Policy in an Islamic State', Article in Journal of Research in Islamic Economics, Vol. I, No.I Summer, International Centre for Research in Islamic Economics, Vol. I, No. I, King Abdul Aziz University, Jeddah, Kingdom of Saudi Arabia, 1403 A.H/1983 A.D.

(127) Dr. F.R. Faridi, 'Zakat and Fiscal Policy', Article in Studies in Islamic Economics, edited by Khurshid Ahmad, The Islamic Foundation, U.K., 1976

(128) Dr. Khalifa Abdul Hakim, Fundamental Human Rights, Institute of Islamic Culture, Lahore, 1955

(129) Dr. Muhammad Hamid Ullah, Muslim Conduct of State, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1977

(130) Dr. Robert Roberts, The Social Laws of the Qoran, Curzon Press, London, 1971

(131) Dr. Said Ramadan, Islamic Law, Its Scope & Equity, P.R. Macmillan, London,1961

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(132) Dr. S.A.Q. Husaini, Arab Administration, Sh. Muhmmad Ashraf, Lahore, 1956

(133) Dr. Zia-ul-Haq, Islam & Feudalism, The Economics of Riba, Interest and Profit, Vanguard Books Ltd., Lahore, 1985

(134) Duncan B. Macdonald, Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory, Khayats, Beirut, 1965

(135) Duncan & Neil, Defamation, Butterworths, London, 1978

(136) Eaton Gai, Islam And the Destiny of Man, State University of New York Press, New York, U.S.A., 1985

(137) Ebrahim Ahmed Bawany, Islam an Introduction, Begum Aisha Bawany Wakf, Karachi, 1982

(138) E.C.S. Wade and G. Godfrey Phillips, Constitutional and Administrative Law, Longman, London, 1977

(139) Fareed Tirmizi, Administration of Justice in Islam, Reprint No.81 (L)-5-3, N.I.P.A., Lahore

(140) Farukh, Dr. Omar A., Ibn Taimiyya On Public and Private Law in Islam, (Translation), Khayats, Beirut, 1966

141) George O. Comfort, Royce H. Knapp and Charles W. Shull, Your Government, Megraw-Hill Book Company Inc., New York, 1968

142) Gibb H.A.R. & Kramers J.H., Shorter Encyclopaedia of Islam,E.J.Brill, Leiden, Netherlands, 1974

143) Gibb, H.A.R., Modern Trends in Islam, The University of Chicago Press, Chicago, Illinois, U.S.A., 1950

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(144) Gibb, H.A.R., Studies on the Civilisation of Islam, Princeton University Press, Princeton, New Jersy, 1962

(145) Goodnow, Henry Frank, The Civil Service of Pakistan, Bureaucracy in a New Nation, Yale University Press, New Haven and London, 1964

(146) Goraya, Dr. Muhammad Yusuf, Judicial System under the Holy Prophet and the First Two Pious Caliphs, Kutub Khana Anjuman Himayat-i-Islam, Lahore, 1982

(147) Grunebaum, G.E., 'Islam', Essays in the Nature and Growth of a Cultural Tradition, Routledge and Kegan Paul Ltd., London, 1955

(148) Guillaume, Alfred, Islam, Penguine Books, London, 1982

(149) Gulick, Luther, Democracy And Administration Face the Future, Article No.78(L)-3-14, N.I.P.A., Lahore, 1978

(150) Haider, Dr. S.M., Public Administration and Administrative Law, Pakistan Law Times Publications, Lahore, 1973

(151) Hamilton, Charles, The Hedaya (English Translation), Premier Book House, Lahore, 1925

(152) Hazrat 'Ali, Famous Epistle to Malik Ashtar, Translated by Rashid Turabi, Reprinted by Miraj Khalid, Islamabad, n.d.

(153) Hitti, P. K., History of the Arabs, Macmillan, London / St. Martins Press, New York, U.S.A., 1968

(154) Inayatullah, District Administration in West Pakistan: Its Problems, Challenges, Pakistan Academy for Rural Development, Peshawar, 1964

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(155) Justice Aftab Hussain, Federal Shariat Court, Published by Federal Shariat Court, Islamabad, n.d.

(156) Justice Dr. Nasim Hasan Shah, Constitutional Law and Pakistan Affairs, Wajidalis, Lahore, 1986

(157) Justice M. Khalil-ur-Rehman Khan, The Qanun-E-Shahadat, P.L.D. Publishers, Lahore, 1984

(158) Justice M.S.H. Qureshi, Judicial Review of Administrative Discretion, National Institute of Public Administration, Reprint No.79 (L)-4-2, 1979, Lahore, 1979

(159) Justice (Retd.) Ch. Khalil-ur-Rehman, Islamic Concept of Administrative Law, Reprint No.(85-L-1-1), National Institute of Public Administration, Lahore, 1985

(160) Justice Zaki-ud-Din Paul, Islamisation of Laws in Pakistan, 84-(L)-2-4, N.I.P.A., Lahore, 1984

(161) Kausar Niazi, 'Mosque As An Educational Centre', Article in The Daily News, Friday, March 1, 1991

(162) K. Dharmaratnam, Local Government System As A Vehicle for Rural Development, Article No.8 (1)-4-3, N.I.P.A., Lahore, 1987

(163) Kellner Peter and Crowtherhurt Lord, 'The Civil Servants' An Inquiry into Britain's Ruling Class, Macdonald General Books, London and Sydney, 1980

(164) Khurshid Ahmad, Studies in Islamic Economics, The Islamic Foundation, U.K., 1976

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(165) Lewis, Bernard, 'Politics and War', Article in The Legacy of Islam by Joseph Schacht and C.E. Bosworth, The Clarendon Press, Oxford, 1974

(166) Malik Iftikhar Ali, Quaid-i-Azam's Islamic Social Justice, Article No.79 (L) 2-19, (L) 2-19, N.I.P.A., Lahore, 1979

(167) Masudul Hasan, Text Book of Basic Democracy and Local Government in Paksitan, P.L.D. (Publishers), Lahore, 1968

(168) Maududi, Syed Abul A'la, Islamic State, Islamic Publishers Ltd, Lahore, June 1977

(169) Maududi, Sayyid Abul A'la, The Islamic Law and Constitution, Islamic Publications Ltd., Lahore, 1960

(170) Mir Wali Ullah, Muslim Jurisprudence and the Quranic Law of Crimes, Islamic Book Service, Lahore, 1982

(171) Miss Azra Rafique, Islamic Concept of Riba and Interest, Article No.80 (L)-5-1, N.I.P.A., Lahore, 1980

(172) M. Kabir, A Short History of Pakistan, (Book Two) Muslim Rule Under the Sultans, University of Karachi, 1967

(173) 'Mohammad' (Encyclopaedia of Seerah), Vol-II, The Muslim Schools' Trust, London, 1982

(174) Mohomed Ullah Ibn S. Jung, The Administration of Justice in Islam, Law Publishing Co., Lahore, n.d.

(175) Moulona Kassim Nait-Belkacem, 'The Concept of Social Justice', Article No.83-(L)-2-12, N.I.P.A., Lahore, 1983

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(176) Muhammad Akram Khan, 'Role of Auditor in An Islamic Economy', (Article) in Journal of Research in Islamic Economics, Centre for Research in Islamic Economics, King Abdul Aziz University, Vol. 3 No.1, Summer, Published by Scientific Publishing Centre, King Abdul Aziz University, Jeddah, Kingdom of Saudi Arabia, 1405 A.H/1985 A.D.

(177) Muhammad Al-Buraey, Administrative Development; an Islamic Perspective, Routledge and Kegan Paul Inc., Bostan, Mass./U.S.A./ K.P.I., London, 1985

(178) Muhammad Asad, The Message of the Quran, Translated and Explained, Dar Al-Andalus, Gibralter, 1980

(179) Muhammad Aurang Zeb Khan, Public Problems and the Bureaucrats, Reprint No.87 (L)-4-6, N.I.P.A., Lahore, 1987

(180) Mulla, D.F., Principles of Muhammadan Law, Pak Publishers Limited, Lahore, 1968

(181) Munir Ahmad, The Civil Servant in Pakistan, Oxford University Press, Oxford, 1961

(182) Muzammil Hussain Qureshi, Changing Bureaucracy for The Better, The Daily News, Karachi, 14 May, 1971

(183) Niazi, Dr. Liaquat Ali Khan, Islamic Law of Tort, Research Cell, Dayal Singh Trust Library, Lahore, 1988

(184) Qamaruddin Khan, Al-Mawardi's Theory of State, Islamic Book Foundation, Lahore, 1983

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(185) Radcliffe and Cross, The English Legal System, edited by G.J. Hand and D.J. Bentley, Butterworths, London, 1977

(186) Rashida Patel, Islamisation of Laws in Pakistan, Faiza Publishers, Karachi, 1986

(187) Rosenthal, E.J., Political Thought in Medieval Islam, Cambridge University Press, Cambridge, 1958

(188) Rosenthal, E.J., Islam in the Modern National State, Cambridge University Press, Cambridge, 1965

(189) S.A. de Smith, Constitutional and Administrative Law, Penguine Publications, England, 1975

(190) S.A. Hashmi, Zakat As An Instrument of Fiscal Policy, Article No.81 (L)-4-6, N.I.P.A., Lahore, 1981

(191) Sahibzada Anwar Ali, Islam, Ideology and Leading Issues, Publishers United Ltd., Lahore, 1978

(192) Sajjad Mahmood, Technical and Organizational Constraints Faced by Local Government Institutions in Proper Execution of their Development Programme, (A Synopsis), Reprint No.87 (L)-4-2, N.I.P.A., Lahore, 1987

(193) Savory, R.M., Introducton to Islamic Civilisation, Cambridge University Press, Cambridge, 1980

(194) Sayings of the Prophet Muhammad (P.B.U.H.), Edited and Translated by Mirza Abul-Fadl, Fifteen Hijra Centenary Edition, National Hijra Centenary Celebrations Committee, Islamabad, 1400 A.H/1900 A.D

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(195) Schacht, Joseph, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, Clarendon Press, Oxford, 1979

(196) Serjeant, R.B., The Islamic City, Selected Papers for the Colloquium held at the Middle East Centre, Faculty of Oriental Studies, Cambridge, United Kingdom, from 19 to 23 July 1976, U.N.E.S.C.O., 1980

(197) Seyed Hosein Nasr, Islamic Life and Thought, George Allen and Unwin, London/Sydney, 1981

(198) Sheikh Abdul Halim, Law of Defamation And Malicious Prosecution, Law Publishing Co., Lahore, 1982

(199) Syed Ameer Ali, A Short History of the Saracens, National Book Foundation, Karachi, 1975

(200) Syed Ameer Ali, Islamic History and Culture, Peoples Publishing House, Lahore, 1968

(201) The Encyclopedia Americana, Grolier Corporation, International Edition, Connecticut, U.S.A., 1983

(202) The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 26, University of Chicago, U.S.A., 1989

(203) Tinker, Hugh, The Foundations of Local Self-Government in India, Pakistan and Burma, Pall Mall Press, London, 1968

(204) Wade, H.W.R, Administrative Law, Clarendon Press, Oxford, 1967

(205) Watt, W. Montgomery, Islamic Political Thought, The Basic Concepts, Edinburgh University Press, Edinburgh, 1980

****

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

340 1253J
23409-EU-64